إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (التوبۃ آیت ۱۱۱)

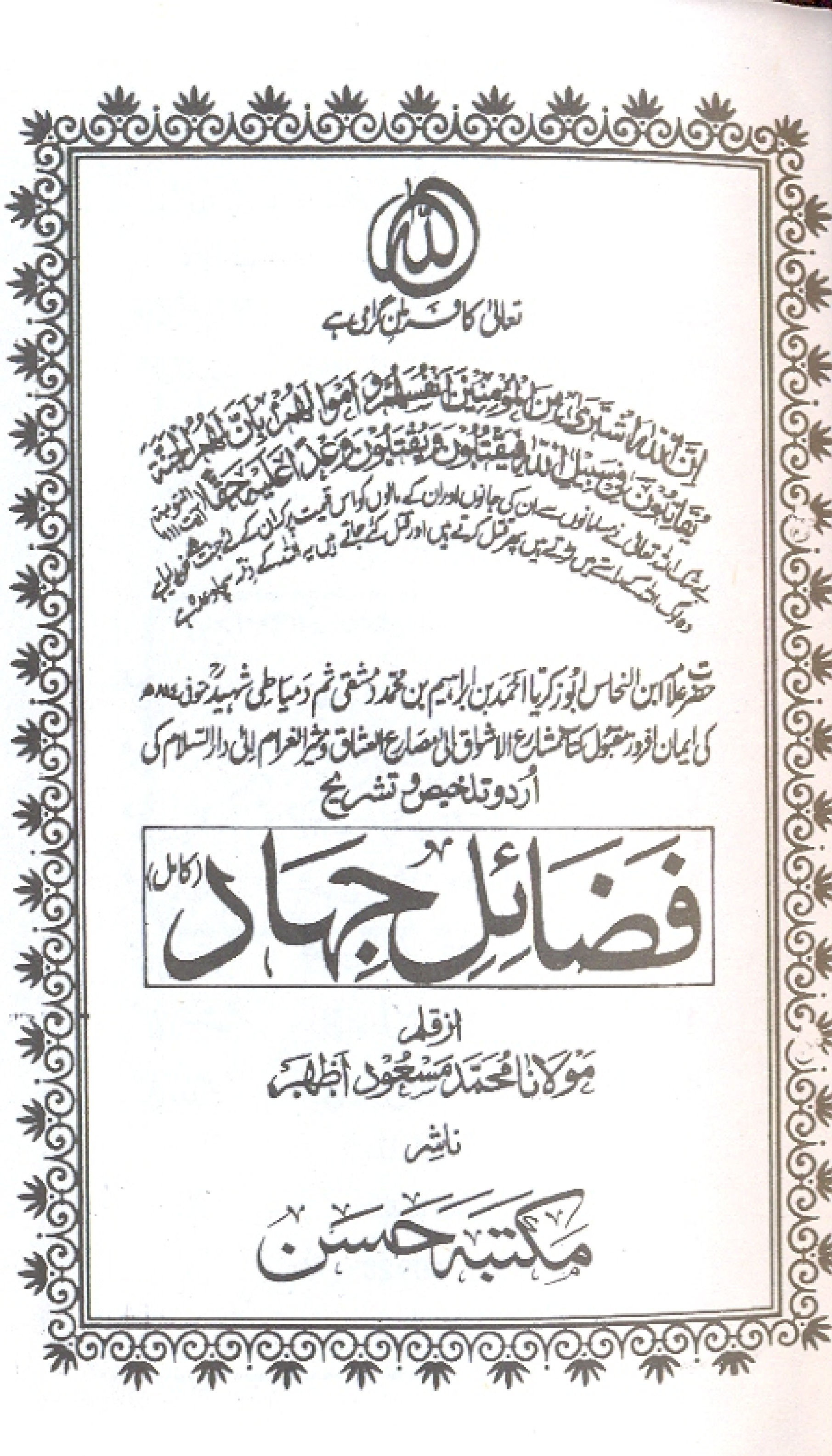
بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں یہ اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے

حضرت علامہ ابن النحاس ابو زکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہیدؒ متوفی ۸۱۴ھ
کی ایمان افروز مقبول کتاب مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام کی
اردو تلخیص و تشریح



از قلم
مولانا محمد مسعود اظہر





اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (التوبة آیت ۱۱۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے

حضرت علامہ ابن النحاس ابو زکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہیدؒ ۸۱۴ھ
کی ایمان افروز مقبول کتاب مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام کی
اردو تلخیص و تشریح

فضائلِ جہاد (کامل)

از قلم
مولانا محمد مسعود اظہر

ناشر
مکتبہ حسن


بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کو قتال (جہاد) کا شوق دلایئے (القرآن)

سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۵

سولھواں باب

سترھواں باب

اٹھارواں باب

انیسواں باب

بیسواں باب

اکیسواں باب

مجاہدین کی تلواروں، نیزوں اور دیگر سامان جہاد کی فضیلت کا بیان

انتیسواں باب

تیسواں باب

اکتیسواں باب

تعارف فضائل جہاد کامل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

□ زیر نظر کتاب "فضائل جہاد کامل" علامہ ابن النحاس شہیدؒ (متوفی ۸۱۴ھ) کی ایمان افروز اور مقبول کتاب "مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام" کی اردو تلخیص و تشریح ہے۔

□ مشارع الاشواق کا جو نسخہ بندہ کے سامنے ہے وہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت نے ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء کو شائع کیا ہے یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے دونوں جلدوں کے صفحات کی تعداد بارہ سو ستائیس ہے جن میں سے ایک ہزار پچیس صفحات پر کتاب کا اصل مواد ہے جبکہ باقی صفحات پر دیگر الحاقی مواد اور مختلف فہرستیں ہیں یہ کتاب جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے دو متخصصین شیخ محمد علی اور شیخ محمد خالد اسطنبولی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

□ بندہ کے پیش نظر اصل کتاب کی تلخیص و تشریح تھی اس لئے بندہ نے اس کے حاشیے کو موضوع بحث نہیں بنایا۔

□ مصنفؒ جو آٹھویں صدی کے اخیر اور نویں صدی کے آغاز کی مشہور علمی، روحانی اور جہادی شخصیت ہیں نے اپنی اس کتاب کی ترتیب میں قرآن مجید کے علاوہ ایک سو اکتیس سے زائد کتب سے مدد لی ہے چنانچہ ان تمام کتابوں کے حوالے آپ کو بکثرت ملیں گے۔

□ کتاب کی تلخیص و تشریح کا کام مورخہ ۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۴/ ستمبر ۱۹۹۸ء

بروز جمعۃ المبارک شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس کا مبارک اختتام مورخہ ١٦/ جمادی الآخرہ ١٤١٩ھ بمطابق ٨/ اکتوبر ١٩٩٨ء بروز جمعرات کو ہوا۔

□ کتاب کی تلخیص و تشریح کے دوران کہیں خالص ترجمے اور کہیں خالص تشریح کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مفید تبدیلیاں اور اضافے بھی کئے گئے ہیں بعض بہت زیادہ ضعیف احادیث، مکررات اور دور حاضر کے اعتبار سے بعض غیر اہم مباحث کو حذف کر دیا گیا ہے اور ہر باب کے آخر میں دعوت جہاد یا دعوت فکر کا بطور تعلیق اضافہ کیا گیا ہے بندہ کی طرف سے کئے جانے والے اکثر اضافات کے اول اور آخر میں یہ نشان [ ] دیا گیا ہے البتہ خاتمۃ الکتاب کے دونوں حصوں میں مصنف اور مترجم کی عبارت کے درمیان امتیازی خط نہیں ہے کیونکہ اس میں کافی تبدیلی کی گئی ہے۔

□ کتاب کے مصنف علامہ ابن النحاس ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہید نور اللہ مرقدہ ایک خوش نصیب عالم دین اور بزرگ تھے انہوں نے مشارع الاشواق جیسی جامع اور مقبول کتاب لکھی جس کی ہر سطر اپنے پڑھنے والے کے دل میں ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا کرتی ہے۔ یہ کتاب مصنفؒ کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ دوسری طرف مصنفؒ خود بھی جانباز مجاہد تھے اور وہ صلیبیوں کے خلاف مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے اور انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھے ہوئے تمام فضائل کا خود کو مستحق ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق کی شہادت کو بھی قبول فرمائے اور ان کی اس جذبات آفریں کتاب کو بھی۔ آمین۔

□ اس کتاب کی تلخیص و تشریح کے دوران عزیز القدر سلطان احمد میانا نے کتاب کے مسودے کی ترتیب میں نہایت شغف اور جانفشانی سے تعاون کیا ہے نیز عزیز القدر شاہد لطیف نے اپنی مخلصانہ خدمت اور محنت کے ذریعے کتاب کا کام کرنے میں سہولت پہنچائی نیز عزیز القدر حافظ ناصر اکرام نے بھی حتی الوسع ہاتھ بٹایا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رستے میں قید ان تینوں نوجوانوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امید ہے کہ قارئین کرام ہم سب کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی اور سرخروئی کی دعا فرمائیں گے اور اللہ کے راستے میں قید دیگر تمام مجاہدین کے لئے بھی دعاء فرمائیں گے۔

□ تقریباً ساڑھے سات سال قبل بندہ نے فضائل جہاد کے عنوان سے کام شروع کیا تھا اور اس کتاب کا حصہ اول جس میں صحیح بخاری کی چالیس جہادی احادیث کی تشریح و توضیح کی گئی تھی بار بار شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازہ بندہ کا ارادہ اس کتاب کو دس حصوں میں مکمل کرنے کا تھا مگر حصہ اول کے بعد کام رک گیا اور اس کتاب کو مکمل کرنے کی تمنا پوری نہ ہو سکی مگر اب الحمدللہ زیر نظر کتاب نے کسی حد تک اس تمنا کو پورا کر دیا ہے اور اس کتاب میں وہ اکثر مواد موجود ہے جس کو فضائل جہاد کے دس حصوں میں پیش کرنے کا ارادہ تھا چنانچہ اس کتاب کو اب "فضائل جہاد کامل" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اور "فضائل جہاد حصہ اول" کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اللہ ارحم الراحمین کا شکر ہے کہ اس نے اس دیرینہ ایمانی و قلبی تمنا کو پورا فرمایا اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو آخرت میں بخشش، نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کی بیداری اور مجاہدین کے جذبوں کی تازگی کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین۔

□ بندہ کے مربی، مرشد اور محسن، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا اس کار خیر میں بہت بڑا حصہ ہے آپ کی بے پناہ شفقت، ہمت بخش حوصلہ افزائی اور بے لوث تعاون بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت اقدس کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے انوارات کو تا قیامت تابندہ و جاری رکھے۔

نیز حضرت اقدس کے خلیفہ ارشد اور جانشین حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ العالی کا بھی بھرپور تعاون شامل رہا بلکہ حقیقت میں وہی اس کارِ خیر کے اصل محرک ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایانِ شان اجرِ عظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا۔

محمد مسعود اظہر

۱۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء یوم الاحد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ، فضائل جہاد کامل

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

امابعد! رات کے سوا دس بج چکے ہیں مغرب کے بعد سے ہجری تاریخ بدل چکی ہے یعنی جمادی الاول ۱۴۱۹ھ کی دسویں تاریخ شروع ہو چکی ہے مگر شمسی تاریخ ابھی تک نہیں بدلی اس میں ابھی پونے دو گھنٹے باقی ہیں یعنی ابھی تک ستمبر ۱۹۹۸ء کی پہلی تاریخ چل رہی ہے میرے سامنے دو کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ جلدیں رکھی ہوئی ہیں یہ جہاد کی مشہور و مفید کتاب مشارع الاشواق کی دو جلدیں ہیں۔

کتاب کیا ہے علم و معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ میرے پیر و مرشد مربی و محبوب حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مجھ ناچیز گناہگار پر بے پناہ شفقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً اڑھائی سال پہلے تہاڑ جیل میں یہ کتاب بھجوائی تھی۔ اس مبارک کتاب کے چند صفحات پڑھ کر فوراً ہی یہ خیال ذہن پر سوار ہو گیا کہ اس کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ یا کم از کم تلخیص ضرور ہونی چاہئے کیونکہ اس کتاب میں تقریباً ان تمام شبہات کا جواب موجود ہے جو جہاد کے خلاف خصوصی طور پر برصغیر پاک و ہند میں پھیلائے گئے ہیں اور اب تک پھیلائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کتاب کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مصنف علامہ ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد الدمشقی ثم الدمیاطی المعروف علامہ ابن النحاسؒ اپنے وقت کے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی پوری زندگی علم و جہاد کے گرد گھومتی ہے اور بالآخر انہیں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت کی عظیم نعمت بھی نصیب ہوئی۔ آپ خود سوچئے اس طرح کے عالم با

عمل مجاہد و شہید کے قلم سے نکلنے والی تحریر کس قدر پر اثر ہو گی۔

حضرت مصنف شہیدؒ نے نہایت عرق ریزی اور جگر سوزی سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ یہ کتاب ایک طرف جہاد کے تقریباً تمام قابل ذکر پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور دوسری طرف اس میں نہایت درد کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کی نعمت، عظمت اور ضرورت بتائی گئی ہے۔ گذشتہ اڑھائی سال میں میں نے جب بھی اس کتاب کے چند اوراق اپنے ہم قفس رفقاء کو سنائے تو انہوں نے بار بار ایک ہی سوال پوچھا کہ کیا اس کتاب کا اردو ترجمہ دستیاب نہیں ہے اور ہر کسی نے یہ کہا کہ اگر یہ کتاب اردو میں دستیاب ہو جائے تو ہماری دعوت جہاد کو زبان نصیب ہو جائے گی اور ہمیں اپنے اہل خانہ کو کسی طرح کی مزید ترغیب و تسلی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مگر مجھے نہ تو یہ معلوم تھا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہوا ہے یا نہیں اور نہ یہ معلوم تھا کہ کسی نے ابھی تک اس کار خیر کو شروع فرمایا ہے یا نہیں؟ زندگی کے دن رات جیل کی زنگ آلودہ سلاخوں کے پیچھے تیزی سے گزرتے گئے اور مجھے اس کتاب پر کام کرنے کا نہ ہی موقع ملا اور نہ فرصت۔ ابھی کچھ دن سے پھر یہ خیال مجھ پر مسلط ہو گیا ہے کہ جہادی دعوت اور جہادی علم کا یہ عظیم خزینہ کسی نہ کسی شکل میں اردو خواں طبقے کے سامنے آنا چاہئے۔ چنانچہ فوراً اپنے اکابر سے استشارہ کیا تو یہی جواب ملا کہ اگر تم یہ کام کر دو تو بہت فائدہ ہو گا۔ اکابر کے اس حکم کے بعد اب میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور مجھے صرف یہی حرص ہے کہ جہاد کی موثر دعوت جلد سے جلد مسلمانوں تک پہنچ جائے اور اس مبارک کام کی بدولت مجھ گناہگار کی بخشش کا کچھ سامان ہو جائے۔ میں آج رات کام شروع کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھ گیا ہوں مگر ایک طرف تو میری جہالت میرے لئے ایک آڑ ہے۔ کیونکہ اس فصیح و بلیغ کتاب کی تلخیص و ترجمے کے لئے جس علمی استعداد کی ضرورت ہے وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ ترجمہ تو کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے مگر ایک باعمل شخص کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ کی ترجمانی کا حق

ادا کرنا بے شک ایک مشکل کام ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ہی اس میں آسانی کے لئے استعانت کرتا ہوں۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ دوسری طرف جیل کے وہ حالات ہیں جو ہر لحہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ حالات کیا ہیں؟ اور کیسے ہیں؟ نہ تو انہیں بیان کرنے کا کچھ فائدہ ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ انہیں تفصیل سے بیان کروں۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حالات سے نجات عطا فرمائے اور کھلی فضا میں اپنے دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

یہاں خطوط پر سخت قسم کا سنسر ہے اپنے ان رشتہ داروں کے علاوہ جن کے نام جیل حکام نے لکھ رکھے ہیں کسی اور کو خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے خط لکھ کر کھلے لفافے میں جیل حکام کے حوالے کیا جاتا ہے وہ اسے پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد اگر مناسب سمجھتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں ورنہ فائلوں میں محفوظ کر لیتے ہیں کسی بھی خط میں جہاد کا تذکرہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس پر نہ صرف خط روک لیا جاتا ہے بلکہ لکھنے والے کی حتی الوسع زبانی یا جسمانی خاطر تواضع بھی کی جاتی ہے، یہی حال آنے والے خطوط کا ہے جیل حکام کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجاہد قیدیوں کو دبا کر رکھیں۔ اور انہیں ذہنی و جسمانی طور پر مفلوج کر دیں ابھی جب میں نے یہ الفاظ لکھنا شروع کئے تو چکی نمبر ۱۵ سے ایک ساتھی کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آئیں میں نے کاغذ قلم چھوڑ کر آہنی دروازے میں موجود نگرانی والے چھوٹے سے سوراخ سے آواز دیکر پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ ساتھی سخت بیمار تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا تو وہاں موجود ایک جیل ملازم نے اسے ماں بہن کی غلیظ گالیاں بکیں اور شراب کے نشے میں نا معلوم اس بیچارے کو کیا کچھ کہا۔ پانچ سال سے گرفتار یہ ساتھی ذہنی مریض ہو چکا ہے وہ مسلسل چیخ رہا تھا کہ مجھے ماں بہن کی گالیاں کیوں دیں۔ میں نے آواز دے کر اسے تسلی دی کہ صبح انشاء اللہ ہم ان سے نمٹ لیں گے ابھی تم دوائی لے کر

آرام کرو۔ معلوم نہیں گالیوں کے طوفان بدتمیزی میں یہ کام پورا ہو سکے گا یا نہیں؟ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے اگر میرے برے اعمال آڑے نہ آئے تو انشاء اللہ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر اسی طرح کتابوں کی بھی سخت کمی ہے لغت اور تفسیر وحدیث کی محض چند کتابیں دستیاب ہیں چنانچہ ذہن میں بہت کچھ ہونے کے باوجود کتابوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے حوالے وغیرہ لکھنے اور تفصیلات سمجھنے کے مواقع بے حد محدود ہیں۔ ان حالات میں ان دنوں کی قدر آتی ہے جب بڑے بڑے کتب خانے دسترس میں تھے اور ہزاروں کتابوں تک بڑی سہولت سے رسائی تھی مگر اب تو وہ مناظر محض افسانہ معلوم ہوتے ہیں اس کے علاوہ جیل میں ایسے چھوٹے بڑے واقعات روزہ مرہ کا معمول ہیں جو انسان کو یکسو نہیں رہنے دیتے بلکہ مستقل ذہنی تشویش میں مبتلا رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور رحمت لامحدود ہے اب تک اس نے جس طرح سے دستگیری فرمائی ہے اگر اس کے کچھ واقعات لکھوں تو یقیناً ایک مفصل کتاب بن سکتی ہے جسے پڑھنے والے کو اور کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور قوت کا یقین ضرور حاصل ہو جائے گا۔ مگر ان واقعات کو فی الحال نہ لکھنا ہی مناسب بلکہ قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان کرشموں کا اثر ماضی میں وقتاً فوقتاً محبوب قارئین تک پہنچتا رہا ہے وہ خود اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ دن پہلے پاکستان کی ایک جیل میں اسیر میرے ایک محترم ومکرم دوست کا اخبار میں مطبوعہ خط نظر سے گزرا جس میں انہوں نے میرے جیل میں درس وتدریس کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ پاکستان کی جیل میں جو سختی کی جا رہی ہے وہ ہندوستان کی جیلوں میں نہیں ہے۔ یہ خط پڑھ کر میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا جس نے واقعی مجھے جیل میں بے حد سہولتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سہولتیں جیل حکام کی طرف سے یا انڈیا حکومت کی طرف سے قطعاً نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے تو ہمیں تمام تر انسانی حقوق

سے بھی محروم کر رکھا ہے۔ پانچ سال ہونے کو ہیں ابھی تک کسی کورٹ یا جج کی شکل نہیں دیکھی۔ رہائی اور ضمانت کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ابھی تک نہ تو چالان پیش ہوا ہے اور نہ فرد جرم عائد کی گئی ہے اپنے گھر والوں سے ملنے کی تو کیا بات اسی جیل میں بند کشمیری مجاہدین اور مسلمانوں سے ملنے کی بھی پابندی ہے مگر اللہ کی طاقت وقدرت پر لاکھوں بار قربان ہو جاؤں کہ اس نے اس کنوئیں میں بھی روح کی تسکین کے بے شمار ایسے اسباب عطاء فرما رکھے ہیں جو نہ کوئی اور دے سکتا ہے اور نہ کوئی چھین سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخفی رحمت اس انداز سے برس رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دوربینیں اور ریڈار انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں کاش ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور زیادہ برستیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ ابھی تک دل میں جذبہ جہاد زندہ ہے اور الحمدللہ ہر آئے دن جہاد کی دعوت عام کرنے کا ولولہ بڑھتا جا رہا ہے۔

بلکہ ہر واقعہ اور ہر سانحہ یہی سبق سکھا رہا ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کے لئے بیدار کیا جائے اسی میں بے شمار مسائل کا حل ہے ابھی چند منٹ پہلے جب چکی نمبر ۱۵ سے رونے اور چیخنے پکارنے کی آوازیں آ رہی تھیں تو دل میں یہی خیال آ رہا تھا کہ ایک مشرک بنیئے کو آخر یہ ہمت کس طرح ہو گئی کہ اس نے امت مسلمہ کے ایک نوجوان کو ماں بہن کی گالیاں دیں اگر آج امت مسلمہ زندہ ہوتی اور بیدار ہوتی تو یہ نوجوان اس ذہنی کرب کا شکار نہ ہوتا مگر یہ نوجوان چیختا رہا اور نا معلوم کتنے نوجوان بوڑھے اور بچے اس طرح چیخ رہے ہوں گے۔ کراہ رہے ہوں گے۔ مگر کون ان کی آواز سنے؟ کسی کو ہنسنے اور قہقہے لگانے سے فرصت ہو تو یہ تکلیف گوارا کرے ہم بحیثیت ایک امت مردہ ہو چکے ہیں اسی لئے ہم میں سے کچھ چیخ رہے ہیں اور کچھ قہقہے لگا رہے ہیں لیکن اگر یہی صورت حال رہی تو پھر قہقہے بھی چیخوں میں دب جائیں گے۔ رات کی تاریکی میں مظلوموں کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو آسمانی عذاب کو بلا رہے ہیں۔ اور وہ عذاب اب پھیلتا جا رہا ہے۔ اس عذاب کا علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

مسجد اقصیٰ اور بابری مسجد کے بعد اب کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کی گرم آہیں
ہمیں بیدار کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بابری مسجد کا منبر گر چکا ہے کاش اس کے بعد ہر مسجد کا
منبر اپنے جگر کا خون آنکھوں اور زبان سے بہا کر ہر مسلمان کو مساجد کا محافظ بنا دیتا مگر کسی
مسجد کی کمیٹی اجازت نہیں دیتی تو کہیں خطیب خود اس درد سے محروم ہے جو درد اس منبر پر
بیٹھنے والے ہر فرد کے لئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارے اکابر ہمیں رو رو کر، جھولیاں پھیلا
پھیلا کر گورے انگریز کی مکاری، کیادی اور ناپاک عزائم بتاتے رہے مگر ہم مسلم لیگ اور
کانگریس کے نعروں میں الجھ کر اس دعوت سے بہرے بن گئے جس کے نتیجے میں آج گورے
کافر نے حجاز مقدس پر قبضہ جمانے کے لئے وہ سب کچھ کر لیا ہے جو وہ حجاز کی محافظ غافل قوم
کے خلاف کر سکتا تھا۔ آج ایک طرف تو حرم کی فضاؤں میں امریکی اور برطانوی طیاروں کی
منحوس آواز گونج رہی ہے جبکہ دوسری طرف حرم شریف کے منبر و محراب سے یہود
ونصاریٰ کے خلاف تقریر تو در کنار بد دعا کرنے کی بھی پابندی ہے آج ہمارے کندھے پر
بندوق رکھ کر ہمارے بھائیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے ہمارے ہی ملکوں کی فضا سے گزار کر
دشمنوں کے میزائل ہمارے سینے پر داغے جاتے ہیں۔ مگر ہر طرف خاموشی ہے اور ہر
طرف سناٹا۔ کیونکہ ہم بزدل ہو چکے ہیں ہمیں زندہ رہنے کا سلیقہ تک بھول چکا ہے۔ ہمیں تو
بس خوبصورت گاڑی، مضبوط بنگلے، موبائل ٹیلیفون اور ٹھنڈے ائرکنڈیشنر کی ضرورت ہے
اور یہ سب کچھ پانے کے لئے ہمیں امریکہ کی غلامی کرنی پڑتی ہے اگر ہم جو کی روٹی کھا کر
عزت سے جینا جانتے تو ہمارے ملکوں میں جو اور گندم وافر مقدار میں ہوتی ہے اگر ہم بے
غیرتی کے زرق برق لباس کی بجائے اون اور سوت کا باعزت لباس پہنتے تو اس کے لئے ہمیں
نہ کہیں سے قرضہ لینے کی ضرورت ہے اور نہ کافروں کی استعمال شدہ مشینیں خریدنے کی۔
ہمارے نبی ﷺ کا لباس کیا تھا؟ آپ ﷺ کی خوراک کیا تھی؟ اگر کائنات کے سب سے
حسین شخص آقائے دو جہان ﷺ سر میں تیل ڈال سکتے تھے تو آج شیمپو کی کیا ضرورت پیش

آگئی۔ کیا ہم اپنے ملک میں پیدا ہونے والے پھلوں کا خود رس نکال کر نہیں پی سکتے؟ پھر ہمیں
امریکی کوکا کولا اور پیپسی کی کیا ضرورت ہے؟ گھروں میں پڑا ہوا سونا اور ہیرے جواہرات کس
کام کے ہیں؟ کیا ان کی وجہ سے ہمارے گھر چمکتے ہیں؟ یا ان کی بدولت ہم محفوظ رہتے ہیں؟
ایسا سونا کس کام کا جس کے ہوتے ہوئے ہم اپنے خوبصورت بوسنیائی بھائیوں کو کفن تک نہ
دے سکے ایسے جواہرات کس کام کے جن کے ہوتے ہوئے ہم ماضی میں اپنی افغانی بہنوں کو
قبر تک نہ دے سکے؟ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس کتنا سونا تھا؟

کیا اس سونے سے وہ اسلحہ نہیں خریدا جا سکتا جو حجاز کے ریگستانوں کو امریکی ابو جہل
صفت فوجوں کا قبرستان بنا دے۔ بے شک خریدا جا سکتا ہے مگر یہ کام تو وہی کرے گا جسے
اسلام سے محبت ہوگی۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے جنت کا خریدار ہوگا اور جس میں صحابہ کرامؓ والی
غیرت ہوگی۔ مگر ہم لوگ ابھی تک پورے مسلمان ہی نہیں ہوئے بلکہ ہم ہندوؤں کی طرح
صرف شادی کارڈوں پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں آخر یہ کارڈ کس کام کے ہیں
جبکہ ہماری عصمتیں بازاروں میں نیلام ہو رہی ہیں شادی پر لاکھوں روپے آخر کس غرض
سے خرچ کئے جاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں ہے ہمارے ہر طرف
غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر طرف سے سسکیاں اور آہیں سنائی دے رہی ہیں وہ
لوگ جنہوں نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور جنہوں نے ہمارے خون کو چوس کر نام نہاد ترقی
حاصل کر رکھی ہے وہ ہمارے دشمن ہیں مگر ہم انہیں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں لاکھوں
روپے فیس جمع کرا کے اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں کیا ہم اتنے گر چکے ہیں کہ ہمیں روزی کے
لئے اپنی زبان نہیں بلکہ دوسروں کی بولی سیکھنی پڑتی ہے۔ کبھی آپ نے اس مسئلے پر غور
کیا؟ آخر یہ کون لوگ ہم پر مسلط ہیں جو ہمیں اپنی زبان تک نہیں بولنے دیتے یہ چاہیں تو
صرف تین منٹ میں ایک قرارداد پاس کر کے انگریزی زبان کو دھکے دیکر اپنے ملک سے باہر
نکال دیں مگر یہ خاندانی غلام ایسا نہیں کرتے کیونکہ انہیں حکومت صرف اسی لئے ملی ہے

تاکہ وہ ہمیں گوروں کا غلام بنائے رکھیں۔ اللہ کی قسم ہم نے جہاد چھوڑ کر سوائے ذلت کے اور کچھ نہیں پایا۔ آج ہمیں ترقی کے نام پر بندروں کی طرح نچایا جارہا ہے۔ گورا ظالم ہم سے کروڑوں ڈالر لے کر ہمیں بلیڈ دیتا ہے تاکہ ہم اپنی شکل اس کی طرح بنانے کے لئے اپنا منہ رگڑیں۔ گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں جوتے بھیجتا ہے تاکہ ہم اسی کے بنائے ہوئے جوتوں کو گلے کا ہار اور اپنی عزت کا تاج سمجھیں۔ حالانکہ ہم خود اپنے جوتے بنا سکتے ہیں گورا ظالم کروڑوں ڈالر لے کر ہمارے لئے پتلونیں، ٹائیاں اور جیکٹیں بھیجتا ہے تاکہ ہم اپنے فطری تشخص سے محروم رہیں گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں ایسی دوائیاں بھیجتا ہے جنہیں کھا کر دس مزید بیماریاں لگتی ہیں اور بالآخر ہم ان کے علاج کے لئے پھر گورے کے ملک جا پہنچتے ہیں حالانکہ ہمارے نبی کی سیرت میں اور ہمارے جنگلات کی بوٹیوں میں ہماری صحت کے لئے سب کچھ موجود ہے گورا ظالم کھربوں، ڈالر لے کر ہمارے لئے گاڑیاں بھیجتا ہے تاکہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ سے محروم رہیں اور اس کے روزروز کے نئے ماڈلوں کے چکر میں پڑ کر خود کوئی گاڑی نہ بنائیں۔ گورا ظالم کیمرے، ٹی وی، ویڈیو اور کمپیوٹر کے ذریعے ہمارے ملکوں میں فحاشی سپلائی کرتا ہے اور اس کے بھی ہم سے اربوں ڈالر وصول کرتا ہے۔ گورا ظالم ہماری عورتوں کے لئے فیشن اور بے حیائی کے سامان بھیج کر ہماری جیبوں سے کروڑوں ڈالر نکال لیتا ہے مگر ہم بے وقوف جانوروں کی طرح اس کے سامنے ناچتے ہیں اسے جھک کر سجدے کرتے ہیں اور اس جیسا بننے کے لئے ہر بے وقوفی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم اگر میں وہ طریقے لکھوں جنہیں اپنا کر گوروں نے عربوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور وہ ان کی دولت دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے تو غم کی وجہ سے آپ کا کلیجہ منہ کو آجائے گا یہ سب کچھ میں نے یورپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرا دل خون کے آنسو رویا۔

یاد رکھئے! ہمیں اپنی ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی ذرہ بھر ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان کھٹملوں اور مچھروں کو زندہ رہنے کے لئے ہمارے خون کی ضرورت ہے وہ صدیوں

تک ہمیں جزیہ دے کر آپس میں لڑتے مرتے رہے مگر پھر انہوں نے کچھ گر سیکھ لئے اور ہم اپنے راستے کو بھول گئے ایک زمانے میں یورپ کی سلطنت کے ساتھ بادشاہ زادے سلطان بایزید یلدرم نے زندہ گرفتار کئے تھے اور پھر انہیں زندگی کی بھیک دے کر چھوڑ دیا تھا۔ مگر آج ہمارا کئی شہزادہ اسامہ بن لادن امریکی میزائلوں کی زد میں ہے کل تک یورپ کی قومیں ہمارے جوتے صاف کرتی تھیں مگر آج ہمارے حکمران ان کے تلوے چاٹ رہے ہیں اور ان کے بدبودار رخساروں پر ہمارے کسان کی خون پسینے کی کمائی نچھاور کر رہے ہیں۔ کل تک اہل یورپ ہمارے غلام تھے مگر اب ہم نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور ہم ترقی کے جھوٹے فریب کا شکار ہو چکے ہیں آج اگر ہمارے ملکوں کا سرمایہ یورپ جانا بند ہو جائے اور ہم یورپ اور امریکہ کی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں اور جوتے اور کپڑوں میں اپنی عزت ڈھونڈنے کی بجائے عزت کا فیصلہ میدان جنگ میں کریں تو انشاء اللہ پھر یہی امریکہ اور یورپ اپنا وجود کھو بیٹھیں گے اور وہ ہماری غلامی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ممکن ہے آپ کو یہ سب کچھ ناممکن نظر آئے مگر میں ہزار بار مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ممکن ہے ماضی کی روم وفارس کی سلطنتیں آج کے امریکہ اور یورپ سے زیادہ طاقتور تھیں مگر ان کا کیا حشر ہوا؟

آج کا یورپ اور امریکہ تو اندر سے دیمک خوردہ ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائے اور ہر شخص جہاد کی تربیت حاصل کرے اور تمام مسلمان منظم ہو کر ایک امیر کی اطاعت میں جہاد کے لئے متحرک ہو جائیں اور اقوام متحدہ اور امریکہ کے احکامات کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کریں، اپنی زندگیوں کو سادہ بنائیں اور اپنے معاشرے کو اسلامی بنائیں امریکہ اور تمام اسلام دشمن طاقتوں کے ہر طرح کے سامان کا بائیکاٹ کریں، دوسروں کے سامان پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ فطری اسباب اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اپنے اندر غیرت ایمانی کے جذبے کو جگائیں۔ جب تک اجتماعی طور پر کوئی ترتیب نہ بنے ہر مسلمان انفرادی طور پر یہ سارے کام کرے اور

یہ نیت رکھے کہ اگر مجھ اکیلے کو پوری دنیا کے کفر سے ٹکرانا پڑا تو میں اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہر شخص اپنی ذمے داری کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کسی کو دیکھنا ہو تو پھر طالبان کو دیکھے جو الحمد للہ اسلامی عظمت کا تابندہ نشان بن کر طلوع ہوئے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کسی اور سے نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں کسی اور کے سامنے نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بالکل سچ ہے کہ اگر پوری دنیا تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ اور اگر پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے متحد ہو جائے تو صرف اتنا نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ تو جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر اقوام متحدہ اور امریکہ کے سامنے جھکنے کی کیا ضرورت ہے۔

یاد رکھئے! اسلام دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے مگر ہماری بزدلی، نفس پرستی اور ناجائز خواہشات نے آج کفر کو غالب کر رکھا ہے، تو یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی تلافی صرف اور صرف جہاد کے ذریعے سے کی جا سکتی ہے۔ اپنی مسلمان قوم کو یہی دعوت دینے اور یہی پیغام سمجھانے کے لئے میں نے زیر نظر کتاب کی تلخیص کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنا خصوصی فضل فرما کر مجھے اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے اور میرے سامنے جو رکاوٹیں سینہ تانے کھڑی ہیں انہیں دور فرمائے۔ اور اس کاوش کو مسلمانوں کی بیداری اور میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔

والسلام

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۹/ جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲/ ستمبر ۱۹۹۸ء

بوقت ایک بجے شب

پہلا باب

کفار سے جہاد کا حکم اور اس کی فرضیت اور ان لوگوں کے لئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں پہلی فصل میں مصنفؒ نے قرآن مجید کی سات آیات اور انتیس احادیث و آثار سے جہاد کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ-۲۱۶)

قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۲) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ-۲۴۴)

اور لڑو اللہ کے راستے میں اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۳) وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم

اور اگر اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کے ذریعے بعض

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ-۲۵۱)

کو دفع کرانہ ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر بڑے مہربان ہیں (کہ انہوں نے جہاد کا حکم نازل فرما کر فساد کے خاتمے اور امن کے قیام کی صورت پیدا فرمادی)

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔

(۴) فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ (التوبہ-۵)

ان مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

(۵) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ (التوبہ-۲۹)

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور حرام نہیں سمجھتے ان چیزوں کو جن کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور سچے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اہل کتاب میں سے یہاں تک کہ وہ ذلیل (ماتحت) ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۶) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹاتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ (الحج-۴۰)

کا نام لیا جاتا ہے سب ڈھادیے جاتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابو عبداللہ الحلیمی اپنی کتاب شعب الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بات کھول کر سمجھادی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ [مجاہد] مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ روکیں اور مسلمانوں کو اس بات کی قوت عطا نہ فرمائیں کہ وہ مشرکوں اور کافروں سے مرکز اسلام کا دفاع کرسکیں اور کافروں کی طاقت کو توڑ سکیں اور ان کی قوت کو پارہ پارہ کرسکیں تو شرک زمین پر چھاجائے گا اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ جہاد ہی دین کی بقا اور دینداروں کی اپنی عبادات میں آزادی کا واحد راستہ ہے جب جہاد کا یہ مقام ہے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ ارکان ایمان میں سے ایک رکن ہو اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے وہ اپنے اندر جہاد کرنے کی حد درجہ حرص پیدا کریں۔" (کتاب المنہاج فی شعب الایمان ص ۴۶۶ ج-۲)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۷) فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ (محمد-۴)

پس جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر میدان جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑانا لازم ہے۔ یہ چند آیات تو بطور نمونہ ہیں ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین اور اسلام دشمنوں کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے، بہت زیادہ ہیں

[آیئے اب اس موضوع پر کچھ احادیث شریفہ اور آثار کو پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں]۔

☆بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں پھر جب وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار کرلیں گے تو ان کے جان ومال سوائے شرعی حق کے ہم سے محفوظ ہوجائیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (بخاری)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ [وہ امیر] نیک ہو یا فاسق۔ نماز تم پر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے وہ نیک ہو یا فاسق اگرچہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ (ابوداؤد)

☆حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں۔

۱۔ جو شخص لاالہ الا اللہ کا اقرار کرے اس سے [ہاتھ اور زبان کو] روکنا کہ ہم نہ تو کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر قرار دیں اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج سمجھیں۔

۲۔ جہاد جاری رہے گا جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے یہاں تک کہ میری امت کے آخری لوگ دجال سے لڑیں گے کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل اس جہاد کو نہیں روک سکے گا۔

۳۔ تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد)

☆حضرت ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے میرے سامنے یہ شرطیں رکھیں کہ تم لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دوگے، پانچ وقت کی نمازیں

پڑھوگے، زکوٰۃ ادا کروگے، بیت اللہ شریف کا حج کروگے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروگے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ان میں سے دو چیزوں [یعنی زکوٰۃ اور جہاد] کی میں طاقت نہیں رکھتا، زکوٰۃ کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ میرے پاس چند اونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کے دودھ اور سواری کے کام آتے ہیں اور جہاد کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ لوگ کہتے ہیں جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر میدان سے بھاگ جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میدان جنگ میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا دل گھبرا جائے [اور میں بھاگ کھڑا ہوں] ابن الخصاصیہ فرماتے ہیں کہ [یہ بات سن کر] حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے ہلایا اور فرمایا نہ صدقہ دوگے، نہ جہاد کروگے تو جنت میں کیسے داخل ہوگے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں آپ سے [تمام شرطوں کے ساتھ] بیعت کرتا ہوں پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔ (المستدرک)

فائدہ۔ یہ روایت امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

☆حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ گھوڑے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور اسلحہ رکھ دیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ اب لڑائی [جہاد] ختم ہوچکی ہے [یہ سن کر] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ [جو جہاد ختم ہونے کا گمان کررہے ہیں] جھوٹے ہیں جہاد تو ابھی شروع ہوا ہے اور میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتی رہے گی اور اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خاطر کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کرے گا تا کہ ان کے ذریعے ان [مجاہدین] کو روزی دے۔ [یعنی امت کے یہ مجاہد لوگ کافروں سے لڑیں گے تو ان کے مال ان کے ہاتھ آئیں گے] یہ [مجاہدین] قیامت تک جہاد کرتے رہیں گے اور

گھوڑوں کی پیشانی میں ہمیشہ کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک۔[اور] جہاد بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ یاجوج ماجوج نکل آئیں۔(نسائی)

☆حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد کرو مشرکوں کے ساتھ اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔

(ابوداؤد۔نسائی،حاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

السنتکم [یعنی اپنی زبانوں سے جہاد کرو] کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کی ایسی خدمت کرو اور انہیں ایسی سخت باتیں سناؤ جو انہیں بری لگیں اور انہیں ان باتوں کے سننے سے تکلیف ہو۔

☆ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر [مسلمان] میت کی نماز جنازہ ادا کرو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔(ابن ماجہ۔ابن عساکر)

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ اسلام قبول کرنا ایک حصہ ہے۔ نماز ایک حصہ ہے۔ زکوٰۃ ایک حصہ ہے۔ حج ایک حصہ ہے۔ جہاد ایک حصہ ہے۔ رمضان کے روزے ایک حصہ ہے۔ امر بالمعروف ایک حصہ ہے۔ نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور محروم ہو گیا وہ شخص جس کے پاس [ان حصوں میں سے] کوئی حصہ بھی نہ ہو۔(ابویعلی)

فائدہ۔ یہی روایت حضرت عمرؓ سے بھی موقوفاً مروی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ۔ حضرت حذیفہؓ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

”اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع فرمایا [لوگ جمع ہوگئے اور ان سے] مسجد بھر گئی اور کچھ لوگ [باہر] اونچی جگہوں پر بیٹھ گئے تب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ میں [خود] ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی اس نے ان باتوں پر عمل کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ بے شک اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص کی مانند ہے جس نے خالص اپنے مال یعنی سونے چاندی سے ایک غلام خریدا اور اسے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کاروبار ہے پس تم یہ کاروبار کرو اور اس کا نفع مجھے لاکر دو پس وہ غلام کام تو کرتا ہے مگر اس کا نفع اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دیتا ہے۔ پس تم میں سے کون شخص یہ بات پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو [جس طرح تم اپنے غلام کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں یہ پسند نہیں فرماتا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں] اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم فرمایا ہے پس جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کیا کرو کیونکہ جب تک بندہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزے کا حکم دیا ہے بے شک روزے دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں مشک کی تھیلی لے کر بیٹھا ہو چنانچہ وہ خوشبو سب کو اچھی لگتی ہے اور بے شک روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ بے شک صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جسے دشمن قید کرلیں اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر اسے قتل کرنے کے لئے لے جائیں تب وہ کہے کہ میں اپنا تمام تھوڑا زیادہ مال تمہیں بطور

فدیہ دیتا ہوں پس وہ مال دیکر اپنی جان چھڑا لے] اسی طرح صدقہ دینے والا شخص صدقہ دیکر عذاب الٰہی اور آفات سے خود کو بچالیتا ہے] اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو بے شک اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑ رہا ہو اور وہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ لے کر اپنی جان دشمن سے بچالے اسی طرح بندہ صرف اللہ کے ذکر کی بدولت ہی شیطان سے محفوظ ہو سکتا ہے پھر فرمایا حضور اکرم ﷺ نے کہ میں تمہیں [یعنی اس امت کو] پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں ان باتوں کا حکم مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ۱۔ [امیر کے حکم کو] سننا۔ ۲۔ [امیر کی] اطاعت کرنا۔ ۳۔ جہاد کرنا۔ ۴۔ ہجرت کرنا۔ ۵۔ [مسلمانوں کی] جماعت کو لازم پکڑنا۔ بے شک جو شخص ایک بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہوا اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکال دیا مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت میں لوٹ آئے۔ (ترمذی وقال حدیث حسن صحیح، نسائی (مختصرا) وابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ حاکم)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہے اور جب تمہیں [امیر کی طرف سے] نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم [جہاد میں] نکل پڑو۔ (مسلم)

فائدہ۔ یہی حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

☆ عبدالمومن خالد کہتے ہیں مجھ سے نجدہ بن نفیع نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن مجید کی اس آیت الاتنفروا یعذبکم [اگر تم جہاد میں نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ التوبہ ۳۹] کا مطلب پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی کی پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور عذاب کے بارش بند کر دی۔ (ابوداؤد۔ حاکم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس سے پچھلی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس مسلمان کو جہاد میں نکلنے کا حکم امیر کی طرف سے دے دیا جائے اس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے اس وقت جہاد فرض کفایہ ہو۔

☆ حضرت ابو قتادہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں جہاد کا ذکر فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

امام بیہقی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد [عام حالات میں] فرض کفایہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اس پر فرض نماز کو آپ ﷺ نے فضیلت دی کیونکہ نماز فرض عین ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد [ہمیشہ فرض کفایہ نہیں رہتا بلکہ] کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ عنقریب انشاءاللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ آئے گا۔

فائدہ۔ [قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے انفروا خفافا وثقالا (توبہ - ۴۱) اس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد میں نکل پڑو ہلکے اور بوجھل۔ ہلکے اور بوجھل یا خفیف و ثقیل سے کیا مراد ہے؟ مصنفؒ نے اسی کی وضاحت کے لئے آگے کئی آثار پیش فرمائے ہیں اور اس آیت سے بھی جہاد کی فرضیت کو ثابت فرمایا ہے]

☆ ابو راشد الحبرانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی وہ حمص [نامی شہر میں] کسی صراف کے چھوٹے صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے اور جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دے دیا ہے [پھر آپ اس بڑھاپے میں جہاد کی مشقت میں خود کو کیوں ڈال رہے ہیں] حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ منافقوں کے راز کھولنے والی سورۃ [یعنی سورۃ توبہ] مجھے نہیں بیٹھنے دیتی [اس سورۃ میں] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انفروا خفافا وثقالا [یعنی جس حال میں بھی ہو جہاد میں نکلو] (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ حضرت ابو صالحؒ قرآن مجید کی آیت انفروا خفافا وثقالا کا مطلب یہ بیان

فرماتے ہیں کہ بوڑھے ہویا جوان [ہر حال میں جہاد میں نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت حسن بصری بھی خفافا وثقالا کی یہی تفسیر فرماتے ہیں [یعنی خفافا سے مراد جوانی ثقالاً سے مراد بڑھاپا] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت قتادہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں چست ہویا غیر چست [یعنی طبیعت ہشاش بشاش اور دل جہاد میں نکلنے پر راضی ہو۔ تب بھی نکلو اور اگر طبیعت ہشاش بشاش نہ ہو اور دل نہ چاہے تب بھی جہاد میں نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے بارے میں ابوالعوام بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سال جہاد کا ناغہ فرمایا پھر انہوں نے یہ آیت انفروا خفافا وثقالا پڑھی تو فوراً جہاد میں نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس آیت میں مجھے تو کوئی چھوٹ نظر نہیں آتی۔

☆ حضرت حکمؒ اس آیت انفروا خفافا وثقالا کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ مشغول ہویا فارغ [یعنی اگر دینی یا دنیوی، ذہنی یا جسمانی طور پر مصروف ہو تب بھی جہاد میں نکلو اور اگر فارغ ہو تب بھی نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

مشغول اور فارغ کا ایک معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس ایسی چیزیں [باغات تجارت وغیرہ] ہوں جنہیں چھوڑ کر جانا اسے ناگوار گزرتا ہو ایسا شخص مشغول ہے اور جس کے پاس ایسی چیزیں نہ ہوں وہ غیر مشغول ہے۔

☆ ابن زیدؒ فرماتے ہیں خفیف [ہلکے] سے مراد بہادر اور ثقیل [بھاری] سے مراد بزدل ہے [یعنی تم بزدل ہویا بہادر ہر حال میں جہاد کے لئے نکل پڑو] (تفسیر ابن جریر طبری)

تفسیر قرطبی میں حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت [انفروا خفافا وثقالا] کا درست مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے خواہ جہاد میں نکلنا ان کے لئے آسان ہویا مشکل۔

☆ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیبؒ ایک مرتبہ جہاد کے لئے

ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی ایک آنکھ کام نہیں کر رہی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں [پس اس مجبوری و معذوری کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہیں] یہ سن کر فرمانے لگے اللہ سے توبہ کرو اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری سب کو نکلنے کا حکم دیا ہے۔ اگر میرے لئے میدان میں جا کر لڑنا ممکن نہ بھی ہوا تو میں مجاہدین کی تعداد بڑھاؤں گا اور ان کے سامان کی بھی حفاظت کروں گا۔

اسی طرح روایت ہے کہ شام کے غزوات میں ایک شخص نے ایک ایسے بزرگ کو میدان جنگ میں لڑتے دیکھا جن کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اس شخص نے کہا چچا جان اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے [پھر آپ اس بڑھاپے میں کیوں اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں] یہ سن کر وہ فرمانے لگے۔ اے بھتیجے ہم خفیف [ہلکے] ہوں یا ثقیل [بھاری] ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ حضرت عمرو بن ام مکتوم نے غزوہ احد کے دن فرمایا میں نابینا آدمی ہوں آپ لوگ لشکر کا جھنڈا مجھے دے دیں کیونکہ اگر علمبردار [جھنڈے والا] پیچھے ہٹ جائے تو پورا لشکر شکست کھا جاتا ہے مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کون مجھ پر وار کرنا چاہتا ہے چنانچہ میں اپنی جگہ پر ڈٹا رہوں گا [اور کسی حملے کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا] [یہ تو ان کا جذبہ تھا مگر] اس دن جھنڈابرداری کی سعادت حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو نصیب ہوئی۔

(الجامع لاحکام القرآن)

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک عطیہ بن ابی عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفہ کی لڑائی کے دنوں میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو دیکھا کہ وہ [شوق جہاد میں] اپنی لمبی زرہ کو لشکر کی صفوں کے درمیان گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت انفروا خفافا وثقالا پڑھی تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

جہاد کا حکم دیا ہے اور ہم بوڑھے ہوں یا جوان ہمیں نکلنے کا حکم دیا ہے [ان کے عزم اور تیاری کو دیکھ کر] ان کے بیٹے کہنے لگے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں جہاد فرمایا ہے اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے [مگر وہ خود نکلے] پھر انہوں نے سمندری لڑائی میں حصہ لیا اور دوران جہاد جہاز ہی پر انتقال فرمایا ان کے رفقاء نے کوئی جزیرہ ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ انہیں دفن کر سکیں مگر انہیں سات دن بعد اس میں کامیابی ملی [ان سات دنوں میں] حضرت ابو طلحہ کے جسم مبارک میں کوئی تغیر نہ آیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت امام ضحاکؒ آیت کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر و ثواب ان کی فضیلت اور شہادت کے بعد ان کی زندگی اور ان کے لئے [خاص] روزی کا بیان فرمایا تو پھر [اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر] یقین رکھنے والوں نے جہاد پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی پس انہوں نے جہاد کو اپنا محبوب بنا لیا اور اس میں انہیں خوب رغبت ہو گئی یہاں تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں جانے کے لئے سواری مانگتے تھے۔ مگر جب اللہ کے رسول ان کے لئے سواری نہ پاتے تو وہ روتے ہوئے واپس لوٹتے تھے اس غم میں کہ ان کے پاس جہاد کے لئے خرچہ نہیں ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگوں پر تین سفر لازم کر دیئے گئے ہیں حج، عمرہ اور جہاد۔

☆ حضرت مکحولؒ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر دس قسمیں کھاتے اور فرماتے کہ جہاد تم پر فرض ہے پھر فرماتے کہ اگر تم چاہو تو میں [تمہارے اطمینان قلب کے لئے] مزید قسمیں بھی کھا سکتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

فصل

فرض عین۔ فرض کفایہ

[اس فصل میں مصنفؒ نے جہاد کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جہاد کب تک فرض کفایہ رہتا ہے اور کب فرض عین ہو جاتا ہے اسی ضمن میں مصنفؒ نے فرض کفایہ اور فرض عین کا معنی بھی بیان فرمایا ہے اور جہاد کے حکم کے بارے میں مختلف فقہاء کرام کے اقوال کو بھی اس فصل میں جمع فرما دیا ہے آیئے اب ان اقوال اور مسائل کو ترتیب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ غور کرتے ہیں کہ ان اقوال و مسائل کی روشنی میں ہمارے زمانے میں جہاد کا حکم کیا ہے]۔

(۱) تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔

(۲) حضرت سعید ابن المسیب اور علامہ ابن شبرمہ [جیسے حضرات تابعین] کے نزدیک ہر حال میں جہاد فرض عین ہے [کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر اس طرح کے اور بھی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں]

(۳) فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گناہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گناہگار ہوں گے معذور بھی اور غیر

معذور بھی۔

(۴) فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، مسلمانوں کی کمزوری دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ [یعنی ان ضروریات [illegible] اعذار کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو موخر کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیا[illegible] سکیں لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر موخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی جیسا کہ [illegible]گے اس کا ذکر آئے گا] لیکن اگر تاخیر کے لئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا ناغہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس بات کو امام شافعیؒ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(کتاب الام ص۱۶۸ ج-۴)

(۵) امام الحرمینؒ (المتوفی ۴۷۸) ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے [یعنی اسلام ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کار فرما ہوتی ہے] اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں یا تو مسلمان باقی رہیں یا ذمی [یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں] چنانچہ [فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے] سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے حضرات فقہاء کرام نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جاسکے۔ (روضۃ الطالبین ص۲۰۹ ج۔۱)

(۶) حنابلہ میں سے صاحب المغنی [علامہ ابن قدامہؒ] فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا [یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا] فرض ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے [تو جب تک کفایت نہ ہو اس کی فرضیت باقی رہے گی] اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی ص۳۴۸ ج۔۸)

(۷) امام قرطبیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے امام یا تو خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا۔ پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور [دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں] ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک [ان سے لڑیں گے] کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کرلیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ص۱۵۲ ان۔۸)

(۸) جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے۔ لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو یہ امام احمدؒ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی [فقیہ] کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ۔ ص۳۴۷۔۳۴۸۔ج۔۸)

(۹) علماء کرام کا اتفاق ہے کہ [فرض کفایہ] جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا دادی کا بھی یہی حکم ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا دادی سے اجازت ضروری ہے۔

(المغنی لابن قدامہ۔ ص۳۵۸ ج۔۸)

مسئلہ: اگر کسی کو اس کے والدین نے جہاد کی اجازت دے دی مگر پھر انہوں نے

اجازت واپس لے لی اب اگر اجازت کی واپسی ان کے لڑکے کے محاذ جنگ پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہے تو لڑکے پر لازم ہے کہ واپس آجائے مگر یہ کہ واپسی میں اسے جان و مال کا یا دوسرے مجاہدین کے دل ٹوٹنے کا خطرہ ہو [اگر ایسا ہو تو وہ واپس نہ آئے] اگر اسے راستے میں ماں باپ کی طرف سے اجازت واپس لینے کی اطلاع ملی مگر وہ اکیلا واپس آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے تو اگر اسے راستے میں کہیں قیام کی جگہ مل جائے تو وہاں رکا رہے اور جب لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ یہ بھی لوٹ آئے لیکن اگر والدین نے جنگ شروع ہونے کے بعد اپنی اجازت واپس لے لی تو ایسے وقت میں اس کے لئے واپس آنا حرام ہے۔ [کیونکہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور فرض عین میں والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوتی]۔ (المغنی لابن قدامہ ص ۳۵۹ ج ۸)

(۱۰) [جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو] اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں امام ابو بکر ابن المنذر نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ ہو امام اوزاعیؒ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام ص ۱۶۳ ج ۴)

ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد جہاد میں نکلے تھے حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

اور حضور اکرم ﷺ اور حضرت جابرؓ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد منع نہیں ہے بشر طیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو

سکتی ہو۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر کی طرح حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بن حرام کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ص ۳۶۰ ج ۸) واللہ اعلم۔

امام ابوزکریا نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کے لئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض ادا کر سکے تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کے لئے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر قرضے کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر [اس وقت سے پہلے] مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین ص ۲۱۰ ج ۱۰)

جہاد اگر فرض عین ہو جائے

(۱۱) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ سارے مسائل اس وقت کے ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو۔ لیکن اگر کافر ہمارے کسی شہر [یا علاقے] میں داخل ہو جائیں یا اس پر چڑھائی کر دیں یا شہر کے دروازے کے باہر آکر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور ان کی تعداد اس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ بشر طیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔ امام ابو حنیفہؒ،

امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے۔ جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا یہ مسئلہ ہر مسلمان کے لئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور [بچ کر] گرفتار بھی تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز۔ اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو [غلیظ] ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ جان بچانے کے لئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

علامہ اذرعی [المتوفی ۷۸۳ھ] اپنی کتاب غنیۃ المحتاج میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی یا آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر [اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی دینی چاہئے] اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کے لئے کافی ہوں تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافت سفر [یعنی اڑتالیس میل کی مسافت] پر ہوں تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔ علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے۔ اقدامی نہیں رہا اس وجہ سے یہ ہر اس شخص پر فرض ہو گا جو اس کی طاقت رکھتا ہو [تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جا سکے جو کہ فرض عین ہے]۔ اور

جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے مسافت سفر [اڑتالیس میل] کی دوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس شہر کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہو اگرچہ وہ خود اس شہر یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کے لئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجر عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافت سفر کے اندر والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہو گی اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدان جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہو گا۔

(۱۲) وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے مسافت سفر [اڑتالیس میل] سے زیادہ دور رہتے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے بلکہ قریب والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ خبر آ جائے کہ کافروں کو شکست ہو گئی اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

(۱۳) جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافت سفر کے اندر ہو گا اس پر جہاد کی فرضیت کے لئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ اگر مسافت سفر سے دور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیت کے لئے شرط ہے کوئی قریب ہو یا دور۔

(۱۴) اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور ویرانوں میں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام الحرمین نقل فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا [اس لئے ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرض عین ہوگا]۔ لیکن خود امام الحرمین کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آباد ہی نہیں ہے ان کے لئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں (روضۃ الطالبین ص۲۱۶ ج۔۱۰)۔ واللہ اعلم

(۱۵) علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کے لئے باہر نکلیں [اور لڑتے رہیں] یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو اور مرکز اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل وخوار ہو جائے۔ [الجامع لاحکام القرآن ص۱۵۱ ج۔۸]

اور یہی مطلب ہے علامہ بغوی کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے [بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں] (شرح السنۃ ص۳۷۴ ج۔۱۰) یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

[مصنفؒ فرماتے ہیں] اس باب کی مناسبت سے یہ چند مسائل میں نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں ان مسائل کی تفصیلات کی اصل جگہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

[آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سارے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ آپ نے

خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا آج مسلمان امن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ وپکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز امن میں نہیں ہیں بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سفاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں۔ مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سربیائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے تو کیا اب بھی جہاد فرض کفایہ ہے۔ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدود حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ کیا ان حالات میں بھی جہاد فرض کفایہ ہی رہے گا اگر جہاد اب بھی فرض کفایہ ہے تو پھر فرض عین کب ہوگا؟ کیا اس وقت جب امت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیبر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریسٹورنٹوں میں پکا کر کھایا جائے گا۔ شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بال تک کھیلی جا چکی ہے۔ شعائر اسلام کو دنیا بھر میں ذلیل ورسوا کیا جا رہا ہے۔ چلئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو ذرا بتایئے کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے فرض کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر

کافروں کے ملک پر حملہ کریں یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے فرض کفایہ میں تو مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد کیا جا رہا ہے فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو پھر ہمارے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو۔ مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی ادا نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری امت ذلت و پستی کا شکار ہے اور کافر قومیں اسے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اتر آئے ہیں کل تک مسلمانوں کے پاس مرکزیت کا فقدان تھا مگر الحمدللہ آج افغانستان میں اسلامی امارت قائم ہو چکی ہے۔ اے محمد عربی ﷺ کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے تمہاری غیرت کسطرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبیؐ نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا اب وہ پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں فضول لفظی بحثیں چھوڑو زمین پر دیکھو کفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔]

فصل

ان لوگوں کے لئے بعض وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں، اس سے پہلو تہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ.

(التوبہ۔ ۲۴)

آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بند ہو جانے کا تم کو ڈر ہے اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اسکے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب و سزا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس آیت شریفہ میں ان لوگوں کے لئے کافی تنبیہ، ملامت اور دعوت خوف ہے جو بے رغبتی یا اہل و مال میں مگن ہونے کی وجہ سے جہاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہلاک ہو گئے وہ لوگ جنہیں اپنے ماں باپ کی وجہ سے دوزخ میں گھسیٹا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا

اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا؟ جب تم سے

قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ. اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ. اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا. وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

(التوبہ ۳۸،۳۹)

کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] کوچ کرو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو (حالانکہ) دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا تو آخرت کے مقابلے میں (کچھ بھی نہیں) بہت تھوڑا ہے اگر تم (جہاد میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد چھوڑنے پر سخت وعید اور جہاد سے پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب کا بیان ہے اثا قلتم الی الارض کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ زمین پر زندگی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے میں مگن ہو کر جہاد چھوڑ دیتے ہو یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں زمین پر زندہ رہنے کا شوق جہاد سے دور رکھتا ہے۔ امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں کہ جہاد سے ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اسے چھوڑ دینا ہر مسلمان پر حرام ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا امیر کچھ خاص لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دے دے تو اطاعت امیر کی بنا پر ان لوگوں کے ذمے جہاد فرض عین ہو جائے گا اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے وہ فرض نہ ہوا ہو۔ چنانچہ [اسی آیت کریمہ کے حکم کے مطابق] ان لوگوں کے لئے تثاقل یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

[اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے منافقوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں]

(۳) فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْآ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ. قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا . لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ. فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً ۢبِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ. وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ. (سورۃ التوبہ ۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴)

یہ پیچھے رہ جانے والے (منافق) خوش ہو گئے رسول اللہ ﷺ کے (تشریف لے جانے کے) بعد اور انہیں اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنا ناگوار ہوا اور (وہ دوسروں کو بھی) کہنے لگے کہ تم گرمی میں نہ نکلو آپ فرما دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی، پس وہ ہنس لیں تھوڑا (یعنی چند روز) اور روئیں بہت (یعنی آخرت میں) اپنے اعمال کے بدلے میں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے واپسی پر) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائیں پھر یہ لوگ آپ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا بس تم لوگ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اور ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی بھی آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیے اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور حالت کفر پر ہی مرے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اس آیت میں غور کرو کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں اور اس میں جان و مال خرچ نہ کرنے والوں کے لئے کتنی سخت وعید، کتنی بڑی

رسوائی اور کتنا دردناک وبال ہے یہ آیات اگرچہ کچھ خاص [منافق] لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن ان میں ان تمام افراد کے لئے سخت تنبیہ اور وعید ہے جو ان منافقوں جیسے کام کریں گے اور منافقوں کی طرح فرض جہاد سے پیچھے رہ جائیں گے۔ بس اسی سے اندازہ لگا لو کہ جہاد کا چھوڑنا کتنا برا کام ہے [کہ مسلمان کو منافقوں کی صف میں شامل کر دیتا ہے] اور اسپر کتنی سخت وعید ہے۔ لاحول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم.

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ جب تم خرید و فروخت میں مشغول ہو جاؤ گے اور گائے کی دم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے دل لگا لو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط فرما دے گا اور اس وقت تک تم سے اس ذلت کو نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے۔ (ابوداؤد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب جہاد کو چھوڑ کر کھیتی باڑی اور اسطرح کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے تو ذلت اور پستی ان کا مقدر بن جائے گی اور وہ اس ذلت سے اسی وقت چھٹکارا پا سکیں گے جب کافروں سے جہاد کریں گے ان سے نفرت اور سختی کا برتاؤ کریں گے، دین کو نافذ کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرتے اور کفر اور کافروں کو مغلوب کرنے کے لئے محنت کریں گے [یاد رکھیے] یہ سب کچھ ان کے ذمے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] لازم ہے۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ حتی ترجعوا الی دینکم [یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ] اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دنیاداری میں پڑ کر جہاد کو چھوڑ دینا دین اسلام کو چھوڑنا اور اس سے الگ ہونا ہے [استغفر اللہ] اسی سے اندازہ لگایئے کہ ترک جہاد کتنا بڑا اور کھلا گناہ ہے۔

☆ حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایک بار جہاد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا. [جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو ہم نے تو کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ سے یہ حدیث سننے کے بعد اب کون جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ شخص جہاد چھوڑے گا جس پر اللہ کی لعنت اور اسکا غضب ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہو گا یہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو جہاد کو نہیں مانتے ہوں گے۔ میرے رب نے یہ عہد کر رکھا ہے اور اس عہد کو وہ نہیں توڑے گا کہ ان منکرین جہاد میں سے جو بھی اس سے ملے گا وہ اسے ایسا عذاب دے گا جو جہاں والوں میں سے کسی اور کو نہیں دے گا۔ یہ حدیث ابن عساکر نے روایت کی ہے [اور یہ حدیث بہت ضعیف ہے]

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ایک سال بعد لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ کا گلہ رونے کی وجہ سے رندھا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے پچھلے سال اسی مہینے میں اسی منبر پر حضور اکرم ﷺ سے سنا آپؐ فرما رہے تھے جو قوم بھی اللہ کے راستے میں جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمومی عذاب مسلط فرما دیتا ہے (شفاء الصدور) [یہ حدیث بھی ضعیف ہے]

اسی روایت کو طبرانی نے اچھی سند کے ساتھ مختصر روایت کیا ہے اس میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمومی عذاب کو مسلط فرما دیتے ہیں۔

امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث بیان فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر فقر [یعنی دوسروں کی محتاجگی] کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم نے تو بہت سارے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جہاد نہیں کرتے مگر پھر بھی وہ اغنیاء ہیں [یعنی کسی کے محتاج نہیں ہیں]۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے اصل غنی تو وہ ہے جس کا دل غنی ہو جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے پرواہی (اور وسعت) زیادہ مال واسباب کی بدولت نہیں ہے بلکہ اصل بے پرواہی تو دل کی بے پرواہی ہے۔ [کہ دل میں محتاجگی اور لالچ نہ ہو] آج ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ جہاد چھوڑ کر اور مال غنیمت سے محروم ہو کر وہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محتاجگی، حرص اور بخل کے امراض ڈال دیئے ہیں چنانچہ وہ اپنے مال کے واجب حقوق [زکوٰۃ وغیرہ تک] ادا نہیں کرتے بلکہ مختلف طریقوں سے حرام کھاتے ہیں جیسا کہ ناجائز ٹیکس [رشوت] وغیرہ اور دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ مال بھی ان کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور حرص ولالچ نے انہیں ذلیل ورسوا کر رکھا ہے اگر تم ان کے حالات پر غور کرو تو ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ طرح طرح کی ذلتوں کا شکار ہیں اور وہ زیادہ پانے کی لالچ اور نقصان سے بچنے کے لئے معلوم نہیں کس کس کے سامنے جھکتے ہیں اور کس کس کی بندگی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ غنی ہوتے تو انہیں کسی کے آگے جھکنے کی ضرورت کیوں پیش آتی یہ لوگ ظاہری طور پر اگرچہ مالدار نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں یہ فقیر اور محتاج ہیں ظاہری طور پر یہ لوگ معزز ہیں مگر ذلت ان کے دل ودماغ پر مسلط ہو چکی ہے جبکہ وہ شخص جو اپنی روزی تلوار [مال غنیمت] کے ذریعے حاصل کرتا ہے اسے اس طرح کی ذلت یا پریشانیوں کا بالکل سامنا نہیں ہوتا کیونکہ اسے جو کچھ ملتا ہے اس میں اللہ کے سوا کسی کا کوئی

عمل دخل نہیں ہوتا [اسی لئے وہ ہر کسی سے آزاد رہتا ہے] اور پھر چونکہ مال غنیمت بغیر شبہ کے خالص حلال مال ہے اس لئے اسے استعمال کرنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور لالچ۔ حرص۔ بخل وغیرہ جیسے اندھیرے خود بخود مٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ مجاہد اگرچہ ظاہری طور پر غریب وفقیر نظر آتا ہے مگر اس کا دل غنی ہوتا ہے اس کے اوپر اگرچہ مسکینی کی چھاپ نظر آتی ہے لیکن اس کا دل عزت وعظمت کا دھنی ہوتا ہے [اذلة على المومنين اعزة على الكافرين]

یہ تو مجاہد کا حال ہوا لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو مشتبہ طریقوں سے مال کماتے ہیں اور اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے مخلوق کے محتاج ہوتے ہیں وہ ظاہری طور پر معزز نظر آتے ہیں مگر طرح طرح کی ذلتیں ان کے دلوں پر براجمان ہوتی ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیگا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دے گا اور مصیبتیں اس پر چڑھ دوڑیں گی اور پستی اس پر چھا جائے گی اور وہ مشقت کی تکلیف میں ڈالا جائے گا اور اپنا حق لینے [یعنی انصاف] سے محروم کر دیا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد ہمیشہ میٹھا [پسندیدہ] اور تروتازہ رہے گا جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ان میں سے کچھ قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے پس جو شخص اس زمانے کو پائے [تو یاد رکھے کہ] وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں وہ لوگ یہ بات کہیں گے جن پر اللہ کی بھی لعنت ہوگی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت ابن عمرو القرشی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک گناہگار آدمی کے گناہ اسے جہاد سے اسی طرح روکے رکھتے ہیں جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حال میں مرگیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق ابھرا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

مکحول (موقوفا) روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر [یعنی خاندان] میں سے کوئی بھی جہاد میں نہ نکلے اور نہ وہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کریں اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے ان کو کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ:۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر سارے لوگ جہاد سے عمومی طور پر غفلت کر رہے ہوں تو اس وقت [ان وعیدوں سے بچنے کے لئے اور جہاد کے فریضے کو اداء کرنے کے لئے] اکیلا آدمی کیا کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اکیلے آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی ایک مسلمان قیدی کا فدیہ دیکر اسے کافروں سے چھڑا لے۔ اس طرح اس نے اس سے زیادہ کام کیا جتنا وہ اور لوگوں کے ساتھ مل کر کر سکتا تھا کیونکہ اگر کئی لوگ مل کر اس قیدی کو چھڑاتے تو سب کے ذمے تھوڑا تھوڑا مال آتا مگر اب اس شخص نے اکیلے وہ سارا مال اداء کیا [اور خوب اجر کمایا] اسی طرح اسے چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو اکیلا نکل کر

لڑے یا پھر کسی مجاہد کو سامان جہاد اور خرچہ وغیرہ فراہم کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

فصل

اے مسلمان تجھے کس چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

اے جہاد کے فریضے کو چھوڑنے والے، اے توفیق اور حق کے راستوں سے ہٹنے والے تو کن محرومیوں میں جاگرا ہے اور کس قدر حق سے دور جاپڑا ہے کاش تو بھی بہادروں کے ساتھ معرکوں میں حصہ لیتا تو بھی اللہ کے راستے میں جان و مال لٹاتا مگر تجھے اس سعادت سے روک رکھا ہے یا تو لمبی امیدوں نے یا موت کے خوف نے یا تجھ پر اپنے محبوب مال اور خاندان کی جدائی شاق ہے یا تیرے لئے اپنے بیٹوں، خادموں اور اہل خاندان کے جھرمٹ سے نکلنا مشکل ہے۔ اے جہاد سے محروم رہنے والے یا تو تیری محرومی کا سبب تیرا کوئی پیارا بھائی یا محبوب دوست ہے یا پھر تو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے میں ایسا لگ گیا ہے کہ جہاد تجھے یاد بھی نہیں رہا۔ یا تو اپنی خوبصورت اور باوقار بیوی کی وجہ سے رکا ہوا ہے یا تیری عزت اور تیرا منصب تیرے پاؤں کی بیڑی بنا ہوا ہے۔ یا تو اپنی خوبصورت کوٹھی اور سایہ دار باغات میں مست ہو چکا ہے یا پھر شاہانہ لباس اور لذیذ کھانے تجھے جہاد میں نہیں نکلنے دیتے۔ ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ ایسا نہیں جو تجھے تیرے رب سے دور کردے اور اگر ان چیزوں نے تجھے تیرے رب سے دور کر رکھا ہے تو یہ تیرے لئے اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنے رب کا یہ فرمان نہیں سنا:۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] نکلو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو۔ سو دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے۔

(التوبہ۔ ۳۸)

تنبیہ: غور سے سنو! ان ناقابل تردید دلائل کو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں اور غور کرو ان واضح دلیلوں پر جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تب تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تمہیں جہاد سے روکنے والی سوائے تمہاری محرومی اور بدنصیبی کے اور کوئی چیز نہیں ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے کا سبب نفس اور شیطان کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تو جہاد سے اس لئے دور ہے کہ تو نے لمبی لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں اور اچانک موت سے ڈرتا ہے تو تو ایسی چیز سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے تو کبھی نہیں بچ سکتا اور تو ایسے راستے [یعنی موت] سے ڈر رہا ہے جس پر تو نے ایک دن چلنا ہی ہے اللہ کی قسم میدانوں میں آگے بڑھ کر لڑنے سے عمر کم نہیں ہوتی اور نہ جہاد چھوڑنے سے عمر بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (الاعراف ۳۴)

اور ہر ایک فرقے کے لئے [موت کا] ایک وقت مقرر ہے جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(۲) وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (المنافقون ۱۱)

اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اسکو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۳) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. (العنکبوت ۵۷)

ہر تنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ موت کی ایک خاص سختی ہوتی ہے اور روح نکلنے کا وقت بہت سخت ہے لیکن تم اسے ابھی نہیں سمجھتے اور قبر میں عذاب بھی ہوتا

ہے اور اس عذاب سے صرف نیک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ قبر میں دو سخت فرشتے سوال بھی کریں گے [تب کیا ہوگا اسے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے]۔

(۴) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ. (ابراہیم ۲۷)

خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (محفوظ رکھے گا) اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

پھر اس خوفناک منظر کے بعد خوش قسمت لوگ ہمیشہ کی نعمتوں میں اور بدنصیب لوگ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے مگر شہید کے لئے امن ہی امن ہے اور اسے مذکورہ بالا خطرناک حالات میں سے کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہید کو قتل کے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا چیونٹی کے کاٹنے کا۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائی! اب کونسی چیز ہے جو تجھے اس سعادت کو حاصل کرنے سے روک رہی ہے جسے پانے کے بعد تو عذاب قبر سے بھی بچ جائے گا اور اللہ کے ہاں بھی کامیاب ہو کر بہترین ٹھکانا پائے گا اور قبر کے سوال سے بھی محفوظ رہے گا۔ اور اس کے بعد کی شدت اور ہولناکیوں سے بھی تیری حفاظت رہے گی کیونکہ شہداء تو زندہ ہوتے ہیں اپنے رب کی طرف سے ملنے والی روزی کھاتے پیتے ہیں نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ غم وہ تو ان نعمتوں پر خوشیاں مناتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں سے کھاتے پیتے ہیں۔ دیکھو کتنا بڑا فرق ہے شہادت کی عزت والی موت اور بستر کی دردناک موت کے درمیان۔۔۔۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرا خاندان اور میرا مال میرے بچے اور میرے عیال مجھے جہاد سے روک رہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ واضح فرمان سن لو:

(۵) وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفٰى (سبا۔ ۳)

اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنادیں

اور یہ فرمان بھی تمہارے سامنے رہنا چاہئے:۔

(۶) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. (آل عمران۔ ۱۴)

لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں [مگر] یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں۔ اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:۔

(۷) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ. وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. (الحدید۔ ۲۰)

جان لو! دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو

متاع فریب ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالٰی کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

☆ اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت کی تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام کا لگانا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

[اے جہاد چھوڑنے والے] کیا تجھے اس عظیم الشان بادشاہت [جو تجھے جنت میں ملے گی] سے وہی رشتے دار روک رہے ہیں جو کچھ عرصے بعد مر جائیں گے یا آپس کے اختلافات میں پڑ کر جدا جدا ہو جائیں گے یا انہیں زمانے کے مصائب بکھیر دیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھ کہ جب تو ان رشتے داروں کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا تو وہ تیرے مخالف ہو جاتے ہیں اور جب تیرے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ تجھے چھوڑ دیتے ہیں اور حالات کے تھپیڑے ان کے دل سے تیری محبت کو نکال دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسروں کی طرح تیرے رشتے دار بھی قیامت کے دن تجھ سے بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہو گی کہ وہ اپنے سارے گناہ اور بوجھ تیرے سر ڈال کر خود نجات پا جائے [تو کیا یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تو نے ان رشتے داروں کی خاطر جہاد چھوڑ کر محرومی کو گلے لگا رکھا ہے]۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مال کی محبت تجھے آڑے آ رہی ہو جس کے ہوتے ہوئے سب تیرے ہوتے ہیں اور اگر وہ تیرے پاس نہ ہو تو بہت سارے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں ہاں وہی مال جس کے بارے میں تجھ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ یہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا وہی قیامت کا دن جس میں خوف کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اس دن مجرموں کی شناخت ہو جائے گی اور

انہیں چوٹی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ ہاں وہی قیامت کا دن جس میں مالدار لوگوں سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا جبکہ فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو کر مزے اڑائیں گے مگر اے مالدار! اس دن تو اپنے مال کی وجہ سے روک لیا جائے گا اور تیرے لئے خطرہ ہوگا کہ کہیں تو دوزخ کے داروغے مالک کے حوالے نہ کر دیا جائے۔

اے مسلمان کیا تو اس مال کی جدائی گوارا نہیں کرتا جو اگر تیرے پاس تھوڑا ہو تو تیری فکریں اور تکلیفیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر وہ زیادہ ہو تو وہ تجھے سرکش بنا دیتا ہے اور اگر تو مر جائے تو یہ مال تیرے پیچھے تیری رسوائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج اگر تو دنیا کے دھوکے میں آکر اسی پر جھکا ہوا ہے تو یاد رکھ تو نے ایک نہ ایک دن اسے چھوڑنا ہے۔

☆ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں دنیا کی پوری حقیقت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر لے آئے اس (کوڑے کے ڈھیر) میں مردہ انسانوں کی کھوپڑیاں، انسانی غلاظتیں، پرانے چیتھڑے اور مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! یہ سر (کسی زمانے میں) انہیں چیزوں کا حرص رکھتے تھے جن کا حرص تم رکھتے ہو اور ان سروں میں وہ ساری امیدیں [اور امنگیں] روشن تھیں جو آج تم نے لگا رکھی ہیں مگر آج یہ سر بغیر کھال کے ہڈیاں ہیں پھر کچھ عرصے بعد یہ گل کر خاک ہو جائیں گی اور یہ غلاظتیں ان کے رنگا رنگ کھانے ہیں جنہیں انہوں نے جہاں سے ہو سکا کمایا پھر ان کھانوں کو اپنے پیٹ میں ڈال دیا اور وہ اس شکل میں ہو گئے کہ اب لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے ان کے زیب و زینت والے عمدہ لباس تھے مگر آج ہوائیں انہیں اڑاتی پھر رہی ہیں اور یہ ہڈیاں ان کے وہ جانور تھے جن پر وہ ملکوں اور شہروں میں گھومتے پھرتے تھے۔

پس جو دنیا پر رونا چاہے اسے چاہئے کہ روئے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم برابر روتے رہے یہاں تک کہ ہمارا رونا شدت پکڑ گیا۔ (احیاء علوم الدین)

اور اگر تو اپنے پیارے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو کر [جہاد سے دور ہے] تو اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھ:۔

(۸) اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. (التغابن۔۱۵)
تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہر بیٹے پر اس کے ماں باپ، بھائی اور چچا سے زیادہ شفیق ہے تم بتاؤ جب یہ بچہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تھا تو وہاں اس کی پرورش تم کر رہے تھے یا اللہ تعالیٰ؟ ذرا سوچو کیا تمہارا وہی بیٹا تمہیں آج جنت کی نعمتوں اور اللہ کے قرب سے دور کر رہا ہے جو اگر چھوٹا ہو تو تم اس کے بارے میں پریشان رہتے ہو۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو تم اس کے غم میں مبتلا ہوتے ہو اگر وہ صحت مند ہوتا ہے تو تمہیں اس کا خدشہ لگا رہتا ہے اگر وہ بیمار ہو جائے تو تمہارا دل صدمے میں مبتلا ہو جاتا ہے تم اگر اسے تنبیہ کرتے ہو تو وہ غصے ہوتا ہے اور بدکتا ہے اگر تم اسے نصیحت کرتے ہو تو پریشان اور غمگین ہو جاتا ہے اور تو اور تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا بھی لگا رہتا ہے کہ دوسروں کے لڑکوں کی طرح وہ بھی تمہارا مکمل نافرمان نہ ہو جائے۔ تم میدان جنگ میں آگے بڑھنا چاہو تو بیٹے کی یاد تمہیں بزدل بنا دیتی ہے اگر تم سخاوت کرنا چاہو تو اس کی فکر تمہیں بخیل بنا دیتی ہے اور اگر تم دنیا سے بے رغبت ہونا چاہو تو وہ تمہیں دنیا داری میں لگا دیتا ہے اس کی وجہ سے تمہارے اوپر بڑی آزمائشیں آتی ہیں جبکہ تم اسے ایک احسان شمار کرتے ہو اس کی وجہ سے تم پر مصیبتیں آتی ہیں جبکہ تم اسے بھی نعمت سمجھتے ہو۔ تم خود کو غم میں ڈال کر اسے خوش رکھتے ہو اور اپنا گھاٹا کر کے اسے نفع پہنچاتے ہو اور اپنی جیب ہلکی کر کے اس کی جیب بھرتے ہو اور اس کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہو اور اس کی وجہ سے تنگی میں پڑے رہتے ہو۔ اے [غافل] مسلمان! اپنے

بیٹے کی فکر اپنے دل سے نکال کر اسے اس کے سپرد کر دے جس نے تجھے بھی پیدا کیا اور اسے بھی۔ اور اپنے پیچھے اس کی روزی کے بارے میں اس پر بھروسہ کر جو اس کا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی۔ آج اگر تم نے اسے اللہ کے سپرد نہ کیا تو مرنے کے بعد تو تم اسے کچھ بھی نہیں دے سکتے تب بھی وہ اللہ ہی کے سپرد ہو گا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ. (المائدہ۔۱۸)

اللہ کی قسم تم نہ تو اپنے نفع نقصان اور زندگی موت کے مالک ہو اور نہ اس کی۔ تم تو اس کی عمر اور روزی میں تھوڑا سا اضافہ بھی نہیں کر سکتے تمہیں جب اچانک موت اپنا لقمہ بنالے گی تو تم اپنی قبر میں جالیٹو گے اور اپنے اعمال میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا پیارا بیٹا تمہارے بعد یتیم ہو جائے گا اور تمہارے وہ وارث جو زندگی میں تمہارے دوست رہے ہوں یا دشمن تمہارا سارا مال تقسیم کر لیں گے اور تمہارے اہل و عیال بکھر جائیں گے تب تم کہو گے ہائے کاش میں بھی شہداء کے ساتھ ہو تا اور بڑی کامیابی پاتا۔ تب تجھ سے کہا جائے گا کہ وہ کامیابی تو بہت دور ہو گئی اور تو ان سعادتوں سے محروم ہو کر بڑی حسرتوں میں جا پڑا اور اب تو اپنی نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ تنہا ہو گیا۔

اے غافل مسلمان! ذرا غور سے سن اللہ تعالیٰ تجھے ان دھوکوں سے نکالنے کے لئے جن میں تو پڑا ہوا ہے کیا تنبیہ فرما رہے ہیں:۔

(۹) يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّايَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ. وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا. اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. (لقمان۔۳۳)

لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آسکے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔

یاد رکھ تیرا بیٹا اگر خوش بختوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اور اسے جنت میں

عنقریب اکٹھا فرما دیں گے اور اگر وہ بد بخت ہے تو ابھی سے یاد رکھ کہ جنت والے دوزخ والوں کے ساتھ اور خیر والے شر والوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے۔

ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھے شہادت کا رتبہ عطا فرمائیں تو قیامت کے دن تو اس کی شفاعت کر سکے اور تیری آج کی اس سے جدائی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

اے مسلمان! اس چیز کی اپنے اندر حرص پیدا کر اور اس میں خوب محنت کر جو تجھے عذاب سے بچا سکے ورنہ کل تو یہ حال ہو گا کہ:۔

(۱۰) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ. وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ. وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ. لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ. (عبس ۳۴۔۳۷)

اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہو گا جو اسے (مصروفیت کے لئے) بس کرے گا۔

بے شک یہ بالکل واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

[اے جہاد سے غفلت کرنے والے] اگر تجھے اپنے کسی بھائی یا قریبی دوست یا محبوب رشتے دار کی جدائی گوارہ نہیں ہے تو پھر تو خود کو قیامت کا یہ سچا منظر یاد دلا:۔

(۱۱) اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف۔۶۷)

(جو آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)

اگر تیری دوستی اللہ کے لئے ہے تو پھر تم دونوں جنت کے اونچے مقامات پر اکٹھے ہو جاؤ گے ہاں! ان نعمتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہوں گی اور اگر یہ دوستی اللہ کے لئے نہیں ہے تو پھر اس دن سے پہلے اس دوستی کو توڑ دو جس دن ہر شخص کا حشر اس کے یاروں کے ساتھ ہو گا۔ قیامت کے دن تو ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اگر وہ اللہ سے ڈرنے والا

ہے تو تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور اگر وہ خود بد بخت ہے تو پھر تمہیں بھی نقصان پہنچائے گا اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ اس دنیا کے اکثر دوست ظالم اور بے وفا نکلتے ہیں اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ان میں سے اکثر اس وقت تک دوست ہیں جب تک تم خوش حال ہو، مالدار ہو۔ اور اگر تم تنگ دستی کا شکار ہوئے تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور امتحان کے وقت تجھ سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیں گے اگر تمہیں ان باتوں میں شک ہے تو کڑے امتحان کے بعد تمہیں ان پر ضرور یقین آجائے گا ہاں اگر اس برے ماحول میں بھی تمہیں اتفاقاً کوئی مخلص دوست مل گیا ہے جو وفا کا پکا اور دوستی کا سچا ہے تو پھر تمہیں آج کی جدائی پر غم نہیں ہونا چاہئے کیونکہ تم جیسوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱۲) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ. (الحجر۔ ۴۷)

اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہو گی ان کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس ایسے قریبی دوست تمہارے لئے جہاد کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں کیونکہ ممکن ہے کہ تم دونوں جلد جدا ہو جاؤ۔ تب تم دوست سے بھی محروم ہو جاؤ گے اور جہاد کے اجر عظیم سے بھی۔ اور اونچے درجات تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں گے تب تم پچھتاؤ گے مگر یہ پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں دنیا میں جتنا رہ لو تمہیں ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہو محبت کرو بے شک تم نے اس سے جدا ہونا ہے اور جو چاہو عمل کرو تم نے اس کا بدلہ پانا ہے۔ (بیہقی)

ان مختصر سے الفاظ پر غور کرو جن میں موت، دوستوں سے جدائی اور ہر عمل پر بدلے کا تذکرہ ہے کیا اس تنبیہ کے بعد بھی کسی تنبیہ کی ضرورت ہے۔

[اے جہاد سے دور بھاگنے والے] کیا تجھے تیرا عہدہ تیرا منصب اور تیری عزت جہاد میں نہیں نکلنے دیتی ہائے کاش تو غور کرتا کہ یہ منصب کسی ایسے شخص سے چھن کر تجھے ملا ہے جو اس کی محبت میں گرفتار تھا اور یہ عہدہ تیرے لئے کسی ایسے شخص نے خالی کیا ہے جو کل تک اس پر بہت خوش تھا۔ یاد رکھ! اس عہدے اور منصب نے جس طرح تجھ سے پہلے والوں کے ساتھ وفا نہیں کی تجھ سے بھی نہیں کرے گا اور بالآخر تجھے پریشانی اور محرومی کا تلخ احساس دیکر چھوڑ دے گا تیرے لئے آج کی اس معمولی سی عزت اور مقام کو چھوڑنا مشکل ہے اور اس کی وجہ سے تو کتنے بڑے مقام سے محروم ہو رہا ہے۔ یاد رکھ وہ آخری آدمی جو جنت میں داخل کیا جائے گا اسے دنیا کے بڑے بادشاہوں سے بڑھ کر بادشاہت اور اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔ یہ تو ادنیٰ جنتی کا حال ہے ذرا سوچو کہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کا کیا مقام ہو گا۔ مگر آج تو اس عہدے اور مقام کی خاطر مر رہا ہے جو تجھے ہمیشہ تھکاوٹ اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور جس کا انجام بہت برا ہے اور اس کی وجہ سے تیرے دشمنوں اور حاسدوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ان کے دلوں میں تیری دشمنی پل رہی ہے اور جب یہ منصب تجھ سے چھن جائے گا تو تیرے دشمن تجھ پر قہقہے لگائیں گے اور تیرے نوکر خادم تجھ سے رخ موڑ جائیں گے اور تیرے پاؤں چومنے والے تیری شکل دیکھنا گوارا نہیں کریں گے اور تو غم کے اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت میں ایک معزز فرشتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لے کر آئے گا جس میں لکھا ہو گا کہ یہ فرمان اس زندہ کی طرف سے ہے جس پر موت آنے والی نہیں اس زندہ کی طرف جس پر اب موت نہیں آئے گی۔ اے میرے بندے میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے اب میں تمہیں بھی ایسا بنا رہا ہوں کہ تم جس چیز سے کہو گے کہ ہو جا وہ ہو جائے گی۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے سامنے پندرہ ہزار خادم [حکم بجالانے کے لئے] کھڑے رہیں گے اور ان میں سے ہر خادم کے تاج کا ادنیٰ موتی ایسا ہوگا جس کی روشنی سے مشرق و مغرب منور ہو جائیں گے۔

☆ ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہوگا جس کے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے قیمتی موتیوں زمرد اور یاقوت کا اتنا بڑا محل بنایا جائے گا جو جابیہ [شام] سے صنعاء [یمن] تک ہوگا [یعنی ان دو علاقوں کے درمیان جتنی مسافت ہے اس کا ایک محل اتنا بڑا ہوگا] (ترمذی)

ذرا غور سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی سنو۔

(۱۳) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (الرعد ۲۳-۲۴)

اور فرشتے (بہشت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔

اللہ کی قسم یہ وہ نعمتیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کو ان کے لئے بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہیے۔

[اے جہاد سے منہ موڑنے والے] کیا تجھے تیرا خوبصورت محل، اس کے سائے دار باغیچے، اس کی عالیشان عمارت، اس میں موجود نوکر خادم اور اس کی آرائشیں جہاد سے روکے ہوئی ہیں۔ ہائے کاش تو غور کرتا کہ یہ تو مٹی، پتھر، گارے، لوہے، لکڑی اور بانسوں کا بنا ہوا ایسا گھر ہے جس کی اگر ہر روز صفائی نہ کی جائے تو اس میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا ہے اگر اس میں روشنی نہ جلائی جائے تو وہ سخت تاریک ہو جاتا ہے اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ گر جاتا ہے اور اگر دیکھ بھال کی بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس نے ویرانے میں تبدیل ہو جانا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ محل مٹی ہو جائے گا اس کے رہنے والے بکھر جائیں گے

اور اس کے آثار تک مٹ جائیں گے اور اسکا نام تک بھلا دیا جائے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا تم جو عمارتیں بناؤ گے وہ ایک دن ویران ہو جائیں گی اور جو بچے جنو گے وہ ایک دن مر جائیں گے۔ (بیہقی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر دن یہ آواز لگاتا ہے تم بچے جنتے ہو مرنے کے لئے اور عمارتیں بناتے ہو ویران ہونے کے لئے۔ (بیہقی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! آج تمہارے لئے موقع ہے کہ اپنے اس تباہ و ویران ہو جانے والے محل کے بدلے [جنت میں] ایسے اونچے محلات لے لو جن کی تابندگی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں پھلوں کی شاخیں جھکی ہوئی ہوں گی اور جن کی خوشیاں ہمیشہ دوبالا ہوتی رہیں گی۔ یہ محلات سونے چاندی کی اینٹوں کے ہوں گے ان میں رہنے والوں کو نہ کبھی تھکاوٹ پہنچے گی نہ کوئی اور مصیبت اور ان کی مٹی مشک کی ہوگی اور ان کے کنکر موتی اور جواہرات کے ہوں گے ان میں جو نہریں بہتی ہیں وہ دودھ، شہد اور کوثر کی ہوں گی یہ محلات کہیں تو ستر میل لمبے موتیوں کو اندر سے تراش کر بنائے جائیں گے اور کہیں یہ سبز اور چمکدار زمرد کے ہوں گے اور کہیں سرخ یاقوت کے۔ ایمان والوں کے لئے ان محلات کے ہر حصے میں ایسی حوریں اور خادم ہوں گے جو دوسرے حصے کی حوروں اور خادموں کو دوری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہاں کے بستر ریشم کے بنے ہوئے ہوں گے اور دو بستروں کے درمیان ان کی بلندی چالیس سال کی مسافت کی ہوگی۔ وہاں نہ تو نیند آئے گی نہ اونگھ بلکہ اہل جنت ان بستروں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوں گے وہاں ہر وقت دستر خوان بچھے رہیں گے اور ایسے تازہ پھلوں سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی جو نہ ختم ہونے والے ہوں گے اور نہ ضائع ہونے والے وہ جو پھل چاہیں گے وہی کھائیں گے اور

پسندیدہ پرندوں کے گوشت سے ان کی خاطر تواضع کی جائے گی۔

جہاں تک ان کے مشروبات کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(١٤) مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ. خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ. (المطففین۔۲۵۔۲۶)

شراب خالص سربمہر جس کی مہر مشک کی ہوگی۔ تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئے کہ اسی میں رغبت کریں۔

وہاں نہ کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوگی نہ پیشاب کی وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے۔ وہ جو کچھ کھائیں گے اس کا اثر ان کی کھال پر ظاہر ہوگا جی ہاں ایسا پسینہ جو موتیوں کی شکل میں مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور پھر ان کے پیٹ پہلے جیسے ہو جائیں گے [یعنی پسینے کے آتے ہی کھانا ہضم ہو جائے گا]

وہاں کے خادم ایسے ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(١٥) وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا. وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا. عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ. وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا. اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا. (الدھر۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲)

جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور بہشت میں (جہاں) آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھو گے ان (کے بدنوں) پر دیبائے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (خدا کے ہاں) مقبول ہوئی۔

یہ جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں آگیا ہے ورنہ وہاں تو ایسی

نعمتیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ (بخاری)

اگر تم پوچھو کہ اہل جنت کتنے عرصے تک ان عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی نہیں مریں گے ایسے جوان رہیں گے جن پر بڑھاپا نہیں آئے گا نہ تو کبھی بیمار ہوں گے نہ غمگین ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان نعمتوں کے چھن جانے یا ختم ہو جانے کے خوف سے محفوظ رہیں گے۔

(١٦) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (یونس۔۱۰)

(جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ۔ اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ خدائے رب العالمین کی حمد (اور اس کا شکر) ہے۔

اب تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہیں جنت کی یہ عظیم الشان بادشاہت چاہئے یا دنیا کا جلد فنا ہونے والا محل۔ اور غور کرو کہ اگر تم شہید ہو کر اس دنیاوی محل کو چھوڑ گئے تو تمہیں آگے کیا کچھ ملے گا۔

(١٧) وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ. (فاطر۔۱۴)

اور (خدائے) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

[اے جہاد سے محروم رہنے والے] اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں ابھی اپنی اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگا ہوا ہوں [کہ جب میری اصلاح ہو جائے گی تو جہاد میں جاؤں گا] تو یہ بھی ایک خطرناک دھوکہ ہے اور خواہ مخواہ کی امید ہے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت نہیں ٹلتا۔

(١٨) يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

لوگو! خدا کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ. (فاطر۔۶۵)

دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔

تمہارا یہ عذر [کہ میں اپنی اصلاح میں مصروف ہوں] ہرگز اولیاء اللہ صالحین کا طریقہ نہیں ہے بلکہ محض ایک شیطانی جال ہے۔ کیا حضرات صحابہ کرام اور بڑے بڑے تابعین تجھ سے زیادہ عبادت اور قرب الٰہی کے طالب نہیں تھے لیکن اگر وہ بھی تیری طرح جہاد کو ٹالتے رہتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے بڑے کارنامے سرانجام نہ دے سکتے اور نہ مشرکوں اور کافروں سے جہاد کر کے اتنے شہروں اور علاقوں کو فتح کرتے۔

اے فتنے میں پڑے ہوئے انسان کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:۔

(۱۹) اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (توبہ۔۴۱)

نکل پڑو (جہاد میں) ہلکے اور بوجھل (یعنی ہر حال میں) اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ سمجھو۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عقل اور سمجھ دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کر:۔

(۲۰) وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. (النساء۔۹۵)

اور اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا

اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔(ترمذی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان یاد رکھ کہ مجاہد کی نیند قیام اللیل سے اور ہمیشہ کے روزے رکھنے سے افضل ہے۔ ان فضائل کا بیان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آگے آئے گا۔

آج تو جن اعمال میں لگا ہوا ہے کیا تجھے یقین ہے کہ یہ سب اعمال قبول ہو رہے ہیں؟ کیا تیرے سامنے قیامت کا ہولناک منظر نہیں ہے اللہ کی قسم تو نہیں جانتا کہ تیرے یہ اعمال تیری بخشش کا ذریعہ بنیں گے یا ہلاکت کا۔

(۲۱) وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ. (النمل ۲۵)

اور وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔

(۲۲) وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ. (آل عمران۔۱۵۸)

اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ اللہ کے حضور میں ضرور اکٹھے کئے جاؤ گے۔

اے جہاد سے غافل انسان! کیا تیری خوبصورت بیوی اور اس کے ساتھ تیری محبت اور اس کے ساتھ رہنے کی تیری چاہت نے تجھے جہاد سے محروم کر رکھا ہے ذرا بتا؟ کیا تیری بیوی دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے؟ کیا وہ پہلے ایک گندا منی کا قطرہ نہیں تھی؟ کیا وہ آخر میں ایک مردہ لاش نہیں بن جائے گی؟ کیا وہ اپنے پیٹ میں غلاظت لئے نہیں پھرتی؟ اس کا حیض تجھے کتنا عرصہ اس سے دور رکھتا ہے اور اسکی نافرمانی اس کی فرمانبرداری سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر وہ کچھ دن سرمہ نہ لگائے تو اس کی آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں اگر وہ زیب وزینت نہ کرے تو اس کے عیب ظاہر ہو جاتے ہیں اگر وہ کنگھا نہ کرے تو اس کے بال پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ صفائی نہ کرے تو میلی کچیلی ہو جاتی ہے اگر وہ پاکی حاصل نہ کرے تو بدبودار ہو جاتی ہے وہ زیادہ بیمار رہنے والی اور بہت تنگ کرنے والی ہے جب اس کی عمر بڑھ جاتی ہے تو وہ کسی کام کی نہیں رہتی اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو بستر سے لگ

جاتی ہے تو اگر ساری زندگی اس پر احسان کرے تو غصے کے وقت وہ ان سب کو بھلا دیتی ہے
جیسا کہ۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم ان عورتوں کے ساتھ پوری زندگی
احسان کرتے رہو پھر اگر وہ تمہاری طرف سے تھوڑی سی تکلیف پاتی ہیں تو کہتی ہیں کہ میں
نے تو کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔ (بخاری)

تجھے ہمیشہ اس کی جدائی کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور تو اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے
اس کی محبت تجھے طرح طرح کی مصیبتوں، تھکاوٹوں اور پریشانیوں میں ڈالتی ہے وہ تجھے اپنی
ادنی سے ادنی خواہش پوری کرنے کے لئے ہلاکت میں ڈالنے سے دریغ نہیں کرتی۔ وہ تجھ
سے اس وقت تک محبت کرتی ہے جب تک اس کا مقصد تجھ سے پورا ہوتا رہتا ہے۔ اور جب
ایسا نہ ہو تو وہ تجھ سے رخ پھیر لیتی ہے۔ اور تیرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈنے لگتی ہے اور اس
کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ تم اس سے تبھی فائدہ اٹھا سکتے ہو جب اس کے ٹیڑھے پن کو
برداشت کرو۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسی عورت کی محبت تجھے اس راستے سے ہٹا رہی ہے
جس میں تجھے ایسی حوروں سے وصال نصیب ہوگا جو نور سے پیدا ہوئی ہیں اور جنت کے
محلات میں پلی بڑھی ہیں اللہ کی قسم ابھی شہید کا خون خشک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ان گوری
گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حور عینا کو پالیتا ہے جن کا حسن بے مثال ہے وہ پاک دامن کنواری
ہیں ایسے موتی کی طرح جنہیں نہ کسی انسان نے چھوا ہے نہ کسی جن نے ان کی باتیں شیریں
ہیں ان کا قد خوبصورت اور ان کے بال حسین ہیں وہ بڑی قدر و قیمت والی ہیں ان کا برتن پاک
ہے ان کی شکل و صورت بے حد حسین ہے۔ اور ان کے اخلاق بہت پیارے ہیں ان کے زیور
چمکدار اور کپڑے بہت اعلیٰ ہیں وہ بہت محبت کرنے والی ہیں اور ان میں تنگ کرنے کا مادہ ہی
نہیں۔ وہ تیرے سوا کسی پر نظر ڈالنے والی نہیں ہیں وہ تجھ سے محبت کرنے والی اور تیری ہر
خواہش کو پورا کرنے والی ہیں اگر ان میں سے کسی کا ناخن دنیا میں ظاہر ہو جائے تو چودھویں

رات کا چاند اپنی روشنی کھو دے۔ وہ اگر رات کے وقت اپنا کنگن دنیا پر کھول دیں تو دنیا بھر سے
اندھیرا بھاگ جائے اگر وہ اپنی کلائی دنیا پر ظاہر کر دیں تو پوری مخلوق ان کے عشق میں مبتلا ہو
جائے۔ اگر وہ آسمان و زمین کے درمیان جھانک کر دیکھ لیں تو ان دونوں کے درمیان خوشبو
ہی خوشبو پھیل جائے۔ اگر وہ کڑوے سمندر میں تھوک دیں تو وہ میٹھا ہو جائے تو جب بھی
انہیں دیکھے گا تیری نظروں میں ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ کیا کسی عقلمند سے یہ توقع کی
جاسکتی ہے کہ وہ ایسی حسین مخلوق کے بارے میں سنے اور پھر گھر بیٹھا رہے۔

اے جہاد سے غافل انسان! یہ بھی تو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے کہ تیری
اپنی دنیاوی بیوی سے جدائی یقینی ہے بلکہ یوں سمجھ کہ یہ جدائی ہو چکی ہے [کیونکہ موت کا
وقت مقرر ہے] اگر وہ نیک عورت ہے تو جنت جیسی خوبصورت جگہ پر تم ضرور جمع ہو جاؤ
گے وہاں تم اسے حور عین سے بھی زیادہ خوبصورت پاؤ گے اور اس میں سے وہ عادتیں اور
چیزیں زائل ہو چکی ہوں گی جو تمہیں ناپسند ہیں وہاں اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لائق ہوگا
اور وہ پاکدامن کنواری اور حیض و نفاس سے پاک، کالی آنکھوں والی اور سدا بہار حسن والی
ہوگی۔ اس کا تمام تر ٹیڑھا پن ختم ہو جائے گا اور اس کا نور اور جمال بڑھ جائے گا اور وہ حسن
و جمال اور نور میں حور عین سے بھی بڑھ کر ہوگی۔

اس لئے تم آج اللہ کی رضا کی خاطر اسے چھوڑ کر جہاد میں نکل پڑو۔ اللہ تعالیٰ وہ
تمہیں بہترین شکل میں لوٹا دیگا۔ بشرطیکہ وہ جنت کی مستحق ہوئی۔

آخری بات یہ ہے کہ [اے مسلمان بھائیو!] تمہیں جہاد سے دنیا کی کوئی بھی چیز
غافل نہ کرنے پائے یہ دنیا رہنے کی یا آپس میں ملنے اور کچھ جمع کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں
جو آج ہنستا ہے اسے کل رونا پڑتا ہے یہاں کی خوشیوں کے پیچھے غم چھپے ہوئے ہیں یہ دنیا بے
وفائی، مصیبتوں اور تھکاوٹوں کا گھر ہے جو اسے پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے دھوکے اور
جال میں پھنس جاتا ہے اور اس دنیا کی مصیبتیں اس پر چھا جاتی ہیں اور پھر وہ پچھتاتا ہے اور

آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون برساتا ہے۔

[اے مسلمانو!]اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے کہ دنیا کی گرفت تم پر مضبوط ہو جائے خود کو اس کی قید سے چھڑالو اور توفیق اور سعادت مندی کے راستے [جہاد فی سبیل اللہ] کو اختیار کرو۔ کیا پتہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی عظیم نعمت عطاء فرمادے۔ کوشش کرو کہ کوئی بھی چیز تمہارے لئے اس راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ یاد رکھو عقلمند اور سیدھے راستے پر چلنے والا اور مضبوط عزم والا شخص وہی ہے جسے جہاد میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا ہو۔ لیکن جو سستی اور دنیا کے دھوکے میں غرق ہو جاتا ہے اس کے قدم جہاد سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ پچھتاتا ہے مگر اس کا پچھتانا اسے کچھ کام نہیں آتا اور جب شہداء جنت کے اونچے بالاخانوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ پیچھے حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ. (الاحزاب۔۴) اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (آل عمران۔۱۷۳)

[آپ نے آٹھویں صدی ہجری کے ایک ایسے عظیم شخص کی دعوت جہاد سنی جو خود ایک بڑے عالم اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے اور نویں ہجری کے شروع میں وہ مسلمانوں کے ایک لشکر کی کمان کرتے ہوئے میدان جہاد میں شہید ہوئے علم و عمل کے اس پیکر کے دل سے نکلی ہوئی دعوت نے یقیناً آپ کے دل و دماغ پر دستک دی ہو گی اور آپ کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے جھنجوڑا ہو گا۔ مصنف کا مقصد ہر گز یہ نہیں ہے کہ بیوی بچوں سے محبت نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے کہ رشتے دار اور دوست احباب ہمیشہ بے وفا ہوتے ہیں البتہ مصنفؒ نے یہ بات سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ حقیقی مسلمان وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال و جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو آڑ نہیں بننے دیتا چونکہ عام طور پر بیوی بچے

اور مکان و دکان اور دنیا میں رہنے اور عہدے پانے کا شوق ہی جہاد کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے اس لئے انہوں نے ان تمام چیزوں کی وہ حقیقت بھی بیان فرمادی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور انسان زندگی بھر اللہ کی غلامی چھوڑ کر ان چیزوں کی غلامی کرتے کرتے مر جاتا ہے۔ اور دنیا میں بھی گھاٹا پاتا ہے اور آخرت کے لئے بھی کچھ نہیں کماتا۔ یہ بات یقینی ہے اور تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں کہ مصنف کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہت بہتر تھا اس زمانے میں بھی اگرچہ مختلف مسلمان حکمران ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان تھے مگر پھر بھی عمومی حالات اتنے دردناک نہ تھے جتنے آج ہیں اس زمانے میں مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کا اقتدار تھا، مسلمان حکمران دنیا کے اکثر کفار سے جزیہ وصول کر رہے تھے۔

کسی نہ کسی درجے میں بلکہ آج کے اعتبار سے تو بہت اچھے درجے میں اسلام بھی نافذ تھا اور دنیا میں کہیں پر بھی مسلمان مظلوم و مجبور نہیں تھے گویا کہ وہ ایسا دور تھا جب جہاد عام طور پر فرض کفایہ کے درجے میں رہتا ہے۔ ایسے حالات میں عام طور پر لوگوں کے جہاد میں نکلنے کی دو ہی وجہیں ہوتی تھیں۔ ایک تو اسلام کو دنیا کے آخری کونے تک نافذ کرنے کا عزم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اونچے مراتب حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ۔ اور دوسرا اپنے گناہوں کو بخشوانے اور جہاد کے ذریعے اپنی برائیوں کو معاف کرانے اور جنت پانے کا جذبہ مگر اب جبکہ پندرھویں صدی ہجری کے بھی اٹھارہ سال گزر چکے ہیں حالات بہت زیادہ بدلے ہوئے ہیں۔ آج ہر طرف اسلام بے کس، بے سہارا اور مسلمان ہر طرف مظلوم و مجبور نظر آرہے ہیں دنیا میں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں بھی اسلام پر دردناک مظالم ڈھائے جارہے ہیں اور نام کے مسلمان حکمران منافقین سے بدتر کردار اپنا کر سیکولرازم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ مکہ، مدینہ اور حجاز کے زمینی خزانوں کی دولت یہود و نصاریٰ کی چاپلوسی میں قربان کی جارہی ہے اور اب ان مقدس مقامات کو کافروں کے

ہاتھوں میں یرغمال بنا دیا گیا ہے۔ ترکوں جیسی اسلام کی خادم قوم کے حکمرانوں نے مسلمانوں کی بیٹی کے سر سے دوپٹہ تک چھین لیا ہے اور وہ ترکی کو یورپ جیسا بیت الخلاء بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مسجد اقصیٰ اپنی غلامی اور مظلومیت کے پچاس سالوں کا مسلسل حساب مانگ رہی ہے مگر اسے کہیں سے کوئی جواب سنائی نہیں دے رہا۔ افغانستان، وسطی ایشیا، بوسنیا، کوسوو اور فلسطین کی زمین ان لاشوں پر سے پردہ اٹھا رہی ہے جو امت مسلمہ کی غفلت کی وجہ سے کفن اور نماز جنازہ کو ترستی ترستی اب ہڈیوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ وہ پکار پکار کر اپنے لہو کا حساب مانگ رہی ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے درندہ ذہن قلمکار حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات اور اسلام پر اپنے گندے ذہن کے چھینٹے پھینک کر بھی آزاد پھر رہے ہیں جبکہ ناموس رسالت کے محافظ اپنے پاک نبی ﷺ کی بے حرمتی کا بدلہ لینے سے بھی قاصر ہیں حالانکہ ان کی تعداد اب ڈیڑھ ارب کے قریب ہے اور تو اور مسلمان اپنے ملکوں میں بھی کافروں کی غلامی کرنے اور ان کے بوٹ صاف کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ کی قسم امت مسلمہ آج ان دردناک حالات سے گزر رہی ہے جسے سوچ کر ذہن پھٹنے لگتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ آج چاروں طرف سے اسلام کو نشانے لے کر مارا جا رہا ہے۔ جبکہ اسلام کے محافظ مسلمان اندرونی اور بیرونی طور پر غلامی در غلامی کے رسوں میں جکڑے ہوئے بے بسی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔

آج اگر اعمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارا زمانہ مصنفؒ کے زمانے کی بنسبت بہت زیادہ انحطاط کا شکار ہے اور ہر طرف گناہ ہی گناہ پھیلے ہوئے ہیں آج جو انسان بچنا بھی چاہتا ہے وہ بھی نہیں بچ سکتا الا من رحم اللہ ۔ سود جیسی لعنت آج ہمارے معاشرے میں خون کی طرح دوڑ رہی ہے اگر سارے گناہوں کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو ہماری تباہی کے لئے صرف یہی سود کا گناہ ہی کافی ہے فحاشی اور عریانی کا سیلاب آج عزتوں۔ حرمتوں اور انسانی قدروں کو بہا کر لے جا رہا ہے۔ اور یورپ کے ننگے شکاری اس سیلاب کا رخ ہماری طرف

پوری طرح موڑ چکے ہیں یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ آج ہم اپنے اصل راستے سے ہٹ چکے ہیں۔ اور ہم اپنی طاقت اور قوت کھو چکے ہیں۔ اور آج ہم خود اپنے فیصلے نہیں کرتے بلکہ ہمارے فیصلے ہمارے دشمن کرتے ہیں اور ہم ان کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونے کی طرح بن کر رہ گئے ہیں۔ ایسے وقت میں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف لوٹنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے یہ بات ہمیں آسانی سے سمجھ آسکتی ہے بشرطیکہ ہم دل کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کریں اور اخلاص کے ساتھ قرآن مجید میں اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کریں۔

آج عرب و عجم کے مسلمانوں کی آزادی کا واحد راستہ جہاد ہے آج مسجد اقصیٰ کی خلاصی کا واحد راستہ جہاد ہے آج اسلام کو نافذ کرنے کا واحد راستہ جہاد ہے۔

کل تک ہمارے لئے جہاد کے دروازے بھی بند کر دیے گئے تھے تاکہ ہم اپنی چھینی ہوئی عزت و عظمت کو واپس نہ لے سکیں مگر آج الحمد للہ لاکھوں شہداء نے اپنا قیمتی خون پیش کر کے مسلمانوں کے لئے جہاد کے بند راستے کھول دیے ہیں اور پہلی مرتبہ ایک مجاہد حکمران "ملا محمد عمر صاحب" نے دنیا کے پورے نظام کو مسترد کر کے اسلام کا ڈنکا بجا دیا ہے۔

آج کے ان حالات میں جہاد ہمارے لئے سانس لینے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

یاد رکھئے جہاد اور صرف جہاد ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور ہماری بخشش کا بھی ذریعہ ہے۔ مگر اس کے لئے تھوڑی سی ہمت اور مردانہ عزم کی ضرورت ہے۔ شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا راستہ دکھا دیا ہے اب دیر مت کیجئے۔ کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں مگر ان پر نہ زمین روتی ہے اور نہ آسمان۔

دوسرا باب

جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں [ابتدا میں اس باب کی مناسبت سے کچھ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیے]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(١) لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً. وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء۔۹۵۔۹۶)

جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(٢) وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا. (النساء۔۷۴)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(٣) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ. وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ. يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ. (التوبہ۔۲۰۔۲۱۔۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمت ہائے جاویدانی ہیں (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(٤) إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهِ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں (یہ) اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قران میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پھر تم خوشیاں مناؤ اس معاملے (خرید وفروخت) پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ. (محمد۔۷)

اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(۶) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. (الحجرات ۱۵)

ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر پھر وہ شبہے میں نہیں پڑے اور وہ لڑے اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان سے یہی لوگ سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز (تمہیں دے گا)

كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ. (الصف۔۱۰۔۱۴)

جس کو تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی اور آپ ایمان والوں کو بشارت دے دیجئے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں میرا (تم میں سے) کون مددگار ہے؟ وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے پس ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت دی پس وہ غالب ہوگئے۔

اس بارے میں آیات بہت زیادہ ہیں اور جہاد کے فضائل بے شمار ہیں اب میں [مصنفؒ] مختلف فصلوں میں جس قدر آسان ہوا ان فضائل کو بیان کرتا ہوں۔

فصل

ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے] ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆اسی طرح حضرت ابو قتادہؓ کی روایت میں بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس میں جہاد کا تذکرہ فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔(ابوداؤد)

☆حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں چہرہ تھکانے اور پاؤں خاک آلود کرنے جیسا کوئی عمل نہیں ہے جس سے جنت کے درجات کو حاصل کیا جاسکے۔(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز کے بعد جہاد ہی کو سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔(السنن الکبریٰ)

فصل

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ سوال کیا گیا کہ اسکے بعد کونسا عمل [سب سے افضل ہے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا کہ اسکے بعد کون سا عمل [سب سے افضل ہے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج مبرور۔(بخاری۔مسلم)

فائدہ۔اس حدیث شریف میں جہاد کو دیگر تمام اعمال [مثلاً فرض نماز اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ] سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے یہ دراصل اس وقت ہے جب جہاد فرض عین ہو جائے جبکہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ اس شخص کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے جس کے والدین نہ ہوں یا

انہوں نے اسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دی ہو۔

☆حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ وحدہ پر ایمان لانا پھر جہاد کرنا پھر حج مبرور، مشرق سے مغرب کے درمیان کے تمام اعمال سے افضل ہے۔(مسند احمد)

یعنی ایمان اور جہاد کے علاوہ باقی تمام اعمال سے حج افضل ہے۔

☆حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنے مالک کو پسند ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو۔(بخاری۔مسلم)

☆حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے۔[یہ سنکر] ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے [جہاد] میں مارا گیا تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں [تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے]۔(مسلم)

فصل

ایمان، جہاد اور حج تمام اعمال سے افضل ہیں

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو ایسا جہاد جس میں مال غنیمت کی چوری نہ ہو اور حج

مبرور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں۔ (موارد الظمآن)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کے راستے میں جہاد کرنا اور حج مبرور، جب وہ شخص واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، نرم برتاؤ کرنا، اور اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ پھر جب وہ شخص واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جس چیز کا فیصلہ فرمادے تو تم اس پر اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہ کرو [بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش رہو]۔ (مسند احمد)

فصل

جہاد اذان دینے سے افضل ہے

☆ حضرت سعد سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں اذان دیتے تھے پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اذان دی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ نے اذان دینا چھوڑ دی [اور جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال کیا وجہ ہے کہ آپ نے اب اذان چھوڑ دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال تک اذان دی پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کے وصال تک اذان دی کیونکہ انہوں نے مجھے آزاد کرایا تھا اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال میں جہاد سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت بلال جہاد کے

لئے نکل کھڑے ہوئے۔ (ابو یعلی۔ ابن ابی شیبہ)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے ہی میں اذان ترک فرمادی اور جہاد کے لئے روانہ ہوگئے اور انہوں نے اسی مذکورہ بالا حدیث کو بطور دلیل کے پیش فرمایا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان ترک فرما کر مدینہ منورہ سے ملک شام جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا ۲۶ ہجری میں انتقال ہوا دمشق میں باب کیسان نامی جگہ پر مدفون ہوئے یہ واقدی کی روایت ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ حلب میں ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص کہنے لگے میں تو اسلام لانے کے بعد سب اعمال کی بنسبت حجاج کرام کو پانی پلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں ایک دوسرے صاحب کہنے لگے میں تو اسلام کے بعد دوسرے اعمال کی بنسبت مسجد حرام کو آباد رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک اور صاحب نے کہا تم دونوں کی بات درست نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ان سب اعمال سے افضل ہے جن کا تذکرہ تم نے کیا ہے [یہ گفتگو جاری تھی کہ] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو تنبیہ فرمائی کہ آج جمعہ کا دن ہے آپ لوگ منبر رسول ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں البتہ جمعہ کی نماز کے بعد میں تمہارے اس مسئلے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے دریافت کروں گا اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

(۱) اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ — کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (التوبہ ۱۹)

آباد رکھنے کو اس شخص (کے عمل) کے برابر قرار دے دیا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہو یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دیتے ظالموں کو۔

[یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے تمام اعمال سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے]

فصل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے

☆حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر عمل جہاد ہے۔(ابن عساکر)

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ [حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ مومن کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اب مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بلال میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری حرمت اور حق کا خیال رکھو میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب ہے [یعنی مجھے اس وقت آپ جیسے رفقاء کی ضرورت ہے] یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قیام کرنا قبول فرمالیا پھر جب

حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے بھی حضرت بلال سے وہی گفتگو فرمائی جو حضرت ابو بکرؓ نے فرمائی تھی مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے بلال پھر میں کسے آپ کی جگہ مقرر کروں حضرت بلالؓ نے فرمایا حضرت سعد کو۔ کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسجد قبا کے مؤذن رہ چکے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے اذان کا کام حضرت سعد اور ان کی اولاد کے سپرد فرمادیا۔(طبرانی)

☆حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار بن جائے اور مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھ سے محفوظ ہو جائیں انہوں نے دریافت کیا کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان لانا [یعنی یقین رکھنا]۔ انہوں نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو انہوں نے پوچھا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت۔ انہوں نے پوچھا کہ ہجرت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت یہ ہے کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو انہوں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد۔ انہوں نے پوچھا کہ جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد یہ ہے کہ جب تمہارا کفار سے سامنا ہو تو تم ان سے لڑو انہوں نے پوچھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ تمہارے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور تمہارا خون بہا دیا جائے۔ [یعنی تم بھی شہید ہو جاؤ اور تمہاری سواری بھی کام آجائے]۔(مسند احمد)

☆ایسی ہی ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ جہاد کیا ہے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑو اور نہ ہی بزدلی دکھاؤ اور نہ مال غنیمت میں چوری کرو۔(بیہقی فی شعب الایمان)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو کس طرح سے اسلام کے نچوڑ کے نچوڑ کا نچوڑ بتایا اور پھر جہاد کا نچوڑ آپ ﷺ نے شہادت کو قرار دیا اور اسے جہاد کی بہترین قسم قرار دیا۔

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم [عورتیں] جہاد کو تمام اعمال سے افضل سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد میں نہ نکلیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

☆ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں تو قرآن مجید میں جہاد سے زیادہ افضل عمل اور کوئی نہیں پاتی تو ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ کیا کریں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (ابن عساکر)

☆حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (نسائی)

☆حضرت ام سلمہؓ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتی ہیں کہ حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

[ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں خواتین اسلام عموماً اور ازواج مطہرات امہات المومنین خصوصاً یہ سمجھتی تھیں کہ جہاد تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے چنانچہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت بھی مانگتی تھیں۔ جس پر انہیں بتایا گیا کہ تمہارے لئے حج افضل ترین جہاد ہے مگر خاص مواقع پر خاص کاموں کے لئے خواتین کو جہاد میں شریک کیا گیا جس کے واقعات آگے آئیں گے اللہ کرے اس زمانے کی مسلمان خواتین بھی اپنے اندر ایسا ہی جذبہ جہاد پیدا کریں اور اپنے خاوندوں، بھائیوں اور

بیٹوں کو ترغیب دیکر میدان میں نکالیں اور اجر عظیم کی مستحق بنیں]۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان سے اس وقت حاضری کی اجازت مانگی جب وہ سخت بیمار تھے جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے کہا تم لوگ میرے پاس اس وقت آئے ہو جب میں دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جا رہا ہوں میں نے اپنے اعمال پر غور کیا تو مجھے [بخشش کے لئے] سب سے زیادہ امید والا اپنا عمل وہ جنگ نظر آتی ہے جو میں نے اللہ کے راستے میں لڑی اس وقت جب میرے پاس یہ چیزیں [حکومت وغیرہ] نہیں تھیں [میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ] تم لوگ ہم حکمرانوں کے دروازوں کے چکر کاٹنے سے خود کو بچاؤ۔ (ابن عساکر)

مصنف فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروانؒ علماء تابعین میں سے تھے جب ان کی عمر سولہ سال تھی تو حضرت معاویہؓ نے انہیں مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تھا اس وقت انہوں نے ایک سمندری جہاد کی قیادت کی تھی۔

محمد بن فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ آپ نے [مرنے کے بعد] کس عمل کو سب سے زیادہ افضل پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہی عمل جس میں میں مصروف رہا۔ میں نے پوچھا کیا جہاد اور رباط کو؟ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمانے لگے اللہ نے مجھے بخشش ہی بخشش عطاء فرمائی۔

فضل بن زیادؒ کہتے ہیں کہ ایک بار امام احمدؒ بن حنبل کے سامنے جہاد کا تذکرہ آیا تو آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ نیکیوں میں جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ کسی اور نے امام احمدؒ بن حنبل کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں آپ نے فرمایا دشمن کے ساتھ لڑنے کے برابر کوئی عمل نہیں ہے جہاد میں نکلنا ہی سب سے افضل عمل ہے وہ لوگ جو دشمنوں سے لڑتے ہیں وہی اسلام اور اس کی عزت کے محافظ ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے زیادہ افضل عمل کس کا ہو

سکتا ہے جو دوسروں کے امن کی خاطر خود خوف کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی رونقوں [اور لذتوں] کو قربان کرتے ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ)

فصل

جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے چند صحابی بیٹھے ہوئے تھے تو ہم آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اسی میں لگ جائیں اس پر قرآن مجید کی یہ آیات آخر سورہ تک نازل ہوئیں:۔

(۱) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (الصف۔ ۱۔۲۔۳۔۴)

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ (ترمذی۔ بیہقی۔ حاکم)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے آپس میں بات کی کہ اگر ہمیں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جاتا (تو ہم اس میں لگ جاتے) اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:۔

(۲) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (الصف۔ ۱۰۔۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

[یعنی ان آیات میں بتایا گیا کہ جہاد سب سے افضل عمل اور بہترین تجارت ہے مگر جہاد کا یہ حکم] بعض لوگوں پر گراں گزرا تو اسی سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

(۳) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (الصف۔ ۲۔۳۔۴)

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اسکے راستے میں اسطرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

[یعنی یہ بات سمجھادی گئی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس محبوب عمل کی تلاش میں تھے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے]۔

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں۔ یعنی بہت

وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً . وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء ۹۵-۹۶)

سے درجے جو اللہ کی طرف سے (انہیں) ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے [اے اللہ کے رسول] لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن جو اپنی جان ومال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو، انہوں نے پوچھا [ان کے بعد] پھر کون سب سے افضل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ رہ کر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (بخاری۔ مسلم)

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہو گیا کہ جہاد خلوت اور تنہائی میں عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:۔

(۲) لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کریں۔

(نساء ۹۵)

اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے یہ بلندی وہی شخص پائے گا جو مسلمانوں میں سب سے افضل ہو گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

فصل

جہاد خلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

پیچھے بخاری شریف کے حوالے سے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے مجاہد کو سب سے افضل قرار دیا اور عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے والے کا تذکرہ اس کے بعد فرمایا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ کیا میں تمہیں اس کے بعد بہترین شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اپنی بکریاں لے کر لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو نماز قائم رکھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور بغیر شرک کئے اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی ایک ایسی گھاٹی پر سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا وہ فرمانے لگے کہ اگر میں لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں [تو کتنا اچھا رہے گا] پھر فرمانے لگے کہ میں ہر گز یہ کام نہیں کروں گا۔ جب تک حضور اکرم ﷺ سے اجازت نہ لے لوں چنانچہ انہوں نے اس بات کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو اس لئے کہ تم میں سے ایک شخص کا اللہ کے راستے [جہاد] میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل فرمادے؟ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر قتال کرے جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دوبارہ دودھ آجاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (ترمذی)

فائدہ۔ اس حدیث شریف میں فواق ناقتہ کے الفاظ آئے ہیں۔ فواق کے معنی یہ ہیں کہ اونٹنی کا تھوڑا سا دودھ نکال کر کچھ وقفہ کیا جاتا ہے اور اس کے بچے کو اس پر چھوڑا جاتا ہے تاکہ دودھ تھنوں میں آجائے یہ بہت معمولی سا وقفہ ہوتا ہے۔ [پس جو شخص اتنی دیر بھی کافروں سے لڑے گا حدیث شریف کی بشارت کے مطابق اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی] بعض علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ فواق سے مراد وہ وقفہ ہے جو دودھ نکالتے وقت ہاتھ کے کھولنے اور دبانے کے درمیان ہوتا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جہاد میں نکلنا اور جہاد میں لگے رہنا عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔

غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے کہ ایک صحابی جو حقیقت میں اپنی خلوت اور عبادت کا حق ادا کر سکتے تھے اور ان کی روزی بھی بالکل حلال تھی جب انہیں رسول کریم ﷺ نے جہاد چھوڑ کر عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی تو ہم جیسے لوگوں کے لئے جہاد چھوڑنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے اعمال بھی کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں اور ہمارے گناہ بے شمار ہیں اور ہمارے اعضاء نافرمان اور نفس ہم پر غالب ہے۔ ہماری روزی مشکوک اور ہماری نیتیں اخلاص سے عاری ہیں۔

یاد رکھئے وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ جہاد کی توفیق عطاء فرمائے اور جہاد کو اس کے لئے آسان فرمادے اور وہ شخص بدنصیب ہے جو دنیا کی محبت اور موت کے ڈر سے جہاد چھوڑ کر گھاٹے اور نقصان میں پڑ جائے۔

☆ حضرت عسعس بن سلامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے کہ آپ نے اپنے رفقاء میں سے ایک شخص کو نہ پایا [جب انہیں ڈھونڈ کر لایا گیا تو] وہ کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی پہاڑی پر خلوت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ایسا نہ کرو اور نہ کوئی اور تم میں سے ایسا کرے۔ اسلام کے معرکوں میں سے کسی معرکے میں تمہارا ایک گھڑی ڈٹ کر لڑنا تنہائی میں چالیس سال کی عبادت سے

افضل ہے۔ (بیہقی)

محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ۱۷۷ھ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے مجھے طرسوس [کے محاذ پر] کچھ اشعار لکھوائے اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ اشعار مکہ پہنچ کر حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

يا عابد الحرمين لو ابصرتنا ۔۔۔ لعلمت انك فى العبادة تلعب

اے حرمین شریفین کے عابد اگر آپ ہم مجاہدین کو دیکھ لیں ۔۔۔ تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے ساتھ کھیل رہے ہیں

من كان يخضب خده بدموعه ۔۔۔ فنحورنا بدمائنا تتخضب

اگر آپ کے آنسو آپ کے رخساروں کو تر کرتے ہیں ۔۔۔ تو ہماری گردنیں ہمارے خون سے رنگین ہوتی ہیں

او كان يتعب خيله فى باطل ۔۔۔ فخيولنا يوم الصبيحة تتعب

اور لوگوں کے گھوڑے فضول کاموں میں تھکتے ہیں ۔۔۔ مگر ہمارے گھوڑے تو حملے کے دن تھکتے ہیں

ريح العبير لكم ونحن عبيرنا ۔۔۔ رهج السنابك والغبار الاطيب

عنبر و زعفران کی خوشبو آپ کو مبارک ہو جبکہ ہماری خوشبو تو ۔۔۔ گھوڑے کے کھروں سے اڑنے والی مٹی اور اللہ کے راستے کا پاک غبار ہے

ولقد اتانا من مقال نبينا ۔۔۔ قول صحيح صادق لايكذب

ہم آپکو اپنے نبی ﷺ کا ایک فرمان سناتے ہیں ۔۔۔ ایسا فرمان جو بلا شبہ درست اور سچا ہے

لا يستوى وغبار خيل الله فى ۔۔۔ انف امرى ودخان نار تلهب

جمع نہیں ہو سکتی اللہ کے راستے کی مٹی ۔۔۔ اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کسی شخص کی ناک میں

هذا كتاب الله ينطق بيننا ۔۔۔ ليس الشهيد بميت لايكذب

یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان اعلان فرمارہی ہے کہ

شہید مردہ نہیں ہوتا یہ فرمان بلاشبہ سچا ہے۔

محمد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط حضرت فضیل کو پہنچادیا انہوں نے جب پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا ابو عبدالرحمٰن [عبداللہ بن مبارک] نے بالکل سچی بات فرمائی اور مجھے نصیحت کی۔

اس بارے میں کچھ احادیث انشاء اللہ اگلی فصل میں بھی آئیں گی۔

[حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان اشعار میں مجاہد کی فضیلت کو قرآن وسنت کے دلائل سے بیان فرمایا کہ مجاہد کی زندگی اور مجاہد کی موت دونوں ایک عابد کی زندگی اور موت سے افضل ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض جو بہت بڑے محدث اور عابد وزاہد تھے اور دن رات کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں عبادت کرتے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے دلائل اور موقف کو تسلیم فرمایا اور غصے میں آنے کی بجائے ان کا شکریہ ادا کیا اور خط لانے والے کو بطور انعام ایک ایسی حدیث لکھوائی جس میں مجاہد کی فضیلت کا بیان ہے]۔

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سے سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے

رکھے یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے۔ اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد [کے نمبر پر] ہے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو، زکوۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو۔ [پھر آپ ﷺ نے فرمایا] کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے برا شخص کون ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جو دوسروں سے تو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے۔ لیکن جب خود اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جاتا ہے تو وہ نہیں دیتا۔ [یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے برا شخص وہ ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اسے دیا نہیں جاتا یعنی اس نے اللہ کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں] (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تبوک والے سال لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے [دوران خطبہ] ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے اور برا شخص کون؟ بلاشبہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے اور لوگوں میں برا اور فاسق شخص وہ ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا۔ (نسائی۔ بیہقی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجاہدین کو تکلیف پہنچانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہد کو تکلیف پہنچانے پر اسی طرح غصے ہوتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کو تکلیف پہنچانے پر اور اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتا ہے۔ جس طرح رسولوں اور نبیوں کی دعاؤں کو اور سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے کسی ایسے شخص پر جو اللہ کے نزدیک مجاہد سے زیادہ معزز ہو [یعنی روئے زمین پر مجاہد سے زیادہ اللہ

کے نزدیک کوئی شخص معزز نہیں ہے]۔ (شفاء الصدور۔ ابن عساکر)

فصل

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک مالدار شخص تھا اس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام کو پہنچ سکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا! تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا چھ ہزار دینار۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سارا مال بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کردے تب بھی تو مجاہد کے جوتے کے تسمے کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆[اسی طرح] ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل [کے مقام] تک پہنچ سکوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر تو رات کو قیام کرے اور دن کو روزے رکھے تب بھی تو مجاہد کی نیند کے مقام کو نہیں پاسکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے مگر ابن عساکر نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

☆ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول دوسرے لوگ جہاد کر رہے ہیں جب کہ مجھے کسی چیز [یعنی عذر] نے روک رکھا ہے آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جسے ادا کر کے میں بھی ان جہاد کرنے والوں کے مقام کو پالوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم رات بھر قیام کی طاقت رکھتے ہو اس نے کہا میں مشقت کے ساتھ یہ کرلوں گا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم دن کو روزہ رکھنے

کی استطاعت رکھتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا پوری رات نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا ان [مجاہدین] میں سے ایک کے سونے جیسا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول مرسلا)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: کیا تم اس بات کی قوت رکھتے ہو کہ پوری زندگی نماز پڑھتے رہو اور نہ تھکو، روزے رکھتے رہو اور ناغہ نہ کرو۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اے ابو ہریرہ اس بات کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجاہد کا نیند کرنا اس سے بھی افضل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن قرینے اور اگلی حدیث سے اس کے مرفوع ہونے کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں۔

[غور کیجئے] جب مجاہدین میں سے سونے والوں کا یہ مقام ہے تو ان کے راتوں کو قیام کرنے والے کا مقام کیا ہوگا جب ان کے غافل کا یہ رتبہ ہے تو ان کے عامل کا رتبہ کیا ہوگا جب ان کے جوتے کے تسمے کی یہ قدر و قیمت ہے تو ان کے بڑے اعمال کا اجر کتنا ہوگا بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کھلم کھلا فضل ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے محنتی لوگوں کو کمر کس لینی چاہئے اور سست اور عاجز لوگوں کو اس سے محرومی پر رونا چاہئے اور جہاد کے سوا دوسرے کاموں میں اپنی عمر ضائع کرنے والوں کو غمگین ہونا چاہئے۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال ----- اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے ----- رات کو قیام، دن کو روزے اور خشوع سے رکوع، سجدے کرنے والے جیسی ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔

☆ابن حبان نے ایک روایت اپنے استاذ عمر بن سعید بن سنان سے نقل کی ہے یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اسی سال تک جہاد اور میدان جہاد کی پہرے داری اس حال میں فرمائی کہ رات کو قیام فرماتے تھے اور دن کو روزے رکھتے تھے۔

☆ یہ روایت اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس نمازی اور روزے دار جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد کو اجر یا غنیمت دیکر واپس لوٹا دے یا اسے موت دیکر جنت میں داخل فرمادے۔ (موارد الظمآن)

سعید بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک بار سونا ایسے ستر حج کرنے سے افضل ہے جن کے پیچھے ستر عمرے ہوں۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں کھانے والا غیر جہاد میں پوری زندگی روزے رکھنے والے جیسا ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

روزے، نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پاسکتا

☆ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسنے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرا شوہر جہاد میں چلا گیا ہے میں نماز اور دوسری عبادات میں اس کی پیروی کیا کرتی تھی آپ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو میں ان کے آنے تک کرتی رہوں اور اس عمل کے ذریعے میں ان کے مقام کو

پالوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم ایسی استطاعت رکھتی ہو کہ مستقل نوافل پڑھتی رہو اور روزے رکھتی رہو اور بغیر تھکے [اور وقفہ کئے] اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہو وہ خاتون کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسول اس کی تو میں طاقت نہیں رکھتی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں اس کی طاقت دے بھی دی جائے تب بھی تم اس کے عمل [جہاد] کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ (مسند احمد)

فصل

مجاہد کے لئے جنت کے سو درجات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً. وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء۔۹۵۔۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں یعنی بہت سے درجے جو اللہ کی طرف سے انہیں ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اسنے نماز کو قائم رکھا زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے [یعنی اس نے خود اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ] وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس شخص نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتا نہ دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار فرمائے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا

فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین میں۔ اور جب تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو۔ کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو سچا دین اور حضور اکرم ﷺ کو نبی ماننے پر راضی رہا تو جنت اس کے لئے واجب ہوگئی، یہ بات حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو بھلی لگی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ بات دوبارہ ارشاد فرمایئے آپ ﷺ نے دوبارہ وہی بات دہرائی اور پھر ارشاد فرمایا: ایک اور عمل ایسا ہے جس کے کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سو درجے عطا فرماتے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان۔ حضرت ابو سعیدؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون سا عمل ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد۔

فصل

اس امت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے:

وہ ایمان والے جن کی جان ومال کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے خرید لیا ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ. (التوبہ۔ ۱۱۲) — توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمایئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں تمہیں اللہ سے ڈرنے [یعنی تقویٰ اختیار کرنے] کی وصیت

کرتا ہوں کیونکہ یہ پورے دین کا سر [یعنی اصل] ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو لازم پکڑو بے شک یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ بنے گا۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتایئے آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ دل کو مردہ اور چہرے کو بے نور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے کچھ اور بتایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ وہ میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے سے [مال وصحت میں] نیچے والے کو دیکھو اور اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو۔ (احمد۔ طبرانی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ موارد الظمآن)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ کو مضبوط پکڑو کیونکہ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ وہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اللہ کی پابندی کرو۔ بے شک وہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر تذکرے کا سبب ہے اور اپنی زبان کو خیر کی بات کے علاوہ خاموش رکھو کیونکہ اس کے ذریعے سے تم شیطان پر غالب رہو گے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نیکی کا بتلانے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے اور ہر امت کے لئے ایک رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اے میرے پروردگار میری امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت عطاء فرما۔ (ابن عساکر)

جہاد اس امت کی رہبانیت کس طرح سے ہے؟

[اس بارے میں مصنفؒ نے کئی نفیس اقوال نقل فرمائے ہیں ذیل میں ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے]۔

(۱) امام ابو عبد اللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی رہبانیت یہ تھی کہ وہ دنیا کے تمام مشاغل چھوڑ کر خلوت اختیار کرتے تھے یعنی اپنے نفس کو دنیوی مشاغل سے فارغ کرنے کو رہبانیت سمجھتے تھے جبکہ مجاہد تو اپنے نفس کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے اس طرح سے دنیوی مشاغل تو کیا وہ اللہ کی رضا کے لئے شہید ہو کر دنیا تک کو چھوڑ دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر رہبانیت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح عیسائیوں کے راہب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی دور دراز کی خانقاہوں میں اس لئے خلوت اختیار کرتے ہیں تاکہ ان سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے جبکہ اہل باطل کو ان کے باطل نظریات پر چھوڑ دینا انہیں بڑی ایذاء پہنچانا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے تو اگر رہبانیت کا معنی لوگوں سے ایذاء کو دور کرنا ہے تو پھر جہاد ہی اصل رہبانیت ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے کافروں کو کفر سے، مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے اور مجاہدین کو آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسروں کو ادنی سی تکلیف پہنچانے سے بھی ڈرتا ہے [راہب عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے ڈرنے والا] اور ان راہبوں میں سے یہ نیت [کہ میں کسی کو ادنی تکلیف بھی نہ پہنچاؤں] بہت تھوڑے سے افراد کی ہوتی ہے اس لئے کہ اپنے نفس سرکش کی حقیقت کو سمجھنا ان میں سے انہیں کاملین کے لئے ممکن ہوتا ہے جو تنہائی اور مجاہدات کی بدولت اپنے باطن کی اصلاح کر لیتے ہیں تب انہیں یہ سوجھتا ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنے کی صورت میں ان کے نفس کے شر سے لوگ نہیں

بچ سکیں گے چنانچہ وہ اپنے آپ کو خانقاہوں اور گرجوں میں اسی طرح قید کر لیتے ہیں جس طرح پاگل کتے کو باندھا جاتا ہے۔ چونکہ اصل راہب یہی لوگ ہوتے ہیں اس لئے آج ہزار راہبوں میں کوئی ایک آدھ اصلی راہب ملتا ہے۔

[لیکن مجاہد اصل راہب ہے کیونکہ اس کے جہاد کی برکت سے لوگ طرح طرح کے ظلم اور ایذاء سے نجات پاتے ہیں اور ہر طرح کے ظالمانہ قوانین سے انہیں چھٹکارا ملتا ہے اور کفر و شرک کی غلاظتوں سے وہ محفوظ رہتے ہیں]۔

(۲) راہب کا استعمال اکثر اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو کسی اور سے ڈرتا ہو چنانچہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی عبادت میں خوب محنت کرتا ہے اور مخلوق سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے کہیں اللہ سے غافل نہ کر دے اور کہیں مخلوق سے تعلق اللہ کی ناراضگی اور اس کے در سے دھتکارے جانے کا سبب نہ بن جائے چنانچہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور اسکا یہ کام رہبانیت کہلاتا ہے اس معنی کے اعتبار سے بھی مجاہد اصلی راہب ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کو راضی کرنے کے لئے جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر نکلتا ہے۔ اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ کی زمین پر کافر غالب نہ آجائیں۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف ڈٹ کر لڑتا ہے اسی لئے اس کے عمل یعنی جہاد کو حدیث شریف میں رہبانیت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) رہبانیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ کے ڈر سے مخلوق سے سارے تعلقات توڑ کر آدمی پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جائے اور اپنے نفس کو ہر طرح کی شہوتوں، لذتوں اور مرغوب چیزوں سے دور رکھے اور اسے طرح طرح کی مشقتوں میں ڈال کر مجاہدے کرائے اس اعتبار سے بھی جہاد اصل رہبانیت ہے کیونکہ اس میں بھی نفس کو طرح طرح کی سخت تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے اور اسے قربان کیا جاتا ہے اور اپنی جان بغیر کسی ٹال مٹول کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے

عذاب اور اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے جو رہبانیت کا اصل مقصود ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رہبانیت میں تو صرف نفس پر ان چیزوں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جو اس پر شاق گزرتی ہیں لیکن جہاد میں تو خود نفس کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی قربانی بہت ہی مشکل اور شاق عمل ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ راہب اور مجاہد میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک طرف ایک شخص زندہ رہتے ہوئے کچھ چیزیں چھوڑ دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو فنا کرنے کے لے سخت محنت کر رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ کے راستے میں فنا ہونے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔ یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی یہ نصیب فرما۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے سیاحت کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے جہاد فی سبیل اللہ اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کا عمل عطاء فرمادیا ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا میری امت کی سیاحت ہے۔ (ابوداؤد۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سیاحت زمین میں گھومنے پھرنے، عبرت کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کرنے اور ناپسندیدہ لوگوں سے راہ فرار اختیار کرنے کا نام ہے جبکہ جہاد کو سیاحت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے دنیا سے فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کی طرف چلتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اس لئے وہ اپنی جان پر انصاف کی نظر ڈالتا ہے اور اس کے خریدنے والے [یعنی اللہ تعالیٰ] کو سپرد کرنے کے لئے دنیا کو چھوڑنے کا

عزم کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کتنا بڑا فرق ہے ان دو شخصوں کے درمیان جن میں سے ایک تو اپنے نفس کی تفریح کے لئے گھوم پھر رہا ہے جبکہ دوسرا اس نفس کو قربان کرنے کے لئے محنت کر رہا ہے۔ یقیناً یہی شخص حقیقی سیاح ہے اور یہی وہ کامیاب تاجر ہے جو بہت بڑا نفع کماتا ہے۔

[کیونکہ اپنی حقیر سی جان اللہ تعالیٰ کو دیکر اس کی رضا، جنت کی لازوال نعمت اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے حالانکہ یہ جان بھی اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور موت کا بھی ایک وقت مقرر ہے]۔

فصل

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے

☆حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی کام کی اصل [یعنی اس کا سر]، اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پورے کام [یعنی دین] کا سر [یعنی اصل] اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ (المستدرک۔ مسند احمد۔ ترمذی)

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔ (الطبرانی)

مصنف فرماتے ہیں کہ اسلام کو دین کا سر قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ اسلام کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جس طرح کہ کوئی جسم بغیر سر کے زندہ نہیں رہتا۔ نماز کو دین کے

خیمے کے ستون سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ جس طرح پورے خیمے میں پہلے ستون گاڑا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ستون قائم رہے تو خیمہ قائم رہتا ہے ورنہ گر جاتا ہے یہی حال نماز کا ہے کہ اگر نماز کو قائم رکھا جائے تو دین قائم رہتا ہے ورنہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خیمہ گرمی سردی سے اسی وقت بچاتا ہے جب اس کا ستون قائم ہو یہی حال نماز کا بھی ہے کہ کسی کے اسلام کے سچا ہونے اور اسلام کی وجہ سے خون کے محفوظ ہونے کی نشانی نماز ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو اونٹ کے کوہان کی بلندی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اونٹ میں کوہان ہی اعضاء میں سب سے اونچا ہوتا ہے یہی حال جہاد کا بھی ہے کہ اسلام کے اعمال میں سے کوئی عمل بھی جہاد کے برابر نہیں ہے۔ بلکہ جہاد سب سے بلند اور افضل عمل ہے [جیسا کہ مضبوط دلائل سے بیان کیا جا چکا ہے] یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کون سا عمل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہے۔ (انتہی)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث شریف میں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جس طرح اونٹ پر بیٹھ کر انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح مومن دین کے ذریعے جنت تک پہنچتا ہے پھر اسلام [یعنی کلمہ پڑھنے کو] اونٹ کے سر سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح سے اونٹ کے سر کو چھونا یا دیکھنا آسان ہے اسی طرح کلمہ پڑھنا بھی سب کے لئے ممکن ہے۔ پھر جہاد کو اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی گئی کیونکہ کوہان تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو لوگوں میں زیادہ لمبا یا زیادہ مالدار ہو پس اسی طرح جہاد تک بھی ایمان والوں میں سے صرف وہی پہنچ سکتے ہیں جو ان میں افضل ہوں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو اونٹ کی کوہان سے اس لئے تشبیہ دی ہو کہ جو شخص کوہان پر چڑھ جائے تو پورا اونٹ اور اس کے تمام اعضاء

اس کے نیچے آجاتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص جہاد کرتا ہے وہ بھی اسلام کے تمام اعمال کی فضیلت کو پا لیتا ہے کیونکہ مجاہد کا نیند کرنا، سفر کرنا، مال خرچ کرنا، تھکنا، خوف محسوس کرنا، پیاسا ہونا، بھوکا ہونا سب اجر ہی اجر ہے بلکہ اس کی ایک ایک حرکت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (واللہ اعلم)

فصل

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ. (عنکبوت۔۶۹)

اور جو لوگ ہمارے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے اور اللہ تعالیٰ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کا آپس میں اختلاف ہو چکا ہے تو تم مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ (لنھدینھم) کہ ہم انہیں ضرور ہدایت عطاء فرمائیں گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے یہ ذمے داری لے لی ہے کہ اسے یا تو جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اجر یا غنیمت دیکر واپس اس کے گھر لوٹائے گا بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے [خالص] اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور اسکے وعدوں کی تصدیق کے لئے نکلا ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے

لئے ضمانت دے دی ہے کہ یا تو اسے جنت میں داخل کرے گا اگر وہ کسی بھی طرح مر گیا یا پھر اسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے یہاں تک کہ اسے غنیمت یا اجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر لوٹا دے گا۔ (ابن عساکر)

اس طرح کی احادیث میں اجر یا غنیمت کے لفظ سے یہ وہم نہیں ہونا چاہئے کہ جس آدمی کو مال غنیمت مل گیا اسے اجر نہیں ملے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو خالص اجر کے ساتھ مجاہد کو واپس لوٹائے گا یا کچھ اجر اور کچھ غنیمت دیکر لوٹائے گا۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسے مال غنیمت مل جاتا ہے وہ اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں لے لیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم فرمالی ہے پہلا وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا ہو۔ دوسرا وہ مکاتب [غلام] جو مال اداء کر کے آزادی چاہتا ہو۔ تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق۔ ترمذی۔ ابن حبان)

اس حدیث شریف میں مجاہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا تذکرہ ہے۔ یہ مدد ہر وقت رہتی ہے مجاہد زندہ ہو یا شہید ہو چکا ہو۔ ذیل میں اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ [یہ واقعہ بخاری شریف میں تفصیل کے ساتھ ہے جبکہ یہاں مصنف نے اسے مختصر طور پر نقل کیا ہے]۔

مجاہد کے مال میں برکت کا عجیب و غریب واقعہ

☆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے تو انہوں نے مجھے بلایا تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا انہوں نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہو گا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے

زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے ہمارا مال بیچ کر میرا قرضہ اداء کرنا پھر اگر قرضہ اداء کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اسکا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آجاؤ [اور مشکل میں پڑ جاؤ] تو میرے مولا سے مدد طلب کرنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا تھا کہ مولا سے ان کی مراد کیا ہے۔ [کیونکہ عربی زبان میں مولا کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے]۔ یہاں تک کہ میں نے پوچھا اے ابا جان آپ کا مولا کون ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو میں پکار اٹھا کہ اے زبیر کے مولا زبیر کا قرضہ اداء فرمادے تو اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمادیتے۔ پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکان مدینہ میں دو بصرہ میں ایک مکان کوفہ میں اور ایک مصر میں تھا۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ] اس لئے تھا کہ جب بھی کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زبیرؓ فرمادیتے کہ یہ امانت نہیں ہے بلکہ میرے ذمے قرضہ ہے تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان اداء کر سکوں۔ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خراجی زمین گروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے [بس اسی کا مال غنیمت ان کے پاس تھا] حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا [اسی دوران] حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ سے حضرت حکیم بن حزام ملے اور فرمانے لگے اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم ان سے چھپالی [کیونکہ کچھ قرضہ اداء ہو چکا تھا] میں نے کہا ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت حکیم بن حزام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے انہوں نے فرمایا میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔۔۔۔۔۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرمادیا کہ جس شخص کا حضرت زبیرؓ پر قرضہ ہو وہ غابہ کی زمین پر آکر ہم سے وصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ اداء ہوتا گیا] جب حضرت ابن زبیرؓ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیرؓ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زبیرؓ پر قرضہ ہو آکر ہم سے وصول کر لے چنانچہ حضرت عبداللہؓ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے۔ چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا۔ [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چاروں بیویوں کو دیا گیا تو] ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے۔ [یعنی] ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ دو لاکھ روپے تھا۔ واللہ اعلم۔ (بخاری مختصرا)

☆ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے حج یا عمرہ کیا پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور جس شخص نے

رمضان کے روزے رکھے پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور جس نے جہاد کیا پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن عساکر)

فصل

اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑتے

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو ہمارا امیر بنا کر قریش کے ایک قافلے سے لڑنے کے لئے بھیجا اور ہمیں ایک تھیلا کھجور بطور توشے کے عنایت فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے تھے۔ تو حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم اسے چھوٹے بچوں کی طرح چوس لیتے تھے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے اور یہی ہماری سارے دن کی غذا ہوتی تھی اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ لیتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے یہاں تک کہ ہم ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ اچانک سمندر نے [اللہ تعالیٰ کے حکم سے] ایک بڑے ٹیلے جیسی عنبر نامی مچھلی ساحل پر ہمارے لئے پھینک دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے [پہلے فرمایا] یہ تو مردار ہے پھر فرمایا نہیں نہیں ہم تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اللہ کے راستے میں بھیجے ہوئے لوگ ہیں۔ اس وقت تم لوگ مجبوری کی حالت میں ہو اس لئے اس مچھلی کو کھاؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک اس میں سے کھاتے رہے [ہم نے اس میں سے اس قدر کھایا] کہ ہم موٹے [تازے] ہو گئے ہم لوگ اسکی آنکھ کے اندر سے مٹکے بھر کر تیل نکالتے تھے اور اس کے گوشت میں سے بیل کے برابر ٹکڑا کاٹتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لیکر اس کی آنکھ کے اندر بٹھا دیے۔ اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا پھر سب سے اونچے اونٹ پر ایک آدمی بٹھا کر اس کے نیچے سے

گزارا۔ اور ہم نے اسکا گوشت ابال کر اپنے ساتھ بھی رکھ لیا پھر جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم
نے اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ روزی
تھی جو اللہ تعالیٰ نے خاص تمہارے لئے بھیجی تھی کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ نہیں ہے
جسے ہم تناول کرلیں؟ ہم نے وہ گوشت رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس
میں سے تناول فرمایا۔ (صحیح مسلم)

☆ عبداللہ بن ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جہاد قسطنطنیہ کے دوران ہماری کشتی ٹوٹ
گئی اور موجوں نے ہمیں ایک جزیرے پر ڈال دیا۔ ہم پانچ یا چھ آدمی تھے اللہ تعالیٰ نے وہاں
ہمارے لئے ہماری تعداد کے برابر ایسے پتے اگادیئے جنہیں ہم چوستے تھے تو ہمارے پیٹ بھر
جاتے اور ہم سیراب ہوجاتے تھے جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئے پتے پیدا فرمادیتا۔
یہاں تک کہ ہمیں سواری مل گئی اور ہم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ (ابن عساکر)

چونکہ مجاہدین اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتے ہیں اس لئے مجاہدین کے ساتھ اللہ
تعالیٰ کی ایک بڑی نصرت یہ بھی ہے کہ اللہ ان کی خلاف عادت دعاؤں کو بھی قبول فرما
لیتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ
نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے کا مجاہد، حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ جو
دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔
(ابن ماجہ۔ صحیح ابن حبان)

[یہ حدیث اور بھی کئی کتابوں میں مختلف طریقوں سے آئی ہے مگر ان سب کا
مفہوم ایک ہی ہے]

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد
فرمایا: تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ والد کی دعاء، مظلوم کی دعاء اور

مسافر کی دعاء۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عام مسافر کی دعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے
تو پھر مجاہد کے سفر اور اس کی دعاء کے کیا کہنے؟ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ
تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتے ہیں جس طرح اپنے پیغمبروں کی دعاؤں کو قبول
فرماتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین کا اکرام اور مقام بہت بلند ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ
کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو تکلیف پہنچانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح سے
پیغمبروں کو تکلیف پہنچانے والوں سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح مجاہدین کو تکلیف پہنچانے
والوں سے بھی ناراض ہوتا ہے اور مجاہدین کی دعائیں اسی طرح قبول فرماتا ہے جسطرح
پیغمبروں کی دعائیں (ابن عساکر)

ابو سبرہ نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے [جہاد میں شرکت کے لئے]
آرہے تھے کہ راستے میں ان کا گدھا مر گیا انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء
کی اے میرے پروردگار میں تو دثینہ [نامی مقام] سے محض تیری رضا کی خاطر جہاد کرنے کے
لئے نکلا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ فرمائیں گے اور قبروں سے
مردوں کو اٹھائیں گے آج کے دن آپ مجھے کسی اور کا احسان مند نہ بنائیے میں آپ سے دعاء
کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرمادیجئے ابھی وہ دعاء کر رہے تھے کہ ان کا گدھا کان ہلاتا
ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ (الرسالۃ القشیریہ)

امام بیہقی نے بھی یہی قصہ سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس میں اس شخص کا نام
نباتہ بن یزید بتایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے
کا ہے۔

ابو عبید البسری کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے کہ وہ ایک بار جہاد کے لئے نکلے دوران جہاد

ان کا گھوڑا مر گیا انہوں نے دعاء کی کہ یا اللہ یہ گھوڑا مجھے عاریتاً واپس عطاء فرما دے تا کہ میں بصریٰ [اپنے علاقے] تک واپس جاسکوں چنانچہ گھوڑا زندہ ہو گیا اور بصریٰ پہنچ کر وہ دوبارہ مر گیا۔

☆ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ [اسلام لانے سے پہلے] میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں ایک عورت رہتی تھی وہ ایک بار مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نکلی اور پیچھے بکری کے بارہ بچے اور کپڑا بننے والی ایک کونچ چھوڑ گئی وہ جب واپس آئی تو اس نے بکری کا ایک بچہ اور کونچ کو گم پایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے میرے رب آپ نے جہاد میں نکلنے والوں کی حفاظت کی ضمانت لی ہے جبکہ میرا ایک بکری کا بچہ اور ایک کونچ گم ہو گئے ہیں آپ مجھے یہ دونوں چیزیں واپس کرادیجئے [وہ اسی طرح شدت سے دعاء کرتی رہی چنانچہ اس کی دعاء قبول ہو گئی] اسے گم شدہ چیزیں واپس مل گئیں پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آؤ اگر تم چاہو تو یہ واقعہ خود اس عورت سے پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا نہیں اللہ کے رسول میں تو آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

☆حضرت عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے نکلے ان میں محمد بن منکدر بھی تھے گرمی کا موسم تھا۔ ایک شخص ان میں سے کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے کہ تازہ پنیر کھانے کو ملے۔ محمد بن منکدر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ قادر ہے وہ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ یہ سن کر مجاہدین دعاء کرنے لگے ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے ایک سلی ہوئی ٹوکری دیکھی جب اسے کھولا تو اس میں تازہ پنیر تھا یہ دیکھ کر بعض مجاہدین نے کہا کاش ہمارے پاس شہد بھی ہوتا [تو کتنا مزہ آتا] محمد بن منکدر نے فرمایا جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں پنیر عطاء فرمایا ہے وہ شہد دینے پر بھی قادر ہے۔ تم سارے اسی سے دعاء کرو چنانچہ مجاہدین شہد کے لئے دعاء کرنے لگے ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے راستے میں

شہد کے مشکیزے پائے سب نے اتر کر خوب شہد اور پنیر کھایا اور سوار ہو کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کتاب مجابی الدعوۃ لابن ابی الدنیا)

سلطان نور الدین زنگیؒ نے اپنی کتاب "الاجتہاد فی فضل الجہاد" میں اپنا یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بار ہم رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلے ہمارے راہنما نے بتایا کہ یہاں ایک وادی ہے جس میں بہت زیادہ شہد پایا جاتا ہے یہ سن کر ہم ادھر روانہ ہوئے اور ہم نے ایک آدمی کو اس وادی میں اتار دیا تا کہ وہ ہمارے لئے برتنوں میں شہد بھرے اسی دوران رومیوں کا لشکر آگیا اور ہم ان کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور اس آدمی کو بھول کر وہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے پھر جب اگلے سال ہم جہاد کے لئے نکلے تو پھر اس وادی پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی زندہ ہے ہم نے اس سے حال احوال پوچھا تو وہ کہنے لگا مجھے جب پیاس لگتی تھی تو میں شہد پی لیتا تھا اور جب بھوک لگتی تھی تو شہد کھا لیتا تھا سلطان فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ وہ آدمی شیشے کی طرح ہو گیا ہے اور اس کی کھال اتنی شفاف ہو گئی تھی کہ وہ جو کچھ کھاتا تھا وہ باہر سے نظر آتا تھا۔

فصل

جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

☆حضرت فضالہ بن عبید فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان لایا۔ اسلام لایا اور اس نے ہجرت کی تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں اور ایک گھر جنت کے وسط میں عطاء فرماؤں گا اور جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے جہاد کیا تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں ایک گھر جنت کے وسط میں اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں عطاء فرماؤں گا اور جس شخص نے یہ اعمال کر لئے اس نے ہر خیر کو پالیا اور ہر شر سے بچ گیا۔

اب وہ جہاں چاہے مرے [اس کی کامیابی یقینی ہے] (نسائی۔ مستدرک)

☆ ابو بکر بن ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے اس وقت سنا جب وہ دشمن کے آمنے سامنے تھے آپ فرما رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں۔ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے ابو موسیٰ کیا آپ نے یہ حدیث خود رسول کریم ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں پس وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور انہیں فرمایا کہ میں تمہیں [الوداعی] سلام کہتا ہوں پھر انہوں نے اپنی تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

علامہ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کو کام [یعنی جہاد] میں استعمال کرنے سے جنت ملتی ہے چونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کا سایہ لازمی ہوتا ہے اس لئے تلوار کے سائے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد اللہ کے راستے میں تلوار اٹھاتا ہے یا جب دشمن کی تلوار اس پر اٹھتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تلوار کا سایہ اس پر پڑتا ہے بس حدیث شریف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جسے یہ سایہ نصیب ہو گیا گویا کہ وہ جنت کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اب اگر وہ ابھی شہید ہو گیا تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا اور اگر بعد میں مرا تو اس وقت جنت میں پہنچ جائے گا یعنی حقیقت میں جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا: اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے۔

☆ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کی کون سی جماعت سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ

لوگ [اللہ کے راستے کے] مہاجرین ہوں گے جو قیامت کے دن جنت کے دروازے پر پہنچ کر اندر جانے کی اجازت مانگیں گے۔ جنت کا نگران [فرشتہ] پوچھے گا کیا تم لوگوں کا حساب کتاب ہو گیا وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اللہ کے راستے میں اپنی تلواریں اپنی گردنوں سے لٹکائے پھرتے تھے ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں مزے اڑائیں گے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو طلب فرمائے گا تو وہ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ حاضر ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا۔ تکلیفیں برداشت کیں اور میری راہ میں جہاد کیا۔ [پھر انہیں فرمائیں گے] جنت میں داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ [یعنی مجاہدین] بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے [اس وقت] فرشتے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم صبح شام تیری پاکی اور تقدیس بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر بھی ترجیح عطاء فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان [مجاہدین] پر داخل ہو کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔ (احمد۔ و بزار باسناد صحیح)

☆ حسنؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت بھی جہاد کی توفیق دے دیتے ہیں تو پھر اسے جہنم سے نجات کا پروانہ دیئے بغیر گھر لوٹانے سے حیا فرماتے ہیں۔ (مرسل شفاء الصدور)

☆ عطاء الخراسانی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص

بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پیچھے رہ جانے والے ہر مومن، کافر، چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت کے عوض ایک ایک قیراط اجر عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

☆ مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو، صحت پاؤ گے یہ حدیث مرسل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کیا کرو کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ فکر اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق۔ مسند احمد)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد مسلمان کے لئے دو چیزیں ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک اس کے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر ہے ایک توبہ اور دوسری جہاد فی سبیل اللہ۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالیٰ پانچ طرح کے لوگوں پر فخر فرماتے ہیں (۱) مجاہدین (۲) فقراء (۳) تواضع کرنے والے نوجوان (۴) غریبوں کو زیادہ دینے اور احسان نہ جتلانے والے مالدار (۵) خلوت میں اللہ کے خوف سے رونے والا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: فرض حج کے بعد ایک بار جہاد کرنا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر و قال احادیث غریبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ: میری امت میں سے کچھ لوگ رضا کارانہ طور پر بغیر اجرت اور بغیر روزی کے جہاد کریں گے ان لوگوں کو میرے صحابہؓ جیسا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور حدیث موقوف)

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اوپر کے حصے سے زیورات نکلیں گے اور اس کے نچلے حصے سے سونے کا گھوڑا، موتیوں اور یاقوت سے مرصع زین اور لگام کے ساتھ نکلے گا وہ نہ تو لید کرے گا نہ پیشاب۔ اس کے پر تا حد نظر لمبے ہوں گے اہل جنت اس گھوڑے پر بیٹھ کر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے تب نیچے درجے والے جنتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تیرے ان بندوں کو یہ اعزاز کس عمل کی بدولت ملا ہے تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے تھے جبکہ تم سوئے رہتے تھے یہ لوگ روزے رکھتے تھے جبکہ تم کھاتے پیتے تھے یہ لوگ خرچ کرتے تھے جبکہ تم بخل کرتے تھے یہ لوگ [اللہ کے راستے میں] لڑتے تھے جبکہ تم بزدلی کرتے تھے۔ (کتاب التہجد لابن ابی الدنیا)

☆ سلیمان بن ابانؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد حضرت خیثمہؓ دونوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ ان دونوں نے قرعہ اندازی کی جس میں قرعہ حضرت سعد کے نام نکلا ان کے والد نے کہا میرے پیارے بیٹے تم اپنے اوپر مجھے ترجیح دو۔ حضرت سعد نے فرمایا اے میرے ابا جان یہ جنت کا راستہ ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں ضرور آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا۔ حضرت سعد اس غزوے میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے اور شہید ہوئے جبکہ اگلے سال احد کی لڑائی میں ان کے والد حضرت خیثمہؓ بھی شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ جو بوڑھے اور پاؤں سے لنگڑے تھے انہوں نے غزوہ بدر میں نکلنے کی کوشش کی مگر اجازت نہیں ملی پھر غزوہ احد میں اپنے بیٹوں کے روکنے اور معذور ہونے کے باوجود نکلے اور نکلتے وقت یہ دعاء بھی فرمائی کہ اے اللہ مجھے ناکام کر کے واپس گھر نہ لوٹانا۔

انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بشارت کے بعد قسم کھائی کہ میں آج ضرور اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلوں پھروں گا۔ چنانچہ اسی دن شہید ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انہیں ان کے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت ابوالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے آپ اس پر نماز جنازہ اداء فرما دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ شخص تو فاسق تھا آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیئے۔ پہلے والے شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسول جب میں نے ایک مرتبہ جہاد میں [آپ کے ہمراہ] رات بھر پہرہ دیا تھا تو وہ شخص بھی پہرہ دینے والوں میں سے تھا۔ [یہ سنکر] آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے اس کی نماز جنازہ اداء فرمائی۔ پھر اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی قبر تک آئے اور اسے دفن کیا۔ اس کی قبر پر مٹی کی تین مٹھیاں ڈالیں اور پھر فرمایا لوگ تجھے برا کہہ رہے ہیں جبکہ میں تیری اچھائی کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول یہ [آپ کا فرمانا] کس وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا چھوڑ دو اے عمر جس شخص نے بھی اللہ کے راستے میں جہاد کیا جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ (مجمع الزوائد۔ طبرانی)

☆ غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا: بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے [یعنی وہ بہت زیادہ بڑی ہے] یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آسمان و زمین جتنی بڑی جنت اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمیر [خوشی سے کہنے لگے] بخ بخ [یعنی واہ واہ] حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ بخ بخ [یعنی واہ واہ] کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں

جنتی ہونے کی امید میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے [بشارت دیتے ہوئے] فرمایا تم یقیناً جنتی ہو۔ حضرت عمیرؓ نے اپنے نیام میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں کھجوریں کھانے کی دیر زندہ رہا تو [جنت میں جانے میں] بہت دیر ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور پھر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مسلم)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یہ آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں اللہ کے راستے کا خوف پہنچا تھا۔ یہ سن کر مجاہدین [جنت میں داخلے کے لئے] کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہو گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

#علی بن بکارؒ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن حساب دے رہے ہوں گے جبکہ مجاہدین آپس میں حلقے لگا کر [اپنے] جہاد کے تذکرے کر رہے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر کالی رات کی طرح فتنے چھا جائیں گے ان فتنوں سے سب سے زیادہ بچنے والا وہ شخص ہو گا جو کسی پہاڑ کی چوٹی [یا دامن] میں اپنے ریوڑ سے حاصل شدہ روزی کھاتا ہو گا یا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے [جہاد میں مصروف] ہو گا اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والی روزی کھاتا ہو گا۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

☆ مکحول فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کی روزی گھوڑوں کے سموں اور نیزوں کی نوک میں رکھی ہے۔ جب تک کہ وہ کھیتی باڑی میں نہیں لگیں گے جب وہ کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو وہ دوسرے [عام] لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلا)

☆ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔(مصنف ابن ابی شیبہ مرسلا)

خالد بن دریکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یزیدؒ کے سامنے مصیبتوں[اور آفات] کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب تک تم اس دشمن سے جس سے جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جہاد کرتے رہو گے اور جب تک تم بیت اللہ کا حج کرتے رہو گے اس وقت تک تمہیں آفات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(الاربعین فی فضل الجہاد لحافظ ابی الحسن المرادی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بوڑھے شخص لاٹھی ٹیکتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ اے اللہ کے رسول! میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری ہڈیاں کمزور اور میری طاقت کم ہو چکی ہے مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب پا سکوں تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو۔(ابن عدی۔ابن عساکر)

[زیادہ بوڑھے آدمی پر جہاد فرض نہیں ہے لیکن اگر وہ حسب استطاعت جہاد کے کسی شعبے میں کام کرے اور جان قربان کرنے کے جذبے سے سرشار رہے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور بے شمار اجر و ثواب پائے گا]۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں وہ اپنے خالق [یعنی اللہ تعالیٰ] کے لئے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح سے جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے۔
(ابن عساکر)

☆ حضرت سبرہ بن فاکہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی اسلام قبول کرنے لگتا ہے تو شیطان آکر اسے کہتا ہے کہ یہ تو کیا کر رہا ہے کیا تو اپنے سابقہ دین اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے

اور اسے کہتا ہے کہ یہ تو کیا کر رہا ہے؟ کیا تو اپنا گھر اپنی زمین اپنا سامان چھوڑ کر جا رہا ہے؟ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے تب شیطان اس کے جہاد کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور کہتا ہے یہ تو کیا کر رہا ہے؟ اپنی جان کو اس قدر مشقت میں ڈال رہا ہے مال بھی خرچ کر رہا ہے۔ دیکھ اگر تو لڑا تو تو مارا جائے گا تب تیری بیوی سے کوئی اور شادی کر لے گا اور تیرا مال پیچھے والوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایسا کیا پھر وہ مر گیا تو اللہ پاک نے اپنے ذمے یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اسی طرح اگر وہ ڈوب کر مرا یا جانور سے گر کر مرا [ہر حال میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت کی ضمانت دی ہے]۔(مسند احمد۔نسائی۔ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک کافروں سے جہاد ہوتا رہے گا ہجرت بند نہیں ہوگی۔(مسند بزار بسند صحیح)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجاہد کو ہجرت کا اجر بھی ملتا ہے اگرچہ وہ اپنے شہر میں ہی کیوں نہ لڑ رہا ہو۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر [دنیا میں] تین چیزیں مجھے نصیب نہ ہوں تو میں مر جانے کو پسند کرتا ہوں (۱) جہاد میں چلنا (۲) اللہ تعالیٰ کے سامنے مٹی پر سجدے کرنا (۳) ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اسی طرح اچک لیتے ہیں جس طرح عمدہ کھجور کو اچک لیا جاتا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: وہ رات جس میں مجھے میری محبوب دلہن دی جائے یا اس میں مجھے بیٹے کی خوشخبری دی جائے مجھے اس سخت سردی اور بارش والی رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس میں میں صبح دشمن پر حملے کا انتظار کر رہا ہوں۔ اے لوگو! جہاد کو اپنے اوپر لازم کر لو۔(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی بار جہاد فی سبیل اللہ کی مشغولیت نے مجھے قرآن مجید [کی زیارت و تلاوت] سے روکے رکھا۔

[جہاد کے یہ تمام فضائل جو اس باب میں ہم نے پڑھے ہیں، ان کی اصل پکار اور پیغام تو یہی ہے کہ مسلمان بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لیں اور ان عظیم الشان فضائل کو حاصل کریں اور جہاد کے اصل مقام کو پہچان کر اپنی زندگیوں میں جہاد کو وہ حق دیں جس کا وہ مستحق ہے۔ اس دعوت کے علاوہ ان فضائل میں مزید تین سبق اور ہیں۔

(۱) ان فضائل میں پہلا سبق ان گناہگاروں کے لئے ہے جو اپنی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت گناہوں اور غلاظتوں میں ضائع کر چکے ہیں ان مسلمانوں کے دل میں بھی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ فکر ضرور پیدا ہوتی ہوگی کہ ہماری زندگی کا قیمتی وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے اور ہم نے اب تک اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا اور ان کے دل میں بھی یہ شوق ابھرتا ہوگا کہ ہم بھی نیک اور صالح مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت اور جنت کے اعلیٰ مقامات حاصل کریں۔ مگر وہ سوچتے ہوں گے کہ اب تو ہماری تھوڑی سی زندگی باقی ہے ہم اگر اس میں عبادت کر بھی لیں تو دوسرے مسلمانوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح برا ماحول بھی ان کی جان نہیں چھوڑتا ہوگا۔ یقیناً ان فضائل کو پڑھ کر ایسے مسلمانوں کو روشنی اور امید کی کرن اور نجات اور ترقی کا راستہ ضرور نظر آگیا ہوگا۔ اور انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر ہم فوراً کمر باندھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد میں نکل کھڑے ہوں تو ہمیں فرشتوں جیسا پاکیزہ اور اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ماحول نصیب ہو جائے گا اور ہمارا ایک دن دوسرے لوگوں کی سالہا سال کی عبادت سے زیادہ افضل اور ہماری نیند دوسروں کے پوری رات جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے سے افضل ہوگی اور اگر ہم نے چند لمحے دشمن کے ساتھ لڑ لیا تو جنت ہمارے لئے واجب ہو جائے گی اور ہم قبر کی ہولناکیوں اور آخرت کے خوف سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر ہم زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے ضمان اور

ذمہ داری میں ہوں گے اور اگر شہادت نصیب ہو گئی تو پھر ایسی لطف بھری زندگی کا آغاز ہو جائے گا جس میں مزے ہی مزے ہیں اور وہ ایسی زندگی ہے جس میں انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کے مزے اور ناز لوٹتا ہے۔ جب یہ سب کچھ معلوم ہو گیا تو اب دیر کس بات کی۔ فوری طور پر گناہوں کی زندگی چھوڑ دیجئے۔ سامان باندھیے اور جہاد کی حسین راہوں پر نکل پڑیئے۔

(۲) دوسرا سبق ان فضائل میں ان مسلمانوں کے لئے ہے جو اپنی ظاہری نیکیوں، نفلی عبادات اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی وجہ سے جہاد اور مجاہدین کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں اور ان کے حقیقی مقام کو نہیں پہچانتے اور جہاد اور مجاہدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عبادات اور اپنی دینی خدمات پر فخر کرنے کی بجائے صرف ایک بار اللہ کی رضا کے لئے ان فضائل کو غور سے پڑھیں اور پھر اپنے طرز عمل پر غور کریں۔ یقیناً انہیں اپنے سابقہ طرز عمل پر شرم آئے گی اور وہ جہاد کو حقیر سمجھنے کے گناہ سے توبہ استغفار کر لیں گے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوافل پڑھنا، دین کی خدمت کرنا، علمی کتابیں لکھنا، دین کو پڑھنا پڑھانا یہ سب دین کے اہم شعبے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو بنیادی حیثیت کے حامل ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے دین کے لئے ہے تو پھر فطری طور پر اللہ کے دین کے محافظ فریضے اور محافظ مجاہدین سے ضرور محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں ان پر بھی یقین ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کے جو مقامات بتائے ہیں انہیں بھی وہ تسلیم کرتے ہوں گے کیونکہ دین نام ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا۔

خود حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کی نظروں میں جہاد اور مجاہدین کی جو اہمیت اور فضیلت تھی وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے۔ یہ حضرات اس قدر بلند درجات کے حامل ہونے کے باوجود مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کو سعادت

سمجھتے تھے اور مجاہدین سے دعائیں کرواتے تھے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اصل دیندار وہ ہوتا ہے جسے دین کے ہر شعبے اور ہر کام سے محبت ہوتی ہے اور وہ دین کے ایک ایک حکم کو اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جہاد تو دین کا بلند ترین مقام اور اہم ترین شعبہ اور اسلامی فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کے دل میں ایمان ہو اور جہاد کی محبت نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اس مرض میں مبتلا ہے کہ اس کے دل میں جہاد کی محبت نہیں ہے تو اسے فوراً توبہ استغفار کرکے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے اور آخرت میں اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ ایسا شخص قرآن مجید کی سینکڑوں آیات، حضور اکرم ﷺ کی ہزاروں احادیث، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زندگی بھر کے عمل سے نفرت اور بے رغبتی رکھتا ہے جو کہ نہایت خطرناک بات ہے۔

اس لئے اے معزز مسلمانو! مجاہدین کی غلطیاں دیکھ کر، یا اپنی عبادت اور علم کے دھوکے میں پڑکر یا جہاد اکبر جہاد اصغر جیسی باتوں میں الجھ کر یا فرض عین فرض کفایہ کے مسئلے میں پڑکر خدانخواستہ جہاد کی توہین نہ کر بیٹھنا۔ یاد رکھئے جہاد سے محبت ایمان کی نشانی ہے اگر اپنے ایمان کی حفاظت مقصود ہے تو تاویلوں اور جھوٹی مثالوں کا سہارا لیکر جہاد کو کم اہم نہ سمجھئے۔ ورنہ قیامت کا دن زیادہ دور نہیں ہے۔

(۳) ان فضائل میں تیسرا سبق خود مجاہدین کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے کس قدر محبت فرماتے ہیں اور انہیں کتنے بڑے بڑے انعامات اور مقامات عطاء فرماتے ہیں یہ سب کچھ دیکھ کر ایک مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جانا چاہئے اور اسے اللہ تعالیٰ سے بہت شرم کرنی چاہئے اور اسے احساس تشکر سے ہمیشہ کے لئے اللہ کے سامنے جھک جانا چاہئے۔

اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارا محتاج ہے اور نہ تمہارے جہاد کا۔ اس نے ہی اپنے فضل وکرم سے تمہیں جہاد کی توفیق عطاء فرمائی ہے اور وہی تمہارے جہاد پر تمہیں بے پناہ اجر

عطا فرماتا ہے۔ اور تو اور اس نے تمہاری نیند اور تمہارے گھوڑے کی لید تک کو قیمتی بنا دیا ہے تو پھر تم کس طرح سے گوارا کر سکتے ہو کہ ایسے محبت کرنے والے رب کی نافرمانی کرو اور اس کے کسی حکم کو پس پشت ڈالو۔ ان فضائل کو پڑھنے کے بعد تمہیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ یا اللہ آپ نے ہماری حقیر سی محنت پر ہمیں اتنا کچھ عطاء فرمانے کا وعدہ کیا ہے ہم بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ جہاد کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ آپ کی کوئی اور نافرمانی کریں گے۔ ہم آپ کا شکر اداء کرنے کے لئے راتوں کو بھی جاگ جاگ کر سجدے کریں گے اور دن کو بھی آپ کی محبت میں بھوکے پیاسے پھریں گے۔

ہماری زبانیں ہر وقت آپ کا نام لیتی رہیں گی اور آپ کے کلام کو پڑھتی رہیں گی اور ہمارے دل آپ کی عظمت سے اس طرح سے سرشار ہوں گے کہ آپ کے علاوہ کسی پر ہماری نظر سوال تک نہیں پڑے گی آپ نے جب ہمیں اتنا نوازا تو اب ہم آپ کو ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہم صرف آپ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں آپ ہی سے مانگتے ہیں آپ ہی کے سامنے جھکتے ہیں اور انشاء اللہ ہم پوری دنیا کو آپ کے سامنے جھکائیں گے اور خود آپ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے]۔

تیسرا باب

جہاد کی حج پر افضلیت کا بیان

☆ حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے] آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ [پھر] پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] آپ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔

(بخاری۔ مسلم)

اسی طرح پہلے باب میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ والی روایت بھی بیان کی جا چکی ہے ان دونوں روایات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ جہاد کا رتبہ حج سے بڑھ کر ہے۔

(واللہ اعلم)

☆ آدم بن علیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا اللہ کے راستے [جہاد] کا ایک سفر پچاس حج کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس موقوف روایت کی سند [امام بخاری کی شرائط کے مطابق] صحیح ہے اور اس طرح کی فضیلت کوئی صحابی اپنی طرف سے بیان نہیں فرما سکتے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں تم لوگ حج کیا کرو کیونکہ وہ نیک عمل ہے [اور] اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ یہ روایت بھی

موقوف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھے شخص سے ستر گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ جبکہ حاجی کو مجاہد سے آدھا اور عمرہ کرنے والے کو حاجی سے آدھا اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ عام طور پر جہاد حج سے افضل عمل ہے لیکن اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو اس صورت میں فرض حج جہاد سے افضل ہوگا لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو وہ فرض حج سے افضل ہے [یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو حج کرنے کی استطاعت نصیب ہو تو زندگی میں ایک بار حج کرنا اس پر فرض ہوتا ہے یہی فرض حج کہلاتا ہے جن احادیث میں حج کو جہاد سے افضل بتایا گیا ہے ان میں فرض حج مراد ہے اور جہاد سے مراد فرض کفایہ جہاد ہے]

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج [فرض] ادا نہ کیا ہو اس کا ایک حج کرنا [جہاد کی] دس جنگوں میں حصہ لینے سے افضل ہے اور جس نے حج [فرض] اداء کر لیا ہو اس کا ایک لڑائی میں حصہ لینا دس حج کرنے سے افضل ہے۔ (الطبرانی۔ المستدرک صحیح علی شرط البخاری)

☆ حضرت مکحولؒ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ سے حج کے لئے اجازت مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کر چکا ہو اس کا ایک بار جہاد میں حصہ لینا چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔

(مراسیل ابی داؤد)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرض حج اداء کرنے کے بعد اللہ کے راستے کی ایک جنگ میں حصہ لینا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں اجر کے بارے میں جو اختلاف نظر آرہا ہے تو دو طریقے سے اسے حل کیا جاسکتا ہے۔

پہلا یہ کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو اسی کا اعتبار کیا جائے۔

اور دوسرا یہ کہ مجاہدین کو ان کی نیت اور حسن عمل کے اعتبار سے اجر ملتا ہے۔

چنانچہ کسی کا ایک بار جہاد کرنا دس حج کرنے سے افضل ہے تو کسی کا جہاد چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔ [علی ہذا القیاس]

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالات کے اعتبار سے اجر میں کمی یا زیادتی ہوتی ہو یعنی جن حالات میں جہاد کی ضرورت بڑھ جاتی ہے ان میں اس کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

ضرار بن عمروؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طویل عرصے تک جہاد کرتا رہا [اور محاذوں پر مقیم رہا] اچانک میرے دل میں حج اور بیت اللہ میں قیام کا شوق ابھرا تو میں نے حج کے ارادے سے سامان وغیرہ باندھ لیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے آیا جب میں اسحاق بن ابی فروہؒ سے ملنے لگا تو انہوں نے پوچھا اے ضرار کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا حج کا۔ انہوں نے فرمایا کیا جہاد کے بارے میں تمہارا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ لیکن میں طویل عرصے سے محاذ پر ہوں اور اب میرے دل میں حج کی محبت پیدا ہوئی ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بیت اللہ شریف کے پاس قیام کروں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا اے ضرار تم یہ نہ دیکھو کہ تمہیں کس عمل سے محبت ہے بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے محبت فرماتا ہے۔ اے ضرار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا حج صرف ایک بار فرمایا مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک جہاد میں لگے رہے اے ضرار بن عمرو اگر تم نے حج کر بھی لیا تو تمہیں صرف اپنے حج اور عمرے کا اجر ملے گا لیکن اگر تم اسلامی

سرحدوں کی حفاظت، مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جہاد اور پہرے داری میں لگے رہے تو تمہیں ان لاکھوں لوگوں کے حج اور عمرے کا اجر ملے گا جو [امن کے ساتھ] حج اور عمرہ ادا کریں گے۔ اور تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اجر ملے گا۔ کیونکہ جس نے بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مدد و نصرت کی اسے پہلے اور بعد والے تمام مسلمانوں کی نصرت کا اجر ملے گا۔ اور تجھے دنیا کے آغاز سے قیامت تک پیدا ہونے والے مشرکوں کی تعداد میں بھی اجر ملے گا کیونکہ جس نے بعد والے مشرکوں سے جہاد کیا اسے پہلے اور بعد والے تمام مشرکوں کی تعداد میں بھی اجر ملے گا اور تجھے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تعداد میں نیکیاں ملیں گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نور کے محافظ ہو اور اس لئے جہاد کرتے ہو تاکہ کوئی بھی اللہ کے نور کو نہ بجھا سکے۔

اے ضرار بن عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علماء اور مجاہدین سے بڑھ کر کوئی بھی درجہ نبوت کے قریب نہیں ہے۔ ضرار بن عمرو فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے الحق اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا علماء کرام تو اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں اللہ کے بندوں پر اور اللہ کی زمین پر نافذ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے ہیں اور مجاہدین اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اس عقیدہ توحید کو جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں بجھنے نہیں دیتے اور وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ حضرت ضرارؒ فرماتے ہیں کہ [یہ موثر بیان سنکر] میں نے حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور محاذوں پر ڈٹا رہا اور وہیں حضرت ضرارؒ خالق حقیقی سے جا ملے۔

[اس ایمان افروز واقعے پر غور فرمائیے اور اس کے ایک ایک لفظ کو بار بار پڑھئے اس میں تو ایک مجاہد کے وقتی طور پر جہاد سے رخصت ہو کر حج پر جانے (کا ارادہ کرنے) کا ذکر

ہے جبکہ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی جہاد میں نہیں گزارا اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹی کے چند ذرات نصیب ہوئے ہیں مگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے سطحی کاموں کو دین سمجھ رکھا ہے اور وہ اپنی ساری زندگی اسی میں کھپا دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دین کے سارے کام اہم ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے چھوڑنے کی ترغیب یا دعوت دی جاسکے مگر ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ جہاد میں بھی شرکت کی جاسکتی ہے جو کہ پورے دین کا محافظ اور پورے دین کا خلاصہ ہے آج اگر مسلمان اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور سال میں کم از کم چار مہینے جہاد کے لئے وقف کر دیں تو پوری دنیا کا نقشہ بدلا جاسکتا ہے اور کافروں سے اپنے خون کا حساب چکایا جاسکتا ہے۔ اگر چار مہینے جہاد کے لئے فارغ کرنا شروع میں مشکل ہو تو کم از کم دو مہینے کا عرصہ جہاد کی محنت کے لئے ضرور دینا چاہئے۔ اگر مسلمانوں نے یہ ترتیب بنالی تو اپنی زندگیوں میں اور اپنے معاشرے میں عجیب وغریب تبدیلی محسوس کریں گے۔ اور ان کے دوسرے دینی کاموں میں بھی بے حد برکت ہوگی اور ان کی صحتیں قابل رشک اور دل بادشاہوں سے زیادہ غنی ہو جائیں گے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی اور گناہوں سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اس وقت چونکہ عالمی سطح پر جہاد شروع ہو چکا ہے اس لئے جہاد کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے کثیر تعداد میں مجاہدین کی ضرورت ہے اور اس عظیم عالمی تحریک میں ہر طرح کی دینی اور دنیوی صلاحیت رکھنے والے شخص کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے چونکہ آج ہم چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ہمارا ہر فرد کافروں کے نشانے پر ہے اس لئے مسلمانوں پر فرض عین ہو چکا ہے کہ وہ کافروں کی طاقت کو توڑیں تاکہ اسلامی مقدسات اور مسلمانوں کا ہر فرد کافروں سے محفوظ ہو جائے۔

یاد رکھئے! جہاد کے فضائل کی ان احادیث میں یہ واضح پیغام موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے بے انتہا محبت فرماتا ہے اسی لئے تو ان کی ایک ایک لڑائی پر سو سو حج کرنے کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے مجاہدین کو میدان جہاد میں اکیلا چھوڑ دے گا ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کی مدد کے لئے کائنات کی ہر چیز کو مسخر فرما دیتا ہے چنانچہ مجاہدین کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں کمزور اور بے بس نظر آتی ہیں کیونکہ آج تک دنیا میں کوئی بھی ایسی طاقت وجود میں نہیں آئی جو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر سکے اور میدان جنگ میں تو اللہ تعالیٰ خود کافروں کو شکست دیتا ہے۔

اے عظمت رفتہ کے متلاشیو! آج کافروں نے اپنی طاقت کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ نعوذ باللہ کئی مسلمان بھی امریکہ اور دوسری نام نہاد طاقتوں کو ناقابل تسخیر سمجھنے لگ گئے ہیں اور کئی مسلمان یہ بھی سوچتے ہیں کہ اب قیامت تک ان کا مقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ کے بندو! ایسی باتوں کا وہم اور خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دو بلکہ جب دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ ان کافر ملکوں کی طاقت کا شور مچائیں تو تم اللہ کی عظمت اور قوت مسلمانوں کو بتایا کرو اور مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں کو یاد کیا کرو اللہ کی قسم! کافروں کی یہ ساری طاقت مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان اور یقین کے ساتھ ڈٹے رہے تو غلبہ تمہارا ہوگا اور فتح تمہارے قدم چومے گی۔

چوتھا باب

دعوت جہاد کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا. (النساء۔۸۴)

اور مسلمانوں کو (جہاد کی) تاکید کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کافروں کے جنگی زور کو روک دے اور اللہ تعالیٰ بہت سخت ہیں لڑائی میں اور بہت سخت ہیں سزا دینے میں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ. (الانفال۔۶۵)

اے نبی آپ مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلایئے (یعنی خوب ترغیب دیجئے) اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تمہارے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ لوگ (یعنی کفار) سمجھ نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم

اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (الصف۔۱۰۔۱۱)

لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

[یہ تین آیات بطور مثال کے ذکر کی گئی ہیں] ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو جہاد کا شوق اور جذبہ دلایا ہے بہت زیادہ ہیں۔

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں (سے) کوئی جنت کا قصد کرنے والا ہے۔ بے شک جنت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں ہے اللہ کی قسم جنت ایک چمکتا نور اور لہلہاتا گلدستہ ہے اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین وجمیل بیویاں بے شمار زیور ہیں وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سرسبز جگہ اور عیش عشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم جنت کا قصد کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم انشاء اللہ کہو ہم نے کہا انشاء اللہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔ (ابن ماجہ۔ بزار۔ ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے [دنیا میں] جہاد کی دعوت اور ترغیب دی ہوگی وہ چپکے سے جنت میں داخل ہو جائے گا جبکہ لوگ حساب کی سختی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (شفاء الصدور۔ مرسلا)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے [کسی مسلمان] بھائی کو جہاد کی ترغیب دی اسے اس [مجاہد] جیسا اجر ملے گا اور اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور موقوفا)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد پر ابھارنے اور ترغیب دینے کا خدائی دستور بہت پہلے

سے چلا آرہا ہے قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر یہ مضمون موجود ہے اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی احادیث بھی اس کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں ہماری یہ کتاب اول سے آخر تک جہاد کی دعوت اور ترغیب کے مضامین پر ہی مشتمل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعین، تبع تابعین اور ہمارے تمام اسلاف لوگوں کو جہاد کی ترغیب بڑی شدت سے دیتے رہے اس بارے میں ان حضرات سے جو کچھ منقول ہے اس سب کو شمار کرنا بھی ایک ناممکن کام ہے۔

☆اے مسلمان تیرے لئے تو اس بارے میں صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث کافی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی نیکی کی دعوت دے گا اس کو نیکی کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔ (مسلم)

☆غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو جہاد کا خوب شوق دلایا اور پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آج کے دن جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھ کر لڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ جو کھجوریں کھا رہے تھے فرمانے لگے بخ بخ [یعنی واہ واہ] میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ یہ [مشرک] مجھے قتل کر دیں۔ یہ کہہ کہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لیکر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اس وقت وہ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو۔ مگر تقوی، عمل اور جہاد پر ثابت قدمی کا توشہ ضرور اپنے ہمراہ لے لو اور ہر توشہ فنا ہونے والا ہے مگر تقوی، نیکی اور ہدایت کا توشہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ (شفاء الصدور۔ صحیح مسلم میں بھی کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے)

#علامہ ذہبیؒ تاریخ الاسلام میں حکایت کرتے ہیں کہ علامہ ابن الجوزیؒ ۶۰۷ء

میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو جہاد کی دعوت و ترغیب دے رہے تھے خود علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن مسجد میں تین ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا اور ایسے جوش اور ولولے والا دن دمشق میں نہ اس سے پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں۔ ابو قدامہؒ کا وہ واقعہ جس میں ایک عورت نے انہیں اپنے بالوں کی چوٹیاں کاٹ کر دی تھیں تاکہ وہ جہاد میں اسے اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، بھی مجھے معلوم تھا اور خود میرے پاس ایسے بالوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی میں نے ان بالوں سے مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے تین سو رسیاں بنالی تھیں اس دن مجمع کے سامنے وہ رسیاں لائی گئیں تو لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دھاڑیں مار کر رونے لگے اور اپنے بال کاٹ کاٹ کر رسیاں بنانے لگے جذبات کا ایسا طوفان برپا تھا کہ گویا قیامت کا منظر ہے جب میں نے تشکیل شروع کی تو میرے ساتھ لشکر میں بے شمار لوگ شامل ہو گئے صرف ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے تین سو آدمی اسلحے سمیت نکلے یہ سارا لشکر اللہ کی رضا کے لئے جہاد کی نیت سے دمشق سے نکلا ان دنوں انگریزوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا ہمارا لشکر جب نابلس پہنچا تو امیر المؤمنین سے ہماری ملاقات ہوئی وہ ہمارا لشکر دیکھ کر خوش ہوئے جب ہم نابلس کی جامع مسجد پہنچے تو میں نے بالوں کی وہ رسیاں امیر المؤمنین کو دکھائیں وہ ان رسیوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگے اس کے بعد ہم نے انگریزوں کے ایک شہر پر حملہ کیا اور پورے شہر کو تباہ و برباد کر دیا بہت سارے انگریز ہمارے ہاتھوں مارے گئے اور بہت سارے ہم نے گرفتار کر لئے اور ہم صحیح سالم واپس آگئے۔

اسی بارے میں علامہ ذہبیؒ نے حضرت خنساءؓ بنت عمرو کا بھی واقعہ لکھا ہے یہ صحابیہ خاتون بہت اچھی شاعرہ تھیں وہ قادسیہ کی جنگ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں اور جنگ کے دوران اپنے فصیح و بلیغ کلام کے ذریعے اپنے بیٹوں کو دشمنوں سے لڑنے پر ابھارتی رہیں اور انہیں جنت کی یاد دلاتی رہیں چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے اس دن شاندار کارنامے سر انجام دیئے اور وہ چاروں شہید ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کو ان

کے چاروں [شہید] بیٹوں کا وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔ (تجرید اسماء الصحابہ)

#ہم اس باب کو [ایک قابل رشک خاتون] ام ابراہیم الھاشمیہ کی مشہور حکایت پر ختم کر رہے ہیں۔

بصرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام ام ابراہیم الھاشمیہ تھا انہیں دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کر دیا اس حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی [ایک عالم دین بزرگ] عبدالواحد بن زید بصریؒ نے لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران ـــــــــــ حور عین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور پھر ان کی شان میں چند اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

وہ نوجوان لڑکیاں ہیں۔ ناز و نخرے میں پلی ہوئیں خوبصورت چال چلنے والی۔ ان سے وہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے جس کی چاہت کی جائے وہ حسن و پاکیزگی سے بنی ہیں اور ہر تمنا اور خواہش ان سے پوری کی جاسکتی ہے وہ خوبصورت جسم والی کالی آنکھوں والی ہیں اور مشک کی خوشبو ان کے رخساروں سے چھلکتی ہے ان کے چہروں پر خوشی کی چمک اور ناز و نعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے جب نرگسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہوگا اور وہاں کی ہوا میں خوشبو مہک رہی ہوگی تب وہ اپنے پیغام دینے والے [خاوندوں] کو اپنی خوبصورت آواز میں کہتی ہیں اور ان کی آواز میں ایسی محبت بھری ہوتی ہے جو سچی اور دل کو خوش کرنے والی ہے۔

اے میرے محبوب میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا سے جدائی ہوگی تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہوگا تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اے محبوب مجھے غافل لوگ پیغام نکاح نہیں دے سکتے مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو اللہ کے سامنے گڑگڑانے والے ہوتے ہیں۔ یہ اشعار سن کر مجمع [شوق آخرت میں] بیقرار ہو گیا اور وہ خاتون اچانک کھڑی ہو گئیں اور کہنے لگیں اے ابو عبید [یہ شیخ عبدالواحدؒ کی کنیت ہے] کیا تم میرے بیٹے ابراہیم کو نہیں جانتے بصرہ کے بڑے بڑے

مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے مگر میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا لیکن آج آپ نے جس لڑکی [یعنی حور عین] کا تذکرہ کیا ہے وہ مجھے بہت پسند آئی ہے اور میں اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں مہربانی کر کے آپ دوبارہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شیخ عبدالواحدؒ نے پھر حور عین کی خوبیاں بیان فرمائیں اور پھر یہ اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

ان کے چہرے کے نور سے اصلی نور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبودار بدن سے لگنے والی ہوا عطر کے مقابلے میں فخر کرتی ہے اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جوتا رکھ دیں تو بارش کے بغیر مشرق و مغرب سرسبز و شاداب ہو جائیں اگر تم ان کی کمر کو گرہ لگانا چاہو تو ریحان کی سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گرہ لگا لو گے اگر وہ اپنا میٹھا لعاب سمندر میں ڈال دیں تو زمین کے لوگ ان سمندروں کو مزے سے پی جائیں قریب ہے کہ آنکھ کی جھپک ان کے نازک رخساروں کو زخمی کر دے اور دل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھے جائیں۔

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں مجھے یہ لڑکی بہت پسند آئی ہے میں دس ہزار دینار مہر دیکر اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔ اے شیخ عبدالواحد میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کرا دیجئے وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے شہادت نصیب فرما دے اور وہ قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔ شیخ عبدالواحدؒ نے فرمایا کہ اے خاتون اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گا اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے۔ پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔ بیٹا ابراہیم!

آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میں حاضر ہوں امی جان۔ خاتون نے کہا اے بیٹے کیا تو اس لڑکی [یعنی حور عین] کو اس شرط پر بیوی

بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟ نوجوان کہنے لگا امی جان! اللہ کی قسم میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں یہ سنکر وہ خاتون کہنے لگیں۔

اے میرے پروردگار تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کردی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا۔اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرمالیجے۔

اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لاکر شیخ عبدالواحد کو دیے اور فرمانے لگیں یہ اس لڑکی کا مہر ہے۔ آپ اپنے لئے اور دوسرے مجاہدین کے لئے اس سے سامان جہاد خریدیں۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک عمدہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ اسے دیا پھر جب شیخ عبدالواحد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تو ابراہیم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا اور کچھ قرآن مجید کے قاری اس کے اردگرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے:۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نکلیں جب وہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک کفن اور خوشبو دی اور فرمایا اے پیارے بیٹے جب دشمن سے مقابلے کے لئے نکلنا تو یہ کفن باندھ لینا اور خوشبو لگا لینا اور اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوئی کوتاہی مت کرنا پھر انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا پیارے بیٹے میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان میں ہی ملائے۔

عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہو گیا تو کچھ

لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے ان میں ابراہیم سب سے آگے تھا اس نے بہت سارے دشمنوں کو قتل کیا مگر پھر دشمنوں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا۔ جب ہم بصرہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غم میں اپنا اجر ضائع کر بیٹھے جب ہم بصرہ پہنچ گئے تو لوگ آکر ہم سے ملنے لگے۔ ان لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا فرمانے لگیں اے ابوعبید! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا ہے تو میں خوشی مناؤں۔ اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے۔

میں نے کہا! بخدا اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پاکر شہداء کے ساتھ کھاپی رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شکر اداء کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں اور کہنے لگیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن وہ پھر مسجد میں آگئیں اور سلام کر کے کہنے لگیں۔ مبارک ہو اے ابوعبید! رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ایک خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا۔ وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا۔

مبارک ہو امی جان آپ کا دیا ہوا مہر قبول کر لیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہو گئی۔

[یہ سچا واقعہ ماضی کی ایک مسلمان ماں کا ہے اور یہ واقعہ پکار پکار کر ہمیں بتا رہا ہے کہ اگر کل ایسی مائیں پیدا ہو سکتی تھیں تو آج بھی امت مسلمہ بانجھ نہیں ہو گئی بلکہ آج بھی ایسی مائیں پیدا ہو سکتی ہیں بلکہ موجود ہیں جو ابراہیم کی والدہ کی طرح اپنے بیٹوں کا نکاح حور عین سے کرانا چاہتی ہیں اور اپنے لئے اللہ کی محبت اور جنت کے باغات کی طلب گار ہیں۔ اگر کل کی اس ماں کی گود میں ابراہیم جیسا ایک بیٹا تھا تو آج کی ماں کی گود بھی خالی نہیں ہے۔ آج کی مائیں بھی کئی جوان بیٹے پال رہی ہیں کل کی وہ ماں اگر دس ہزار سونے کے دینار دیکر اپنے بیٹے کو عزت و عظمت کی راہوں پر چلا رہی تھی تو آج کی ماں کے پاس بھی سونے

کی کمی نہیں ہے البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی ماں کو جہاد کی حقیقت سمجھائی جائے، آج کی ماں کو بھی آخرت کی فکر دلائی جائے، آج کی ماں میں بھی غیرت ایمانی کو بیدار کیا جائے۔ اللہ کی قسم اگر آج بھی شیخ عبدالواحد کی طرح کوئی عملی مجاہد اور عالم دین مسجدوں اور محلوں میں جاکر مسلمانوں کو درد دل کے ساتھ جہاد کی دعوت دے تو ہماری ہر گلی سے ابراہیم کی والدہ جیسی خواتین اپنے ابراہیم جیسے جوان بیٹوں کو سونے چاندی کی لڑیوں میں تول کر اس دعوت دینے والے کے حوالے کریں گی اور اللہ تعالیٰ سے کہیں گی اے میرے پروردگار گواہ رہنا میں نے اپنے بیٹے کی شادی حور عین سے کردی ہے۔ اور اے مجاہدو! میرے جوان بیٹے اور میرے زیورات لیکر اگر تم مسجد اقصیٰ کو آزادی دلا سکتے ہو اگر میرے بیٹے کے ذبح ہونے سے بابری مسجد دوبارہ تعمیر ہو سکتی ہے اگر میرے لخت جگر کے ٹکڑے ہونے سے اسلام دنیا میں نافذ ہو سکتا ہے اور میرے نبی کی حرمت کی حفاظت ہو سکتی ہے، اگر میرے بیٹے کے کٹ جانے سے کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کو آزادی مل سکتی ہے تو پھر میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے اسے اللہ کے حوالے کردیا ہے۔ میں نے اسے اسلام کی عظمت کے لئے وقف کردیا ہے مجھے اب اس کی زندگی کی نہیں بلکہ اسلام کی فتح کی خبر سنانا اور میرے بیٹے کو میرے پاس زندہ واپس نہ لانا۔ میں اب اس سے آخرت کے میدان میں ملنا چاہتی ہوں۔

اے مسلمانو! ہماری مائیں کل بھی عظیم تھیں آج بھی عظیم ہیں مگر آج ہم نے انہیں جہاد کا سبق سنایا ہی نہیں ورنہ وہ ماضی کی ماں سے ایک قدم آگے تو بڑھ جائیں گی پیچھے نہیں ہٹیں گی۔ مگر دعوت جہاد اب پھیکی پڑ چکی ہے منبر و محراب کی گرج دھیمی ہو چکی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دعوت کو ایک رسم نہیں ذمہ داری سمجھ کر ادا کیا جائے اسے ایک پیشہ نہیں بلکہ عبادت کی شان سے ادا کیا جائے اور وہ لوگ دعوت دینے کے لئے آگے بڑھیں جن کی بات سنی اور سمجھی جاتی ہے اور وہ خود بھی جہاد کی لذت سے آشنا اور شوق

شہادت سے سرشار ہوں اور اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد پیدا کریں۔

یاد رکھئے! جہاد کی دعوت دینا کوئی معمولی عبادت نہیں ہے اس لئے اسے نہ تو غیر اہم سمجھیں اور نہ اس میں سستی کریں جہاد کی دعوت دینا ہمارا کام ہے اس دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ بات سچ ہے کہ جہاد کی دعوت مسلمانوں پر بہت جلد اثر کرتی ہے اور اخلاص کے ساتھ دی گئی یہ دعوت سورج کی شعاعوں کی طرح حیرت ناک انداز سے ہر طرف پھیل جاتی ہے اس باب میں مذکورہ فضائل کو پڑھنے کے بعد جہاد کی دعوت دینے کا عزم کرلیجئے اور اتنی دعوت دیجئے کہ جہاد آپ کی اور آپ جہاد کی پہچان بن جائیں اور ایسے درد سے دعوت دینے کا عزم کرلیجئے کہ کلیجے ہل جائیں اور جما ہوا خون دوبارہ جسم میں دوڑنے لگے ایسی مضبوط دعوت دیجئے کہ سرد جذبات میں حرارت پیدا ہو جائے اور ایسے اخلاص سے دعوت دیجئے کہ تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ رہے یہ دعوت بچوں کو بھی سکھائیے تاکہ وہ بھی اسے آگے بڑھا سکیں آج کئی عرب ممالک میں معصوم بچے جمعہ کے دن نماز کے بعد کھڑے ہوکر جہاد کی ایسی موثر دعوت دیتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور وہ مجاہدین کی مالی امداد کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔

دعوت کا یہ سلیقہ عورتوں کو بھی سکھائیے کیونکہ اگر ان میں یہ خیر پھیل گئی تو پھر پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوگا۔ جہاد کی دعوت دینے میں بڑے مجمع یا مروجہ رسومات کا خیال تک دل میں نہ آنے دیجئے۔ سننے والے ایک دو ہوں یا لاکھوں۔ لاوڈ اسپیکر مہیا ہو یا نہ ہو، لوگ رغبت سے سنیں یا بے رغبتی سے، دعوت دینے کے لئے جہاز یا ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر جانا پڑے یا پیدل ہر موقع پر والہانہ انداز میں اخلاص کے ساتھ ڈٹ کر دعوت دیجئے اور مسلمانوں کے ایک ایک فرد کو بیدار کردیجئے۔ ایک زمانے میں عیسائیوں کو شکست کا سامنا تھا تو ان کا ایک نیم برہنہ پادری گدھے پر صلیب رکھ کر نکلا تھا اور اس نے پوری عیسائی دنیا کو متحد کرلیا تھا۔ جب ایک باطل پرست عیسائی ایسا کر سکتا ہے تو کیا آج کے اس دور میں جبکہ مسلمانوں کو سانس

سے زیادہ جہاد کی ضرورت ہے، مسلمانوں کے باعمل موثر افراد ہاتھوں میں قرآن مجید لیکر پوری امت مسلمہ کو جگانے کے لئے نہیں نکل سکتے؟

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ہم سب کو دعوت جہاد اور عملی جہاد کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین]

پانچواں باب

جہاد کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الحدید۔۲۱)

نیکو بندو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف) جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (التوبہ۔۱۰۰)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۳) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ

الْمُقَرَّبُوْنَ. فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ. آگے ہی بڑھنے والے ہیں وہی (اللہ تعالیٰ کے) مقرب ہیں نعمت کی بہشتوں میں۔ (الواقعہ ۱۰۔۱۱۔۱۲)

☆عثمان ابن ابوسودہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے پہلے جہاد اور نماز کے لئے نکلتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق رجالہ رجال الصحیح)

عثمان ابن ابوسودہؒ حضرات تابعین کے آئمہ اور مجاہدین میں سے ہیں اور ان کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ میں ایک لاکھ [سونے کے] دیناروں کے عوض بھی ایک سال جہاد سے ناغہ کو پسند نہیں کرتا۔(تہذیب الکمال)

☆حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رات کے وقت مجاہدین کے ایک دستے کو روانگی کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم رات ہی کو نکلیں یا صبح تک ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے باغات میں رات گزارو۔ (المستدرک۔ السنن الکبریٰ بیہقی)

☆حسن بن ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے سارا لشکر صبح کے وقت روانہ ہو گیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے رک گئے جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا جاؤ فوراً اپنے لشکر میں شامل ہو جاؤ تمہارے ساتھی تم سے جنت جانے میں ایک ماہ کی سبقت لے گئے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور آپ سے دعائیں لوں گا اس طرح سے میں اپنے ساتھیوں پر [اجر و فضیلت میں] سبقت لے جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بلکہ تیرے ساتھی تجھ سے سبقت لے گئے جاؤ ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ایک شام اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں

سے بہتر ہے اور اسی طرح ایک صبح اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔(کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆مسند احمد میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے انہوں نے عرض کیا وہ مجھ سے ایک صبح کی سبقت لے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مشرق و مغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اس سے بھی زیادہ فضیلت انہوں نے تجھ پر پالی ہے۔

(مسند احمد)

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو جہاد کے لئے ایک لشکر میں روانہ فرمایا یہ روانگی جمعہ کے دن تھی چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جاملوں گا چنانچہ وہ رک گئے جب حضور اکرم ﷺ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالو تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔(ترمذی)

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر چیز میں بہتر ہے سوائے تین چیزوں کے [کہ ان میں عجلت اور جلدی بہتر ہے] (۱) جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو تم سب سے پہلے نکلنے والے بنو (۲) جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم سب سے پہلے نکلو (۳) جب جنازہ آجائے تو اس میں جلدی کرو۔

ان تین کے علاوہ باقی کاموں میں جلد بازی نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دھرائی۔(شفاء الصدور)

[اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے کہ ہمارے لئے سب کچھ

چھوڑ چھاڑ کر جہاد میں نکلنا بلکہ سبقت کرنا آسان ہو جائے آمین۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے سب کچھ چھوڑنا آسان ہو گیا تھا لیکن حضور اکرم ﷺ کی جدائی انہیں گوارہ نہیں تھی کیونکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا تھا اور انہیں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر سچا عشق تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے اور ہاتھوں سے روکتے تھے اور آپ ﷺ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے مگر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو انہیں جہاد کی خاطر آپ کی جدائی بھی سہنی پڑی۔ بہت ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے یہ امتحان بہت مشکل ثابت ہوتا کیونکہ وہ تو، رات کے وقت جب آقا سے جدا ہوتے تھے تو انہیں صرف صبح کا انتظار ہوتا تھا کہ کب صبح ہو اور ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر نظروں اور دلوں کی پیاس بجھائیں مگر حضور اکرم ﷺ نے جب ان کے سامنے جہاد کی حقیقت اور اہمیت بیان فرمائی تو ان کے لئے یہ امتحان بھی آسان ہو گیا اور انہوں نے جہاد کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی جدائی کو بھی برداشت کیا۔ ایک بار نہیں بار بار انہیں یہ برداشت کرنا پڑا اس دوران اگر کوئی صحابی عشق و محبت سے مغلوب ہو کر حضور اکرم ﷺ کی صحبت کے چند لمحے مزید حاصل کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں تنبیہ فرماتے۔

مذکورہ بالا واقعات میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہے انہیں موتہ کی طرف روانگی سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی باتوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں شہید ہو جائیں گے چنانچہ وہ اپنی زندگی کا آخری جمعہ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں اداء کرنے کے لئے لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے لشکر سے جا ملیں گے مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور صبح روانہ ہونے والے لشکر کی فضیلت بیان فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی انہی تعلیمات اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز

انہیں مرغوب و محبوب نہیں تھی۔

آج بھی اگر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر یقین کریں تو وہ بھی جذبہ جہاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں۔]

چھٹا باب

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام لگانے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (التوبہ۔۱۲۱)

اور جو کچھ بھی وہ چھوٹا بڑا خرچ کرتے ہیں اور جتنے میدان وہ طے کرتے ہیں یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا بہتر بدلہ دے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی **کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی مقدار کی جگہ** دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی ایک عورت زمین والوں پر جھانک کر دیکھ لے تو جنت اور زمین کے درمیان کو روشنی اور اپنی خوشبو سے بھر دے اور اس کا دوپٹہ دنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

[مصنفؒ فرماتے ہیں] لغدوۃ کا معنی ایک بار جانا اور لروحۃ کا معنی ایک بار لوٹنا۔
علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ صبح سے زوال تک چلنے کو غدوہ اور زوال سے آخر دن تک چلنے کو روحہ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا جو شخص اتنی دیر جہاد میں رہا اسے یہ ثواب ملے گا اور اسے دوران جہاد گزرنے والی ہر صبح اور ہر شام کا یہی اجر ملے گا حتی کہ راستے میں گزرنے والی صبح شام کا بھی یہی

اجر ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی انسان ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں کا مالک بن جائے تب بھی مجاہد کی ایک صبح یا شام کا اجر وثواب اس سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں تو بہرحال فانی ہیں۔

قاضیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو دنیا کا تمام مال واسباب دے دیا جائے اور وہ یہ سارا مال اللہ کی اطاعت میں خرچ کر دے تب بھی وہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام جیسا اجر وثواب نہیں پا سکتا۔ (شرح نووی علی مسلم)

[مجاہد کی صبح اور شام کی فضیلت کے بارے میں احادیث بخاری، مسلم اور دوسری کتب میں بکثرت موجود ہیں]۔

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے یا حج میں تلبیہ پڑھتے ہوئے شام کرتا ہے تو سورج اس کے گناہوں سمیت غروب ہوتا ہے۔ [یعنی اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں] (الطبرانی، مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے ذمہ دار ہوں جو میرے راستے میں مجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے کہ میں یا تو اسے جنت میں داخل کروں گا یا اسے اپنے گھر اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا [حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہو گا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں حاضر ہو گا کہ اس کے خون کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہو گی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے اگر کچھ مسلمانوں پر شاق نہ گزرتا تو میں

کبھی بھی کسی سریہ سے پیچھے نہ رہتا [بلکہ ہر بار خود جہاد کے لئے نکلتا] لیکن میں [غریب] مسلمانوں کے لئے سواری نہیں پاتا [کہ انہیں ہر بار ساتھ لے جاسکوں] اور وہ خود بھی اس کی وسعت نہیں رکھتے اور انہیں میرے [جہاد میں جانے کے بعد] پیچھے رہ جانا بہت گراں گزرتا ہے [اس لئے ان کی خاطر کبھی کبھار میں خود رک جاتا ہوں اور لشکر روانہ کر دیتا ہوں] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کر دیا جاؤں پھر [دوبارہ زندگی پاکر] لڑوں پھر شہید کیا جاؤں پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں۔ (مسلم)

☆ بخاری شریف میں حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے گھر کے دروازے پر پل کی طرح بنا دیئے جاتے ہیں جب وہ اس پل کو پار کر لیتا ہے [یعنی گھر کے دروازے سے نکل جاتا ہے] تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مچھر کے پر کے برابر بھی باقی نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے چار چیزوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔

(۱) وہ [یعنی اللہ تعالیٰ] اس کے پیچھے اس کے گھر اور مال کی دیکھ بھال فرمائے گا۔

(۲) اسے جس طرح سے بھی موت آئے گی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(۳) اگر اسے واپس لوٹایا تو اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹائے گا۔

(۴) سورج کے غروب ہوتے ہی اس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم زمین کا سارا مال واسباب خرچ کر ڈالو تب بھی اپنے [صبح روانہ ہونے والے] ساتھیوں کی ایک صبح جتنا اجر نہیں پاسکتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس روایت سے بھی مجاہد کی صبح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ کی صف میں کھڑا ہونا کسی شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں گزارنا اپنے گھر میں ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (کتاب الترغیب لحافظ ابی حفص وابن عساکر)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا اے اللہ میں آپ سے جنت کے اونچے درجات کا سوال کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے پوچھا: دعاء کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں یہاں ہوں۔ اے اللہ کے رسول۔ آپ: نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ [جنت کے اونچے درجات] کس کے لئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے لئے ہیں جو اپنی صبح یا شام اللہ کے راستے میں گزارتے ہیں۔ (شفاء الصدور حدیث مرسل)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد سے لوٹنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد۔ حاکم)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو سفر جہاد سے واپسی پر بھی روانگی جیسا اجر ملتا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے دوران مجاہد جس قدر اپنے گھر والوں سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ اس روایت کی تائید ابن عساکر کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ابو فوزہ بیان فرماتے ہیں کہ موسم گرما کا لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی باوجود بیماری کے لشکر کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ حرستا [نامی مقام] میں مرنا میرے نزدیک دمشق میں مرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دومہ [نامی مقام] میں مرنا مجھے حرستا میں مرنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح سفر جہاد میں جس قدر آگے بڑھ کر اور اپنے وطن سے دور جا کر مروں [وہ مجھے زیادہ محبوب ہے] یہ لشکر چلتا رہا یہاں تک کہ جب حمص [نامی مقام] پر پہنچا تو حضرت کعب انتقال فرما گئے ہم نے انہیں حمص ہی میں زیتون کے درختوں کے درمیان دفن کر دیا مگر لشکر [جہاد کرتے ہوئے] آگے بڑھتا رہا اور تب واپس لوٹا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

☆ ایسا ہی واقعہ عبداللہ بن محیریزؒ اپنے والد حضرت محیریزؒ [ابن جنادہ بن وہب الجمحی] کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ لشکر میں بیمار ہو گئے تو مجھے فرمانے لگے اے بیٹے مجھے اٹھا کر کسی نہ کسی طرح رومیوں کی سرزمین تک لے چلو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہیں پر موت آئے۔ چنانچہ میں انہیں اٹھا کر چلتا رہا یہاں تک کہ حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو مجھے فکر ہوئی کہ جنازہ کون پڑھے گا اچانک میں نے صفوں کی صفیں ان کا جنازہ پڑھتے دیکھیں جنہیں میں پہچانتا تک نہیں تھا۔

☆ عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ قادسیہ کی لڑائی کے دن ایک مجاہد کی آنتیں [کٹ کر] بکھری پڑی تھیں ایک اور مجاہد ان کے پاس سے گزرے تو زخمی مجاہد نے کہا مجھے

اپنے ساتھ چمٹا لو شاید میں اللہ کے راستے میں ایک دو نیزوں کی مقدار اور آگے بڑھ سکوں۔ چنانچہ پھر وہ ان کے ساتھ چمٹ کر ایک دو نیزے کی مقدار آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

(کتاب الجہاد ابن مبارکؒ)

☆ ابو ظبیان الکوفیؒ فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی سے واپس آنے والے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ جب ہم جنگ ختم کر چکے تھے اور دشمن ہمیں دیکھ رہا تھا اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آ پہنچا۔ انہوں نے لشکر والوں سے فرمایا جب میرا انتقال ہو جائے تو تم دشمن کی طرف سوار ہو کر بڑھنا پھر جہاں تمہیں دشمن روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے تو وہاں قبر کھود کر مجھے دفن کر دینا۔ پھر گھوڑے اور آدمی دوڑا کر قبر کو برابر کر دینا تاکہ وہ پہچانی نہ جا سکے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانیؒ روم کی سرزمین میں (دوران جہاد) بسر نامی گرم پانی کے چشمے پر انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ انہوں نے انتقال سے پہلے (امیر لشکر) بسر بن ارطاۃ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ اس لشکر میں جتنے مسلمانوں کا انتقال ہوا ہے آپ مجھے ان کا امیر بنا دیجئے اور ان کے لئے مجھے ایک جھنڈا بھی دے دیجئے اور مجھے دشمن کے دور دراز علاقے میں دفن کیجئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان [شہداء] کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔

(ابن عساکر)

[سبحان اللہ ان حضرات کے کیا عظیم جذبات تھے۔ دراصل یہ حضرات جہاد کی عظمت اور حقیقت کو پہچانتے تھے اور ان کے پیش نظر صرف آخرت کی زندگی تھی اور وہ جانتے تھے کہ آخرت کی زندگی میں جہاد کے صبح شام کس قدر فائدہ دینے والے ہیں۔ چنانچہ وہ جہاد میں گزاری ہوئی ہزاروں صبحیں اور ہزاروں شامیں اپنے ساتھ لیکر اس دنیا سے چلے گئے اور کامیاب ہو گئے۔

آج ہمیں بھی غور کرنا چاہیے کہ ہمارے دامن میں کتنی صبحیں اور کتنی شامیں ایسی ہیں جو ہم نے جہاد میں گزاری ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین]

ساتواں باب

اللہ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

حضرت ابو عبس جن کا نام عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ (بخاری)

[یہ حدیث شریف اسی مفہوم کے ساتھ حدیث کی مختلف کتابوں میں کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے مصنفؒ نے ان میں سے کئی روایات ذکر فرمائی ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا ایک روایت کو ذکر کیا ہے]

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بندے کے پیٹ میں اپنے راستے [جہاد] کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں فرمائے گا اور جس شخص کے پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کو اس سے تیز رفتار گھڑ سوار کے ایک ہزار سال تک دوڑنے کی مسافت جتنا دور فرمائے گا اور جس شخص کو اللہ کے راستے میں کوئی زخم لگے گا اللہ تعالیٰ اس پر شہداء کی مہر لگا دیں گے اور اسکے لئے قیامت کے دن ایک [خاص] نور ہوگا اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی اسی کے ذریعے اولین اور آخرین اسے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دودھ واپس آجاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(مسند احمد)

☆ عمرو بن قیس الکندیؒ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے جہاد سے واپسی پر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو جمع ہو جاؤ [جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا] میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے پورے جسم کو آگ پر حرام فرما دے گا۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

گرمیوں کے جہاد سے مراد رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی لڑائی ہے چونکہ مسلمان سردیوں کی شدت اور برف باری کی وجہ سے رومیوں کے ساتھ گرمیوں میں جہاد کے لئے نکلتے تھے اس لئے اس لڑائی کا نام صائفہ یعنی گرمیوں کی جنگ پڑ گیا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں حج میں جہاد میں یا اسلامی سرحدوں یا لشکروں کی پہرے داری میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس کے خون اور گوشت کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔

(ابن عساکر۔ کتاب الاجتہاد فی فضل الجہاد سلطان نور الدین زنگیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [جنت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو پراگندہ بال اور غبار آلود قدموں کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ آگ میں داخل نہیں ہو گا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے [یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے اسی طرح اس شخص کا دوزخ میں داخلہ بھی] اور کسی مسلمان کی ناک میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہیں ہو گا۔ (ترمذی۔ نسائی۔ المستدرک)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کسی مرد مسلمان کے دل میں بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور نہ کسی مسلمان کے پیٹ میں اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع ہو سکتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کیا آپ کی بخشش اس علم کی بدولت ہوئی ہے جو آپ نے لوگوں میں پھیلایا ہے ارشاد فرمایا نہیں۔ بلکہ اللہ کے راستے کا جو غبار میرے حلق میں گیا تھا اس کی وجہ سے میری بخشش ہوئی۔

☆ ابو المصبح المقرائی فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر حضرت مالک بن عبد اللہ خثعمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف جا رہا تھا۔ امیر لشکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ اپنے خچر سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے جا رہے ہیں حضرت مالک نے انہیں کہا کہ اللہ نے آپ کو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جائیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے مستغنی ہوں اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرما دے گا۔ حضرت مالک وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں [لوگوں کو سنانے کے لئے] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا اے ابو عبد اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے آپ اس پر سوار ہو جائیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو [غبار کی فضیلت والی] حدیث سنوانا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث شریف بھی سنائی۔ لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سواریوں سے کود کر اتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ بخاری)

میں تم دونوں کی بنسبت اجر و ثواب کمانے سے زیادہ مستغنی ہوں۔ (المستدرک)

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھائی گئی ہیں۔

(۱) اللہ کے راستے میں پیدل چلنا اجر و ثواب کا باعث ہے۔

(۲) امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی راحت کے لئے خصوصی مراعات حاصل نہ کرے بلکہ اپنے مامورین کے ساتھ ہر طرح کی تکلیف و مشقت میں برابر کا شریک رہے۔

(۳) مروت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شریک سفر رفقاء کے درمیان اپنے لئے کوئی خصوصی فائدہ حاصل نہ کرے۔

(۴) رفقاء کو چاہئے کہ اپنے سے افضل افراد کے لئے ایثار و قربانی کا معاملہ کریں [جیسا کہ حضرت ابو لبابہؓ اور حضرت علیؓ کی پیش کش سے معلوم ہوتا ہے]

(۵) حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق سے افضل ترین ہونے کے باوجود تواضع کو پسند فرماتے تھے۔

[ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اسے قیامت کے دن دوزخ کی آگ اور اس کے خوفناک دھویں سے نجات مل جائے ہم نے اس باب میں جتنی بھی احادیث اور روایات پڑھی ہیں یہ سب ہمارے ہی لئے ہیں۔ آج اگر مسلمان ان احادیث پر یقین نہیں کریں گے اور نجات کے ان راستوں کو اختیار نہیں کریں گے تو کل کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آخر یہ فضائل کس کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ کے راستے کا غبار ہر اس آدمی کو آسانی سے نصیب ہو سکتا ہے جو جہاد کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ بظاہر آسان اور سستی نظر آنے والی یہ نعمت کتنی بڑی ہے کہ اس کی بدولت قیامت کے دن کے غبار اور گرمی سے نجات ملے گی اور دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اگر مسلمان تھوڑا سا غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے راستے کے اسی غبار میں ان کی عظمت رفتہ کے قابل رشک مینار چھپے ہوئے ہیں اور

اسی مٹی میں ان کی عزت اور نجات کے راز پوشیدہ ہیں ہمارے اسلاف اسی مٹی کو پھانکتے رہے۔ اسی میں جیتے رہے اور اسی میں مرتے رہے اور دنیا ان کے قدموں پر گرتی رہی اور بادشاہتیں ان کی چوکھٹوں پر جزیے دیکر زندگی کے سانس لیتی رہیں اسلاف میں سے ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جو اللہ کے راستے کی مٹی اپنے کپڑوں پر سے جمع کرتے رہے اور بالآخر وہی مٹی ان کی قبر بنی۔ یقیناً انہیں اسی مٹی میں بہت کچھ نظر آرہا تھا اور انہوں نے اس مٹی کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت و منزلت کو پہچان لیا تھا چنانچہ انہوں نے اس مٹی کو بھی پا لیا اور اس مٹی کے اندر چھپے ہوئے دنیوی اور اخروی خزانے بھی لوٹ لئے مگر آج ہم اس مبارک غبار سے محروم ہو کر ذلت کی مٹی چاٹ رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کے قدموں میں گر کر روزی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ کے راستے کے غبار کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر اسے پانے کے لئے خوب محنت کرو۔ تمہیں انشاء اللہ وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تمہیں اس دنیا میں اور پھر مرنے کے بعد ضرورت ہے۔ یاد رکھو اگر تمہارے قدم اس غبار کو پانے میں کامیاب ہوگئے تو یقین کرو دنیا کا کفر تمہارے انہیں قدموں کے نیچے دم توڑے گا۔

یا اللہ ہم سب کو اپنے راستے کے غبار کی حقیقت سمجھا دے اور اس غبار کا کچھ حصہ عطاء فرما کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے امت مسلمہ کا مقدر بنادے اور دوزخ کی آگ کو ہم سب پر حرام فرمادے۔ آمین]۔

آٹھواں باب

بحری جہاد کی افضلیت کا بیان

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرت ام حرامؓ بنت ملحان کے گھر جایا کرتے تھے وہ آپ کو کھلایا پلایا کرتی تھیں [کیونکہ وہ آپ ﷺ کی رضاعی خالہ ہونے کی وجہ سے محرم تھیں] حضرت ام حرامؓ حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں ایک بار حضور اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور پھر آپ ﷺ کے سر مبارک کی صفائی کرنے لگیں۔ حضور اکرم ﷺ کو نیند آگئی پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرامؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر میں اس طرح سے سوار ہو کر جہاد کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ ام حرامؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ دعاء فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعاء فرمادی پھر آپ نے سر مبارک [بستر پر] رکھا اور سوگئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول کس [چیز کی خوشی] نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے پہلے جیسی بات فرمائی کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ ام حرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے لئے دعاء فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو پہلے [لشکر] والوں میں سے ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بحری جہاد میں تشریف لے گئیں مگر سمندر سے نکلنے کے بعد

اپنی سواری سے گر کر انتقال فرماگئیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اس پہلے لشکر کے لئے جنت واجب ہو گئی جو سمندر میں جہاد کریں گے۔ حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول [کیا] میں ان میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [ہاں] تم ان میں سے ہو۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اس لشکر کے لئے جنت واجب ہو گئی جو قیصر [روم] کے شہر پر حملہ آور ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول [کیا] میں ان میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (بخاری)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سمندر میں سب سے پہلے جہاد کا آغاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فرمایا۔ یہی علامہ فریابی وغیرہ کی تحقیق ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قبرص میں جہاد کے لئے مامور ہوئے تو ان کی اہلیہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ وہاں پر وہ اپنے خچر سے گر کر انتقال فرماگئیں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قبرص کے لوگ ان کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعاء کیا کرتے تھے۔ پھر امیر المومنین سلیمان بن عبد الملک نے حضرت مسلمہ بن عبد الملکؒ کو قسطنطنیہ پر حملے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے ایک بہت بڑا بری اور بحری لشکر تیار فرمایا اہل شام اور اہل جزیرہ میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کا بری لشکر ساتھ ہوا جبکہ مصر اور مغرب والوں نے ایک ہزار کشتیوں کا بحری بیڑہ عمر بن ہبیرہؒ کی کمان میں روانہ کیا۔ مسلمہ بن عبد الملک کی قیادت میں اس لشکر نے قسطنطنیہ کا تیس ماہ تک محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ اہل لشکر بھوک سے تنگ آ کر مردار اور ناپاک چیزیں کھانے پر مجبور ہو گئے حالانکہ مجاہدین کی چھاؤنی میں گندم کے ڈھیر پہاڑ کی طرح بلند تھے مگر انہیں اس لئے رکھ دیا گیا تھا تاکہ رومی خوفزدہ رہیں اور یہ سمجھیں کہ اسلامی لشکر کے پاس وافر مقدار میں سامان

خورد ونوش موجود ہے جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے توانہوں نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی[یعنی اس حملے میں قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا اس کی فتح بہت عرصے کے بعد ہوئی]

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ خشکی پر جہاد کرنے کی بنسبت سمندر میں جہاد کرنے کے زیادہ فضائل ہیں ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سمندر میں ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے۔

☆حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایک حج جس نے حج [فرض] ادا نہ کیا ہو [جہاد کی] دس لڑائیوں سے بہتر ہے اور اس شخص کا ایک لڑائی میں حصہ لینا جس نے حج [فرض] ادا کر لیا ہو۔ دس حج کرنے سے بہتر ہے اور سمندر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے اور جس نے سمندر کو عبور کیا گویا کہ اس نے تمام وادیوں کو عبور کر لیا[یعنی تمام وادیاں عبور کرنے کا اجر پالیا] اور سمندر میں [جہاد کے دوران] قئے کرنے والا [اجر میں] خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (مجمع الزوائد۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

[اس مضمون کی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے]

☆حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں جسے چکر اور قئے آجائے اسے ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو اس میں ڈوب جائے اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میں مرد ہوتی تو پھر صرف سمندر ہی میں جہاد کرتی رہتی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جسے سمندر میں قئے آجائے [اجر وثواب میں] خشکی پر اپنے خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (کتاب السنن)

سمندری جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والے بری جہاد

کے شہداء سے افضل ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ جب سمندر میں چکر اور قئے آنے پر بری شہید کے برابر اجر ملتا ہے تو پھر سمندر میں شہید ہونے والے کا کیا ہی اونچا مقام ہوگا؟

☆حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے شہداء خشکی کے شہداء سے اللہ کے نزدیک زیادہ افضل ہیں۔

(الطبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد)

☆حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر کئی فضیلتیں ہیں:

(۱) جب وہ اپنا پاؤں سمندر میں [کسی سواری پر] اللہ سے اجر کی امید میں رکھتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اگر وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا ڈوب جاتا ہے تو اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

(۲) اور جب سے وہ سمندر میں سوار ہوتا ہے اس وقت سے لوٹنے تک اسے گردن کٹوانے والے خون میں لت پت شہید کا اجر ملتا رہتا ہے۔

(۳) اور سمندر میں ایک دن خشکی کے ایک مہینے سے اور اس کا ایک مہینہ خشکی کے ایک سال سے [اجر میں بہتر ہے]۔ (کتاب السنن ورجالہ رجال الصحیح)

سمندری جہاد میں شرکت کرنے والے کے لئے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں اسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے والوں جیسا بتایا گیا ہے۔

☆حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا اسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔ (الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد)

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں ایک بار جہاد کرنا میرے ساتھ پچاس بار جہاد کرنے جیسا ہے اور جس نے سمندر میں جہاد کیا پھر واپس اس [سمندری جہاد] کی

طرف لوٹ کر آیا وہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہنے والے جیسا ہے۔(ابن عساکر وھذا مرسل غریب)

☆حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سمندر میں اللہ کے راستے کی ایک لڑائی میں حصہ لیا۔۔۔۔۔اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں ہے۔۔۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حق اداء کر دیا اور اس نے جنت کو ہر طریقے سے پالیا اور دوزخ سے ہر طریقے سے بچ گیا۔(ابن عساکر)

سمندر میں جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد والے پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خشکی میں جہاد کرنے والے کو گھر پر بیٹھنے والے پر حاصل ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی پر جہاد کرنے والے پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی خشکی میں جہاد کرنے والے کو اپنے اہل و مال میں بیٹھنے والے پر۔(الطبرانی۔فی الکبیر)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کی فضیلت اور مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض فرماتا ہے جبکہ دوسرے شہداء کی ارواح ملک الموت قبض کرتے ہیں۔

☆حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے روحوں کو قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے کو مقرر فرمایا ہے مگر سمندر کے شہداء کی ارواح کو وہ خود قبض فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خشکی پر شہید ہونے والے مجاہد کے سارے گناہ بخش دیتا ہے سوائے قرض کے جبکہ سمندر کے شہید کے قرضے سمیت سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔(ابن ماجہ۔ضعیف)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کے ایک دن کا اجر خشکی پر جہاد کرنے والوں کے ایک مہینے کے اجر جیسا ہے۔اس بارے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ساتھ [مل کر] جہاد نہ کیا ہو اسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔بے شک سمندر کے ایک دن کا اجر خشکی کے ایک ماہ کے اجر جیسا ہے۔(مصنف عبدالرزاق)

سمندر میں جہاد کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل شہداء وہ ہیں جن کی سواریاں سمندر میں الٹ جاتی ہیں اور وہ ڈوب جاتے ہیں اس بارے میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ سمندر میں ڈوبنے والے کو دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ:

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہداء اصحاب الاکف ہیں عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول اصحاب الاکف کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ جن کی سواریاں سمندر میں ان پر الٹ جاتی ہیں۔(کتاب الجہاد لابن مبارک)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ کا کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

☆حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے [خواب میں] اپنی امت کے کچھ لوگوں کو سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ان لوگوں کو قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ غم میں نہیں ڈالے گی۔(شفاء الصدور۔ابن ماجہ)

ایک صحیح حدیث سے جو آگے آنے والی ہے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جہاد میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کرے گا اسے قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے امن نصیب ہو

جائے گا چونکہ سمندر کا غازی زیادہ افضل ہے اس لئے وہ اس فضیلت کا زیادہ مستحق ہے۔

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ روایات کے مطابق انہیں ہر دو موجوں پر اللہ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرنے کا اجر ملتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سمندر میں جہاد کے لئے سوار ہوا۔ اسے ہر دو موجوں کے درمیان اتنا اجر ملے گا گویا کہ اس نے اللہ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کر لی ہو۔ (شفاء الصدور)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک اور فضیلت کا بیان ذیل کی روایت میں ہے۔

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا ایک قدم [جہاد کے لئے] کشتی میں رکھتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ ایسے [پاک] ہو جاتا ہے جیسے پیدا ہوتے وقت [گناہوں سے] پاک تھا اور سمندر میں جسے چکر اور قئے آئیں وہ دوران جہاد خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ اور اس میں صبر کرنے والا اس بادشاہ کی طرح ہے جس کے سر پر تاج ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور باسناد جید موقوفا)

حی المعافریؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے ساتھ اسکندریہ کے مینار کے پاس بیٹھے تھے اس وقت [مجاہدین کی] کچھ کشتیاں دشمن کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمہ ان لوگوں کے گناہ کہاں ہیں؟ مسلمہ نے عرض کیا ان کے گناہ انہیں کی گردنوں پر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر گز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان کے گناہ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں سوائے قرض کے۔ (الاوسط لامام ابو بکر بن المنذر)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمندر کے مجاہدین پر چند مقامات پر [خوشی اور رضا سے] ہنستا ہے:

(۱) جب وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کشتی میں آکر بیٹھتا ہے۔ (۲) جب اسے

کشتی میں چکر آتے ہیں (۳) جب وہ خشکی کی طرف آتا ہے اور خشکی کو دیکھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا باسناد جید)

سمندر کے جہاد کی ایک اور فضیلت کا بیان اس حدیث میں ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ شہد پی رہا ہے اور خشکی کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے چیونٹی نے کاٹا ہو۔ (شفاء الصدور)

☆ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ سمندر کا شہید اپنے ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ اس کے پڑوسی قیامت کے دن آپس میں جھگڑیں گے اور ان میں سے ہر ایک زیادہ قریبی پڑوسی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سمندر میں جہاد کرنا اللہ کے راستے میں مقبول سونے کا ڈھیر خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ مصنف ابن ابی شیبہ)

خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ طرابلس میں عاصم نامی ایک شخص رہتے تھے ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی وسیع رحمت اور بلند جنتوں میں ہوں۔ میں نے پوچھا کس عمل کی بدولت۔ فرمایا سمندر میں زیادہ جہاد کی وجہ سے۔

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا یقین اور توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر بڑھ جائے اور اس کا دل گواہی دینے لگے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی بے وقعتی اس کے سامنے آجائے تو اسے چاہئے کہ سمندر میں [جہاد کے لئے] سوار ہو۔

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ سمندر میں جہاد کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ

سمندری سفر خطرات اور مشقتوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس میں جہاد کرنے والے کو دشمن کے ساتھ ساتھ سمندر میں ڈوبنے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اور وہ جنگ سے اکیلا بھاگ بھی نہیں سکتا۔ (المغنی لابن قدامہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں سمندری جہاد کی فضیلت کے بیان کے بعد اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سمندر میں سکون کی حالت میں جہاد اور حج کے لئے سفر جائز ہے لیکن اگر سمندر میں طوفان ہو اور سلامتی کا امکان نہ ہو تو پھر یہ سفر جائز نہیں رہتا۔

☆ ابو عمران الجونیؒ فرماتے ہیں کہ ہم فارس میں تھے اور زہیر بن عبداللہ ہمارے امیر تھے انہوں نے ایک شخص کو ایسی چھت پر [سوئے ہوئے] دیکھا جس کے ارد گرد کوئی دیوار نہیں تھی انہوں نے مجھے فرمایا کیا آپ نے اس بارے میں کوئی روایت سنی ہے میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسی چھت پر رات گزاری جس پر کوئی دیوار یا آڑ نہ ہو تو میں ایسے شخص سے بری الذمہ ہوں اور جو شخص سمندر میں طوفان کے وقت سوار ہوا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (رواہ احمد فی المسند مرفوعا و موقوفا)

فصل

مجاہد کے سمندر کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سمندر میں جہاد اجر و ثواب اور مسلمانوں کے دفاع کی نیت سے [سواری پر] بیٹھا تو اللہ تعالیٰ سمندر کے ہر قطرے کے بدلے اسے ایک نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صبح

سویرے خیبر پر حملہ کیا اور وہ لوگ [اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے] کدالیں لے کر نکل رہے تھے جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو دوڑتے ہوئے اپنے قلعوں میں چلے گئے اور کہنے لگے محمد اور ان کا لشکر آ گیا حضور اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا خیبر تباہ و برباد ہو گیا ہے بے شک جب ہم کسی قوم پر چڑھائی کرتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آوازوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں (۱) اذان (۲) جہاد میں تکبیر [یعنی اللہ اکبر] کہنا۔ (۳) حج کے [تلبیہ [لبیک کہنے میں] آواز کو بلند کرنا (ابن عساکر)

حکایت! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قبر پر سے گزرے اس قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اتنا سخت عذاب دیکھا تو انہیں ترس آیا اسی دوران اچانک اس قبر پر رحمت نازل ہونے لگی اور قبر نور سے بھر گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قبر والے سے فرمایا کہ تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا چنانچہ وہ زندہ ہو گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پورا ماجرا پوچھا تو وہ کہنے لگا میرا ایک بھائی اللہ کے راستے میں پہرے داری میں مصروف ہے اس نے میری طرف سے [جہاد میں] ایک بار اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے عذاب سے نکال دیا۔

حکایت! ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا تھا جو گناہ گار تھا ایک بار وہ بیمار ہو گیا تو اس نے مجھے رات کو ملاقات کے لئے بلوایا میں جب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ دو کالے فرشتے اس کے قریب آ چکے ہیں یہ دیکھ کر میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی اور کہا میرا بھتیجا تباہ ہو گیا۔ اچانک دو سفید فرشتوں نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اس [مریض] کے پاس جاؤ۔ جب وہ فرشتہ اترا تو کالے فرشتے ایک طرف ہٹ گئے اس سفید فرشتے نے آ کر پہلے اس کا منہ سونگھا اور کہنے لگا میں اس میں

ذکر اللہ نہیں پاتا۔ پھر اس نے پیٹ سونگھا اور کہنے لگا میں اس میں روزے نہیں پاتا۔ پھر اس کے دونوں پاؤں سونگھے اور کہنے لگا میں اس میں نماز نہیں پاتا پھر وہ واپس لوٹا اور اس کی زبان کو سونگھا اور کہنے لگا اللہ اکبر میں نے اس کی زبان میں پایا ہے کہ اس نے انطاکیہ میں اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں ایک بار اللہ اکبر کہا تھا۔ چنانچہ اسی فرشتے نے اس کی روح نکال لی اور گھر میں مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (ابو عبدالرحمن السلمی فی کتاب الحقائق فی الرقائق)

فائدہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے لئے سمندر میں ڈوبنے سے امان یہ ہے کہ وہ یہ [آیات] پڑھ لیا کریں۔

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (ھود۔۴۱)

(۲) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ. سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (الزمر۔۶۷)

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندری لڑائیوں کی پیشین گوئی اور سمندری جہاد کی فضیلت اس وقت بیان فرمائی تھی جب مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور پوری دنیا کے سمندر کافروں کے قبضے میں تھے۔ لیکن حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کے ان مبارک فرمانوں کو اپنے سینوں میں بسا لیا تھا چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانے میں مسلمان غازیوں نے سمندروں پر کمند ڈالی اور پھر سمندر بھی ان کے قدموں تلے سمٹتے چلے گئے۔ اور سمندر کے شور پر تکبیر کے نعرے غالب آنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ سمندروں پر قبضہ کیے بغیر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند نہیں کیا جا سکتا اور نہ سمندروں میں امن قائم کیے بغیر انسانیت کو وافر روزی مل سکتی ہے اور نہ سمندری خزانوں کے بغیر کوئی مضبوط اور عالمگیر حکومت چل سکتی ہے ان تمام حالات کو

مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے سمندری جہاد کے اس قدر فضائل بیان فرمائے اور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد اسلاف امت نے ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ایسی بے مثال قربانیاں دیں اور ایسے عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے کہ سمندر کا سینہ ان کے لئے کھلتا چلا گیا اور سمندر نے اپنے خزانے ان کے قدموں پر ڈال دیئے اور اللہ کے ان بندوں نے زمین کی طرح سمندروں میں بھی امن قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی انہوں نے بلند مقامات حاصل کیے اور وہ تمام فضائل ان کا مقدر بنے جو حضور اکرم ﷺ نے سمندر کے غازیوں کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ مگر پھر جب مسلمانوں سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا اور بداعمالیوں اور دشمنوں کی سازشوں نے مسلمانوں کو جہاد سے محروم کر دیا اور مسلمان ایک امت کی طرح رہنے کی بجائے قوموں، قبیلوں اور زبانوں میں بٹ کر رہ گئے تو خشکی کی طرح سمندر سے بھی ان کا رعب اور دبدبہ اٹھ گیا۔ چنانچہ آج دنیا کے تمام گرم سمندر امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اسرائیلی بحری بیڑوں اور آبدوزوں کی دسترس میں ہیں۔ سمندر کا جو علاقہ مسلمانوں کے پاس ہے وہ بھی محفوظ نہیں ہے بلکہ اس کے سینے پر بھی صلیب کا خنجر گاڑا جا چکا ہے۔ سمندری جہاد کے فضائل تو مسلمانوں کی کتابوں میں ہیں مگر سمندر سے میزائل بھی مسلمانوں پر داغے جا رہے ہیں۔ امریکی جہاز ان سمندروں میں نہایت امن کے ساتھ بدامنی پھیلاتے پھر رہے ہیں اور جب چاہتے ہیں افغانستان، سوڈان، عراق اور مسلمانوں کے دوسرے علاقوں پر میزائل داغتے ہیں۔ اور انہیں اب یہ خطرہ نہیں ہے کہ محمد شاہ فاتح کی طرح کوئی مسلمان خشکی پر اپنا بحری بیڑہ چلاتا ہوا سمندروں میں اترے گا اور قسطنطین کی باقیات کو ان سمندروں میں غرق کر دے گا۔ کیونکہ محمد شاہ فاتح تو انتقال کر چکے ہیں اور اب مسلمانوں کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو نہ اسلام کو جانتے ہیں اور نہ جہاد کو پہچانتے ہیں وہ اللہ کی بجائے راتوں کو چھپ کر کافروں کو سجدے کرتے ہیں اور سمندروں میں جہاد تو درکنار مسلمانوں کے سمندر کافروں کو بیچتے جا رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

آج بھی حضور اکرم ﷺ کے بیان فرمودہ سمندری جہاد کے فضائل مسلمانوں کو ترقی، نجات اور کامیابی کا راستہ بتارہے ہیں۔ آج اگرچہ سمندر میں جہاد ہمارے لئے کافی مشکل ہو چکا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ جہاد آسان کب تھا؟ حضرات صحابہ کرامؓ تو صحراؤں کے باسی تھے مگر وہ ان فضائل اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مبارک باتوں پر یقین کرتے ہوئے سمندروں میں کود پڑے تو آسمان سے فوراً نصرت نازل ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری دنیا کے بحر و بر پر چھا گئے۔ آج اگر سمندروں میں بڑے بڑے بحری بیڑے پھر رہے ہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی رومیوں کے بحری بیڑے چھوٹے اور کمزور نہیں تھے۔ بلکہ تلواروں کے اس دور کی بجائے بارود کے اس دور میں مسلمانوں کے لئے زیادہ سہولت موجود ہے کیونکہ آج سمندر میں چلنے والا ہر بحری بیڑہ، بحری جہاز اور آبدوزیں اپنا تباہی کا سامان اپنے اوپر لاد کر نکلتی ہیں۔ بس ضرورت تو جانبازی اور سرفروشی کی ہے آج مسلمانوں کو سمندر کی کالی نیلی خوفناک لہروں کی بجائے سمندر میں شہادت کی لذت کو سوچنا چاہئے۔ کیونکہ ہم نے پڑھ لیا ہے کہ سمندر میں شہید ہونے والے کو روح نکلتے وقت ایسا مزہ آتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی کے ساتھ شہد پینے کا۔

اے حرم پاک کی حرمت کے محافظو! اے مدینہ منورہ کی فضاؤں سے عشق کے دعوے کرنے والو! اے حجر اسود اور گنبد خضراء پر مر مٹنے والو! آج حجاز کے سمندروں کو پھر مجاہدین کی ضرورت ہے۔ ایسے مجاہدین کی جو ان سمندروں کو دشمنوں کی ناپاک طاقت اور ان کے ناپاک وجود سے پاک کردیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سمندر اور خشکی پر اپنے پیارے دین کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]

نواں باب

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافاً کَثِیْرَةً. (البقرہ۔۲۴۵)

کون شخص ایسا ہے جو قرض دے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض پھر اللہ تعالیٰ اسے بڑھادے کئی گنا۔

امام قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھاچڑھا کر بدلہ عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ. وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. (البقرہ۔۲۶۱)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں (اور) ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے اور جاننے والے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: (مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ) الی آخرہ. نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی اے میرے رب میری امت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما تب یہ آیت نازل ہوئی:۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً. پھر حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی۔ اے میرے رب میری امت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (الزمر-۱۰) جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔ (موارد الظمآن۔ بیہقی فی الشعب)

☆ حضرت حریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ [اللہ کے ہاں] سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے [شب معراج میں] ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تا حد نظر پڑتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے جبرئیل علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ اللہ کے راستے کے مجاہدین ہیں۔ ان کی نیکیاں سات سو گنا بڑھا دی جاتی ہیں۔

ترجمہ آیت:۔ اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ (سورۃ سبا، ۳۹)

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے سر بڑے پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ان کے سر جب بھی کچلے جاتے وہ پھر پہلے جیسے ہو جاتے تھے اور یہ صورت حال بغیر وقفے کے جاری تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے [یعنی یہ لوگ نماز میں غفلت کرتے تھے] پھر آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے زمین کے ٹکڑے تھے اور وہ جہنم کے انگاروں، پتھروں، کانٹے دار درختوں اور زقوم کے درمیان جانوروں کی طرح چرائے جا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون

لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں سے صدقات [واجبہ] ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔ (دلائل النبوۃ۔ بزار)

☆ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک لگام والی اونٹنی لیکر حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ میں اللہ کے راستے میں دے رہا ہوں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو لگام والی اونٹنیاں ملیں گی۔ (مسلم۔ المستدرک)

حدیث شریف کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اسے سات سو اونٹنیاں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور حدیث شریف کو اس کے ظاہری معنی پر بھی رکھا جا سکتا ہے کہ اسے واقعی جنت میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ جن پر وہ تفریح کی خاطر سوار ہوتا پھرے گا۔ جبکہ جنت کے گھوڑے اور اونٹ کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس احتمال کو پسند فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

☆ حضرت حریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کیا وہ ہر دن اس کے میزان میں ڈالا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حدیث شریف میں سات سو گنا اجر بڑھنے کا جو تذکرہ ہے وہ اس صورت میں ہے جب آدمی خود گھر بیٹھا رہے اور جہاد پر یہ رقم خرچ کر دے لیکن اگر آدمی خود جہاد میں نکل کر کچھ خرچ کرے تو اس کا اجر سات لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں مال بھجوا دے اور خود اپنے گھر میں بیٹھا رہے تو ہر درہم پر سات سو درہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اور جو شخص خود اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکل کر کچھ خرچ کرے اسے ہر درہم پر سات لاکھ

درہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:۔ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ [اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے] (ابن ماجہ۔ بیہقی فی الشعب)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [جنت کی] خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے جہاد میں نکل کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا بے شک اسے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور ہر نیکی ان نیکیوں میں سے دس گنا بڑھائی جاتی ہے اس زیادتی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطاء فرماتا ہے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول [جہاد میں] خرچ کرنے کا کیا اجر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خرچ کرنا بھی اسی قدر [یعنی ذکر کی طرح] بڑھتا ہے۔ راوی عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر تو سات سو گنا ہے [جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے۔ سات سو گنا اجر تو تب ملتا ہے جب خرچ کرنے والا خود گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کے لئے نہ نکلے۔ لیکن اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ کرے تو اللہ نے اس کے لئے اپنی رحمت کے ایسے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا۔ اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی غالب رہتا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد۔ وفی اسنادہ راو لم یسم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو اسے جنت میں پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندو! یہ خیر و بھلائی ہے اور جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقے والا ہوگا اسے صدقے کے دروازے سے پکارا جائیگا۔ اور جو روزے والوں میں سے ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول ان سب

دروازوں سے پکارے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پس کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مسند احمد)

☆ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں [کسی بھی چیز کا] جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کا نگران فرشتہ پکارے گا۔ اے اللہ کے فرمانبردار یہ خیر و بھلائی ہے آ و اس کی طرف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ شخص تو ہلاکت اور خسارے سے بچ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے کسی مال نے کبھی نہیں پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے۔

(مسند احمد)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے مال میں سے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا۔ جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے فرمایا دو گھوڑے یا دو اونٹ [اسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو دو مثلاً دو گائے دو کپڑے وغیرہ]۔ (نسائی۔ المستدرک)

فصل

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خرچ ہونے والے دیناروں میں افضل دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی [مجاہد] اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نجاشیؓ کے ساتھیوں میں سے چالیس افراد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک رہے انہیں کچھ زخم بھی لگے مگر ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے زخم اور ضروریات دیکھیں تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہم مالدار لوگ ہیں آپ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنا مال لے آئیں اور زخمی اور ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی وہ اپنا مال لے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ. وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ. اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (قصص ۔۵۲۔۵۳۔۵۴)

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب [قرآن] ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو اس کے لئے پہلے سے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مال خرچ کرنے سے وہی مال مراد ہے جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابن عساکر)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر تنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعے سے لشکر اسلام کی مدد کی۔ انہوں نے یہ دینار حضور اکرم ﷺ کی گود مبارک میں ڈال دیئے آپ ﷺ انہیں اپنے ہاتھوں

سے الٹتے پلٹتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے آج کے دن کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ ﷺ بار بار ان الفاظ کو دھراتے تھے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میرے پروردگار آپ عثمان سے راضی ہو جایئے۔ بے شک میں ان سے راضی ہوں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لئے جو مدد فرمائی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تین سو اونٹ مع سازوسامان کے عطاء فرمائے پھر ایک ہزار دینار دیئے پھر آپ نے اونٹ ایک ہزار کر دیئے اور دینار دس ہزار اور بیس یا پچاس گھوڑے بھی عطاء فرمائے۔ (الریاض النضرہ)

☆ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی چنانچہ ایک شخص کو ایک ہزار دینار دیئے جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

☆ زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہر ایک بدری صحابی کے لئے سات سو دینار کی وصیت فرمائی اس وقت ان حضرات میں سے ایک سو حضرات زندہ تھے مال لینے والوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس وقت خلیفہ تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جہاد میں ایک ہزار گھوڑے دینے کی وصیت بھی فرمائی۔ (ابن عساکر)

علامہ قرطبی نے تاریخ قرطبی میں لکھا ہے کہ ذوالریاستین بن سہلؒ نے جہاد میں دس لاکھ دینار خرچ فرمائے اور فرمایا اگر میرے پاس اس سے دو چند ہوتے تو وہ بھی خرچ کر دیتا۔

چوتھے باب میں آپ ام ابراہیم الھاشمیہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح سے اپنا بیٹا بھی جہاد میں بھیجا اور دس ہزار دینار بھی عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے

میں اس کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کے واقعات بے شمار ہیں۔

نافع الفہری کے بارے میں آتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان کے پاس چند دھاگے کات کر لاتی اور کہتی کہ یہ جہاد میں قبول کر لو تو وہ قبول کر لیا کرتے تھے اور کوئی شخص ایک دینار کا تیسرا حصہ لاتا تو اسے بھی قبول کر لیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپکو اس سے غنی کیا ہے [پھر آپ کیوں یہ قبول کر لیتے ہیں] تو انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کیا ہے۔ لیکن میں اس لئے لے لیتا ہوں تا کہ دینے والے کو بھی اجر مل جائے اور جب ہم آگے دیں گے تو ہمیں بھی اجر مل جائے گا۔ بے شک انہوں نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطاء فرماتا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ نیکیوں میں سے کسی [کم سے کم چیز کو بھی] حقیر نہ سمجھو۔ (مسند احمد)

چنانچہ انسان کو چاہئے کہ کم چیز کو خرچ کرنے سے نہ شرمائے بے شک اگر اس کی نیت اچھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا۔

☆ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اس سوئی کی وجہ سے جو اس نے اللہ کے راستے میں کسی کو عاریۃً دی تھی اور ایک عورت جنت میں داخل ہوئی ایک سوئے کی وجہ سے جو اس نے اللہ کے راستے میں دیا تھا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو اگرچہ ایک تیر کا پیکان ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ایک عبرت آموز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ ابو قدامہ شامیؒ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے

دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا ایک بار وہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے ان کے ساتھیوں نے کہا اے ابو قدامہ آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب وغریب واقعہ سنائیے۔ ابو قدامہ نے فرمایا ایک بار میں رقہ نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تا کہ اس پر اپنا اسلحہ لاد سکوں۔ ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی۔ اے ابو قدامہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطاء فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطاء نہیں فرمائے میں نے ان بالوں کو کاٹ کر ایک رسی بنالی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے تا کہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کر لے تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے۔ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرا خاوند اور خاندان سب اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ اس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی۔ اے ابو قدامہ میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے جو قرآن کا عالم، گھڑ سواری اور تیر اندازی کا مشاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدان جہاد میں بھیج دوں گی۔ میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجروثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کرو۔

میں [ابو قدامہ] نے وہ رسی اس سے لے لی اور اسے اپنے سامان میں رکھ لیا اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت رقہ سے روانہ ہو گیا ابھی ہم مسلمہ بن عبد الملک کے قلعہ کے

پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑ سوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی۔ ہم رک گئے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا تم لوگ چلتے رہو۔ میں اس گھڑ سوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑ سوار آ پہنچا۔ اور اس نے ملاقات کے بعد کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لوٹایا۔ میں نے کہا اے عزیز اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کر سکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لوٹا دوں گا۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا بیٹا تمہارے والد زندہ ہیں۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں وہ اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی طرح قبول فرمالے۔ میں نے پوچھا۔ اے بیٹے کیا تمہاری والدہ نہیں ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا جاؤ ان سے اجازت لیکر آؤ اگر اجازت دیں تو آجاؤ ورنہ ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ نوجوان نے کہا اے ابو قدامہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں انشاء اللہ شہید ابن شہید ہوں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے۔ گھڑ سواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑ سوار نہیں چھوڑا آپ میری عمر کو نہ دیکھیں۔ میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرمادے تو پھر قیامت کے دن

میری شفاعت کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستر اہل خانہ اور ستر پڑوسیوں کی شفاعت کریگا۔ پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھیجا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! یہ میرا بچہ ہے۔ میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں۔ اسے اپنے والد کے قریب کردے۔

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا لڑکے نے کہا اے چچا جان آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آرہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔ میں نے کہا میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رو رہا لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رو رہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ بہر حال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا۔ میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا جو اللہ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا۔ جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑ سوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمتگار بن جاتا تھا۔ وہ مسلسل اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروب آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا اچانک اسے اونگھ آگئی اور وہ سو گیا۔ نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا۔ جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا بیٹے آپ نیند میں ہنس رہے تھے۔ اس نے کہا میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسا دیا میں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا خواب میں؟ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ میں عجیب و غریب سبز باغ میں ہوں میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل

دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے اچانک میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے کہا جلدی نہ کرو ابھی اس کا وقت نہیں آیا پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سرخ سونے کا ایک کمرہ تھا جس میں سبز زمرد کی ایک مسہری تھی جس کے پائے چاندی کے تھے اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی خوش آمدید خوش آمدید۔ اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں میں نے چاہا کہ اسے سینے سے لگالوں تو کہنے لگی ابھی رکو جلدی نہ کرو میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کی نماز کے وقت ہوگی۔

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ خواب سن کر میں نے کہا بیٹے تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی۔ اب خیر ہی ہوگی (انشاء اللہ) صبح کے وقت اعلان جنگ ہو گیا۔ ہر طرف آوازیں لگنے لگیں۔ اے اللہ کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آگیا ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا۔ میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آکر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا اے بیٹے تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے واقف نہیں ہو اس لئے پیچھے واپس چلو۔ [اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو] اس نے کہا چچا جان کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت

نہیں سنی:۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو،

تو کیا اے چچا جان آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر دوزخ والوں میں سے ہو جاؤں۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے ہم پر یک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا اس دن بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آرہی تھی میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا۔ ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا۔ اے مسلمانو! میرے چچا ابو قدامہ کو میرے پاس بھیجو میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا خون غبار اور سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا میں نے کہا میں ابو قدامہ ہوں۔ اس نے کہا اے چچا جان! رب کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔ ابو قدامہ کہتے ہیں میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا پیارے بیٹے قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابو قدامہ کو بھول نہ جانا اس نے کہا آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جا سکتا آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں۔ حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں چچا جان اسے اسی طرح چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ چچا جان وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے جلدی کیجئے میں بہت مشتاق ہوں چچا جان اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجئے گا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں

کے ساتھ مقابلے میں میں نے بزدلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اسے سلام بھی کہہ دیجئے گا اور کہئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے وہ ابھی دس سال کی ہے میں جب گھر آتا تھا تو وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا تو وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی۔ ابھی جب میں آرہا تھا تو اسنے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان اللہ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا جب آپ کی اس سے ملاقات ہو تو اسے میرا سلام کہئے گا اور کہئے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے۔ اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تمہارا نگہبان ہے پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ اللہ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے تو رقہ شہر میں بھی آئے میں فوراً اس نوجوان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اس نوجوان جیسی تھی دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے شخص سے پوچھتی ہے چچا جان آپ کہاں سے آرہے ہیں وہ جواب دیتا جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا وہ کہتا میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو میں اس کے پاس پہنچا۔ مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آرہے ہیں میں نے کہا جہاد سے کہنے لگی کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا ہو گیا سارے لوگ آرہے ہیں۔ میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت رونا آیا۔ مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا میں نے کہا بیٹی اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو قدامہ سے بات کر لے۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل

آئیں میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگیں ابو قدامہ خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے۔ میں نے کہا مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھائیے۔ کہنے لگیں اگر میرا بیٹا واپس آگیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے۔ تو تم خوشخبری سنانے والے ہو میں نے کہا خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرما لیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا واقعی قبول فرما لیا ہے میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا بیٹی تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تمہارا نگہبان ہے یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ہلایا تو اس کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کئے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آگیا۔

(حکاہا احمد بن الجوزی الدمشقی فی کتابہ المسمّٰی بسوق العروس وانس النفوس)

دسواں باب

اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (البقرہ ۱۹۵)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

☆امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم اور دیگر حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے [یعنی جہاد] میں خرچ کرنا چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (بخاری۔ تفسیر ابن ابی حاتم)

یہی تفسیر دیگر کئی صحابہ کرامؓ اور بڑے تابعین حضرات سے منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ

تَکْنِزُوْنَ. (التوبہ۔۳۴۔۳۵)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک سزا کی خبر سنادیں۔ جس دن (اس مال کو) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۳) ھٰاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ. (محمد۔۳۸)

ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے پھر بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں) اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (بخل کر کے اس کے حکم سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا فرمادے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۴) وَمَالَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ. (الحدید۔۱۰)

اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان وزمین آخر میں اللہ کا رہ جائے گا برابر نہیں ہیں تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کے راستے میں مال) خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور (اللہ کے راستے میں) لڑے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کونسی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روک رہی ہے حالانکہ تم لوگ مرنے والے ہو اور تم اپنے مال اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور یہ مال بھی اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ وللہ میراث السمٰوٰت والارض کا مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین بھی اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے کیونکہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ تو ختم ہو جائے گا تو جس طرح میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی طرف لوٹیں گے۔ (تفسیر القرطبی)

☆ مالک بن اوس بن حدثان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہوئے میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے ہمیں سلام کیا پھر ایک ستون کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا۔ پھر آپ نے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرْ پوری سورۃ پڑھی نماز کے بعد لوگ آپؓ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے۔ اے ابوذر! حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنایئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اونٹ میں صدقہ ہے گائے میں صدقہ ہے، کپڑوں میں صدقہ ہے، جس شخص نے سونا چاندی جمع کیے اور نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ کے راستے میں خرچ کیے تو اسے اس سونے چاندی سے [قیامت کے دن] داغا جائے گا۔ ۔۔۔۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ والذین یکنزون الذھب ... الی آخرہ. (مکمل آیت اور ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) (ابن عساکر)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ان کے پاس کچھ مال آیا ان کے ساتھ ان کی باندی تھی وہ اس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی یہاں تک کہ اس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں۔ شاید آپ کو ان کی ضرورت پڑے یا آپ کے پاس

کوئی مہمان آجائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے دوست حضرت محمد ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی [کسی تھیلی میں] گرہ لگا کر رکھا جائے وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں بانٹ دے۔

(مسند احمد۔ الطبرانی)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

☆ اسلم بن عمرانؒ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر لشکر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے [لڑائی کے وقت] رومی لشکر اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ مسلمانوں میں ایک مجاہد نے دشمنوں پر [تنہا] حملہ کر دیا یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے [حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو] حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمادیا تو ہم نے کہا کہ ہم [کچھ عرصہ] اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتادیا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔ ابو عمران کہتے ہیں حضرت ابوایوبؓ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم)

اور بعض مفسرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب

جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔
[اللہ کے راستے میں خرچ کرو] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ
میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد
میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (السنن الکبریٰ۔ بیہقی)

فصل

جہاد میں اپنے اوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا یا اس مال
سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر
والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات میں سے
ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے اسی لئے شیطان جتنی کوشش اور
محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے
لئے نہیں لگاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ [جہاد میں] خرچ کرنے کی بدولت ایک مؤمن کو کتنا بڑا
اجر، کتنا عظیم ثواب اور کیسے عظیم درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور
عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی مسلمان جہاد
میں مال خرچ نہ کرے دوسری طرف انسان کا طبعی بخل، خرچ نہ کرنے کی عادت، اور جہاد میں
خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے ناواقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے۔ خصوصاً اس دور میں
جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں ہمارے شہروں
[دمشق] وغیرہ میں تو اب جہاد رہا ہی نہیں جبکہ دوسرے شہروں میں بھی حقیقی جہاد بہت کم پایا
جاتا ہے چنانچہ آج ملعون دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کچھ
مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی
میں لگاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے:۔ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَ

خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ. [تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین
روزی دینے والا ہے]۔ (سورۃ سبا ۔ ۳۹)

بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پا لیتا ہے اور
اس کی باتوں میں نہیں آتا لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی
باتوں میں آجاتا ہے کیونکہ شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو خود بھی جہاد
میں چلا گیا اور سارا مال بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آگیا تو تو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے
گا جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے اس لئے تو خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا لیکن
اپنا مال پیچھے چھوڑ جا شیطان کا یہ وسوسہ اسی آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں
واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقے سے دنیا کی محبت اور شہادت کے
خوف میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ شہادت کی نعمت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا تو واپسی کا
خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا ہمارے اسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ سے ملاقات کی
محبت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے کیونکہ ان کے دل میں واپس
آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذت سے
واقف تھے۔ اسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدان جہاد میں جب لشکر آمنے
سامنے آگئے تو شیطان نے انہیں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ پہلے ان کے دل میں بیوی کی یاد
اس کا حسن و جمال اس سے قرب کے لمحات اور اس سے جدائی کے غم کو جگایا پھر عیش و آرام
والی زندگی اور مال و اسباب یاد دلائے۔ قریب تھا کہ ان کے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبت پیدا
ہو جاتی اور میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ انہوں
نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا اے نفس اگر آج میں میدان جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری
بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور میرا تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے
لئے صدقہ ہے اے نفس کیا تو آج میدان جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے

تیار ہے جس میں نہ بیوی ہوگی نہ مال واسباب۔ ان کے نفس نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا۔ تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی خرچ کرنے کے لئے ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے۔ اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ۔ ان کے لئے اتنا صدمہ کافی ہے کہ تم جا رہے ہو۔ اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔ یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا کہ بندوں کی روزی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رزاق تو اللہ تعالیٰ ہے میں تو اپنے اہل وعیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں اس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتم اصمؒ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کردوں۔ ان کی بیوی نے کہا اے حاتم میں نے تمہیں کبھی اپنا روزی دینے والا رزاق نہیں سمجھا۔ میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں تمہیں جہاں جانا ہو خوشی سے چلے جاؤ [اور ہماری پرواہ نہ کرو ہمارا رزاق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے]۔

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو سابقین کے امام اور امت میں سب سے افضل ہیں ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے [غزوہ تبوک کے موقعہ پر] اپنا سارا مال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا جس پر **حضور صلی اللہ علیہ وسلم** نے پوچھا اے ابوبکر اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ فرمانے لگے ان کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن دارمی)

☆ یہی حال ان کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے انہوں نے وہ

سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المستدرک)

مال خرچ کرنے اور اسے بچا کر نہ رکھنے کے سلف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہو جائے گا۔

خود حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کرکے نہیں رکھتے تھے۔ (ابن حبان۔ موارد الظمآن)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ایسے بندوں سے [ان کے مرنے کے بعد] گفتگو فرمائی جنہیں اس نے [دنیا میں] خوب مال واولاد عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک سے فرمایا۔۔۔۔۔۔ کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال واولاد عطاء نہیں فرمائی تھی۔ اس نے کہا اے میرے رب آپ نے عطاء فرمائی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے اس کا کیا کیا۔ اس نے کہا اس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہو جائے۔ میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تجھے حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا۔ یاد رکھ تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی فقر وفاقے] سے ڈرتا تھا۔ وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے یہی گفتگو فرمائی۔۔۔۔۔۔۔ اور پوچھا تم نے اپنے مال واولاد کا کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل وکرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہیں حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تم زیادہ ہنسو گے اور تھوڑا روؤ گے۔ تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی میرے فضل وکرم] کا یقین رکھا تھا وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی)

#ایسا ہی واقعہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت

قریب آیا تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک ایک دینار ملا۔ مسلمہ بن عبد الملک نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود متولی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ کی نافرمانی میں ان کی کیوں مدد کروں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ کے راستے میں سو گھڑ سواروں کو مکمل سامان جہاد دیکر سو گھوڑوں پر سوار کیا [یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہو گئی] جبکہ مسلمہ بن عبد الملک نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی [معمولی] نوکری کر رہا تھا۔ [یعنی مسلمہ کی اولاد پر فقر و فاقہ نازل ہو گیا]۔ (قرطبی)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ میں آ کر بیٹھ گیا ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں [جو بہت گھاٹے میں پڑ گئے ہیں] مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں [یعنی ہر نیکی کے کام میں] خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اس موضوع پر احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہو اور اسے اللہ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر و ثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لوٹ لیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔ [کہ سارا مال خرچ

کرنے کے باوجود فقر و فاقے میں مبتلا نہیں ہوئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ضرور پالیا]۔ مگر یہ نعمت بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یقین اور توکل کمزور [یا اسے کوئی عذر] ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اہل وعیال کے لئے بھی رکھ لے۔ [اور باقی خرچ کر دے]۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنا کچھ مال روک لو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرات صحابہ کرام کے بارے میں تو توکل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا [یہ حضرات تو ایمان و یقین اور توکل کے بلند مینار تھے] حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں تو یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ امت میں سے کمزور لوگ ان کی اقتدا کر سکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صدیق اکبر کی پیروی کر سکیں۔ صحابہؓ تو ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔ لیکن جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال بلکہ بخل کرتا ہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ. (احزاب۔۴)

اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

[جہاد میں مال خرچ کرنا ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ مصنفؒ نے اس کے مختصر طور پر کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں لیکن اگر ان فضائل کو تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے سینکڑوں صفحے درکار ہیں ویسے ایک مسلمان کے لئے تو قرآن مجید کی ایک آیت اور حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہی کافی ہے جس مسلمان کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو وہ جہاد میں خرچ کرنے کے ان فضائل کو پڑھ کر پیچھے رہنے یا محروم رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ مال بہت گھٹیا اور حقیر چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت ہی انمول اور قیمتی تحفہ ہے اب اگر اس حقیر سے مال کو خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہوتی ہو تو کون سا مسلمان ایسا ہے جو اس سے محروم ہونا گوارہ کریگا۔ یہ گند اور حقیر مال جسے حدیث شریف میں مردار جانور سے تشبیہ دی گئی ہے اگر خرچ کر کے جہنم سے نجات مل سکتی ہے تو کون مسلمان ایسا ہوگا جو یہ سودا نہیں کرنا چاہے گا پھر ایک سچے مسلمان کے دل میں اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی مقدار مقدر ہے اور ہر کسی کا رزاق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس یقین کے بعد پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ مسلمان مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنی تجوریوں اور بینک کے اکاونٹوں کا پیٹ بھرتا بھرتا مر جائے اور قیامت کے دن یہی مال اس کے جسم کو داغنے کا سبب بنے اور اسی مال کی پائی پائی کا حساب دینے کے لئے اسے حشر کی خوفناک گرمی اور ذلت میں کھڑا ہونا پڑے۔

ایک مؤمن کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے میرے فائدے کے لئے دیا ہے اور اس مال سے فائدہ مجھے تبھی ملے گا جب میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردوں گا۔ تب یہ مال قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچائے گا اور اس مال کی بدولت جنت کی انمول نعمت بھی ملے گی اور قیامت کے دن مجھے اس مال کا حساب دینا نہیں نہیں لینا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کو لاکھوں کروڑوں گنا بڑھا کر اجر اور بدلہ دے گا۔ مگر آج کے مسلمان کا ذہن اب بدل چکا ہے کیونکہ

کافروں نے محنت کر کر کے اور شیطان نے وسوسے ڈال ڈال کر مال کی اہمیت دلوں میں اتنی زیادہ بڑھادی ہے کہ اب تو مال ہی کے گرد زندگیاں گھوم رہی ہیں اور مال کو معاشرے کے جسم کا خون سمجھا جا رہا ہے۔ کافروں نے صدیوں کی محنت کے بعد دنیا پر ایسا معاشی نظام مسلط کردیا ہے جس نے ہر شخص کو مال کا حریص اور لالچی بنادیا ہے اور تو اور شائد آج کتوں کو بھی انسانوں کی حرص اور لالچ دیکھ کر شرم آتی ہوگی۔ ہر شخص آج پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے جبکہ پیسہ کسی کے ہاتھ میں ٹھہرنے اور کسی کے ساتھ وفا کا دم بھرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مالدار بھی ڈر رہے ہیں کہ مال کم نہ ہو جائے۔ غریب بھی ڈر رہے ہیں کہ مزید غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑے ہر مالدار مزید مال کے چکر میں اور ہر غریب مالدار بننے کے چکر میں دن رات اپنا ایمان اور اپنا آرام تباہ کر رہا ہے۔

مال کا بھوت سروں پر ایسا سوار ہوا ہے کہ اب انسانی قدریں بھی اس کے سامنے پامال ہو رہی ہیں اور معاشرے کی ترتیب اور تقسیم مال کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور ہر چیز کو خریدا جا رہا ہے اور ہر چیز کو بیچا جا رہا ہے۔ ایسے دردناک حالات میں جبکہ غریبوں کے لئے عزت کے ساتھ جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ جہاد میں خرچ کرنے کی صدائیں عجیب تر معلوم ہوتی ہیں آج جبکہ مال کی خاطر ایمان کو فروخت کر دیا جاتا ہے اس وقت یہ آواز لگانا کہ مال دو اور ایمان کے اعلیٰ مراتب حاصل کرو بہت عجیب سا لگتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی عجیب نہیں ہے اسلام ہر دور میں الحمدللہ اپنی اصل شکل کے ساتھ کچھ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال میں محفوظ رہتا ہے اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں آجاتا۔ آج بھی الحمدللہ ان مسلمانوں کی کمی نہیں ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کے ایک ایک حکم پر مرمٹنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں ایسے مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ جہاد کے لئے خرچ کرنے کی اس قدر تاکید قرآن مجید میں کیوں آئی ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی خاطر خود چندہ

فرمانے کی تکلیف کس طرح سے گوارہ فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان کیوں عطاء فرما دیا؟ آج اگر مسلمان ان سوالوں پر غور کریں اور ان کے جواب تک پہنچ جائیں تو اللہ کی قسم اسلامی جہاد بہت مضبوط ہو سکتا ہے۔ پھر کسی جگہ مجاہدین کو اسلحے کی کمی در پیش نہیں آئے گی۔ کسی شہید کے ورثاء لاوارثوں والی زندگی نہیں گزاریں گے، مجاہدین کو بار بار اپنے حملے روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور دنیا میں کفر کو دندناتے پھرنے کا موقع نہیں ملے گا کیا کبھی آپ نے سوچا کہ آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی سوئی تک اٹھا کر کیوں دے دی تھی کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ حضرات فقہاء کرام نے آخر یہ کیوں لکھ دیا کہ اگر مسلمان بھوکے بھی مر رہے ہوں تب بھی مجاہدین کو کمک پہنچانا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ اہم ہے؟ اللہ کے لئے تھوڑا سا غور کیجئے ہمارے دشمنوں نے اس نکتے پر بہت پہلے غور کر لیا تھا چنانچہ آج وہ محفوظ ہیں۔ مطمئن ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وار کرتے ہیں مگر ہم نے اس نکتے کو بھلا دیا ہم تو یہ مسئلہ پوچھتے رہ گئے کہ مجاہدین کو زکوۃ لگتی ہے یا نہیں۔ ہم نے تو اپنی تجوریاں بھریں اور ہم بینکوں کے پیٹ بھرتے رہ گئے ہم نے اپنے کپڑوں، جوتوں، زیورات اور شادیوں پر پیسے اڑائے ہم اپنے شوق پر مال قربان کرتے رہے چنانچہ ہم ذلیل وخوار ہوگئے، کمزور ہوگئے اور اپنے دفاع کے لئے اپنے ہی دشمنوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے اور اپنی روزی کے لئے اپنے دشمنوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلت ہمیں سہنی پڑی۔ اللہ کے لئے اے مسلمانو! اب بھی غور کر لو یاد رکھو جب تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزت اور مقام نہیں ملتا ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوٹھی بنالیں ہم عزت نہیں پاسکتے بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائے جائیں گے کیونکہ اللہ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ کے لئے اپنی ذمہ داری کو سمجھو۔ تم انسانوں کی

غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے۔ تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ مگر تم اپنی اس ذمہ داری کو بھول کر بنیوں کی طرح نوٹ گننے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے اور اونچی سے اونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ سے ڈرو! موت کا وقت قریب ہے۔ قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اللہ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو۔ کیونکہ اسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔ اب تک جو غفلت ہوگئی اس پر توبہ استغفار کرو اور اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام ونمود اور نمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کر لیا جائے۔

یا اللہ ہمیں اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کی ہمت اور توفیق عطا فرما اور ہماری طرف سے انہیں اپنے دربار میں قبول فرما۔]

گیارھواں باب

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو لحیان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے اور اجر ان دونوں کو ملے گا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے پھر آپ نے پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے جہاد میں جانے والوں کے گھر اور مال کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا اسے ان مجاہدین کا آدھا اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے روزے دار کو افطار کروایا اس کو روزے دار جیسا اجر ملے گا اور روزے دار کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اسے بھی مجاہد جیسا اجر ملے گا اور مجاہد کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے

گی۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے چند ایک کو ذکر کیا ہے]

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کے گھر والوں کی اتنی کفالت کی اور اتنی ذمہ داری اٹھائی کہ وہ دوسرے لوگوں سے مستغنی ہوگئے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے فرمائے گا خوش آمدید اس شخص کے لئے جس نے مجھے کھلایا پلایا مجھ سے محبت کی اور مجھے عطاء کیا۔ اے میرے فرشتو، گواہ رہنا کہ میں نے اس شخص کے لئے اپنا سارا اعزاز و اکرام لازم کر دیا ہے۔ پس جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا وہ اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام دیکھ کر اس پر رشک کرے گا۔

(خرجہ السلطان المجاہد محمود المعروف بالشہیدؒ فی کتاب فضل الجہاد باسنادہ وخرجہ ابن عساکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو دشمن کی طرف ایک لشکر تیار کر کے بھیجنے کا حکم سنایا۔ آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا اور لشکر کے تمام افراد کو سامان اور زاد راہ [یعنی توشہ] عطاء فرمایا مگر آپ ﷺ حضرت حدیر نامی ایک صحابی کو سامان دینا بھول گئے حضرت حدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گمان کیا کہ شاید رسول ﷺ مجھ سے ناراض ہیں [مگر پھر بھی وہ] صبر کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے [بغیر توشے اور سامان کے] لشکر میں نکل پڑے [لشکر روانہ ہوگیا] حضرت حدیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخر میں چل رہے تھے اور جب بھی قدم اٹھاتے تو کہتے ﴿سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾ اے میرے پروردگار یہ [تسبیح اور ذکر] میرے لئے بہترین توشہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے سلام بھیجا

ہے اور فرمایا ہے کہ آپ نے سارے لشکر کو سامان اور توشہ دیا مگر آپ حدیر (رضی اللہ عنہ) کو سامان اور توشہ دینا بھول گئے وہ لشکر کے آخری حصے میں ہیں اور ان کی طرف سے ایسے کلمات اوپر آرہے ہیں جنہیں سن کر فرشتے بھی دور رہے ہیں۔ آپ جلدی انہیں سامان جہاد فراہم کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حدیر رضی اللہ عنہ کے لئے سامان اور توشہ دیکر ایک آدمی بھیجا اور اسے فرمایا۔ حدیرؓ جو کلمات پڑھ رہے ہوں انہیں پوری طرح یاد کر لینا۔ حضور اکرم ﷺ کا قاصد سامان لے کر پہنچا تو حضرت حدیرؓ وہی کلمات پڑھ رہے تھے۔ قاصد نے کہا لیجئے آپ کا سامان حاضر ہے۔ حضرت حدیرؓ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مجھ سے راضی ہوگئے ہیں قاصد نے کہا وہ تو آپ سے ناراض ہی نہیں تھے لیکن وہ آپ کو سامان دینا بھول گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یاد دھانی کے لئے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ یہ سن کر حضرت حدیر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور پھر سر اٹھا کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھا اور کہنے لگے میرے رب نے مجھے عرش کے اوپر یاد رکھا۔ اے میرے پروردگار حدیر کو نہ بھولئے اور حدیر کو بھی توفیق دیجئے کہ وہ بھی آپ کو کبھی نہ بھولے۔ (شفاء الصدور)

فصل

فائدہ۔ جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا ہو مگر بیماری یا کسی اور وجہ سے وہ جہاد میں نہ جا سکے تو اسے چاہئے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے تاکہ حدیث شریف کی رو سے اسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس سامان جہاد موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ اس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا مگر پھر وہ بیمار ہو گیا [اور جہاد میں نہ جا سکا] وہ نوجوان ان صحابی کے پاس آئے اور کہا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان مجھے دے دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا میرا تمام سامان اس نوجوان کو دے دو اور اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس میں سے کچھ روک کر رکھا تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا۔ (صحیح مسلم)

☆ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب خود جہاد کے لئے تشریف نہیں لے جاتے تھے تو اپنا اسلحہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد)

فصل

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی اس کا انجام بد

☆ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے رہ جانے والے کے لئے ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ پس جو شخص مجاہدین کے پیچھے ان کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کھڑا کر دیں گے اور اس کے اعمال میں سے جو چاہیں گے لے لیں گے۔ [اب بتاؤ] تمہارا کیا خیال ہے؟ (مسلم شریف)

فائدہ: یہ حدیث بے شمار سندوں سے کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔

ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کا پیچھے رہ جانے والوں پر بہت بڑا حق ہے۔ کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کی طرف سے بھی فریضہ جہاد اداء

کرتے ہیں اور ان کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے ہیں لیکن اگر اس کے باوجود پیچھے والے ان کے گھر میں خیانت کریں تو یہ اس خیانت سے بھی بڑا گناہ ہے جو خیانت ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس طرح کہ پڑوسی کی خیانت دور والے کی بنسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔

(المنہاج فی شعب الایمان)

[سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر قربان کہ وہ مجاہدین کو سامان جہاد فراہم کرنے پر بھی جہاد کا اجر عظیم عطاء فرماتا ہے اگر مسلمان ان فضائل پر یقین رکھتے ہوئے ایسی ترتیب بنالیں کہ کچھ لوگ تو جہاد میں لگ جائیں اور کچھ مجاہدین کو سامان جہاد فراہم کریں اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھال لیں۔ تو مسلمانوں کی منزل کتنی آسان ہو جائے گی۔

لیکن افسوس کہ آج عمومی طور پر یہ ترتیب دیکھنے میں نہیں ملتی بلکہ دکھ کی بات یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں نکلتے ہیں۔ دوسرے مسلمان ان کی خدمت کو سعادت سمجھنے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے کو اپنا مشن سمجھتے ہیں اور مجاہدین کے اہل خانہ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں اور ان کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے کاش مسلمان ان فضائل کو پڑھتے سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے تو مجاہدین کو کتنا سکون ملتا اور مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا اور مجاہدین اپنے گھروں سے بے پرواہ ہو کر دلجمعی اور قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں یہ ترتیب بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلتا تھا وہ پیچھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بالکل بے فکر ہو کر نکلتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے مسلمان اس کے گھر والوں کی ایسی دیکھ بھال کریں گے جو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ کرے مسلمانوں کو یہ ماحول اور ترتیب دوبارہ نصیب ہو جائے۔ عرب ممالک میں بعض لوگ دنیا بھر میں شہید ہونے والے

مجاہدین کے بچوں کی کفالت کا عجیب طریقے سے انتظام کرتے ہیں وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر شخص دو یا تین یا زیادہ یتیموں کی کفالت کا ذمے دار بن جاتا ہے اور اس یتیم کے توسط سے شہید کے پورے گھرانے کی با قاعدہ ماہانہ کفالت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے کراچی میں بھی کچھ دردمند دوستوں نے شہداء کے اہل خانہ کی کفالت کی اس طرح سے ترتیب بنائی تھی کہ ہر شخص ایک یا زیادہ گھرانوں کی کفالت مستقل اپنے ذمے لے لیتا تھا اور تاحیات اس گھرانے میں ماہانہ خرچ بھیجنے کی نیت کر لیتا تھا۔ اللہ کرے وہ ترتیب پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ چل رہی ہو۔ کچھ سال پہلے صومالیہ کے جہاد میں شریک ایک مجاہد [جو اپنی بیوی کو امید سے چھوڑ کر گئے تھے] کی غیر موجودگی میں ان کا بچہ ہوا تو دیکھنے میں آیا کہ اس علاقے کے لوگ بڑے اہتمام سے اس بچے کی دعوت عقیقہ کر رہے تھے اور وہ دعوت اتنی پر اہتمام تھی کہ کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بچے کا والد سینکڑوں میل دور کسی محاذ پر لڑ رہا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتیں اور مرد مل کر اس دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

اے مسلمانو! مجاہدین کا حق بہت بڑا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے ہیں۔ ان کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرو۔ البتہ ان کے دست و بازو بن کر ان کی قوت بڑھاؤ۔ انہیں اچھے سے اچھا اسلحہ اور اچھے سے اچھی سواری فراہم کرو اور ان کے گھر والوں کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ وہ لاوارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مجاہدین کے حقوق کو سمجھنے اور انہیں ادا کرنے اور خود جہاد میں شرکت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے]۔ آمین ثم آمین۔

بارھواں باب

مجاہدین کی مدد واعانت، ان کی خدمت، ان کو رخصت کرنے کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کی اعانت کی یا کسی تنگدست مجاہد کی مدد کی یا کسی مکاتب [غلام] کو آزاد کرانے میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اپنا سایہ عطاء فرمائے گا۔ (مسند احمد)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مجاہد کے بارے میں سنا پھر وہ کھڑا ہوا تاکہ اس کی کوئی ضرورت پوری کرے یا تھوڑی دیر [رخصت کرنے کے لئے] اس کے ساتھ چلے یا اسے سلام کرے تو ایسے شخص کے کھڑے ہوتے ہی اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اس [مجاہد] کا رفیق ہوگا اور جس نے کسی مجاہد کو اتنا سامان فراہم کیا کہ اس مجاہد کی مستقل ضرورت پوری ہوگئی تو اس کو بھی مرتے دم تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جس شخص نے مسجد بنائی جس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں ایک کوڑا دینا مجھے اس حج سے زیادہ محبوب ہے۔ جس کے بعد دوسرا حج ہو۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کو سایہ فراہم کریگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطاء فرمائے گا اور جو شخص اللہ کے راستے کے مجاہد کو سامان فراہم کریگا تو اسے بھی مرتے دم تک یا مجاہد کے لوٹنے تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جو شخص مسجد بنائے گا جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ اللہ کے راستے میں کسی خیمے کا سایہ دینا یا اللہ کے راستے میں [کسی مجاہد کو] خادم دینا یا اللہ کے راستے میں جوان اونٹنی دینا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو خیمہ دیا یا کوئی خادم دے دیا یا کوئی جوان اونٹنی دے دی تو یہ صدقات میں سے سب سے افضل ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد میں روانگی کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی [مدد کرنے والا] خاندان۔ تم میں سے ہر ایک ان میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے مگر اس طرح کہ تمہارے اونٹ میں ان میں سے ہر ایک کی ویسی ہی باری ہو جیسی تمہاری۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین افراد لے لئے اور میرے اونٹ میں ان کی باری میرے برابر تھی۔ یعنی ہم سب باری باری سوار ہوتے تھے اور اس میں برابری کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔ المستدرک)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر [اللہ تعالیٰ کے سوا] کوئی نہیں جانتا۔ جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا، اللہ کے راستے میں سایہ [یعنی خیمہ دینا، جہاد میں] اپنا گھوڑا اعارتاً دینا۔ (سنن سعید بن منصور باسناد صحیح)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے چند قدم چلنا ان کے گھوڑوں کی زین درست کرنا اور ان کے جانور ہانکنا میرے نزدیک حج فرض کے بعد دس حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔(شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی وہ ان میں سے ہر فرد پر ایک قیراط اجر کی سبقت لے گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفاً)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے لئے رحمت کی دعاء فرماتے تھے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً صحیح الاسناد)

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اپنے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنادیا کرتے تھے ایک بار [اسی طرح جماعتیں بنائیں تو] ایک جماعت کے رفقاء نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو وہ نماز میں لگ جاتا ہے جب ہم چلتے ہیں تو وہ قرآن پڑھتا رہتا ہے اور مسلسل روزے رکھتا ہے حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ پوچھا کہ اس کے فلاں فلاں کام کون کرتا ہے [یعنی اس کی خدمت کون کرتا ہے] رفقاء نے جواب دیا ہم۔[اس کا کام سرانجام دیتے ہیں] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم سارے اس سے بہتر ہو [کیونکہ خدمت کا اجر بہت زیادہ ہے]۔(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین میں سے سب سے افضل وہ ہیں جو ان کی خدمت کرتے ہیں۔ پھر وہ ہیں جو ان کے پاس خبریں لیکر آتے ہیں اور ان میں سے اللہ کے ہاں زیادہ خصوصی مقام والے روزے دار ہیں اور جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کو ایک مشکیزہ پانی لاکر پلایا وہ ان سے

جنت میں ستر درجے یا ستر سال کی سبقت لے جائے گا۔(ابن عساکر غریب)

☆ سلطان نور الدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجاہدین کی ایک دن خدمت کی تو اسے اللہ کے ہاں دس ہزار سال کا اجر ملے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کر رہا تھا آگ کے شعلے انہیں تکلیف دے رہے تھے اور گرمی کی وجہ سے انہیں پسینہ آرہا تھا [یہ دیکھ کر] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اب جہنم کی گرمی نہیں پہنچے گی۔(شفاء الصدور)

یونس سہاکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک بوڑھے بزرگ تھے ہم جب جہاد میں نکلتے تو وہ یہ شرط لگالیا کرتے تھے کہ میں سب کی خدمت کروں گا پھر جب اپنا سر یا کپڑے دھونے لگتے تو فرماتے کہ یہ بھی میں خود کروں گا کیونکہ یہ بھی شرط کا حصہ ہے جب ان کا انتقال ہوا تو غسل وغیرہ دینے میں میں بھی شریک تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں ہاتھ پر گوشت اور کھال کے درمیان جنتی لکھا ہوا ہے۔(شفاء الصدور)

☆ حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کو دیکھا گیا کہ اپنے خچر پر خود بھی سوار ہوتے تھے اور دوسرے مجاہدین کو بھی اپنی طرح باری باری سوار کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ وہ جہاد میں اپنے لئے ساتھی ڈھونڈتے تھے پھر انہیں فرماتے کہ تین شرطوں پر میں آپ کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں۔ پہلی یہ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں گا اور آپ میں سے کوئی بھی خدمت کے معاملے میں مجھ سے کچھ نہیں چھینے گا۔ اور میں اذان دوں گا آپ میں سے کوئی اس میں مداخلت نہیں کرے گا۔ اور میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ سب پر خرچ کروں گا۔ اگر وہ ساتھی یہ تمام شرطیں مان لیتے تو آپ ان کے ساتھ ہو جاتے ورنہ ان کے سوا

دوسرے ساتھیوں کی طرف چلے جاتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ جب جہاد میں نکلتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور انہیں حسب استطاعت خوش رکھے اور جتنا ہو سکے ان پر خرچ کرے اور اگر خرچ کرنے کی طاقت نہ ہو تو انہیں اپنے اوپر ترجیح دے وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس سے اجر کی امید میں کرتے تھے۔ ان کے ایثار کے واقعات میں سے ایک بہت عجیب واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

عجیب واقعہ

☆ ابو جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی کے دن اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے ساتھ پانی کی ایک چھاگل تھی میں نے سوچا کہ اگر ان کے جسم میں جان ہوگی تو میں انہیں پانی پلاؤں گا اور ان کا چہرہ دھوؤں گا اچانک میں نے انہیں [زخمی حالت میں] بے ہوش پایا میں نے انہیں [ہوش میں لا کر] پوچھا کیا آپ کو پانی پلاؤں؟ انہوں نے اشارے سے کہا ہاں۔ اچانک ایک اور شخص کی طرف سے کراہنے کی آواز آئی میرے چچازاد بھائی نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس آکر پانی کا پوچھنے لگا تو ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکے تھے پھر میں حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں پھر میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔

﴿رحمۃ اللہ علیہم ورضی اللہ عنہم﴾ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ جنگ یرموک ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل اور عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں لڑائی کے

لئے نکلے جب یہ تینوں زخمی ہو گئے تو حضرت حارث بن ہشام نے پینے کا پانی منگوایا [ابھی انہوں نے پیا نہیں تھا کہ] حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے عکرمہؓ کو پلاؤ۔ حضرت عکرمہؓ نے جب پانی لیا تو ان کی طرف حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا پہلے عیاشؓ کو پلاؤ۔ حضرت عیاشؓ کی طرف پانی لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے جب باقی دو کی طرف لایا گیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ (الاستیعاب لابن عبد البر)

فائدہ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی ۱۵ھ میں ہوئی اس لڑائی میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ یا تین لاکھ تھی جبکہ مسلمان تیس ہزار تھے۔ اس خوفناک لڑائی میں بھی صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی قربان کر دی مگر اپنے بھائی تک پہلے پانی پہنچانا اپنی ذمے داری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا اور بہترین انجام کے مستحق بنے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور آخرت میں ہمیں بھی ان کے ساتھ جمع فرمائے۔ [آمین ثم آمین]

فصل

مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے [ایک بار] لشکر تیار فرمایا پھر آپ بقیع غرقد [نامی جگہ تک] ان کے ساتھ [رخصت کرنے کے لئے] چلتے رہے پھر آپ نے انہیں فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ چلو۔ اے میرے پروردگار ان کی مدد فرما۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

☆ حضرت عبد اللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو عقبۃ الوداع تک ان کے ساتھ چلتے اور [وہاں پہنچ کر] فرماتے کہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو۔ تمہاری قابل حفاظت چیزوں کو اور تمہارے اعمال کے انجام کو۔ (المستدرک)

☆حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ پیدل چلے پھر فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود فرمائے۔ ایک شخص نے کہا ہم نے تو صرف مجاہدین کو رخصت کیا ہے؟ [یعنی ہم خود تو اللہ کے راستے میں نہیں نکلے] اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے ان [مجاہدین] کا سامان تیار کیا، ہم انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ چلے اور ہم نے ان کیلئے دعائیں کیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ بیہقی)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور پیدل انہیں رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل لشکر نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ سوار ہو جائیں تو اچھا ہو گا فرمانے لگے میں اللہ کے راستے میں اپنے قدموں پر اجر کی امید رکھتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ایک روایت میں ہے کہ جہاد شام کے دوران ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ [مجاہدین کے امیر] حضرت یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چل رہے تھے حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے یا مجھے سواری سے اترنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ آپ اتریں گے نہ میں سوار ہوں گا میں تو اللہ کے راستے میں اٹھنے والے اپنے ان قدموں پر اللہ تعالیٰ سے اجر کا امیدوار ہوں۔ (ابن عساکر)

☆مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جہاد کے لئے نکلا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکلے پھر جب ہم سے جدا ہونے لگے تو

فرمایا میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی جائے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے چنانچہ میں تمہارے دین، تمہاری قابل حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ (نسائی۔ السنن الکبریٰ للبیہقی)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو ہم فلاں مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلیں گے تو اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے فرماتا ہے [جنت کی] خوشخبری ہے کہنے اور سننے والے کے لئے۔ (شفاء الصدور)

☆حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کسی صبح یا شام کسی مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے نکلوں اور اسے اس کی سواری پر بٹھاؤں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن ماجہ۔ المستدرک)

☆حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اپنے گھر والوں سے رخصت ہوتا ہے اور گھر والے اسے رخصت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے دیکھو میرے بندے کو کہ وہ میری رضا جوئی کے لئے اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہا ہے اور گھر والے اسے رخصت کر رہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔ اور اس کے گناہوں کو اس کے دروازے پر پل بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوتے وقت تھا۔ (شفاء الصدور موقوفاً)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک بار ابو الحارث الصائغؒ کو جہاد میں رخصت کرنے کے لئے گئے اس وقت انہوں نے اپنے جوتے اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھے تھے کیوں کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اللہ کے

راستے میں اپنے پاؤں غبار آلود کرنا چاہتے تھے۔ (المغنی)

فائدہ: مجاہد کو رخصت کرنے کی طرح اس کے استقبال کے لئے نکلنا بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ذکر ہے۔

☆حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بھی بچوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع [نامی مقام] تک نکلا۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور حضرت امام بخاریؒ نے مجاہد کے استقبال کے عنوان سے باقاعدہ باب باندھے ہیں۔ (واللہ اعلم)

[اس باب میں ہم نے جو احادیث اور روایات پڑھی ہیں انہیں بار بار پڑھنے اور دل میں اتارنے کی ضرورت ہے۔ آجکل مجاہدین میں خدمت اور اپنے ساتھیوں کے لئے قربانی کا جذبہ بہت کم ہوتا جارہا ہے چنانچہ اکثر لوگ خدمت سے جی چراتے ہیں اور دوسروں کے لئے جذبہ ایثار سے بھی محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین کو اپنے محاذوں پر اپنے ٹریننگ سینٹروں میں اور اپنے مراکز میں ان احادیث کی بار بار تعلیم کرانی چاہئے اور ایک ایک مجاہد کے دل میں خدمت اور ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہئے۔ تب ان کے جہاد میں قبولیت اور برکت کی عجیب شان نظر آئے گی اور ان میں آپس کے اختلافات کی بجائے ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی جو جہاد کے لئے بے حد لازم ہے۔ اسی طرح پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ مجاہدین کے اکرام اور حوصلہ افزائی میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مصروف نہیں ہے اگر آپ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے بار بار تشریف لے جاسکتے ہیں تو ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنا چاہئے اور مجاہدین کی ایسی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے جس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہوجائے۔

اور وہ اپنے دل میں اس بات کی خوشی محسوس کریں کہ الحمدللہ مسلمانوں نے جہاد کو سمجھ لیا ہے اور جہاد کی عظمت کو پہچان لیا ہے۔ چنانچہ اگر ہم شہید ہوگئے تو ہماری جگہ لینے والے بہت سارے افراد ہمارے پیچھے موجود ہیں۔

یاد رکھئے! ہم سب لوگ اللہ کے راستے کے قدموں کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاج ہیں۔ اسی طرح مجاہدین کے گھر والوں کو بھی چاہئے کہ نہایت خوش دلی، محبت اور حوصلہ افزائی کے جذبات کے ساتھ مجاہدین کو الوداع کہا کریں۔ اسی طرح سے وہ مجاہد کے اجر میں بھی شریک ہوں گے اور انہیں جہاد میں تعاون کا بھی ثواب ملے گا مگر آج مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے چھپ چھپ کر نکلنا پڑتا ہے۔ یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے ہماری مائیں، ہماری بہنیں اور مسلمانوں کی بیویاں حضرات صحابہ کرامؓ کی ماؤں، بہنوں، اور بیویوں سے زیادہ اجر و ثواب کی محتاج ہیں۔ آخر وہ بھی تو عورتیں تھیں مگر انہوں نے اللہ کے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور وہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ ہماری آج کی مسلمان عورتوں کو بھی انہیں کے پاکیزہ اور عالی شان نقش قدم پر چلنا چاہئے اور اپنے گھروں سے مجاہدین کو دولہوں کی طرح رخصت کرنا چاہئے تب انشاء اللہ ان گھروں پر اللہ کی رحمت نازل ہوگی اور یہ گھر آسمان والوں کے لئے زمین پر چمکتے ستاروں کی مانند بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کے ایک ایک حکم کو زندہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

تیرھواں باب

جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ. (الانفال۔۶۰)

اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ) اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس کے ذریعے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا۔ اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہو گی۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا. (العدیٰت۔۱)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

☆امام ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت مجاہدؒ، حضرت عطیہؒ ابوالضحیٰؒ حضرت قتادہؒ اس آیت: (والعدیت ضبحا) کی تفسیر

میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جن پر جہاد کیا جاتا ہے اور دشمنوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔

(المنہاج فی شعب الایمان)

فائدہ: گھوڑوں کے فضائل بہت عظیم الشان ہیں [اب ان میں سے کچھ فضائل کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے]۔

(۱) اجر ہی اجر

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن [اس مجاہد کے] ترازو میں [اجر بنا کر] ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین [قسم کے] ہیں۔ (۱) اللہ کا گھوڑا (۲) انسان کا گھوڑا (۳) شیطان کا گھوڑا۔ اللہ والا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے پس اس گھوڑے کا چارہ اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جوا کھیلا جاتا ہے۔ اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل اور [کاروبار] کے لئے باندھا جاتا ہے۔ پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔ (مسند احمد۔ باسناد جید)

☆مسند احمد کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو گھوڑا شرط اور جوئے کے لئے باندھا جاتا ہے اس کی قیمت اس کا چارہ اور اس کی سواری یہ سب اس کے مالک کے لئے وبال ہے اور جو گھوڑا کاروبار یا نسل کے لئے باندھا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ (مسند احمد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد کے گھوڑے کی فضیلت کے لئے اتنی بات بھی کافی

ہے کہ اس کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی اسے اللہ کا گھوڑا کہا گیا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

☆حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر [یعنی اجر یا غنیمت رکھ دی گئی] ہے۔ پس جس شخص نے جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑا پالا اور اللہ کے راستے کے اجر کے لئے اس پر مال خرچ کیا تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لیدٗ اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں نیکیاں بن جائیں گی۔ اور جس نے گھوڑا باندھا ریاکاری دکھلاوے اور فخر کے لئے تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا۔ سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں خسارہ بن جائیں گے۔ (مسند ابی عوانہ۔ ابو یعلی)

فائدہ: یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فخر اور دکھلاوے کے لئے گھوڑا باندھنا حرام ہے اور قیامت کے دن اس پر سزا دی جائے گی اور اس گھوڑے کی تمام چیزیں اس کے مالک کے لئے گناہ بن جائیں گے۔ جبکہ جہاد کے لئے باندھے گئے گھوڑے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے گھوڑے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین طرح کے ہیں (۱) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے گناہ کا باعث ہے (۲) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے پردہ ہے (۳) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ گناہ کا باعث وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے ریاکاری فخر اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھ رکھا ہو۔ اور آدمی کے لئے پردہ وہ گھوڑا ہے جسے کسی آدمی نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] کسی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو پس وہ گھوڑا اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھائے گا اس کی تعداد کے برابر اس کے مالک کے لئے

نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی لید اور پیشاب کے برابر بھی اس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ گھوڑا رسی تڑا کر ایک دو بار کودا تو اس کے نشان قدم کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر اس گھوڑے کا مالک اسے کسی نہر پر سے لیکر گزرا اور مالک کے ارادے کے بغیر گھوڑے نے اس میں سے پانی پی لیا تو اس پانی کی مقدار مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابن خزیمہ)

(۲) جہنم سے نجات کا ذریعہ

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔ (ابن عساکر و فیہ راو ضعیف)

(۳) شہید کا اجر

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سچے دل سے [جہاد کی نیت سے] گھوڑے باندھنے کا ارادہ کیا اسے ایک شہید کا اجر دیا جائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب الخیل وھو مرسل)

(۴) گھوڑا باندھنا دن رات اللہ کے راستے میں خرچ کے برابر

☆سہل بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت:۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ [ایمان والے] دن رات اپنا مال جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا جس شخص نے دکھاوے اور ریاکاری کے بغیر اللہ کے راستے

میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال [اللہ کی فرمانبرداری کے کاموں میں] دن رات خرچ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ ایوب بن خالدؒ قرآن مجید کی آیت :۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۵) گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنے جیسا ہے

☆ ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی [یعنی جہاد کا اجر اور غنیمت] گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی [اللہ کی طرف سے] مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔ (الطبرانی۔ ابو عوانہ۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)

[اس مضمون کی احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام سے مروی ہیں]۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

☆ ابن حبان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا اس کے لئے روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے جیسا اجر ہے۔ (موارد الظمآن)

(۶) جہادی گھوڑے کے خدمت گاروں کے لئے اللہ کی مدد

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے اور گھوڑے کے بارے میں گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعاء کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔

(مسند احمد باسناد جید)

(۷) گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و بھلائی

اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔ گھوڑوں میں زیادہ بھلائی اور خیر کی وجہ سے عرب لوگ گھوڑوں کو خیر کہتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی گھوڑوں کو خیر کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۳) اِنِّی اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ. (ص۔ ۳۲) میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت اختیار کی۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔ قیامت کے دن تک یعنی اجر اور غنیمت۔ (مسلم)

☆ امام بخاریؒ نے اسی مضمون کی حدیث حضرت عروہ بن ابو الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں شبیب بن غرقدہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں [جہاد کے لئے] ستر گھوڑے دیکھے۔ (بخاری)

[یعنی حضرات صحابہ کرام جنہوں نے اس حدیث شریف کو روایت فرمایا ہے خود وہ اس پر بڑے اہتمام سے عمل فرماتے تھے اور زیادہ سے زیادہ خیر اور بھلائی حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھوڑے پالتے تھے مصنفؒ نے مزید بارہ صحابہ کرام کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں جو اس حدیث شریف کو حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں]۔

(۸) گھوڑے حضور اکرم ﷺ کو محبوب تھے

☆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی ازواج مطہراتؓ کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لئے سنت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے جہاد کے گھوڑوں سے محبت کرے۔ خواہ یہ گھوڑے اپنے ہوں یا کسی اور کے۔

(۹) گھوڑوں کا دعاء کرنا

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے [وہ گھوڑا دعاء کرتا ہے] اے میرے پروردگار تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطاء فرمایا ہے پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اہل ومال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔

(مسند احمد۔ نسائی۔ مستدرک صحیح الاسناد)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑا ہر دن تین دعائیں کرتا ہے پہلی دعاء میں وہ کہتا ہے اے میرے پروردگار تو مجھے میرے مالک کے نزدیک سب سے محبوب مال بنادے دوسری دعاء میں کہتا ہے یا اللہ اسے وسعت دے پھر یہ مجھ پر وسعت کرے گا اور تیسری دعاء میں کہتا ہے اے میرے پروردگار اسے مجھ پر شہادت نصیب فرمادے۔ (شفاء الصدور)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا دعاء کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو سمجھ، شعور اور اخلاق وغیرہ سیکھنے میں جو امتیازی شان عطاء فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے [اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے دعاء کرنے کی بھی توفیق و تعلیم فرمادی ہے]۔

فصل

ایک شہید تابعیؒ کے ایمان افروز واقعات

☆ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عتبہؒ نے ایک گھوڑا چار ہزار کا خریدا تو لوگوں نے مہنگا خریدنے پر ان کو ملامت کی تو وہ فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کا دشمن کی طرف بڑھنے والا ہر قدم مجھے چار ہزار سے زیادہ محبوب ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنف فرماتے ہیں حضرت عمرو بن عتبہؒ کوفہ کے رہنے والے اور بہت عابد زاہد شخص تھے۔ حضرات تابعین کے مجاہدین اور شہداء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ جب بھی جہاد میں نکلتے تھے اپنے ساتھیوں پر یہ شرط رکھتے تھے کہ آپ سب کی خدمت میرے ذمے ہوگی۔

علی بن صالح اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہ جب اپنے رفقاء [مجاہدین] کی سواریاں چراتے تھے تو ایک بادل ان پر سایہ کئے رہتا تھا اور جب آپ نماز پڑھتے تھے تو جنگل کا کوئی درندہ آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

☆ عیسیٰ بن عمرؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہؒ رات کو قبروں پر چلے جاتے اور فرماتے تھے اے قبرستان والو! نامہ اعمال لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اوپر چلے گئے پھر آپ اپنے قدموں پر کھڑے روتے رہتے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (نسائی فی سننہ)

خود حضرت عمرو بن عتبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادے۔ پس اس نے مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادیا چنانچہ مجھے پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں سے کیا آگے چلا گیا اور کیا پیچھے رہ گیا اور میں نے اس سے دعاء کی کہ مجھے نماز پر قوت عطاء فرمادے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت نصیب فرمادی اور میں نے اللہ تعالیٰ

سے شہادت مانگی اور میں اس کا امیدوار ہوں۔(تہذیب التھذیب)

حضرت عمرو بن عتبہؒ کے بیٹے سے روایت ہے کہ ایک بار ہم نے [جہاد کے دوران] ایک سرسبز زمین پر پڑاؤ ڈالا تو حضرت عمرو بن عتبہؒ نے فرمایا یہ زمین کتنی خوبصورت ہے کاش ابھی دشمنوں سے لڑائی کا اعلان ہو جائے تو کتنا اچھا ہوگا۔ اسی وقت مسلمانوں میں سے ایک شخص دشمنوں کے مقابلے کیلئے نکلا اور شہید ہو گیا اور اسے اسی زمین میں دفن کر دیا گیا اور فوراً لڑائی کا اعلان ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عتبہؒ تیز رفتار لوگوں میں آگے بڑھے اور انہوں نے لشکر کے امیر اپنے والد حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی اور روانہ ہو گئے ان کے والد نے انہیں پیچھے سے آوازیں دیں اور ایک آدمی ان کے پیچھے دوڑایا مگر اس آدمی کے پہنچنے سے پہلے وہ شہید ہو چکے تھے اور جب وہ دفن کیے گئے تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی زمین تھی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عتبہ کے فضائل [اور واقعات] بے شمار ہیں ہم نے تو یہاں ان میں سے صرف چند ایک کو ذکر کیا ہے۔

[مصنفؒ پھر اپنے اصل موضوع یعنی گھوڑے کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں]۔

(۱۰) جنت کا گھوڑا

☆حضرت عبدالرحمن بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے بہت پسند تھے چنانچہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمن اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمایا تو تمہیں وہاں یاقوت سے بنا ہوا دو پروں والا ایسا گھوڑا ملے گا جو تمہیں جہاں چاہو گے اڑاتا پھریگا۔

(مجمع الزوائد، رجالہ ثقات)

[اس مضمون کی کئی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں]

(۱۱) گھوڑا باندھنے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہیں

گھوڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس آیت میں ہے:۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ. (الانفال۔۶۰)

☆ جبکہ حضور اکرم ﷺ کا حکم آپ کے اس فرمان میں ہے۔[جہاد کے لئے] گھوڑے باندھو اور ان کی پیشانی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کرو اور انہیں رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔(ابوداؤد)

محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ تانت کی رسی ڈالنے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں گلا گھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک سے منقول ہے کہ مشرکین گھوڑوں کے گلے میں شرکیہ تعویذ تانت کی رسی میں لٹکاتے تھے۔ چنانچہ اس سے منع کر دیا گیا۔

بعض لوگوں نے اوتار کا معنی تانت نہیں لیا بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دشمنی ہے۔ تب حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا کہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر ذاتی انتقام لینے کے لئے نہ جاؤ۔

[گیارہ نمبر فضیلت کا خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم ﷺ نے دیا ہے پس جو لوگ گھوڑا باندھتے ہیں وہ اللہ اور اس کی رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو بہت بڑی نعمت اور فضیلت ہے]۔

☆حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص گھوڑا باندھنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔

(ابن عساکر۔ضعیف)

(۱۲) گھوڑے والے گھر میں جنات داخل نہیں ہوتے

☆ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ [قرآن مجید کی آیت] وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ. [یعنی کچھ لوگوں پر جہاد کی تیاری اور گھوڑے باندھنے کا رعب پڑے گا جنہیں تم نہیں جانتے] سے مراد جنات ہیں۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

[علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)]

حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں انہوں نے فرمایا جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رک گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا [کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟] تو انہوں نے یہ آیت پڑھی وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ اور فرمایا اس سے مراد جنات ہیں۔

(۱۳) گھوڑوں کی دوڑ میں فرشتوں کی حاضری

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے کسی کھیل کود کے کام میں حاضر نہیں ہوتے سوائے مرد کے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے وقت اور گھوڑے دوڑانے اور تیر اندازی میں۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے کے احکام انشاء اللہ آگے آئیں گے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو۔ تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑ سواری

سے زیادہ محبوب ہے اور مرد کا ہر کھیل باطل [اور فضول] ہے سوائے تیر اندازی کرنے، گھوڑے کو سکھانے اور بیوی کے ساتھ کھیلنے کے۔ (ابوداؤد۔ نسائی۔ حاکم)

فصل

حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے

[حضور اکرم ﷺ کے کئی گھوڑے تھے ذیل میں انہیں ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے]۔

(۱) **السَّکب** [تیز رفتار] یہ سفید پیشانی والا، سرخ سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اس پر غزوہ اُحد میں شرکت فرمائی تھی، اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

(۲) **المرتجز** [رجز پڑھنے والا] اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہی ملی سفید رنگت والا تھا بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ طرف یعنی اصیل گھوڑا تھا۔

(۳) **اللحیف** [لپٹنے والا] یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی [شاندار] دم والا تھا گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ کی خدمت میں ربیعہ بن ابو البراء یا فروہ بن عمرو الجذامی نے پیش کیا تھا۔

(۴) **اللزاز** [چمٹنے والا] گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا یہ مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(۵) اَلظَّرِبُ [ٹیلا۔ چھوٹا پہاڑ] یہ دیو ہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا جو فروہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

(۶) الورد [سرخ زردی مائل] یہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمادیا تھا۔ اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

(۷) سَبْحَہ [تیرنے والا] اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شرف الدین الدمیاطیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ زیادہ سواری السکب پر فرمایا کرتے تھے۔

[مصنفؒ فرماتے ہیں کہ] ان سات کے علاوہ باقی گھوڑوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

[مختلف روایات میں مندرجہ ذیل نام کے گھوڑوں کا تذکرہ ملتا ہے]

ذوالعقال. ذواللمه. المراوح. السرحان. ملاوح. اليعسوب. اليعبوب. البحر. الشحا. السجل. الطرف. النجيب.

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس فصل کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین اپنے گھوڑوں کا نام رکھنے میں بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کریں۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس تین خچر تھے۔ جن کے نام ہیں: (۱) دلدل۔ (۲) فضہ۔ (۳) شہباء۔

ان میں سے ایک خچر ایلہ کے حکمران نے اور دوسرا دومۃ الجندل کے حکمران نے ہدیہ کیا تھا۔ دیگر روایات میں کسریٰ [فارس] اور نجاشی کے خچر ہدیہ کرنے کا تذکرہ بھی

ملتا ہے۔

[اس مفصل باب میں جہاں ایکطرف جہاد کے لئے گھوڑے پالنے کی ترغیب ہے تو وہاں دوسری طرف اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ جہاد کی نیت سے جو سامان بھی تیار کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہوتا ہے اور اس کے مالک کو بے شمار اجر وثواب ملتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جہاد کے لئے عمدہ، اعلیٰ اور نفیس چیزیں تیار کیا کریں اور اپنے پاس زیادہ سے زیادہ سامان جنگ تیار رکھنے کی کوشش کیا کریں۔

یاد رکھیں اگر آپ نے جہاد کی نیت سے جوتا بھی خریدا یا ایک اچھا چاقو بھی بنوایا تو یہ سب کچھ قیامت کے دن نیکیوں کے میزان میں تولا جائیگا آج دنیا میں مختلف چیزوں کا شوق رکھنے والے افراد اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے کتنا مال خرچ کرتے ہیں اور کتنا عمدہ سے عمدہ سامان تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی جہاد کا شوق بلکہ جنون ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہاد تو اللہ تک پہنچنے اور جنت کو پانے کا راستہ ہے اور جہاد ہی اسلام اور مسلمانوں کا محافظ فریضہ ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں جب جہاد کا شوق اور جنون ہوگا تو پھر وہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا سامان جہاد تیار کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر وثواب کے خزانے لوٹے گا۔ اسی طرح اس باب میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑے قیامت تک جہاد کے کام آتے رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آج کے سائنسی دور میں بھی جہاد کے دوران گھوڑوں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے مسلمانوں کو اب بھی جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہئیں۔ اور اپنے جسم کو گھوڑوں کی سواری کا عادی بنانا چاہئے۔ کیونکہ گھوڑوں کی سواری سے انسان کا جسم بہت مضبوط ہوتا ہے اور جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ آج کل کی نرم ونازک گاڑیوں نے مسلمانوں کے جسم کمزور کر دیئے ہیں چنانچہ اگر آج کوئی آدمی پہلی مرتبہ صرف آدھا گھنٹہ گھوڑے کی سواری کرے تو پھر کئی دن تک جسم کے درد کی وجہ سے اس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وسعت دی ہو اور وہ عصر حاضر میں جہاد کے دیگر تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اس بات کی طاقت اور گنجائش رکھتا ہو کہ گھوڑا پال سکے تو پھر اسے دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ فوری طور پر خیر وبرکت اور اجر وثواب کا یہ عظیم کارخانہ لگا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہئے۔

جہادی تنظیموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد کے اس اہم شعبے کو زندہ رکھیں اور اپنی تربیت گاہوں میں گھڑ سواری کا مکمل فن سکھانے کی ترتیب بنائیں تاکہ ہر مجاہد اس نعمت کو حاصل کر سکے۔ اسی طرح اسلامی حکومتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ عوامی جہادی تربیت گاہیں قائم کریں اور ان میں دیگر چیزوں کی طرح گھڑ سواری کی ٹریننگ بھی دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

چودھواں باب

گھوڑے کی خدمت، اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے میں بعض احکام کا بیان

☆ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی فی کتاب الخیل)

☆ روح بن زنباعؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپؓ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف فرما رہے ہیں اور آپؓ کے ارد گرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سر انجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کر کے اس کے لئے [کھانے والی تھیلی میں] لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرمائیں گے۔ (شعب الایمان۔ بیہقی)

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے گورنر تھے۔ (الطبرانی)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما

رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ رات کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اس [گھوڑے] کے بارے میں مجھے عتاب کیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے [اس کے چارے کے] ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

فصل

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی [میں رکھ دی گئی] ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی اس کے چہرے اور اس کی دم کے بال نہ کاٹو کیونکہ اس کی دم اسے [مکھیوں اور دوسری چیزوں سے] بچانے والی ہے اور چہرے کے بال اسے حرارت پہنچانے والے ہیں اور اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔ (ابوداؤد۔ ابو عوانہ)

فصل

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے۔ بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اس کے بعد [دوسرے درجے پر] وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو۔ اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو پھر [سب سے اچھا گھوڑا] کمیت ہے۔ یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اسی نقش کے مطابق [یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی ہو] (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پیشانی اور بائیں طرف کے ہاتھ پاؤں پر سفیدی والا گھوڑا خرید و بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد۔ المستدرک)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھورے رنگ کے گھوڑے میں برکت [خیر اور قوت] ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے۔ شکال اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سیاہ اور ایک پاؤں سفید ہو۔

بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ شکال وہ گھوڑا ہے جس کا ایک ہاتھ سفید اور دوسری طرف کا ایک پاؤں سفید ہو اور ایک ہاتھ سیاہ اور اس کے مقابل دوسری طرف کا ایک پاؤں سیاہ ہو۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے زیادہ ہنہنانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ فتح ان کی ہو گی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے کم ہنہنانے والا اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ انکو شکست ہونے والی ہے۔ (شفاء الصدور)

[جہاد کے لئے پالے جانے والے گھوڑوں کی خدمت کرنے، انہیں دانہ کھلانے اور انکا اکرام کرنے کا اجر و ثواب ہم نے پڑھ لیا۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے۔ بس ان فضائل کو دل میں بٹھانے اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا بھرپور اکرام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے اور جہاد کا عمل امت کے ایک ایک فرد کا محبوب عمل بن جائے۔

یا اللہ ہمیں جہاد سے محبت عطاء فرما اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا اکرام کرنے کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

پندرھواں باب

مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کے چہرے کو ستر سال [کی مسافت] دوزخ سے دور فرمادیتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عمرو بن عبس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو دوزخ کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور ہو جاتی ہے۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

[اس مضمون کی احادیث بہت کثرت سے ہیں ہم نے چند ایک کو ذکر کر دیا ہے]۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک نفل روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن قیام میں بیس سال کی کمی فرمادیتا ہے۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان وزمین کے درمیان جتنی خندق بنادیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ مجاہدین میں سے اللہ کے نزدیک خصوصی مقام والے وہ ہیں جو روزے رکھنے والے ہیں۔ (الطبرانی)

مصنف ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سارے حضرات جہاد

کے دوران بھی اللہ کی رضا کے لئے اور اجر وثواب کے خزانے لوٹنے کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اور سخت لڑائی کے دوران بھی روزہ نہیں توڑتے تھے۔ آئیے ایسے عظیم حضرات کے کچھ واقعات یہاں پڑھتے ہیں جبکہ متفرق طور پر یہ واقعات آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں میں حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس وقت زخمی تھے اور میں ان پر کھڑا ہوا تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمرؓ کیا روزے داروں نے افطار کر لیا ہے [یعنی کیا افطار کا وقت ہو چکا ہے] میں نے کہا نہیں۔ فرمانے لگے کہ میرے لئے اس ڈھال میں پانی لے آئیں شائد میں روزہ افطار کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حوض پر آیا تو وہ خون سے بھرا ہوا تھا میں نے ڈھال مار کر خون ہٹایا اور کچھ پانی لے کر انکے پاس آیا تو وہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت ثابت البنانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کافی عرصہ تک جہاد کرتا رہا وہ اللہ کے راستے میں شہادت کا طلب گار تھا مگر اسے شہادت نہ ملی تو اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ واپس اپنے گھر چلا جاؤں اور شادی کر لوں۔ یہ سوچ کر وہ قیلولے کے لئے اپنے خیمے میں سو گیا ظہر کی نماز کے لئے جب دوسرے مجاہدین نے اسے جگایا تو وہ رونے لگا۔ مجاہدین ڈر گئے کہ آخر اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ رو رہا ہے۔ اس نے جب اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھا تو کہنے لگا مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن ابھی نیند کے دوران کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا چلو اپنی بیوی حور عیناء کے پاس۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ مجھے ایک صاف ستھری سفید زمین پر لے گیا وہاں میں نے ایک ایسا خوبصورت باغ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھیں اتنی حسین لڑکیاں اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے یہ امید ہوئی کہ میری بیوی حور عیناء انہیں میں سے ایک ہو گی چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کیا تم میں عیناء ہے وہ کہنے لگیں ہم تو اس کی

خادمائیں ہیں وہ خود آگے ہے۔ یہ سنکر میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے چلا تو ایک ایسے باغ
میں پہنچ گیا جو پہلے والے سے دو چند حسین تھا۔ اس میں بیس لڑکیاں تھیں جو پہلے والی دس
لڑکیوں سے بہت زیادہ حسین تھیں میں نے امید کی کہ شائد ان میں سے کوئی میری بیوی عیناء
ہو گی چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کیا تم میں عیناء ہے وہ کہنے لگیں ہم تو اس کی خادمائیں ہیں وہ
تو یہاں سے آگے رہتی ہے اسی طرح اس نے تیس تک لڑکیوں کا ذکر کیا پھر اسنے کہا میں
ایک سرخ یاقوت کے محل کے پاس پہنچا اس محل نے اپنے اردگرد کے علاقے کو اپنی چمک
سے روشن کر رکھا تھا میرے ساتھی نے مجھ سے کہا۔ اس محل میں چلے جاؤ۔ میں اس میں
داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کی چمک دمک کے مقابلے میں محل کی
چمک کچھ نہیں تھی میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے
رہے اچانک میرے ساتھی نے آواز دی کہ نکلو اب واپس جانا ہے میں نکلنے کے لئے کھڑا ہوا تو
حور عیناء نے میری چادر کو پکڑ لیا اور کہنے لگی آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ بس میں یہی
کچھ دیکھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے مجھے اٹھا دیا تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو محض ایک خواب تھا۔
چنانچہ میں [افسوس اور غم میں] رونے لگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر میں اعلان جنگ
ہو گیا۔ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہو گئے۔ جب سورج غروب ہوا اور افطار
کا وقت ہو گیا تو اسی وقت وہ نوجوان روزے کی حالت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عمرہؓ انصاری رضی اللہ عنہ کو
دیکھا [حضرت ابو عمرہؓ بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہونے والے صحابی تھے]
وہ میدان جنگ میں روزے کی حالت میں تھے۔ اور پیاس کی وجہ سے دُھرے ہو رہے تھے۔
اس حالت میں بھی انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا میری ڈھال مجھے دو پھر انہوں نے ڈھال
لیکر کمزوری کے ساتھ تین تیر دشمن پر پھینکے پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے

سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچا
یا نہ پہنچا اس آدمی کو قیامت کے دن ایک نور ملے گا۔ اسی لڑائی میں حضرت ابو عمرہ رضی اللہ
عنہ سورج غروب ہونے سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

جہاد میں روزے رکھنے والوں کے باقی واقعات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آتے
رہیں گے۔

☆ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ
نے ارشاد فرمایا: جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اجر جہاد میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو
گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد/المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم
ہوا کہ مجاہد کی ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نو سو نمازوں کے برابر ہے۔ یہی حال اس کے
روزے اور ذکر کا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

☆ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے
ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک ہزار آیات کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ اسے
انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دیں گے [یعنی اس کا حشر ان کے ساتھ
ہو گا] (المستدرک۔ ضعیف)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ تبارک الذی سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہزار
آیات بنتی ہیں۔

☆ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ
کے راستے [جہاد] میں نکل کر علم پھیلایا تو اسے ہر حرف پر عالج [نامی ریگستان] کی ریت کے
برابر نیکیاں ملیں گی اور اسے اس علم پر عمل کرنے والوں جیسا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔

(شفاء الصدور)

[جہاد ایک مشکل اور صبر آزما فریضہ اور عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے بغیر اس میں نکلنا اور پھر ڈٹے رہنا بہت مشکل ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری جہاد کے لئے فرض کے درجے میں ہے کیونکہ اختلاف اور گناہوں کے ماحول میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کو بار بار پڑھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ کا خوگر بنائیں۔ آج کفر نے بہت طاقت پکڑلی ہے اور اس طاقتور کفر سے مقابلہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب مجاہد دن کو ٹینکوں کے اوپر اور رات کو مصلے پر سوار رہیں اور کوئی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ مجاہدین کو اعمال سے غافل کردے اور انہیں مال میں خیانت کرنے والا بنادے۔ لیکن ایک مجاہد کو چاہئے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کو جان دینے کے لئے نکلا ہے تو پھر نیک اعمال اور امانت کے ذریعے سے خود کو ایسا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کیا جاسکے۔ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک مجاہد بیرونی کفر کو ختم کرنے کے لئے تو لوگوں کو قتل کرتا پھرے۔ لیکن خود اس کے اندر کفر پلتا رہے اور وہ کافروں والے اعمال میں مبتلا رہے۔ یہ بات یقیناً اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے۔ اس موضوع کی مزید تفصیل کے لئے تمام مجاہدین کو "زادِ مجاہد" مترجم کتابچہ (حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب) کی تصنیف کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس میں مذکور اعمال اور ترتیب کو اپنانا چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو سچا، متقی اور امانت دار مجاہد بننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

سولھواں باب

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ. (التوبہ۔۵)

ان مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور پکڑو اور گھیر و اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (آل عمران۔۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط (ثابت قدم) رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو (اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

☆ اصبروا وصابروا کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں یہاں تک کہ کافر اپنے [باطل] دین سے تنگ آجائیں۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

☆ محمد بن کعب القرظیؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اور اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مسلسل جمے رہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلیں۔ (تفسیر ابن جریر)

☆ ازہریؒ کہتے ہیں کہ رابطوا کے معنی میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ

رابطوا کا معنی ہے۔ دشمنوں کے ساتھ قتال کرنا اور جہاد کے لئے گھوڑے باندھنا۔

☆ دوسرا معنی جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرنا اس وقت جب وضو کرنا [سردی وغیرہ کی وجہ سے] مشکل ہو اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے۔ اس حدیث شریف میں ان دو اعمال کو اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد میں گھوڑے باندھنے جیسا قرار دیا گیا ہے۔

ابو محمد بن عطیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: صحیح قول یہ ہے کہ رباط کا معنی جہاد میں ڈٹے رہنا ہے۔ اصل میں لغت کے اعتبار سے رباط کا معنی ربط الخیل یعنی گھوڑا باندھنا ہے لیکن پھر یہ لفظ ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کے کسی بھی محاذ پر ڈٹا ہوا ہو خواہ گھڑ سوار ہو یا پیادہ۔ حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے وضو اور نماز وغیرہ کو اسی رباط یعنی جہاد میں ڈٹے رہنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ علامہ ابن رشدؒ اور ابن یونس الصقلی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت مشرکوں کا خون بہانے کے لئے ہے۔ جبکہ رباط [یعنی پہرے داری] کی فرضیت مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میرے نزدیک کافروں کا خون بہانے سے زیادہ محبوب ہے۔

(المقدمات۔ الجامع المسائل المدونہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں اے مسلمانو! خوب اچھی طرح جان لو کہ رباط [یعنی پہرے داری] ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ اور بخشش کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس کے ایسے فضائل وارد ہوئے ہیں جو دوسری عبادات کے نہیں ہیں اب ہم ان فضائل میں سے بعض کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

(۱) رباط دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ کے راستے میں سرحد کی پہرے داری کرنا دنیا اور جو کچھ اس پر ہے ان سب سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے کسی ایک کے کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس پر ہے ان سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ساری دنیا اور اس کے تمام اسباب کا مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے تب بھی وہ جہاد میں اسلامی سرحد یا مجاہدین کی پہرے داری کے ایک دن کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔ [اس بارے میں مزید تفصیل پہلے گزر چکی ہے]

(۲) ایک ماہ کی پہرے داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک رات دن کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت تک کے لئے] جاری کر دیا جائے گا [یعنی قیامت تک اسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا] اور قبر کے امتحان سے بھی وہ محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی [اللہ کے راستے میں] پہرے داری ساری زندگی روزے رکھنے سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کے لئے صبح شام جنت سے روزی جاری کر دی جائے گی اور قیامت کے دن تک اسے پہرہ دینے کا اجر ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی رجالہ ثقات)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری گھر میں ساٹھ سال تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

(۳) قیامت کے دن تک عمل کا جاری رہنا

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت کے دن تک] جاری کر دیا جائے گا اور اس کے لئے [جنت سے] رزق بھی جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں مصنفؒ نے بھی مزید چار احادیث ذکر فرمائی ہیں چونکہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا]

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے [یعنی اسے روزانہ کی پہرے داری کا اجر ملتا رہتا ہے] اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن حبان۔ مستدرک)

علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس طرح کی احادیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے ان میں سب سے افضل جہاد کی پہرے داری ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے جن تین اعمال کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد جاری رہتا ہے وہ ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم نافع، اور نیک اولاد تو ان تینوں کا اجر بے شک مرنے کے بعد جاری رہتا ہے لیکن جب یہ چیزیں باقی نہیں رہتیں تو ان کا اجر بھی بند ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاد میں پہرے داری کا اجر قیامت کے دن تک بڑھتا ہی چلا

جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد اور اس میں پہرے داری پورے اسلام اور اس کے تمام اعمال کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اسلام اور اس کے اعمال قیامت تک رہیں گے تو اسی طرح جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا اجر بھی قیامت تک رہے گا۔ (تفسیر القرطبی)

☆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی اچھا کام شروع کیا اسے اس کام کا اجر ملتا رہے گا خواہ کوئی اس کی زندگی میں کرے یا اس کے مرنے کے بعد یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے [تب اس کا اجر بھی بند ہو جائے گا] اور جس شخص نے کوئی برا کام شروع کیا اسے اس کام کو کرنے والوں کا گناہ ملتا رہے گا یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے اسے اس پہرے داری کا اجر قیامت کے دن اٹھائے جانے تک ملتا رہے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے [اللہ کے ہاں آخرت میں] اپنا مقام دیکھ لیتا ہے سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کیونکہ اس کا اجر یا رزق جاری رہتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفا)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرنے والا شخص چونکہ اپنے تمام اعمال کر چکا ہوتا ہے اس لئے ان اعمال کی بدولت اس کا اللہ کے ہاں آخرت میں جو مقام ہونا چاہئے وہ مرتے وقت اسے دیکھ لیتا ہے لیکن جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا عمل تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا یہ عمل اسے کتنے بڑے مقام تک پہنچائے گا اس لئے چونکہ اس کا مقام ابھی متعین ہی نہیں ہوا ہوتا اس لئے اسے دکھایا بھی نہیں جاتا۔ البتہ مرتے وقت اسے کچھ اور بشارتیں دکھائی جاتی ہیں تاکہ اسے موت کے وقت لذت اور سرور نصیب ہو۔

(۴) قبر میں منکر نکیر سے حفاظت

☆ فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کے امتحان [یعنی منکر نکیر کے سوال] سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے (ابوداؤد۔ترمذی)

☆حضرت شرجیل بن السمط فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارس کی سرزمین پر پہرے داری کر رہے تھے اور [زیادہ عرصہ گزرنے اور فاقوں پر فاقے آنے کی وجہ سے] مجاہدین اس پہرے داری سے سخت اکتا چکے تھے اور تنگ آرہے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا گزر ہم پر سے ہوا تو آپ نے [یہ صورت حال دیکھ کر] فرمایا اے ابن السمط میں تمہیں حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث نہ سناؤں تاکہ وہ تمہارے لئے اس مقام پر مددگار ثابت ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات پہرے داری کرنے والے کا اجر گھر میں مہینہ بھر کے قیام اللیل جیسا ہے اور اگر وہ مر گیا تو قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا اور اس کی قبر میں لکھ دیا جائے گا کہ یہ اللہ کے راستے کا محافظ ہے اور اس کے بہترین اعمال کو اس کے لئے قیامت تک جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم۔ابن عساکر)

(۵) قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے اس کا نیک عمل اس کے لئے جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے روزی بھی جاری کر دی جاتی ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ [قیامت کے] خوف سے

مامون اٹھائیں گے۔ (ابن ماجہ باسناد صحیح)

[یہ مضمون اور بھی کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔]

(۶) موت کی صورت میں شہادت کا اجر

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پہرے داری کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہوگا اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اسے صبح شام جنت سے روزی دی جائے گی اور اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق۔سنن ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں پہرے داری کا ارادہ کرتا ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے جب وہ اس کے لئے گھر سے نکل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جب وہ [محاذ پر] پہنچ جاتا ہے تو اس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں وہ اگر مر جائے تو شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن تیس آدمیوں کی شفاعت کریگا اور اگر وہ قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن ستر آدمیوں کی شفاعت کریگا۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ رحمت اور فضل والا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی عبادت کی نیت کرتا ہے مگر کسی قدرتی آفت کی وجہ سے وہ اسے نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس عبادت کا اجر وثواب عطاء فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس شخص کے لئے جو حج کے لئے نکلا ہو مگر راستے میں انتقال کر گیا ہو یا تہجد کی نیت سے سویا ہو مگر صبح نہ اٹھ سکا ہو یا اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے گیا ہو مگر اسے جماعت نہ ملی ہو۔

احادیث صحیحہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ اسے حج، تہجد اور جماعت کا اجر مل جاتا ہے۔ روایات میں ایسی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ کے راستے میں محافظ اور پہرے داری کا کام سر انجام دینے والا مجاہد بھی گھر سے شہادت ہی کی نیت سے نکلتا ہے اور خود کو شہادت کے لئے پیش بھی کر دیتا ہے لیکن پھر اسے شہادت نہیں ملتی بلکہ موت آجاتی ہے تو اسی دستور خداوندی کے مطابق اس کے لئے بھی شہادت کا اجر ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ احادیث میں نہ بھی آیا ہو جبکہ پہرے داری کی موت کے شہادت ہونے پر تو کئی احادیث بھی موجود ہیں۔ اگرچہ ان کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے اور دستور خداوندی کی وجہ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جبکہ رباط کی حالت میں مرنے والے کے لئے کئی صحیح احادیث میں شہداء کی خصوصیات، مثلاً روزی کا جاری ہونا، فتنہ قبر سے نجات ملنا وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

(۷) پل صراط پر سے ہوا کی طرح گزرنا

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو کھڑا فرمائیں گے وہ پل صراط پر سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے ان پر نہ حساب ہو گا نہ عذاب۔ صحابہ کرام نے پوچھا یہ کون لوگ ہوں گے؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہو گی۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلا)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اٹھائیں گے جن کے چہروں پر نور چمک رہا ہو گا جو لوگوں کے پاس سے ہوا کی طرح گزر کر بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہو گی۔ (ابن عساکر باسنادہ)

(۸) لیلۃ القدر پا لینے سے بھی افضل

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سمندر کی جانب مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ایک رات کی پہرے داری مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلۃ القدر کو کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی میں پاؤں اور تین دن کی پہرے داری ایک سال کے برابر ہے اور پہرے داری کا مکمل نصاب چالیس راتیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق مرسلا)

☆ عثمان ابن ابو سودہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یافا [نامی مقام جو بیت المقدس کے ساحل پر ہے] میں پہرے داری کر رہے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ پہرے داری بیت المقدس میں شب قدر پا لینے سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن المنذر)

[افسوس صد افسوس یہ علاقہ اب اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ علاقے واپس لینے کی توفیق عطاء فرمائے جن کی حفاظت اور پہرے داری حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے رہے ہیں]۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار اللہ کے راستے میں پہرے داری فرما رہے تھے اچانک [کسی خوف کی وجہ سے] لوگ ساحل کی طرف بھاگے مگر پھر معلوم ہوا کہ خوف کی کوئی بات نہیں تو لوگ واپس آگئے تو لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ کھڑے پایا ایک شخص نے پوچھا اے ابو ہریرہ کس چیز نے آپ کو کھڑے رکھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی اللہ کے راستے میں کھڑے رہنا لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام سے بہتر ہے۔ (موارد الظمآن۔ بیہقی)

(۹) مرابط اور دوزخ کے درمیان خندقوں کے فاصلے

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کی اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنادیں گے اور ہر خندق سات آسمان وزمین جیسی ہوگی۔ (الطبرانی)

(۱۰) پیچھے رہ جانے والے تمام لوگوں کا اجر

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پہرے داری کا اجر پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک رات مسلمانوں کی پہرے داری کی تو اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے والوں کا اجر ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد۔ رجالہ ثقات)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں پہرے داری کے لئے نکلا اسے حضور اکرم ﷺ کی امت کے ہر نیک اور بد ہر بچے اور عورت ہر ذمی اور جانور، خشکی اور پانی میں موجود ہر پرندے کی طرف سے ایک ایک قیراط اجر قیامت کے دن تک ملتا رہے گا اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ ابراہیم یمانیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں جدہ میں آکر مقیم ہو جاؤں اور یہاں جہاد کی پہرے داری کروں اور ہر مہینے میں ایک عمرہ اور ہر سال حج ادا کروں اور اپنے گھر والوں سے بھی قریب رہوں۔ کیا آپ کو یہ زیادہ پسند ہے یا میرا ملک شام چلے جانا۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے یمانی تم شام کے ساحلوں [پر جہاد] کو لازم پکڑو۔ تم شام کے ساحلوں پر مضبوطی سے ڈٹے رہو کیونکہ اس کعبۃ اللہ کا ہر سال دو تین لاکھ آدمی حج

کرتے ہیں اور ان کی تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے اور تجھے [ملک شام میں جہاد کرتے ہوئے] ان سب کے حج، عمرے اور دوسری عبادات جیسا اجر ملتا رہے گا۔ (ابن عساکر۔ تاریخ مدینہ دمشق)

(۱۱) ایک ہزار دنوں سے بہتر

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک بار منبر پر یہ ارشاد فرمایا: [اے مسلمانو!] میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو میں نے تم سب کے [مدینہ چھوڑ کر] چلے جانے کے خوف سے تمہیں نہیں سنائی تھی۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری دوسری تمام جگہوں پر گزارے جانے والے ہزار دنوں سے بہتر ہے پس تم میں سے ہر شخص اپنے لئے جو پسند کرے وہی اختیار کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ المستدرک)

☆ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک رات کی پہرے داری کی تو یہ ایک ہزار راتوں کے قیام اور روزوں جیسی ہے۔ (ابن ماجہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری دنیا کے تمام مقامات پر گزارے جانے والے ہزار دنوں سے افضل ہے ان مقامات میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس بھی آتے ہیں کیونکہ اگر ان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شامل نہ ہوتے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کو لوگوں سے کچھ عرصہ تک پوشیدہ نہ رکھتے لیکن چونکہ اس حدیث کو سنانے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے خالی ہو جانے کا خطرہ تھا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ عرصے تک لوگوں کو نہیں سنایا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کی ایک بہت بڑی تعداد جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک شام کے ساحلوں پر جہاد اور پہرے داری کے لئے تشریف لے گئی اور وہیں ان میں سے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ انتقال فرما کر شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ سے جہاد کے لئے نکلے تو اہل مکہ سخت غمگین ہوئے اور تمام چھوٹے بڑے انہیں رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ جب وہ مکہ کے آخری کنارے پر پہنچے تو رک گئے اور لوگ ان کے چاروں طرف کھڑے ہو کر رونے لگے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو اتنا روتے دیکھا تو آپ کو بھی رونا آگیا۔ اور آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے پہلو تہی کر کے یا تمہارے شہر پر کسی اور شہر کو ترجیح دینے کی وجہ سے نہیں جا رہا لیکن ہم سے پہلے جہاد کے لئے ایسے لوگ نکل چکے ہیں کہ اگر مکہ کے پہاڑ سونے کے بنا دیئے جائیں اور ہم ان پہاڑوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں تب بھی اللہ کی قسم ہم ان کے ایک دن کے اجر کو نہیں پا سکتے۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ دنیا میں ہم سے آگے چلے گئے لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم آخرت میں تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ میں تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ ملک شام تشریف لے گئے اور وہیں پر انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

علامہ ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اپنے تمام مال اور گھر والوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ملک شام تشریف لے گئے اور جنگ یرموک میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (اسد الغابہ)

حافظ مزیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ [جو ابو جہل کے بھائی تھے] غزوہ بدر اور احد میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے فتح مکہ کے دن آپ نے اسلام

قبول کیا آپ بہت معزز اور قدر و منزلت والے شخص تھے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس بات پر علماء کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ کسی بھی علاقے میں اسلامی سرحدوں یا لشکر کی حفاظت کے لئے قیام کرنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں مقیم ہونے سے افضل ہے۔ (مجموع الفتاویٰ)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ میں قیام زیادہ بہتر ہے یا رباط۔ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک رباط زیادہ پسندیدہ ہے اور امام احمدؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک جہاد اور رباط کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ (المغنی)

ایک شخص نے حضرت امام مالکؒ سے پوچھا کیا میں مدینہ منورہ میں قیام کروں یا [رباط کے لئے] اسکندریہ میں۔ امام صاحب نے فرمایا تم اسکندریہ میں قیام کرو۔

(۱۲) مرابط کی عبادات کا اجر

مرابط چونکہ مجاہد بھی ہے اس لئے جو فضائل مجاہد کے روزے نماز اور ذکر کے گزرے ہیں مرابط بھی ان سب کا مستحق ہوتا ہے۔ مزید کچھ فضائل ملاحظہ کیجئے۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرابط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر اور اس کا ایک درہم و دینار خرچ کرنا کسی اور جگہ سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شعب الایمان)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے ساحل پر ایک نماز دس لاکھ گنا بڑھا دی جاتی ہے [ساحل سمندر کا تذکرہ اس لئے ہے کہ عموماً پہرے داری والے محافظ دستے ساحل سمندر پر ہوتے ہیں۔]

(شفاء الصدور)

ایک اور روایت میں مرابط کی نماز کو دس لاکھ پچیس ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا

گیا ہے۔(شفاء الصدور)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کسی بھی جگہ رباط میں ایک دن یا رات گزارنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ جیسے بابرکت شہروں میں ایک ہزار دن رات گزارنے سے افضل ہے جبکہ مسجد حرام [مکہ مکرمہ] میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو اس حساب سے مرابط کی ایک نماز کا اجر دس کروڑ نمازوں کے برابر بنتا ہے۔

اور مرابط کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے یہ سارے فضائل بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں میں مرنے کے یہ فضائل نہیں ہیں۔

بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطاء فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔

☆حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرابط کی ہر ایک نیکی دوسرے عبادت گزاروں کی تمام نیکیوں کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی امت کے بہترین لوگوں کو رباط کے لئے اسی طرح منتخب فرماتے ہیں جس طرح اس امت کے بدترین لوگوں کو بادشاہوں کے لئے۔(شفاء الصدور)

مرابط کو مال خرچ کرنے کا بھی مجاہد کی طرح اجر ملتا ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرزمین اسلامی سرحد کی حیثیت اختیار کر گئی ہو تو وہاں پر مقیم لوگ جو جہاد اور دفاع کی نیت رکھتے ہوں ان کو بھی مال خرچ کرنے پر جہاد کا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ایک درہم کا گوشت خرید کر خود کھائے گا اور اپنے بچوں کو کھلائے گا تو اسے سات سو درہم خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مصنفؒ فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورا ملک شام

سرحد کی حیثیت رکھتا تھا البتہ اس زمانے میں سرحدی محاذ جنگ اور اس کے قریبی علاقوں میں حفاظت کی نیت سے ٹھہرنا رباط کہلائے گا۔

فصل

سرحدوں پر پہرے داری کے کچھ مزید فضائل

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر امت کے لئے سیاحت ہے اور میری امت کی سیاحت جہاد ہے اور ہر امت کی رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت دشمنوں کی گردنوں [یعنی سرحدوں] پر پہرہ دینا ہے۔(مجمع الزوائد، الطبرانی)

☆ حضرت عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ماضی میں ہم بہت گناہ اور زنا وغیرہ میں مبتلا رہے ہیں اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے گھروں میں بند کر لیں اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا: عنقریب تم لوگ لشکروں میں نکلو گے کافر تمہارے ذمی بن کر تمہیں خراج [یعنی زرعی ٹیکس] دیں گے اور تمہارے سمندر کے ساحل پر شہر اور محل ہوں گے پس جو تم میں سے اس زمانے کو پائے اور پھر کسی شہر یا محل میں خود کو عبادت کے لئے مرتے دم تک بند کرنا چاہے تو کر لے۔(کتاب الجہاد لابن مبارک۔ معضل صحیح الاسناد)

☆حضرت یزید العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن سے سرحدوں کو بھرا جائے گا

[یعنی ان کو پہرے داری کے لئے محاذوں پر بھیجا جائے گا] اور ان سے حقوق لئے جائیں گے لیکن ان کے حقوق انہیں نہیں دیئے جائیں گے وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ باسناد حسن)

☆ عصمہ بن راشد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ سے سنا ہے کہ وہ رباط کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا اباجان کس وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیونکہ جہاد میں بہت ساری ایسی شرطیں ہیں جو رباط میں نہیں ہیں۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رباط کی فکر کیا کرو کیونکہ جو شخص رباط کی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان جہنم سے براءت لکھ دیتے ہیں اور جو شخص رباط کو نبھاتا ہے اسے کوئی خطا یا گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنا ہزار آدمیوں کی ہزار سال کی عبادت کی طرح ہے۔ (ابن عساکر ہذا حدیث غریب)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نزدیک ساحل سمندر پر ایک دن کا رباط اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار سے سو غلام خرید کر آزاد کروں اور اپنی اس مسجد [یعنی مسجد نبوی شریف] میں تیس سال اعتکاف کروں۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور زمین پر سبزا اُگتا رہے گا جہاد ہمیشہ میٹھا اور سرسبز رہے گا اور عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ اٹھیں گے جو کہیں گے کہ نہ جہاد [باقی] ہے اور نہ رباط۔ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقے سے افضل ہے۔

(ابن عساکر حدیث غریب)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، وہ جب بھی دشمن کی آواز یا اعلان جنگ سنتا ہے اس کی طرف اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اڑ پڑتا ہے وہ شہادت چاہتا ہے یا اسے موت کا یقین ہوتا ہے اور [پھر اس شخص کی زندگی بہترین ہے] جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی وادی میں مقیم ہو کر نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے اور لوگوں کے ساتھ اس کا تعلق خیر والا ہو۔ (مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور جس تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے وہ ان دونوں کو دیا۔ ان دونوں نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے ہم تو اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے کوئی ایسی بات سنیں جو ہمیں نفع دے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے مہمان کا اکرام نہ کیا اس کا حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام کی ہو۔ اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی سے روزہ افطار کیا ہو اور ہلاکت ہے ان زیادہ کھانے والوں کے لئے جو گائے کی طرح کھاتے ہیں اور سارا دن اپنے غلام سے کہتے رہتے ہیں یہ [کھانا] اٹھاؤ وہ [کھانا] رکھ دو اور وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ مصر کے فاتحین اور وہاں سب سے پہلے آباد ہونے والوں میں سے ہیں اور صحابہ کرامؓ میں سے مصر میں انتقال فرمانے والے وہ آخری بزرگ ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب جہاد کا مقام بہت دور ہو یا جہاد میں مال غنیمت

وغیرہ کی چوری شروع ہو جائے تو اس زمانے میں رباط یعنی پہرے داری افضل جہاد بن جاتی ہے۔

☆ عتبہ بن الندر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جہاد [کی جگہ] دور ہو اور سختی بڑھ جائے اور مال غنیمت میں خیانت ہونے لگے تو تمہارا بہترین جہاد رباط ہے۔ (موارد الظمآن۔ المعجم الکبیر للطبرانی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کبھی جہاد افضل ہوتا ہے کبھی رباط اس چیز کا تعلق افراد اور احوال سے ہے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم جہاد میں لگے رہو جب تک جہاد شیریں اور سرسبز رہے اور کمزور پودے یا بوسیدہ چورے یا خشک لکڑی کی طرح نہ ہو جائے اور جب جہاد [کی جگہ] دور ہو جائے اور مال غنیمت [ناجائز طریقے سے] کھایا جانے لگے اور حرمتیں حلال کر لی جائیں [یعنی لوگ جہاد میں نکل کر حرام کام کرنے لگیں] تو پھر تم رباط کو لازم پکڑو کیونکہ [اس وقت] وہ بہترین جہاد ہے۔ (مصنف عبد الرزاق)

علامہ ہرویؒ فرماتے ہیں کہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت تک جہاد کرتے رہو جب تک تمہیں فتح و نصرت نصیب ہوتی رہے اور مال غنیمت ملتا رہے۔ اس سے پہلے کہ بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے جہاد کمزور پودے، بے کار مٹی اور خشک لکڑی کی طرح ٹوٹنے لگے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وعدے اور عہد پورے نہ کئے جائیں اور کتاب و سنت کو نافذ نہ کیا جائے تو تمہارا بہترین جہاد رباط ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

رباط کا نصاب چالیس دن ہے

علامہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عطاءؒ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا مکمل رباط (یعنی پہرے داری) چالیس دن کی ہے۔ (الاوسط)

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا رباط کے لئے کوئی مدت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں چالیس دن۔

اسحٰق فرماتے ہیں کہ یہ رباط کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے [ورنہ ایک دن ایک رات یا ایک گھڑی کی پہرے داری بھی رباط ہے]۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مکمل پہرے داری چالیس دن کی ہے جس شخص نے چالیس دن تک پہرے داری کی اور (اس دوران) اس نے خرید و فروخت بھی نہ کی اور کوئی بدعت بھی نہیں گھڑی تو گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جس طرح ماں سے پیدا ہوتے وقت پاک تھا۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی رباط [پہرے داری] سب سے افضل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کی پہرے داری۔

پس جس شخص نے سمندر [کے محاذ] پر چالیس راتوں تک پہرہ دیا تو گویا کہ اس نے ستر مقبول حج کر لئے اور یہ راتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شفاء الصدور)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ اس نے کہا میں پہرہ دینے [سرحد پر] گیا تھا۔ آپ نے پوچھا کتنے دن تم نے پہرہ دیا؟ اس نے کہا تیس دن۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے چالیس دن کیوں نہ پورے کر لئے۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے نے تیس راتیں [سرحد پر] پہرہ دیا اور واپس لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ واپس جاؤ اور دس راتیں اور پہرہ دیکر چالیس پوری کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین دن پہرہ دیا تو اس کے لئے ایک سال کی پہرے داری کے برابر ہوگا۔

(مجمع الزوائد۔ مسند احمد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے تین دن پہرہ دے دیا تو پھر عبادت گزار جو چاہیں عبادت کر لیں [تمہارے مقام تک نہیں پہنچ سکتے]

(مصنف ابن ابی شیبہ باسناد صحیح)

اس روایت کو امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے استاذ حضرت عیسیٰ بن یونسؒ سے نقل فرمایا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت عیسیٰ بن یونس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سال جہاد کرتے تھے اور ایک سال حج۔ (تہذیب الکمال)

احمد بن جنابؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پینتالیس حج کئے اور پینتالیس لڑائیوں میں حصہ لیا۔ (تہذیب الکمال)

اہل شام کی پہرے داری

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ملک شام کے رہنے والے اور ان کی بیویاں اور ان کے بچے اور ان کے غلام اور ان کی باندیاں جزیرے کے آخری حصے تک پہرہ دینے والے ہیں پس جو شخص [شام کے] کسی بھی

شہر میں اترے گا۔ وہ مرابط ہے۔ اور جو کسی سرحد پر اترے گا وہ مجاہد ہے۔ (ابن عساکر۔ الطبرانی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت انطاکیہ اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت دمشق اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت طالقان اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی یہ لوگ حق والے ہوں گے اور اپنے مخالفین اور معاونین کی پروا نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طالقان سے اپنا خزانہ نکالیں گے اور اس کے ذریعے سے دین کو زندہ کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے دین کو مٹایا گیا ہوگا۔ (ابن عساکر۔ حدیث غریب)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل شام ہلاک ہو جائیں گے تو میری امت میں خیر باقی نہیں رہے گی اور میری امت کی ایک جماعت حق کو غالب کرنے کے لئے لڑتی رہے گی اور وہ اپنی مخالفت کرنے والوں اور رسوا کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اور وہ اسی پر قائم رہیں گے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے شام کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ [کہ وہ جماعت شام میں ہوگی] (ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق)

اہل شام کے فضائل میں احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

رباط سے متعلق چند مسائل

(۱) وہ رباط جس کے فضائل بیان ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی ایسی سرحد یا محاذ پر جہاد اور دفاع کی نیت یا اسلامی لشکر کی تعداد بڑھانے کے لئے پہرہ دے جہاں پر دشمنوں کے حملے کا امکان ہو چنانچہ جس جگہ جتنا خوف اور خطرہ زیادہ ہوگا وہاں پر پہرے داری کا اجر بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

(۲) اگر کوئی شخص رہتا ہی کسی سرحد پر ہے اور اس اسلامی سرحد پر جہاد اور دفاع کی نیت سے رکا ہوا ہے کہ اگر اسے کوئی لالچ دے کر وہاں سے کسی جگہ منتقل ہونے کے لئے کہے تو وہ انکار کر دے تو ایسا آدمی بھی مرابط ہے اگرچہ وہ وہاں پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہو۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی سرحد پر جہاد کے علاوہ کسی اور وجہ سے رہتا ہے مثلاً اس کی بیوی وہاں کی رہنے والی ہے اور کہیں منتقل نہیں ہونا چاہتی یا اس کی وہاں پر نوکری یا ملازمت ہے اور اگر اس کی مجبوری ختم ہو جائے یا اسے لالچ دیا جائے تو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل بھی ہو جائے گا تو ایسا آدمی قطعاً مرابط نہیں ہے۔

(۴) جو آدمی کسی اسلامی سرحد پر مقیم ہو اور اس کی نیت یہ ہو کہ اگر دشمن نے حملہ کیا تو وہ یہاں سے بھاگ جائے گا تو ایسا شخص جب تک اس سرحد پر رہے گا تو گناہ گار ہو گا [اگر وہاں سے بھاگنا اس کے لئے شرعاً درست نہ ہو]

(۵) جن سرحدوں پر خطرہ زیادہ ہو وہاں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ نہیں لے جانا چاہئے کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے بچوں کو مشرکین کے مقابلے میں نہ لے جائے۔

(مصنف عبدالرزاق مرسلا)

لیکن اگر زیادہ خطرہ نہ ہو اور مجاہدین خود وہاں کے مقامی ہوں اور بیوی بچوں کے بغیر رہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (المغنی)

[رباط کے یہ عظیم الشان اور بے شمار فضائل اس دور میں خصوصی طور پر مسلمانوں کو ان کے ایک ایسے فرض کی یاد دلاتے ہیں جس سے آج عمومی طور پر غفلت برتی جا رہی ہے۔ یہ فرض ہے ''اسلامی سرحدوں کی حفاظت'' حقیقت یہ ہے کہ آج اس بارے میں اپنی مجرمانہ کوتاہیاں دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے اسلام نے تو رباط کا حکم اس لئے دیا

ہے تاکہ مسلمانوں کے ملکوں اور علاقوں کی طرف کوئی بھی کافر ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ سکے اسی لئے اسلامی شریعت میں یہ حکم موجود ہے کہ جس زمین پر مسلمانوں نے ایک دن بھی قبضہ کیا ہو اور وہاں اسلامی جھنڈا لہرایا ہو وہ زمین قیامت تک مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اور اس زمین کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے اور اگر کافر اس زمین کی طرف بڑھنے لگیں یا خدانخواستہ اسے اپنے قبضے میں لے لیں تو اس زمین کو بچانا اور کافروں کے قبضے سے آزاد کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے وطنیت اور قومیت کی مکمل نفی فرما دی اور مسلمانوں کو ایک جسم قرار دے کر انہیں اکٹھے رہنے اور ایک خلیفہ کے تحت رہنے کا حکم دیا تاکہ ان کی طاقت اور قوت مجتمع اور مضبوط رہے اور وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں اور زمین کے مشرق و مغرب میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دیں اور باطل ادیان اور ظالمانہ نظام سے انسانیت کو چھٹکارا دلا دیں۔ ماضی کے مسلمانوں نے اسلام کے اس حکم اور فلسفے کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور حتی الوسع اس پر عمل کیا چنانچہ ان کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور ان کے باج گزاروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں اور سال میں دو چار مرتبہ اسلامی لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ اقدامی جہاد کے کندھوں پر دعوت اسلام کو رکھ کر نکلتا تھا چنانچہ خوش قسمت لوگ دعوت اسلام کو قبول کر لیتے تھے۔ جبکہ بد نصیب لوگوں کو ذلت اور شکست کا سامنا ہوتا تھا اور ان کے علاقے بھی اسلامی حکومت کا حصہ بن جاتے تھے۔ چونکہ اسلام کسی کو زبردستی تلوار کے زور پر مسلمان نہیں کرتا اس لئے ان علاقوں کے کافروں کو مسلمان امن فراہم کرتے تھے اور وہ اسلامی حکومتوں کو جزیہ دیا کرتے تھے ان دنوں میں مسلمانوں کے نزدیک اسلامی ملکوں کی زمین کا ایک ایک چپہ ان کے گھروں کی عصمت کی طرح مقدس ہوتا تھا چنانچہ کافروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان علاقوں پر قبضے کا تصور بھی کر سکیں۔ اور اگر کبھی کافروں میں سے کوئی کسی اسلامی علاقے پر چڑھائی کی غلطی کرتا بھی تھا تو یہ اس کی زندگی کی آخری غلطی بن جاتی

تھی اور اس کا ایسا عبرت ناک انجام ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے والے بھی خوف سے تھر تھر کانپتے تھے۔ آپ کو تاریخ اسلامی میں ایسے بے شمار واقعات ملیں گے کہ کافر جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کرتے تھے تو پورے اسلامی علاقوں میں جوش جہاد کا جنون پھیل جاتا تھا۔ مساجد کے منبر و محراب سے جہاد کے لئے پکارا جاتا تھا اور مسلمانوں کے جوان اور بوڑھے، عورتیں اور بچے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نکل کھڑے ہوتے تھے۔ اور مجاہدین کا ایک سیلاب دشمنوں کی طرف چل پڑتا تھا۔ مگر پھر حالات بدل گئے اور کافروں نے مل کر پہلے مسلمانوں کو تقسیم کیا اور انہیں قومیت وطنیت اور لسانیت کے بدبودار نعروں میں مست کر دیا چنانچہ فاختہ کے گھونسلے کی طرح کمزور سے کمزور ملک وجود میں آنے لگے۔ اسلامی شناخت فنا ہو گئی اور مسلمان دوسرے ناموں سے پہچانے جانے لگے۔ اسلامی علاقوں کی حرمت اور تقدس دلوں سے نکل گیا۔ کیونکہ جب اسلامی حکومتیں ہی نہ رہیں تو اسلامی علاقوں کا تصور کہاں سے باقی رہتا؟ زبانوں کے نام پر علاقوں کے نام پڑ گئے اور پھر کافروں نے ایک ایک کر کے مسلمانوں کو نگلنا شروع کر دیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ جبل طارق کے آگے پھیلا ہوا خوبصورت اندلس آج کہاں گیا؟ مشرقی یورپ کے حسین علاقے جن پر ترک مسلمانوں کی حکومت تھی آج کن ناموں سے پکارے جاتے ہیں؟ وسط ایشیا کے وہ زرخیز علاقے جنہوں نے امت مسلمہ کو علم و معرفت کے خزانے دیئے تھے آج وہ کس حال میں ہیں؟ مسجد اقصیٰ اور اس کے ارد گرد کی بابرکت زمین کن منحوس بوٹوں کے نیچے روندی جا رہی ہے؟ ایشیائے کوچک اور برصغیر کے علاقے آج شرک کی نحوست تلے کیوں دب چکے ہیں؟ آج ہماری لاکھوں مربع میل زمین ہم سے چھینی جا چکی ہے؟ ہمارے لاکھوں میل پھیلے سمندروں پر کفر کے بحری بیڑے ہمارا منہ چڑا رہے ہیں؟

اے انفرادی شان و شوکت کے شوقین مسلمانو! جواب دو، خدا کے لئے جواب دو،

تمہارا ضمیر اندر سے تم سے یہ سب کچھ پوچھ رہا ہے؟ آخر کہاں گئیں اسلامی سرحدیں؟ کہاں گئے ان سرحدوں کے مرابط اور محافظ جن پر رب ذوالجلال فخر فرماتے تھے؟ کہاں سو گئے وہ شیر جن سے باطل لرزتا تھا؟ کون سی خاک میں مل گئے وہ فاتح جن کی نظریں اور پرواز عقاب سے تیز اور بلند تھی؟ کہاں گئے وہ دیوانے جو اسلامی سرزمین کے ایک ایک چپے کے لئے مر مٹتے تھے؟ آج تو ہمارے اسلامی ملکوں کی دوسرے مسلمانوں سے حفاظت کے لئے امریکی اور برطانوی فوجیں پہرہ دے رہی ہیں۔

اے مسلمانو! انصاف سے بتاؤ۔ کیا اس قوم کے لئے ایک لمحہ آرام سے بیٹھنا جائز ہے جس کے مقدس مقامات کی حفاظت یہودیوں کے سپرد کر دی گئی ہو؟ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اسلام کا سورج پھر پوری آب و تاب کے ساتھ افغانستان کے علاقے سے طلوع ہو رہا ہے۔ اب خود کو رباط کے لئے تیار کر لو۔ رباط کے فضائل مسلمانوں کے بچے بچے کو یاد کرا دو۔ اسلامی علاقوں کی حرمت ایک ایک مسلمان کو سمجھا دو۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ہم جہاد اور رباط کے مبارک اعمال کی بدولت اپنے علاقے بھی واپس لے لیں گے اور ان علاقوں پر سینکڑوں سال تک کفر کی حکومت کا حساب بھی چکا دیں گے۔

یقیناً ایسا ضرور ہو گا اگر ہم سچے مسلمان بن گئے اور ہم نے جہاد اور رباط کو اس کے اصولوں کے ساتھ اپنا لیا۔ انشاء اللہ]

ستر ھواں باب

مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ. (نساء۔۱۰۲)

اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۲) وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ. (التوبہ۔۱۲۰)

اور وہ جو کہیں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافر خفا ہوتے ہیں اور وہ جو کچھ دشمن سے چھینتے ہیں ان سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے]

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو دینار و درہم کا بندہ [یعنی مال کا حریص آدمی] اور [ہلاک ہو] منقش چادر کا حریص۔ اگر اسے کچھ دیا جائے تو راضی رہتا ہے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے وہ سر کے بل گرے [یعنی تباہ و برباد ہو جائے] اور جب اسے کانٹا چبھے تو نہ نکالا جائے [اور جنت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو اس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں غبار آلود ہوں۔ اسے اگر محافظ دستے میں رکھا جائے تو وہ محافظ دستے میں رہے اور اگر اسے لشکر کے آخر میں رکھا جائے تو لشکر کے آخر میں رہے [یعنی جہاد میں جس جگہ بھی اس کی تشکیل ہو وہ اس ذمے داری کو خوب نبھائے] اگر وہ اجازت مانگے

تو اسے اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی نہ کی جائے [یعنی ظاہری طور پر اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقام بہت بلند ہے]۔ (بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک رات اللہ کے راستے میں خوف کی حالت میں [اسلامی لشکر کی] پہرے داری کروں تو یہ مجھے سو سواریاں صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد میں مجاہدین اور مسلمانوں کی پہرے داری کرنا اعلیٰ ترین عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ رباط کی افضل ترین قسم ہے چنانچہ مجاہدین کی پہرے داری کرنے والوں کو رباط کے فضائل اور اجر بھی ملتا ہے اور اس کے لئے مزید فضائل بھی ہیں (آیئے ترتیب سے ان فضائل کو پڑھتے ہیں]۔

(۱) پہرے داری میں جاگنے والی آنکھیں جہنم سے محفوظ

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آنکھوں کو [جہنم کی] آگ نہیں چھوئے گی۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں نکلی ہو [یعنی شہید ہو جائے] اور وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا ہو اور وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو۔ (المستدرک)

☆ حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے ایک رات ہم ایک بلند جگہ پر رات گزارنے کے لئے اترے۔

یہاں ہمیں سخت سردی کا سامنا ہوا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بعض لوگ زمین میں گڑھے
کھود کر ان میں گھس گئے اور انہوں نے اپنی ڈھالیں گڑھوں کے منہ پر ڈال دیں حضور
اکرم ﷺ نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری
کون کریگا۔ ایسے شخص کو میں خصوصی دعاء سے نوازوں گا انصار میں سے ایک شخص نے فرمایا
اے اللہ کے رسول میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: قریب آؤ وہ قریب
تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے اپنا نام بتایا تو آپ ﷺ نے
انہیں بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں
نے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو سنا تو میں نے عرض کیا میں وہ دوسرا آدمی ہوں جو پہرہ دیگا۔
آپ ﷺ نے فرمایا قریب آجاؤ میں قریب حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں
نے عرض کیا ابو ریحانہ۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے پہلے والے انصاری کی بنسبت کچھ کم
دعائیں دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ حرام کر دی گئی ہے اس آنکھ پر جو
اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو اور اس آنکھ پر جو اللہ کے راستے میں [پہرہ دیتے ہوئے] جاگی
ہو۔ (مسند احمد ورجالہ ثقات۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ نسائی۔ الطبرانی۔ مستدرک)

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں اور جہنم کی آگ حرام ہے اس آنکھ پر جو اللہ
تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے جھکی ہو یا وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئی ہو۔

(السنن الکبریٰ)

☆ حضرت ابو عمران انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ
نے ارشاد فرمایا: تین آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں جلائے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے
خوف سے روئی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے جاگی ہو تیسری وہ آنکھ
جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے جاگی ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات [لشکر اسلام کی]

پہرے داری مجھے ان ایک ہزار دنوں سے زیادہ محبوب ہے جن میں میں روزانہ روزہ رکھوں
اور ہر رات کو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں قیام کروں۔ (کتاب الجامع)

☆ ابن ابی شیبہؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت مکحولؒ سے روایت کی ہے کہ جس
شخص نے پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے
ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۲) جنت کی گواہی

☆ ابو عطیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے آپ کو خبر دی گئی کہ
فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اسے کوئی
نیکی کا کام کرتے دیکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا جی ہاں میں نے اس کے ساتھ ایک رات
جہاد میں پہرہ دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ
نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے
دست مبارک سے اس کی قبر پر مٹی ڈالی پھر ارشاد فرمایا: تیرے ساتھی تجھے جہنمی سمجھ رہے
ہیں جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور
اکرم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اس شخص کا جنازہ نہ پڑھیے کیونکہ یہ فاسق شخص تھا مگر جب
رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس نے ایک رات مجاہدین کی پہرے داری کی تھی تو آپ نے
نماز جنازہ ادا فرمائی اور آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عمر بن خطاب
جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (ابو داؤد فی المراسیل)

☆ حضرت سہل بن ابو حنظلیہؒ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ غزوہ حنین کے دن
حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رات تک چلتے رہے جب نماز کا وقت آگیا تو ایک گھڑ سوار حاضر

ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ سے آگے جا کر فلاں فلاں پہاڑ کا جائزہ لے آیا ہوں۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنے خیموں، مویشیوں اور ریوڑوں کے ساتھ حنین میں جمع ہو چکے ہیں یہ سن کر حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور آپ نے ارشاد فرمایا: کل انشاء اللہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائے گا۔ پھر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: آج کی رات ہماری پہرے داری کون کرے گا۔ حضرت انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں پہرہ دوں گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس گھاٹی کی طرف بلندی پر چلے جاؤ اور تمہاری طرف سے رات کو ہم پر [دشمن کا] اچانک حملہ نہیں ہونا چاہئے۔ جب صبح کا وقت ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز کی جگہ تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے گھڑ سوار [پہرہ دینے والے] کو دیکھا ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ نماز کی اقامت ہو گئی حضور اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ گھاٹی کی طرف بھی توجہ فرمائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ تمہارا شہسوار سوار آرہا ہے۔ [یہ سنکر] ہم سب درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق گھاٹی کے اوپر والے حصے پر چلا گیا۔ صبح کے وقت میں نے دونوں گھاٹیوں کا جائزہ لیا تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم رات کو نیچے اترے تھے انہوں نے فرمایا نہیں میں نماز اور قضاء حاجت کے علاوہ نیچے نہیں اترا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی اب اگر تم اس کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرو تو تمہارا کوئی نقصان ہونے والا نہیں۔

(ابو داؤد۔ نسائی۔ مسند ابو عوانہ۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

(۳) پیچھے والوں کی تعداد میں نیکیاں

☆ حضرت عبداللہ بن محیریز فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا تو اسے ہر رات پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں اور کافروں کی تعداد میں ایک ایک قیراط اجر ملے گا۔ (سنن سعید بن منصور)

☆ جبکہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے اسی روایت میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کی تعداد کے برابر بھی پہرے داری کرنے والے کو اجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فضائل کوئی بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن محیریز تو حضرات تابعین کے امام ہیں اور ان کا شمار ان نہایت عبادت گزار اور بڑے تابعین میں ہوتا ہے جن کے فضائل بے شمار ہیں۔ امام اوزاعی جیسے امام ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کی پیروی کرنی ہو تو اسے چاہئے کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جیسوں کی پیروی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کبھی گمراہ نہیں فرمائے گا جن میں عبداللہ بن محیریز جیسے لوگ موجود ہوں۔ حضرت رجاء بن حیوۃ جیسے جلیل القدر امام فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن محیریز کے وجود کو زمین والوں کے لئے امان کا سبب سمجھتا ہوں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جیسے بلند مقام والے شخص سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اس طرح کے فضائل اپنی رائے سے بیان کئے ہوں گے بلکہ لازماً ان تک یہ فضائل حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے پہنچے ہوں گے۔

(۴) خوف کی جگہ پہرے داری شب قدر سے افضل

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں شب قدر سے افضل رات نہ بتاؤں؟ وہ شخص جو کسی خطرے والی جگہ

پہرہ دے اور امکان ہو کہ وہ واپس اپنے گھر نہیں لوٹ سکے گا۔[اس کی یہ رات لیلۃ القدر سے افضل ہے](نسائی۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ بیہقی۔ المستدرک وقال صحیح علی شرط البخاری)

(۵) پہرے داری والی رات ایک ہزار دن کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل

اس بارے میں پیچھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا جاچکا ہے۔

☆حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک رات [مجاہدین کی] پہرے داری ان ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں قیام کیا جائے اور دن کو روزے رکھے جائیں۔(المستدرک)

☆ارطاۃ بن منذرؒ فرماتے ہیں کہ [ایک بار] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمنشینوں سے پوچھا لوگوں میں سب سے زیادہ اجر والا کون ہے؟ آپ کے ہمنشین روزے نماز کا تذکرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ امیر المؤمنین [سب سے زیادہ اجر والے ہیں] اور ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لوگوں میں اجر کے اعتبار سے ان سب سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اور خود امیر المؤمنین سے بڑھ کر کون شخص ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ملک شام میں مسلمانوں کی پہرے داری کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ کوئی درندہ اسے پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے گا یا دشمن اس پر چھا جائے گا۔ یہ شخص امیر المؤمنین سے اور ان تمام لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اجر میں بڑھ کر ہے۔(تاریخ مدینۃ دمشق۔ابن عساکر)

(۶) رحمت کی دعاء

☆حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو مجاہدین کی پہرے داری کرنے والے پر۔(سنن سعید۔ابن ماجہ)

یہ روایت اور بھی کئی محدثین حضرات نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے پر بیٹھ کر مجاہدین کی پہرے داری کرنے والا جب صبح کرتا ہے تو جنت اس کے لئے واجب ہو چکی ہوتی ہے۔(شفاء الصدور)

☆ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ نے لشکر کی پہرے داری کرنے والوں کے لئے رحمت کی دعاء بھی فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم جن مجاہدین اور ان کے جانوروں کی حفاظت کرتے ہو ان سب کی طرف سے تمہیں ایک ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

(شفاء الصدور)

فصل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے اس غزوے میں ایک مشرک کی بیوی کو بھی زخم آگئے اس کا خاوند کہیں گیا ہوا تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے لشکر سمیت واپس تشریف لے جارہے ہیں اس مشرک نے قسم کھالی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا خون ضرور بہائے گا چنانچہ وہ لشکر کا پیچھا کرنے لگا حضور اکرم ﷺ نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک شخص نے خود کو پہرے داری کے لئے پیش کر دیا حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ پہاڑ کے اوپر رہ کر نگرانی کرنا کیونکہ لشکر نیچے وادی کی طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جب یہ دونوں حضرات پہرے کی جگہ پہنچ گئے تو انصاری صحابی نے اپنے مہاجر بھائی سے فرمایا آپ کو رات کے کس حصے میں پہرہ دینا پسند ہے۔ مہاجر نے رات کے آخری حصے کو تجویز کیا اور وہ آرام فرمانے لگے۔ انصاری صحابی نے رات کے ابتدائی حصے کے

پہرے کو قبول فرمایا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اسی دوران وہ مشرک آپہنچا۔
جب اس نے انصاری صحابی کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ لشکر کی نگرانی پر مامور ہیں چنانچہ اس نے
ایک تیر ان پر چلایا جو انہیں جا لگا انہوں نے تیر کھینچ کر جسم سے نکالا اور خود نماز میں کھڑے
رہے مشرک نے اسی طرح تین تیر مارے اور ہر بار انصاری صحابی تیر نکال کر نماز میں مشغول
رہے۔ تیسرے تیر کے بعد انہوں نے رکوع کیا اور نماز پڑھ کر مہاجر صحابی کو جگادیا۔ مشرک
نے جب دوسرے شخص کو بھی دیکھا تو وہ بھاگ گیا اور سمجھا کہ لشکر والے متنبہ ہو گئے ہیں
مہاجر صحابی نے جب انصاری صحابی کو خون میں لت پت دیکھا تو فرمایا آپ نے مجھے پہلے ہی تیر
کے وقت کیوں نہیں جگایا۔ انصاری صحابی نے کہا میں نماز میں قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھ رہا
تھا اور میں اسے ختم کئے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن جب مسلسل تیر برسنے لگے تو میں نے
رکوع کر لیا اور آپ کو بھی جگادیا۔ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں لشکر کی
پہرے داری کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں مرجاتا لیکن سورۃ کو درمیان میں نہ چھوڑتا۔

(کتاب الجہاد لا بن مبارک۔ ابوداؤد۔ بخاری مختصراً)

☆ سہیل بن ابو صالح فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ احد کے لئے
تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: آج رات اس محاذ کی پہرے داری کون کرے گا۔ قبیلہ
بنی زریق کے ایک انصاری صحابی کھڑے ہو گئے ان کا نام ذکوان بن عبد قیس ابو السبع تھا۔
انہوں نے کہا میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا میں
ذکوان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا [کہ
اور کون پہرے داری کرے گا] یہی صحابی دوبارہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں پہرے داری
کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا تم کون ہو۔ عرض کیا میں ابن عبد قیس ہوں آپ
ﷺ نے تیسری بار اعلان کیا تب بھی یہی صحابی کھڑے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم
کون ہو؟ فرمایا ابو السبع۔ آپ ﷺ نے فرمایا تینوں فلاں فلاں جگہ کھڑے ہو جاؤ حضرت

ذکوان نے کہا اے اللہ کے رسول وہ تینوں میں ہی ہوں [اور ایسا میں نے اس لئے کیا کہ] ممکن
ہے یہاں مشرکوں کا کوئی جاسوس ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ جنت
کے سبزہ زار پر چلتے ہوئے شخص کو دیکھے تو وہ ان [یعنی ذکوان] کو دیکھ لے [اس کے بعد]
حضرت ذکوان اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کی
بیویوں نے ان کے کپڑے پکڑ لئے اور کہنے لگیں اے ابو السبع کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے
ہیں۔ حضرت ذکوانؓ نے ان سے اپنے کپڑے چھڑائے اور آگے بڑھ گئے۔ پھر ان کی طرف
متوجہ ہو کر فرمایا: میری تمہاری ملاقات اب جنت میں ہو گی۔ پھر حضرت ذکوان رضی اللہ
عنہ شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لا بن مبارک)

[مسلمانوں کا مقابلہ پوری دنیا کی کفریہ شیطانی طاقتوں کے ساتھ ہے مسلمان اس
بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفریہ شیطانی طاقتیں ہر وقت
مسلمانوں کو مٹانے یا انہیں دین سے ہٹانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں اسی لئے مسلمانوں کو
حکم دیا گیا کہ اپنے دفاع کا خاص خیال رکھیں یہ حکم قرآن مجید میں بھی بار بار دہرایا گیا اور
حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے فرمان اور اپنے عمل سے اس کی ترغیب امت کو دی ہے آپ
ﷺ خود مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک اپنے گھر پر مسلح پہرے کا اہتمام فرماتے رہے اور
جہاد کے دوران تو آپ اس پہرے داری پر بڑے بڑے روحانی انعامات کا اعلان فرماتے تھے
اور خوش قسمت افراد ان انعامات کو حاصل کر لیتے تھے۔ پہرہ داری توکل کے خلاف نہیں
بلکہ عین توکل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا اور کون
تھا مگر پھر بھی آپ ﷺ کبھی اپنی حفاظت سے غافل نہیں رہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ سے
بڑھ کر کون تقدیر کو ماننے والا یا شہادت کا شوق رکھنے والا تھا۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ رات کو
سوتے وقت بھی اپنے ہتھیار خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی
کمزوری سے اسلام کمزور ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں فرماتے تھے کہ دشمنوں

کے لئے ترنوالہ بن کر رہیں۔ بعد کے دور میں حضرات صحابہ کرامؓ نے مساجد تک میں مسلح پہرے کا اہتمام فرمایا اور کبھی بھی کافروں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلحے سے غافل پاکر ان پر حملہ کر دیں یا انہیں ختم کر دیں۔

آج توبہ اور استغفار کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں سے یہ سوچ نکل چکی ہے اور خذوا حذرکم کے خدائی حکم سے غفلت پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ آج کافر جہاں چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں نشانہ بناتے ہیں۔ کاش مسلمان ان اسلامی احکام کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں جن میں ان کے لئے زندگی ہے، عزت ہے، کامیابی ہے اور نجات ہے۔

ایک ضروری تنبیہ مجاہدین کرام کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی تمام کاروائیوں کے دوران پہرے کو بہت اہمیت دیا کریں کیونکہ ماضی قریب میں پہرے میں غفلت کیوجہ سے مجاہدین کو سخت نقصانات اٹھانے پڑے ہیں کئی اہم کاروائیاں ناکام ہو گئیں اور کئی قیمتی افراد دشمن کے ہتھے چڑھ گئے۔

آپ نے روایات میں پڑھ لیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پہرے کا کس قدر اہتمام کرتے تھے اور پہرے کے لئے کتنی عمدہ ترتیب بناتے تھے۔ آج اول تو پہرے کا اہتمام ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کر بھی لیا جائے تو پہرے کی ترتیب ایسی نہیں بنائی جاتی جو پہرے کے اصل مقصد نگرانی، چوکسی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہو مجاہدین کرام کو چاہئے کہ اس کا بہت اہتمام کیا کریں اور موجودہ دور کے جہادی تقاضوں کے مطابق اس کی باقاعدہ تربیت لیں اور کسی بھی پرامن یا پرخطر جگہ پر پہرے سے غافل نہ ہوں بلکہ اسے اپنی ذمے داری سمجھیں اور اپنے اندر اس کی عادت ڈالیں اسی طرح اہل حق حضرات جہاد سے واپسی پر اپنی مساجد اپنے مدارس وخانقاہوں اور گھروں پر بھی پہرے کا اہتمام فرمائیں اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم، حضور اکرم ﷺ کا طریقہ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

اٹھارواں باب

اللہ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کے راستے میں مسلمان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح کھجور کے خوشے سے کھجور جھڑتی ہے۔

(مجمع الزوائد۔ الطبرانی۔ فیہ عمرو بن الحصین وھو ضعیف)

☆ سعید بن ہلال سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اتنا مال صدقہ فرمایا کہ لوگ حیران رہ گئے یہاں تک کہ اس صدقے کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بھی ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں عبدالرحمن بن عوف کا صدقہ بہت بھلا معلوم ہوا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہاجرین میں سے ایک فقیر آدمی کو جہاد میں اپنے کوڑے کے گر جانے کا جو صدمہ ہوتا ہے وہ عبدالرحمن بن عوف کے صدقے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

حدیث شریف میں فقیر آدمی کا تذکرہ ہے کیونکہ مالدار آدمی کو کوڑے جیسی معمولی چیز کے ضائع ہونے کا کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لشکر جہاد کے لئے نکلتا ہے اور مال غنیمت پا کر سلامت واپس آتا ہے تو وہ لشکر والے اپنا دو تہائی اجر دنیا میں لے لیتے ہیں اور جو لشکر خالی ہاتھ ڈرایا ہوا

اور زخمی واپس آتا ہے وہ اپنا مکمل اجر [آخرت میں] پاتا ہے۔

☆ حضرت ام مالک البہزیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فتنے کا تذکرہ فرمایا اور اسے قریب قرار دیا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس فتنے کے وقت لوگوں میں سب سے بہتر کون ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو اپنے ریوڑ میں ہو اور اس کے حق [زکوٰۃ وغیرہ] کو اداء کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو اور دشمنوں کو خوف زدہ کررہا ہو اور دشمن اسے خوف زدہ کررہے ہوں۔ (ترمذی)

☆ مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ ام مبشر رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین مقام والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دشمنوں کو خوف زدہ کررہا ہو اور دشمن اسے خوف زدہ کررہے ہوں پھر آپ نے حجاز کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اور وہ آدمی جو نماز قائم رکھتا ہو اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق اداء کرتا ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ عبید اللہ بن ابو حسین سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ اترے جہاں وہ مشرکوں کو ڈراتا ہے اور مشرک اسے ڈراتے ہیں یہاں تک کہ اس شخص کو وہیں [محاذ پر] موت آجائے تو اس کے لئے اجر لکھا جائے گا اس سجدہ کرنے والے جیسا جو قیامت کے دن تک سجدے سے سر نہ اٹھائے اور اس قیام کرنے والے جیسا جو قیامت کے دن تک نہ بیٹھے اور اس روزے دار جیسا جو قیامت کے دن تک روزہ نہ چھوڑے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ ابو عمران الجونی بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بہادر اور بزدل جہاد میں لڑتے ہیں تو بزدل کو زیادہ اجر ملتا ہے [کیونکہ اسے زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے] اور جب سخی اور بخیل صدقہ کرتے ہیں تو بخیل کو زیادہ اجر ملتا ہے۔ [کیونکہ طبعی

کنجوسی کی وجہ سے اسے مال خرچ کرنے پر زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔] (کتاب الجہاد مرسلا)

[خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دن رات جہاد میں خوف اور خطرے کی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے خزانے لوٹتے ہیں۔ ان کو ہر لمحہ دشمن کے بموں، راکٹوں، میزائلوں اور حملے کا خطرہ رہتا ہے مگر وہ اسلام کی عظمت کی خاطر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر وقت ہاتھوں میں اسلحہ اور دل میں شوق شہادت لئے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بھی ان کے خوف سے تھر تھر کانپتا رہتا ہے اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ اللہ کے راستے کا خوف بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اسی کی بدولت پوری امت مسلمہ کو خوف اور غلامی سے نجات ملتی ہے۔ یہ چند اللہ کے شیر خوف کے طوفان کو اپنے مضبوط سینے پر روک لیتے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں میں امن کی سوغات بانٹتے ہیں اور بعض دفعہ وہ اس خوف کو واپس دشمنوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن جب سارے مسلمان امن کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہاد کے میدانوں میں نکل کر خوف کا سامنا نہیں کرتا تو پوری امت پر ذلت اور خوف چھا جاتا ہے۔ اور مسلمان شیر کافر گیدڑوں کے غلام بن جاتے ہیں ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا بنا رہے کہ دشمن اسے دیکھ کر جلتے رہیں اور اس سے ہمیشہ خوف زدہ رہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے مسلمانوں کے چند نہتے اور فقیر منش مجاہدین نے دنیا کی بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کا پتہ پانی کر رکھا ہے اور وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ان فقیروں سے ڈر رہے ہیں۔

یاد رکھئے۔ جو قوم موت سے بھاگتی ہے موت ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہوتی ہے اور جو لوگ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیتے ہیں موت ان سے دور بھاگتی ہے۔ اور ان کے دشمنوں پر جا گرتی ہے۔ یہی حال خوف کا ہے جو لوگ خوف سے بھاگتے ہیں اور ہمیشہ امن امن کی رٹ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاد کیا تو دشمن یہ کردیں گے دشمن وہ کردیں گے ایسے لوگوں پر خوف چاروں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور

انہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتا اور اور وہ لوگ مسلح پہرے اور مضبوط قلعوں میں بھی تھر تھر کانپتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آگے بڑھ کر اس خوف کا سامنا کرتے ہیں اور جہادی کاروائیاں کرتے وقت دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے اور اللہ کے دین کی عظمت کے لئے بڑے سے بڑے دشمن سے ٹکرانے کے لئے تیار رہتے ہیں تو خوف ان سے دور بھاگتا ہے اور ان کے دشمنوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا جو طبعی اثر ان مجاہدین کے دلوں میں باقی رہتا ہے وہ ان کے لئے اللہ کے ہاں بخشش اور اونچے مقامات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے یہ اہم نکتے سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

انیسواں باب

جہاد کی صف اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(١) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (الصف۔ ٤)

اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

☆ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کی ایک جماعت جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے کے بارے میں نازل ہوئی ان حضرات نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم مرتے دم تک اس میں لگے رہیں گے پھر جب یہ آیت نازل ہوگئی [اور اس میں بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد ہے] تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اب میں مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا۔ چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (الدر المنثور)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے آپس میں کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جائے تو ہم اس میں لگے رہیں گے تو یہ آیات آخر سورۃ تک نازل ہوئیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ

تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ. اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (الصف۔۱۔۲۔۳۔۴)

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (ترمذی۔بیہقی۔حاکم)

☆ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بہت کم کسی کی دعاء مسترد کی جاتی ہے۔ ایک اذان کے وقت اور دوسرا جہاد کی صف میں۔
(ابوداؤد۔ابن خزیمہ۔ابن حبان فی صحیحہما)

☆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے [اس صحابی کو جو کسی غار میں بیٹھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے] ارشاد فرمایا: میں یہودیت اور نصرانیت دیکر نہیں بھیجا گیا بلکہ میں سچا دین حنفی دیکر بھیجا گیا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ ایک صبح یا ایک شام جہاد میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں ایک گھڑی کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اگر اللہ کے راستے میں دشمن کے سامنے [صف میں] تلوار نیزہ اور تیر چلائے بغیر کھڑا رہوں تو یہ اس سے زیادہ افضل ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی کئے بغیر ساٹھ سال تک اس کی عبادت میں لگا رہوں۔
(کتاب الجامع)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (المستدرک صحیح علی شرط البخاری)

☆ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دو مقامات ایسے ہیں جن میں جنت خوب سج دھج جاتی ہے اور حور عین خوب بنتی سنورتی ہے ایک نماز کے وقت اور ایک قتال کے وقت پھر اگر نمازی نماز پڑھ کر چلا جائے اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور حور عین کو نہ مانگے تو حوریں کہتی ہیں تعجب اس شخص پر جس نے اللہ تعالیٰ سے ہمیں نہیں مانگا اور جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو اس کی بیوی حور عین کہتی ہے اے مجاہد آگے بڑھ اور مجھے میری سہیلیوں کے سامنے رسوا نہ کر۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت مجاہدؒ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا [یعنی وہ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے] وہ فرمایا کرتے تھے جب لوگ نماز کے لئے اور قتال کے لئے صف بناتے ہیں تو آسمان کے دروازے، جنت کے دروازے، دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حور عین بن سنور کر اوپر سے جھانکتی ہے جب آدمی میدان جنگ میں آگے بڑھتا ہے تو وہ دعاء کرتی ہے کہ اے اللہ اس کی نصرت فرما اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہے اور کہتی ہے یا اللہ اسے معاف فرمادے۔ خوب محنت کرو اے مسلمانو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم حور عین کو رسوا نہ کرو کیونکہ شہید کے جسم سے نکلنے والے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کی دونوں حور عین بیویاں اتر کر اس کے پاس آجاتی ہیں اور اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارا وقت قریب آگیا ہے اس کے بعد اسے جنت کے بنے ہوئے ایسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جنہیں اگر دو انگلیوں کے درمیان رکھا جائے تو ان

میں سما جائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن [خوشی سے] ہنسیں گے (۱) وہ آدمی جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے (۲) وہ لوگ جو نماز کے لئے صف بناتے ہیں (۳) وہ مجاہدین جو دشمنوں سے لڑنے کے لئے صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کیا تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل مقام والے شہداء نہ بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صف میں کھڑے ہو کر دشمن کا سامنا کرتے ہیں اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں تو دائیں بائیں التفات نہیں کرتے اور اپنی تلوار گردن پر رکھ کر اپنی جان اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کا اعلان کرتے ہیں یہ وہ شہید ہیں جو جنت کے اعلیٰ ترین مقامات میں جہاں چاہیں گے رہیں گے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قتال کی صف اور نماز کی صف بنتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب تم سوار ہو کر دشمن کے سامنے صف آراء ہوتے ہو تو حور عین سبز ریشم میں بن سنور کر تیار ہو جاتی ہیں اور وہ زرد موتی کا نیام پہن کر اپنی پیشانی اور سینہ کھول لیتی ہیں اور جنت کے یاقوتی گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارے پیچھے آکر اترتی ہیں اور جب تم حملہ کرتے ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حملہ کرتی ہیں اور جب تم میں سے کوئی گر جاتا ہے تو آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں آج تم دنیا اور اس کی فکروں سے آزاد ہو جاؤ گے اور رب کریم کے پڑوس میں چلے جاؤ گے۔ اور جنت کی مہر بند شراب پیو گے اور اپنی حوروں سے ملو گے۔ (شفاء الصدور)

[جہاد کی یہ صفیں۔ جہاد کے یہ قافلے جن کا مشاہدہ آسمانوں کے فرشتے اور جنت کی حوریں کرتی ہیں اور مجاہدین کی وہ یلغار جو حوروں میں جنت سے زمین پر آنے کا ولولہ پیدا کرتی ہے آج بھی موجود ہے۔ الحمد للہ چاروں طرف جہاد کا خوبصورت منظر پھر نظر آرہا ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد الجہاد الجہاد کے نعرے امت مسلمہ میں دوبارہ گونج اٹھے ہیں۔

خوش قسمت مائیں اپنے پیارے جوان بیٹے تیار کر کے میدانوں میں بھیج رہی ہیں۔ بہنیں اپنے زیور اتار اتار کر مجاہدین کے لئے اسلحہ خرید رہی ہیں۔ شہداء کے خون کی خوشبو ہر سو مہک رہی ہے اور مجاہدین کی کرامات کا تذکرہ بھی اب ماضی کی داستان نہیں رہا۔ جب یہ ساری نعمتیں میسر ہیں اور مقابلہ بھی بڑے ٹھاٹھ کا ہے۔ دنیا کے سارے کافر متحد ہو کر جدید سامان سے لیس طاقت کے نشے میں مست ہیں اور دوسری طرف مجاہدین شوق شہادت کے نشے میں مست ہو کر نصرت خداوندی کے مضبوط سہارے پر میدانوں میں کھڑے ہیں۔

جہاد کی صف تو بن چکی ہے اور اس میں بہت جگہ خالی بھی ہے۔

پھر اے مسلمانو! دیر کس بات کی ہے۔ آگے بڑھو۔ اس صف میں جگہ پاؤ۔ جس میں ایک قدم دنیا میں اور دوسرا جنت میں ہوتا ہے۔]

بیسواں باب

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہگار ہونے کا بیان

یہ بات اچھی طرح سے جان لیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے تیر اندازی سیکھنا اور سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے پسندیدہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے آئیے اب ترتیب سے تیر اندازی کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں۔

(۱) تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ. (انفال۔۶۰) اور ان کافروں سے لڑائی کیلئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ)۔

بعض علماء کرام نے اسی آیت کی بناء پر تیر اندازی کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں قوۃ کے معنی تیر اندازی بیان کئے گئے ہیں۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ منبر پر فرما رہے تھے: اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ [اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے، خبردار قوت تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت تیر اندازی ہے۔ (مسلم شریف)

[حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں الرمی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے تیر اندازی کیا ہے ویسے عربی زبان میں رمی پھینکنے کو کہتے ہیں تو آپ ﷺ کے ان جامع الفاظ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اصل قوت ان ہتھیاروں سے حاصل ہوتی ہے جو دور سے پھینک کر مارے جاتے ہیں چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاں ایک طرف تیر اندازی میں خوب مہارت حاصل کی تھی اور وہ بھاگتے ہرن کی جس آنکھ کو چاہتے تھے نشانہ بناتے تھے تو دوسری طرف انہوں نے پھینک کر مارنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار فرمائے اور ان میں بھی خوب ترقی حاصل کی۔ خود حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں نے منجنیق استعمال کی جس کے ذریعے سے بڑے بڑے پتھر دور فاصلے تک مارے جاتے تھے پھر یہ منجنیق مسلمانوں کے ہاں ترقی کرتی چلی گئی اور مسلمانوں نے آتشی تیر اور بڑی بڑی چٹانیں اور بارود تک دشمن پر پھینکنے میں مہارت حاصل کی۔ مگر پھر مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دشمنوں نے قوت کے اس راز کو جو ہمارے آقا ﷺ نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا سمجھ لیا چنانچہ انہوں نے میزائلوں میں وہ ترقی حاصل کی جو مسلمان حاصل نہ کر سکے۔ آج جب دنیا میزائلوں کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے اور جس کے پاس جتنی دور تک مارنے والے جتنے زیادہ طاقتور میزائل ہیں وہی دنیا میں زیادہ طاقت والا ہے ان حالات میں ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی صداقت چمکتے سورج کی طرح نظر آرہی ہے کہ واقعی اصل قوت پھینک کر مارنے کی قوت ہے جبکہ دوسری طرف یہ حدیث مسلمانوں کے لئے ایک سوالیہ نشان بھی ہے کہ انہوں نے اس فرمان کو بھلا کر اور اس سے غفلت کر کے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔]

(۲) ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں

☆ حضرت خالد بن زید فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، حضرت عقبہ بن

عامر رضی اللہ عنہ جب بھی میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے اے خالد چلو تیر اندازی کرتے ہیں ایک بار میں نے کچھ سستی کی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خالد کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے (۱) اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی [یعنی جہاد] کی نیت کرے (۲) اس تیر کو [دشمن کی طرف] چلانے والے کو (۳) تیر انداز کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔ [اے مسلمانو] تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سوار ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں۔ (۱) آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۲) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۳) تیر اندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا نعمت کی ناشکری کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ المستدرک)

☆ ابن المنذر نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے ستر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں۔ (الاوسط)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی کی معاونت کرنے والے کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے اور یہ معاونت تین طرح سے ہو سکتی ہے (۱) جب تیر انداز دشمن پر تیر چلا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پہلو میں یا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو تیر دیتا رہے [جس طرح اس زمانے میں راکٹ لانچر والے کے ساتھ راکٹ دینے والا ایک معاون ہوتا ہے یا مجاہدین کے ساتھ ان کی بندوقوں کے میگزین بھر کر دینے والے ہوتے ہیں یا توپچی کو گولے لا لا کر دینے والے ہوتے ہیں یہ بشارت ان سب کے لئے بھی ہے] (۲) جب تیر

انداز تیر چلا لے تو اس کے چلائے ہوئے تیروں کو واپس لا کر اسے دینا یہ بھی معاونت ہے (۳) تیر انداز کو تیر یا کمان خرید کر دینا یہ بھی معاونت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے [اس زمانے میں کسی کو بندوق، راکٹ لانچر، توپ وغیرہ خرید کر دینا اور ان تمام ہتھیاروں کی گولیاں یا گولے خرید کر دینا اس میں شامل ہے]۔

☆ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے سعد کو تیر دو۔ اے سعد میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تیر مارو [حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے] حضور اکرم ﷺ دوسرے صحابہؓ کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے اپنے تیر حضرت سعد کو دو تاکہ وہ ان کا حق ادا کر سکیں۔ (المستدرک)

(۳) حضور اکرم ﷺ خود تیر انداز

☆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کیا کرو کیونکہ تمہارے والد [اسماعیل علیہ السلام] تیر انداز تھے تم تیر اندازی کرو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں [یعنی میں بھی ایک گروپ کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں] راوی فرماتے ہیں کہ [یہ سن کر] دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کر دی۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ جب دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں تو ہم [آپ کے مقابلے میں] کس طرح سے تیر اندازی کریں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا [اچھا] تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے تیر اندازوں کو مقابلے کے لئے غیرت دلانا تاکہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور ان میں اس عمل

کی خوب رغبت پیدا، جائے ایک اچھا کام ہے اور تیر اندازوں کی دل جوئی کے لئے حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اسے سر انجام دینا چاہئے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ بغض وعداوت کے اظہار اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جوش دلانا جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے ایک حرام فعل ہے۔ یہی حکم تلوار بازی نیزہ بازی اور بنوٹ وغیرہ کا بھی ہے [اور اس زمانے میں بندوق سے نشانہ بازی کرنا اور دیگر جنگی آلات کے استعمال میں مقابلہ بازی کا بھی یہی حکم ہے کہ اچھی نیت سے کرنے پر اجر اور بری نیت سے کرنے پر گناہ ہوگا]۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب علاقے تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ تب بھی تم میں سے کوئی تیر اندازی نہ چھوڑے۔

(مسلم شریف)

(۴) تیر اندازی علاج غم

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو شخص تفکرات [اور غم] میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ تیر کمان اپنے گلے سے لٹکائے اس سے اس کا غم دور ہو جائے گا۔ (المعجم الصغیر)

(۵) تیر اندازی بہترین کھیل

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں سے بہترین کھیل ہے۔

(کشف الاستار۔ البزار۔ الطبرانی باسنادہ ورجالہ ثقات)

(۶) تیر اندازی میں فرشتوں کی حاضری

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے کھیلوں میں سے صرف گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں حاضر رہتے ہیں] (سنن سعید ھو مرسل جید)

(رہان) سے مراد گھوڑوں کی وہ دوڑ ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے صرف تین طرح کے کھیل میں حاضر رہتے ہیں (۱) آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) گھوڑوں کی دوڑ (۳) تیر اندازی۔

(۷) تیر اندازی کھیل مگر حق

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کے سارے کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے (۱) تیر اندازی (۲) گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا کیونکہ یہ تینوں حق ہیں۔ (المستدرک)

☆ عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر ابن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرما رہے تھے۔ ان دونوں میں ایک اکتا کر بیٹھ گئے تو دوسرے نے فرمایا کیا آپ سست ہوگئے؟ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے سوائے چار کاموں کے (۱) آدمی کا تیر کے دو ہدفوں کے درمیان چلنا (۲) اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی سے دل لگی کرنا (۴) تیراکی سیکھنا۔

(نسائی۔ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ علماء کرام نے اس بات کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ تیر اندازی کی مشق میں مستحب ہے کہ آمنے سامنے دو ہدف بنائے جائیں۔ پہلے

دونوں تیر انداز ایک طرف سے کھڑے ہو کر سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں پھر دوسری طرف آکر اپنے تیر اٹھائیں اور وہاں سے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں۔

علامہ ابن قدامہ نے تو اسے سنت قرار دیا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو ہدفوں کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

☆ ابو عثمان نہدیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہم عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ کہ تم لوگ ازار باندھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور چادریں اوڑھا کرو [یا تلواریں گلے میں لٹکایا کرو] موزے اور شلواریں استعمال نہ کرو تم لوگ اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو۔ تم لوگ عیش و عشرت اور عجمیوں کے فیشن اختیار کرنے سے بچو۔ سورج عربوں کا حمام ہے اسے اپنے اوپر لیا کرو تم سادگی اختیار کرو اور موٹا لباس پہنا کرو اور مستعد رہا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو اور اونٹوں کی سواری کیا کرو اور گھوڑوں پر اچھل کر چڑھا کرو اور ہدف پر تیر مارنے کی مشق کیا کرو اور دو ہدفوں کے درمیان چلا کرو۔ (السنن الکبریٰ)

(۸) ہر قدم پر نیکی

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص [تیر اندازی] دو ہدفوں کے درمیان چلے گا اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی۔ (الطبرانی مجمع الزوائد)

(۹) دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا پس میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اس کا یہ تیر پھینکنا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور جس نے اپنا تیر دشمن تک پہنچا دیا تو اسے جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

(نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ ابتدائی حصہ ترمذی میں بھی ہے)

☆ حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن النحامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول درجہ کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ درجہ تمہارے گھر کی سیڑھی کے درجے جیسا نہیں بلکہ ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہوگی۔ (نسائی۔ ابن حبان)

☆ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اس کے لئے نور کی شکل میں ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکے گا تو اسے اس کی بدولت ایک درجہ ملے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

[اس روایت میں صرف دشمن کی طرف تیر پھینکنے کا تذکرہ ہے دشمن تک پہنچانے کا نہیں]۔

(۱۰) تیر پہنچے یا نہ پہنچے صرف اسے پھینکنا ہی باعث اجر ہے

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اس کے لئے نور کی

شکل میں ہو گا اور جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر مارا وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور اس غلام کا ہر عضو اس کے ہر عضو کو دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہو گا۔(نسائی باسناد صحیح)

(۱۱) تیر دشمن کو لگا یا خطا ہوا ہر حال میں باعث اجر ہے

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لئے نور کی شکل میں ہو گا اور جس نے جہاد میں ایک تیر مارا وہ تیر درست جگہ لگا یا خطا ہوا تیر مارنے والے کے لئے وہ اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہو گا۔(المعجم الکبیر باسنادین رجال احدھما ثقات)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک تیر مارا وہ تیر [دشمن تک] پہنچا یا نہ پہنچا تیر مارنے والے کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے جیسا اجر ملے گا۔

(الطبرانی۔ کشف الاستار)

(۱۲) تیر مارنے سے جنت واجب

☆حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بنو قریظہ و بنی نضیر میں ارشاد فرمایا: جس نے [یہودیوں کے] اس قلعے کے اندر تیر مارا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے۔(الطبرانی فی المعجم الکبیر)

☆حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اٹھو اور دشمن سے لڑو [یہ سنکر] ایک شخص نے دشمن پر تیر پھینکا تو حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔(مسند احمد باسناد حسن)

(۱۳) قیامت کے دن کا نور

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں [نکل کر] ایک تیر مارا تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔(بزار باسناد حسن)

(۱۴) فقر و فاقے سے نجات

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عربی کمان اور اس کا ترکش بنایا [اور اپنے پاس رکھا] تو اللہ تعالیٰ فقر کو چالیس سال تک اس سے دور فرما دیتے ہیں۔(ابن عساکر باسنادہ)

اس روایت میں حضور اکرم ﷺ نے عربی کمانوں کی تعریف فرمائی کیونکہ وہ عمدہ ہوتی ہیں لیکن جس طرح عربی کمانوں کا استعمال جہاد میں درست ہے اسی طرح اہل علم کا اجماع ہے کہ دوسری اقوام مثلاً اہل فارس کی کمانوں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ بعض ضعیف روایات میں اہل فارس کی کمانوں کو ملعون کہا گیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ماضی میں فارس کے بادشاہ اور نمرود وغیرہ انہیں کمانوں کو استعمال کیا کرتے تھے اور وہ ملعون تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں ان کمانوں کو استعمال کرنا کافروں کے ساتھ تشبّہ میں آتا ہو چنانچہ اس لئے اس سے روکا گیا ہو۔

علامہ اشبیلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ کمان جسے کسی ریڑھی یا گاڑی پر سوار کر کے لایا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اسے بزدل اور کمزور لوگ استعمال کرتے ہیں یا وہ صلیب کے مشابہ ہوتی ہے۔

(۱۵) تیر اندازی سیکھنے کا تذکرہ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیر اندازی اور قرآن مجید سیکھو اور مومن کی گھڑیوں میں بہترین گھڑی وہ ہے جس میں وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ (ابن عساکر مقطعاً)

☆ قیس ابن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے ایام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دو ہدفوں کے درمیان تیر اندازی فرما رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہؓ ہیں راوی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تیر اندازی اور قرآن مجید سکھائیں۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا بیٹے کے بھی ہمارے ذمے کچھ حقوق ہے جس طرح اس کے ذمے ہمارے حقوق ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں بیٹے کا حق اس کے والد کے ذمے یہ ہے کہ اسے لکھنا، تیراکی کرنا اور تیر اندازی کرنا سکھائے اور اسے اچھے مال کا وارث بنائے۔

(بیہقی باسناد ضعیف)

[تیر اندازی کے سارے احکام اور فضائل اس زمانے میں فائرنگ اور نشانہ بازی پر صادق آتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کو اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اور پھینک کر مارنے کی اپنی قوت اور طاقت خوب بڑھانی چاہئے]۔

فصل

☆ یزید بن شریکؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بغیر چادر کے تیروں کے ہدفوں کے درمیان بھاگ رہے ہیں۔ (کتاب السنن)

ہدف: زمین کی اس بلند جگہ کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز گاڑی جاتی ہے اور اسے نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات کسی چیز کو لٹکا کر اسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ دو ہدفوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں مجھے شہادت کیسے ملے گی مجھے شہادت کیسے ملے گی۔ (کتاب السنن)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام تیر اندازی کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے چنانچہ وہ ہدفوں کے درمیان چلنے کی بجائے دوڑتے تھے اور جسم سے زائد کپڑے اتار کر اپنے جسم کو مشقت کا عادی بناتے تھے یہ صحابہ کرامؓ وہ عظیم لوگ ہیں جو ہدایت کے سورج ہیں اور وہ ایسے ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر ہدایت کا راستہ معلوم کیا جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں۔ درست راستہ وہی ہے جس پر یہ حضرات تھے اور سیدھی راہ وہی ہے جس پر وہ حضرات چلے۔ ان کی شان کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح۔۲۹)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ ہیں وہ سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں اور آپس میں مہربان ہیں تو دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں (وہ) اللہ کا فضل اور اس کی رضا کو ڈھونڈتے ہیں ان کی پہچان ان کے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے۔

تیر اندازی [یا جہاد کی کوئی بھی مشق] کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عزت وحشمت اور بڑائی کو ایک طرف پھینک کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی

کریں اور اس میں کسی طرح کی عار محسوس نہ کریں اور اپنے اس عمل پر اللہ کے قرب اور اس سے اجر کے امیدوار رہیں۔ اور اس مشق [اور جہاد کی تمام ٹریننگ اور ورزش وغیرہ] کو بڑی عبادات اور اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے سمجھیں اور اسے محض کھیل کود یا فضول مقابلہ بازی نہ جانیں اور جب انہیں اس کی توفیق ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دوسرے کھیل کود کی بجائے اس کی محبت ڈالی ہے۔ اسی طرح تیر اندازی [اور جہاد کی دوسری مشقوں] کے دوران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسنا اور خوش دلی کرنا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستحب کام ہے کیونکہ اس سے مزید چستی اور ہمت پیدا ہوتی ہے البتہ یہ ہنسنا اور خوش دلی کرنا مکروہ حد تک نہیں پہنچنا چاہیے۔

بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں [یعنی صحابہ کرامؓ] کی زیارت کی ہے جو ہدفوں کے درمیان دوڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے تھے اور جب رات چھا جاتی تو وہ راہبوں کی طرح دنیا سے بے رغبت ہو کر عبادت اور آہ وزاری میں لگ جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؒ خود بھی ان صفات کے حامل تھے اور وہ حضرات تابعین کے علماء اور عابدوں میں سے تھے اور وہ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

☆ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ کرامؓ تیر اندازی کر رہے تھے کسی نے کہا اے اللہ کے رسول نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ بھی تو نماز میں ہیں یعنی آپ ﷺ نے تیر اندازی کو نماز کے مشابہ قرار دیا۔ اور یہی بات اس عمل کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیہ لابن قیم الجوزیہ)

علامہ ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی کی بلند فضیلت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کو کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ

میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں تم ایسا کرو۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اے سعد تیر پھینکو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

ابو عبداللہ الجوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سمندر میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے جس رات آپ کا انتقال ہوا [پیٹ میں] تکلیف کی وجہ سے آپ کو پچیس بار قضائے حاجت کے لئے جانا پڑا اور ہر بار آپ آکر نماز کے لئے نیا وضو فرماتے تھے جب انہیں موت قریب محسوس ہوئی تو فرمایا میری کمان تیار کر کے مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے کمان اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور اسی حال میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب للذہبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں کھڑے کئے جائیں کہ جہاد کے لئے کمان ان کے ہاتھ میں ہو۔

فصل

☆ حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ کمانیں تھیں۔

(۱) الروحاء۔

(۲) الصفراء۔

(۳) البیضاء۔ یہ آپ کو بنو قینقاع سے ملی تھی۔

(۴) الزوراء۔

(۵) الکتوم۔

اس کا یہ نام اسلئے پڑا کہ تیر مارتے وقت اس کی آواز بہت کم ہوتی تھی۔ بعض روایات میں ایک اور کمان کا بھی تذکرہ ہے اس کا نام السداد تھا اور اس کے ساتھ جو ترکش تھا اس کا نام الکافور تھا اور اس کے ساتھ پٹکا بھی تھا جس کا حلقہ چمڑے کا اور سرا چاندی کا تھا [حضور اکرم ﷺ کی یہ تمام کمانیں نبع اور شوحط نامی درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی تھیں]

[اس فصل کے بعد مصنفؒ نے نہایت تفصیل کے ساتھ تیر اندازی اور گھڑ سواری کے مقابلے کے احکام کو بیان فرمایا ہے چونکہ یہ مسائل خالص فقہی نوعیت کے ہیں اس لئے ہم انہیں یہاں بیان نہیں کر رہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق اور موقع عطاء فرمایا تو انشاء اللہ ان کو الگ رسالے میں بیان کریں گے]

فصل

احادیث میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید آئی ہے جو تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ فقیم اللخمیؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، آپ تیر اندازی کے دو ہدفوں کے درمیان چل پھر رہے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور آپ کو اس میں بہت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے اس پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نے حضور اکرم ﷺ کا ایک فرمان نہ سنا ہوتا تو میں اتنی مشقت نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

☆ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرات علماء کرام میں سے ایک جماعت کے نزدیک تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس عمل کے بارے میں حضور اکرم ﷺ یہ فرمادیں کہ ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے یا وہ نافرمان ہے تو وہ عمل کبیرہ گناہ ہوتا ہے امام ابو عوانہ نے تو اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھ کر تیر اندازی چھوڑنے والوں کے لئے وعیدوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی چھوڑ دینا سخت مکروہ

فعل ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اگر تیر اندازی چھوڑنے کو کبیرہ گناہ نہ بھی قرار دیا جائے تو وہ ایسا صغیرہ گناہ ہے جس پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے بچے اور جو اس گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو یعنی تیر اندازی چھوڑ چکا ہو تو اسے چاہئے کہ فوراً توبہ کر کے اس عمل کو شروع کر دے اور زندگی بھر تیر اندازی کو لازم پکڑے۔

[تیر اندازی سیکھنے، دشمن کی طرف تیر پھینکنے اور تیر اندازی میں تعاون کے فضائل ہم نے پڑھ لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان فضائل کا حاصل کرنا ہم کمزور مسلمانوں کے لئے آسان فرمادیا ہے پہلے ایک ایک تیر کو پھینکنے کیلئے مشقت کرنی پڑتی تھی، زور لگانا پڑتا تھا اور تکلیف اٹھانی پڑتی تھی مگر آج کل تو جدید اسلحہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ٹریگر پر ہلکی سی انگلی دبا کر منٹوں میں ہزاروں گولیاں دشمن کی طرف چلائی جاسکتی ہیں۔ اب کون انسان ہے جو ان فضائل سے محروم رہنے کا تصور بھی کرے۔ اگر آج ہم نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر گولیاں اور راکٹ نہ برسائے تو پھر تو وہ ابابیل بھی ہم سے اچھے تھے جنہوں نے کعبۃ اللہ کی حفاظت کے لئے آسمان سے اللہ کے حکم پر کنکریاں برسائیں اور ہاتھیوں کے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا۔ آج بھی ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور بحری بیڑوں کی شکل کے ہاتھی کعبۃ اللہ کی طرف اور مسلمانوں کی سرحدوں کی طرف دندناتے ہوئے بڑھ رہے ہیں اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان مجاہدین ابابیلوں کی طرح ان پر گولیاں اور راکٹ برسائیں اور دشمن کی طرف تیر پھینکنے کے بے شمار فضائل حاصل کریں۔

یاد رکھیں دشمن کی طرف تیر پھینکا جائے یا خاک کی مٹھی۔ اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے لئے خطرناک بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ ظاہری طور پر پھینکنے والا مجاہد ہوتا ہے۔ لیکن اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اصل میں پھینکنے والے ہم ہوتے ہیں یعنی اس میں تاثیر ہم ہی ڈالتے ہیں۔

آج سے انیس سال پہلے اپنے وقت کی سب سے بڑی جنگی اور ایٹمی طاقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو نہتے مجاہدین ان کے مقابلے میں نکلے مگر دنیا جہان نے وہ مناظر دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا مجاہدین پتھر پھینکتے تھے اور روسی ٹینکوں میں آگ لگ جاتی تھی مجاہدین اپنی سادہ رائفل سے گولی چلاتے تھے اور روسی ہیلی کاپٹر زمین پر آگرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ابابیلوں نے اپنی استطاعت کے مطابق دشمن پر اسلحہ پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی قوت کو شامل فرما دیا آج بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ گولا باری اور میزائل باری کی مشق کریں اپنے گھروں کی عورتوں کو بھی اسلحہ سکھائیں۔ کیونکہ آج کے اسلحے کا استعمال نہایت آسان ہے اور مسلمانوں پر خطرات بہت زیادہ ہیں چنانچہ ان خطرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو پھینک کر مارنے والے آلات زیادہ سے زیادہ بنانے چاہئیں اور ان کے استعمال میں خوب مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ اور جو مسلمان اسلحہ چلانا سیکھ چکے ہیں مگر اب گھروں میں جا بیٹھے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور دوبارہ میدان جہاد کا رخ کرنا چاہئے اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے فوج میں یا کمانڈوز دستوں میں رہ کر ہتھیار چلانا سیکھے ہیں مگر اب اپنی نوکری سے پنشن لے کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ اپنی اس صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بلا معاوضہ مرتے دم تک استعمال کرتے رہیں کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ آج جبکہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ ہر باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیت استعمال کر کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے میدانوں میں نکلنا چاہئے۔

یا اللہ تو ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

اکیسواں باب

مجاہدین کی تلواروں نیزوں اور دیگر سامان جہاد کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَلْيَأْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ. (نساء۔۱۰۲) اور وہ لوگ اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ. (انفال۔۶۰) اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ)

نیزے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

(۳) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ. (المائدہ۔۹۴) مومنو! کسی قدر شکار سے جن کو تم ہاتھوں اور نیزوں سے پکڑ سکو اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام ضحاکؒ نے وخذوا حذرکم کی تفسیر میں فرمایا ہے یعنی اپنی تلواریں گلے میں لٹکا کر رکھا کرو کیونکہ یہی مجاہدین کا حلیہ (زیور) ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ. کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوت سے مراد اسلحہ اور تیر کمانیں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد کے لئے اسلحہ تیار کیا وہ ہر صبح اس کے نامہ اعمال میں ڈالا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش

کیے جاتے ہیں پس جس کا اسلحہ بڑھ جاتا ہے اس کی نیکیاں بھی بڑھادی جاتی ہیں اور جس کا اسلحہ کم ہو جاتا ہے اس کی نیکیاں بھی کم کر دی جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

یہ دونوں روایات معضل ہیں اور ان کی سند کا حال بھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ مسئلہ خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ شہسواری سیکھنا اور سکھانا اور اسلحہ کا استعمال سیکھنا [عمومی حالات میں] فرض کفایہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور فرض کفایہ اداء کرنے والے بھی باقی نہ رہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

تلواروں اور نیزوں کے فضائل میں کئی احادیث آئی ہیں [آئیے ان میں سے بعض کو یہاں پڑھتے ہیں]

(۱) حضور اکرم ﷺ تلوار دیکر بھیجے گئے

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں تاکہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھ دی گئی ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں کا مقدر بنادی گئی ہے جو میرے لائے ہوئے دین کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔

(مسند احمد)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا جس جگہ جہاد کی ضرورت ہو وہاں نیزے بنانا نفل نماز سے افضل ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کے تمام اسلحے کا یہی حکم ہے جو اوپر نیزے کا بیان ہوا ہے۔

(۲) جنت تلواروں کے سائے تلے

☆ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض ان دنوں میں جن میں آپ کا دشمن سے مقابلہ تھا سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا پھر آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہو جائے تو ڈٹ کر لڑو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت اور ایک پراگندہ حال شخص کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ یہی حدیث شریف سن کر فوراً لڑائی میں کود گئے اور شہید ہو گئے۔

(بحوالہ صحیح مسلم)

(۳) تلواریں جنت کی چابیاں

☆ حضرت یزید بن شجرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ ابن عساکرؒ وغیرہ نے اس روایت کو حضور اکرم ﷺ تک مرفوع بھی نقل کیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تلواروں کو جنت کی چابیاں قرار دیا گیا ہے کیونکہ جب مجاہد میدان جنگ میں تلوار نکالتا ہے تو **جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔**

(۴) تلوار چلانا جنت میں داخلے کا سبب

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو ایسے اعمال نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں لے جائیں۔ صحابہ کرام نے

عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [وہ اعمال یہ ہیں] تلوار چلانا، مہمان کو کھانا کھلانا، نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا۔(ابن عساکر)

(۵) دنیا میں تلوار لٹکانے کا بدلہ جنت میں

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد یا سرحد کی پہرے داری کے دوران نماز میں تلوار [اپنے ساتھ] باندھے رکھی تو اللہ تعالیٰ اسے [قیامت کے دن] اعزاز واکرام کی حمیل پہنائیں گے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں تلوار لٹکاتا ہے اسے [قیامت کے دن] ایمان کی چادر پہنائی جائے گی اور جب تک یہ تلوار مجاہد کے جسم پر رہتی ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔(شفاء الصدور)

(۶) آگ سے حفاظت

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جہاد میں تلوار باندھی [یعنی اپنے ساتھ لٹکائی] تو یہ اس کے لئے آگ سے بچانے والی ڈھال ہوگی اور جس نے جہاد میں نیزہ اٹھایا وہ اس کے لئے قیامت کے دن علم [یعنی جھنڈا] ہوگا۔(شفاء الصدور)

(۷) اللہ تعالیٰ کا فخر فرمانا

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مجاہد کی تلوار اس کے نیزے اور اس کے اسلحے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے تو پھر اسے

کبھی عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا۔(کتاب الترغیب لابی حفص بن شاہین وابن عساکر)

(۸) تلوار باندھ کر پڑھی جانے والی نماز ستر گنا افضل

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں سے ستر گنا افضل ہے اور اگر تم کہو کہ سات سو گنا افضل ہے تو وہ بھی درست ہے کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں تلوار باندھنے والے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب تک وہ تلوار باندھے رکھتا ہے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں۔ اور پہرے دار کے لئے تلوار باندھے رکھنا ایسے ہی سنت ہے جس طرح معتکف کے لئے روزہ۔(شفاء الصدور)

فصل

☆ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یمن میں دو خزانے ہیں ایک تو یرموک کی لڑائی میں نکل آیا کہ اس دن ازدی [لوگ] لشکر کا ایک تہائی تھے اور دوسرا خزانہ [قیامت کے قریب] بڑی لڑائی کے دن نکلے گا یہ ستر ہزار ہوں گے اور ان کی تلواروں کے پرتلے کھجور کی چھال کے ہوں گے۔(ابن عساکر)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے بہت سارے علاقے فتح کئے لیکن ان کی تلواروں کی زیب وزینت سونے چاندی کے ذریعے سے نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کی تلواروں کی زیبائش اونٹ کی گردن کے پٹھے، تانبے اور لوہے سے ہوتی تھی۔(صحیح بخاری)

[ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب

آپ نے لوگوں کو تلواروں کی زیادہ زیب وزینت کرتے دیکھا۔

بہر حال دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کا استعمال تلواروں میں جائز ہے۔ مصنفؒ کا مقصد ان دو روایات کو بیان کرنے سے یہ ہے کہ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں کو دشمن کے خلاف خوب کارگر بنانا چاہئے لیکن فضول نمائشوں میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے]۔

فائدہ:

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا دشمنوں کے علاقوں میں [جنگ کے دوران] اپنے ناخن بڑھاؤ کیونکہ یہ بھی اسلحہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کے دوران دشمنوں کے علاقے میں ناخنوں کی ضرورت پڑسکتی ہے مثلاً رسی وغیرہ کھولنے اور دوسرے کاموں میں۔ (المغنی)

[اس زمانے میں بھی اگر جہاد میں ناخنوں کی ضرورت پڑتی ہو تو بقدر ضرورت رکھے جاسکتے ہیں]۔

فائدہ:

اللہ کے راستے میں جو تلوار سب سے پہلے سونتی گئی وہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی اور اس تلوار کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دعاء بھی فرمائی۔

واقعہ یہ ہوا ایک بار شیطان نے یہ افواہ اڑادی کہ حضور اکرم ﷺ کو گرفتار کر کے مکہ کے پہاڑوں پر لے جایا گیا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت بارہ سال کے تھے یہ افواہ سنتے ہی وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لیکر باہر نکل آئے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا تمہیں کہ اس طرح ہاتھ میں تلوار لے کر پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے

پوچھا اگر ایسا ہوتا تو تم نے کیا کرنا تھا۔ کہنے لگے میں اس تلوار سے آپ کے پکڑنے والوں کو ختم کردیتا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے خود انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے جانبازوں اور عظیم بہادروں میں سے تھے۔ (المستدرک)

☆ ابن ابی الزناد کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کے سر پر تلوار ماری جو اس کے لوہے کے خود [یعنی جنگی ٹوپی] کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک سے گزر گئی۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کی تلوار کیا ہی عمدہ ہے اس پر حضرت زبیر ناراض ہوئے ان کا خیال یہ تھا کہ یہ تو ہاتھ کی طاقت کا کمال ہے تلوار کا نہیں۔

علامہ طرطوشی نے سراج الملوک میں لکھا ہے کہ کچھ پرانے اور بوڑھے مجاہدین نے یہ قصہ سنایا کہ ایک بار مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی تو انہوں نے میدان جنگ میں لوہے کے خود کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کا ایک تہائی حصہ سر کے اندر گھسا ہوا تھا وہ کہتے تھے کہ ایسے زوردار وار کے بارے میں ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔ رومی اسے اٹھا کر لے گئے اور اپنے ایک گرجا گھر میں لٹکا دیا۔ انہیں جب بھی شکست پر عار دلائی جاتی تھی تو وہ یہی خود دکھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم کے ساتھ تھا جن کے وار اس طرح کے تھے۔

(سراج الملوک)

فصل

آپ ﷺ کی تلواریں

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں [آیئے ان کے تذکرے سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں]

(۱) الماثور۔ یہ آپ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے وراثت میں ملی تھی اور آپؐ اسے اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے تھے۔

(۲) العضب۔ غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش خدمت کی تھی۔

(۳) ذوالفقار۔ غزوہ بدر کے مال غنیمت میں ہاتھ آئی اور پھر تمام جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہی اس کا وسط ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا اس تلوار کے قبضے، دھار، پٹے اور نیام کے نچلے حصے میں چاندی استعمال ہوئی تھی۔

(۴) الصمصام : [کاٹنے والی، مضبوط جو کبھی نہ مڑ سکے] یہ حضرت عمرو بن معدی کرب کی تلوار تھی۔

(۵) القلعی۔ یہ قلع نامی جگہ سے ملی تھی۔

(۶) البتار۔[بہت خوب کاٹنے والی]

(۷) الحتف۔ حتف موت کو کہتے ہیں۔

(۸) الرسوب۔ جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔

(۹) المخذم۔ کاٹنے والی تلوار۔

(۱۰) القضیب۔ بہت زیادہ کاٹنے والی۔

آپ ﷺ کے نیزے اور برچھیاں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن میں سے تین تو آپ کو بنو قینقاع سے ہاتھ لگے تھے۔ ایک اور نیزہ المثوی نام کا تھا۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا [بلکہ وہیں دم توڑ دیتا تھا] ایک اور نیزہ المنثنی نام کا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک برچھی تھی جس کا نام البعہ تھا اس کا تذکرہ علامہ سہیلیؒ نے کیا ہے اور ایک بڑی برچھی تھی اس کا نام البیضاء تھا۔ جبکہ ایک چھوٹی برچھی العنزہ نام کی تھی۔ آپ ﷺ چلتے وقت اسے ہاتھ میں رکھتے تھے اور عید کے دن آپ ﷺ کے آگے

نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا پھر اسی نیزے کو عید گاہ میں بطور سترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

(۱) ذات الفضول۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہی آپ نے ایک بار ابوالشحم یہودی کے پاس اپنے اہل و عیال کے لئے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔ (۲) ذات الوشاح۔ (۳) ذات الحواشی۔ (۴) السعدیہ۔ یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔ (۵) فضہ۔ (۶) اَلْبَتْرَا۔ (۷) الخزیق۔

آپ ﷺ کے خود

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دو خود [جنگی ٹوپیاں] تھیں۔ (۱) الموشح (۲) السبوغ یا ذوالسبوغ یہی خود فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔

آپ ﷺ کی ڈھالیں

آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال الزلوق نامی تھی زلق پھسلنے کو کہتے ہیں اس پر تلوار وغیرہ پھسل جاتی تھی۔ ایک اور ڈھال الفتق نامی تھی اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اور ڈھال بطور ہدیہ پیش کی گئی تو اس پر عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

[جہاد کے لئے خریدے جانے اور تیار کئے جانے والے اسلحہ کے فضائل ہم نے پڑھ لئے اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی میراث میں نہ درہم چھوڑے اور نہ دینار۔ اور نہ کوئی اور مال و دولت۔ البتہ آپ ﷺ اپنی میراث میں امت کو علم

اور جہاد کے ہتھیار عطاء فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے مسلمانوں نے جب تک اس میراث نبوی کو تھامے رکھا اس وقت تک وہ واقعی مسلمان رہے اور دنیا کی کوئی طاقت ان پر غالب نہ آسکی اور نہ کہیں اسلامی نظام کو چیلنج کیا جاسکا لیکن جب مسلمانوں نے علم دین چھوڑ دیا اور اسلحے کو بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تو پھر نہ وہ اپنے اندر اسلام کو محفوظ رکھ سکے اور نہ وہ دنیا میں اسلامی نظام کی حفاظت کر سکے بلکہ اب تو وہ زمانہ بھی آچکا ہے جب خود بہت سارے نام نہاد با اختیار مسلمان اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور اسلامی سزاؤں کو (نعوذ باللہ) انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں یہ لوگ بھی اب کافروں کی طرح یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے اور مذہب ایک ذاتی معاملہ اور مسجد تک محدود چند رسومات کا نام ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک کامل دین ہے جو دنیا کے تمام باطل ادیان اور ظالمانہ نظاموں پر غالب ہونے کے لئے آیا ہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ، امن، روزی، اور وسعت والی زندگی عطاء کرنا اسلام کی ذمہ داری ہے جبکہ اسلام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور مسلمان یہ ذمے داری اسی وقت اداء کر سکتے ہیں جب وہ اپنے پاک نبی حضرت محمد ﷺ کی وراثت کو تھامیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسلام کی دعوت دی اور یہ اعلان فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھیج دیا ہے اور میں قیامت تک تمام انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرا مشن دنیا میں لاالٰہ الااللہ کو غالب کرنا اور باقی سارے ادیان کو مغلوب کرنا ہے آپ ﷺ نے جب یہ دعوت دی تو آپ کے مقابلے میں دو چیزیں سینہ تان کر کھڑی ہوئیں ایک جہالت اور دوسری کافروں کی طاقت۔ آپ ﷺ نے جہالت کے مقابلے میں قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں علم کو پھیلایا اور جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنی میراث میں یہ علم امت کے لئے چھوڑا اور امت نے اس علم کو اپنے سینے سے لگالیا۔

دوسری چیز جو اسلام کے مقابلے پر اتری وہ تھی کافروں کی طاقت چنانچہ اس سے مقابلے کے لئے آپ ﷺ پر جہاد کو فرض کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک دنیا میں کافروں کے پاس کچھ طاقت بھی موجود ہے۔ کیونکہ کافر ہمیشہ اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے طاقت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا چاہتے ہو تو پھر اپنے دشمن کافروں کو کبھی بھی طاقتور نہ بننے دینا بلکہ ان کی طاقت کو توڑنے کے لئے ان سے جہاد کرتے رہنا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جزیرۃ العرب سے کافروں کی طاقت کو ختم کر دیا گیا۔ حضرات خلفاء راشدین نے بغیر تاخیر کئے روم اور فارس کی دونوں سپر پاوروں پر آگے بڑھ کر وار کیا اور ان کی طاقت کو بھی اکھاڑ پھینکا۔ بس یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسلحے سے محبت فرماتے تھے اور آپ نے اپنی وراثت میں بھی اسلحہ چھوڑا کیونکہ اسلحے کے ذریعے سے جہاد ہوتا ہے اور جہاد کے ذریعے سے اللہ کا نام اور اس کا نظام دنیا میں قائم اور نافذ ہوتا ہے۔ مگر کافروں نے محنت کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کی نفرت ڈال دی اور ان کے ذہنوں میں یہ بھر دیا کہ اسلحہ اٹھانا یا تو تنخواہ دار فوجیوں کا کام ہے یا بدمعاشوں اور غنڈوں کا جبکہ شرفاء اور علماء اور صلحاء کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہاتھوں میں اسلحہ لے کر پھریں یا اپنے گھروں میں اسلحہ جمع کریں۔ کافروں کا یہ جادو کام آگیا اور اہل علم اور اہل تقویٰ نہتے ہو گئے حالانکہ ماضی کے تمام ائمہ تمام اکابر، تمام محدثین تمام صوفیا اور تمام اولیاء ساری زندگی ہاتھوں میں ہتھیار اٹھا کر جہاد کے راستوں میں شہادت کی لیلیٰ کو ڈھونڈتے رہے اور جب ان کا انتقال ہوتا تھا یا وہ شہید ہوتے تھے تب بھی ہتھیار ان کے ہاتھوں میں ہوتے تھے وہ ان ہتھیاروں سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اپنا قیمتی سرمایہ اور قیمتی وقت انہیں خریدنے، بنانے اور سیکھنے میں خرچ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان پر فخر کرتا ہے جبکہ آج کے نہتے مسلمانوں پر اسلام خون کے آنسو روتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی

بزدلی اور کم فہمی کی وجہ سے اسلام کو اتنا ذلیل ورسوا کیا ہے جتنا وہ ماضی میں کبھی نہ تھا۔ اسلام کے یہ آنسو شرمندگی اور عار بن کر ہمیں ایک ہی بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو دوبارہ تھام لیں جو ہمارے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ ہمیں عطاء فرما کر گئے تھے۔ تب انشاء اللہ اسلام بھی ہم پر فخر کرے گا اور ہم قیامت کے دن کی شرمندگی سے بھی بچ جائیں گے۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی میراث سنبھالنے اور تھامنے کی توفیق عطاء فرمادے اور ماضی کی طرح اب بھی اسلام کو دنیا میں نافذ فرما کر انسانیت پر رحم فرما دے۔ آمین ثم آمین]

بائیسواں باب

جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں زخمی ہونے والوں کو خوب جانتے ہیں وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم سے (ایسا) خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری۔ مسلم)

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے زخم سے خون بہنے کے دو مقصد ہیں پہلا یہ کہ یہ خون اسے زخمی کرنے والے کے خلاف ثبوت بنے گا اور دوسرا یہ کہ اس کے خون میں مشک کی خوشبو جاری کر کے تمام لوگوں کے سامنے اس کی افضلیت کا اعلان ہوگا [کہ یہ وہ خوش قسمت ہے جس نے اپنا خون اللہ کے راستے میں بہایا تھا]

(احکام الاحکام)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں دودھ نکالنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت جہاد کیا جنت اس کے لئے واجب ہوگئی اور جس شخص نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ [طبعی موت] مر گیا یا شہید ہوا اس کے لئے شہید کا اجر ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا یا اس نے چوٹ کھائی تو قیامت کے دن اس کا زخم پہلے سے زیادہ تازہ ہوگا اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جس کو اللہ کے راستے میں پھوڑا نکلا

اس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مہر ہو گی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک اس آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف میں نکلا ہو اور دوسرا اس خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہہ گیا ہو اور دو محبوب قدموں میں پہلا وہ قدم ہے جو اللہ کے راستے میں اٹھا ہو اور دوسرا وہ قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے لئے اٹھا ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ وہ دن تو سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں سب سے پہلے واپس لوٹنے والا شخص تھا جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے سامنے کافروں سے لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا یہ یقیناً طلحہ ہی ہوں گے جو اس شرف کو حاصل کر گئے جو مجھ سے رہ گیا۔ اس دن حضرت طلحہ کو ستر سے زائد یا اس سے کچھ کم زخم لگے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا جو شل ہو چکا تھا اسی ہاتھ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت فرمائی تھی [کہ دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیر اپنے اس ہاتھ پر روک کر حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچنے دیتے تھے] (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے بتایا کہ میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا کہ ایک کافر نے انہیں نیزہ مارا۔ انہوں نے اسی زخمی حالت میں اس کافر پر حملہ کیا اور دونوں اکٹھے گر گئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت

ابو دجانہ نے باغ کے اندر چھلانگ لگائی جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی وہ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن ابو جہل کو اپنی طرف متوجہ کیا پھر جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا پاؤں پنڈلی سے کاٹ دیا۔ اسی دوران عکرمہ بن ابو جہل نے میری گردن پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا وہ بازو میرے جسم کی کھال کے ساتھ لٹک رہ گیا اور اس حملے نے مجھے ابو جہل سے ہٹا دیا میں سارا دن اسی لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ لڑتا رہا جب یہ بازو مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور اسے جسم سے جدا کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت جعفر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ سب سے پہلے نکلے دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو انہیں کندھے اور دل کے درمیان لگا یہ تیر نکالا گیا لیکن ان کا بایاں حصہ سخت متاثر ہوا چنانچہ وہ گھسٹ کر اپنے خیمے تک پہنچے جب میدان جنگ سخت گرم ہو گیا اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز لگائی اے انصاریو! آؤ اللہ کی طرف آؤ اللہ کی طرف اور دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو۔ یہ سن کر حضرت ابو عقیل کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمانے لگے پکارنے والے نے میرا نام بھی پکارا ہے میں نے کہا ان کا مقصد زخمیوں کو پکارنا نہیں تھا۔ فرمانے لگے میں بھی انصار میں سے ہوں اور میں ضرور ان کی پکار پر جاؤں گا اگرچہ گھسٹ کر جا سکوں۔ انہوں نے پٹی باندھی اور تلوار لیکر نکل کھڑے ہوئے اور آوازیں لگانے لگے اے انصار آج حنین کے دن کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور حضرت ابو عقیل کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا۔ میں نے کہا اے ابو عقیل انہوں نے کمزور سی آواز میں جواب دیا اور پوچھا کہ کس کو شکست ہو رہی

ہے میں نے کہا مبارک ہو اللہ کا دشمن [یعنی مسیلمہ کذاب] مارا گیا ہے۔ یہ سنکر انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور شہید ہو گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ شہادت کی طلب میں لگے ہی رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے پا ہی لیا۔ (مرآۃ الزمان لابن الجوزی)

☆ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے دوران ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کو خوف اور خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو جھنڈا آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا [اگر خوف کی وجہ سے جھنڈا کسی اور کو دے دوں] تب تو میں بہت برا قرآن کا عالم ہوں۔ [جنگ کے دوران] ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت وہ یہ آیات پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ. (ال عمران۔ ۱۴۴۔ تا ۱۴۶)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں پھر اگر آپ (ﷺ) کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی دین اسلام سے ہٹ جاؤ گے) اور جو شخص الٹا پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا

اللہ تعالیٰ جلد ہی بدلہ دے گا شکر گزاروں کو۔ اور کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی (موت کا) ایک مقرر وقت لکھا ہوا ہے اور جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے دنیا ہی سے دیں گے اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اسے آخرت کا حصہ دیں گے اور ہم بدلہ دیں گے احسان ماننے والوں کو۔ اور بہت (سے ایسے) نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر بہت سارے اللہ والے (راہ خدا میں) لڑے ہیں۔

جب آپ گر پڑے تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا ابو حذیفہ کا کیا ہوا جواب ملا کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر پوچھا فلاں کا کیا ہوا۔ جواب ملا وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ فرمایا مجھے ان دونوں کے درمیان لٹا دو۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت یزید بن السکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے دن جب سخت لڑائی شروع ہو گئی اور حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی اور آپ نے اس دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں جس کی وجہ سے کچھ بوجھ تھا جب دشمن آپ کے قریب آگئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ نے انہیں آپ ﷺ سے ہٹایا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور حضرت ابو دجانہ بھی دشمنوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے وہ شدید زخمی ہو گئے خود حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور آپ کے ہونٹوں اور رخسار پر بھی زخم آئے اس دن آپ نے ارشاد فرمایا آج کون شخص ایسا ہے جو اپنی جان ہمارے لئے قربان کرے یہ سن کر انصار کے پانچ نوجوان چھلانگ لگا کر میدان میں اترے ان نوجوانوں میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ سارے نوجوان شہید ہو گئے۔ حضرت زیاد لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گئے اسی دوران مسلمانوں نے حملہ کر کے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے آس پاس سے کافروں کو مار بھگایا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ اس وقت وہ زخموں سے چور تھے آپ ﷺ نے اپنا پاؤں بچھا دیا۔ حضرت زیاد نے پاؤں

مبارک پر اپنا منہ رکھا اور شہید ہوگئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے [احد کے دن] ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر لے آئے ایک انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول میں یہ کام کروں گا۔ وہ انصاری صحابی مقتولین کے درمیان گھومنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت سعد کو زخمی حالت میں دیکھا آپ اس وقت آخری سانس لے رہے تھے انصاری نے کہا۔ اے سعد اللہ کے نبی نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں سے ہیں یا شہیدوں میں سے۔ حضرت سعد نے فرمایا میں تو شہیدوں میں سے ہوں۔ میرا اسلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچادینا اور کہنا کہ سعد نے عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین بدلہ عطاء فرمائے جو اللہ کسی قوم کی طرف سے اس کے نبی کو دیتا ہے اور اپنی قوم [انصار] کو بھی میرا اسلام کہہ دینا اور ان سے کہنا سعد نے تم سے کہا ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اگر حضور اکرم ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی آرام سے بیٹھا رہا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جنت کی خوشبو محسوس کررہا ہوں۔ (المستدرک)

☆ معمرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے سعدؒ نے بتایا کہ وہ واقعہ جسر کے ایک شخص کے پاس سے گزرے جن کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے تھے اور وہ گھسٹ رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے:

أُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا. (نساء۔۶۹)

وہ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء

اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

کسی نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں انصار میں سے ہوں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ واقعہ جسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک آزمائش تھی اور اس واقعے میں بہت سارے مسلمان شہید ہوئے۔

مختصر واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت ابو عبید بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے ایک کنارے پر اترے تو رستم کے کمانڈر بہمان نے انہیں پیغام بھیجا کہ یا تو آپ لوگ دریا عبور کر کے ہماری طرف آجائیں یا ہم دریا عبور کر کے آپ کی طرف آجاتے ہیں حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ لوگ ہم سے زیادہ موت پر جرأت کرنے والے نہ بن جائیں چنانچہ ہم ہی پہلے عبور کریں گے جب دریا عبور کیا تو آگے انتہائی تنگ جگہ تھی۔ وہاں لڑائی شروع ہوگئی حضرت ابو عبید چھ سے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تھے دن کے آخری حصے میں آمنے سامنے کی لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر آگے نہیں بڑھتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں پر حملے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ خود انہوں نے ایک سفید ہاتھی پر حملہ کیا حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے پالان کی رسی سے لٹک کر اسے تلوار سے کاٹ دیا دوسرے مجاہدین نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ انہوں نے سارے ہاتھیوں کے سوار اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیئے اس معرکے میں چھ ہزار مشرک مارے گئے پھر حضرت ابو عبید نے ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی وہ ہاتھی آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ شہید ہوگئے لشکر والوں نے جب آپ کو ہاتھی کے نیچے دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہوگئے۔ ادھر اہل فارس نے دوبارہ حملہ کیا مسلمانوں کے سات علمبردار یکے بعد

دیگرے شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن یزید جسر یعنی پل کی طرف بڑھے اور اسے عبور کر لیا۔ مسلمانوں کا لشکر جوابی دفاعی حملہ کر کے پل تک پہنچ گیا مگر پیچھے سے ان پر تلواریں چل رہی تھیں چنانچہ کئی ان میں سے دریائے فرات میں گر گئے۔ کئی کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ڈوبنے اور قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار تھی جبکہ دو ہزار نے بھاگ کر جان بچائی۔

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جہاد میں زخمی ہونے والوں کو دوسرے زخمیوں جتنی تکلیف نہیں پہنچتی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے کو چیونٹی کے کاٹنے جیسی تکلیف ہوتی ہے تو جب شہید کا یہ حال ہے تو اسی سے زخمی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ [کہ اسے بھی دوسرے زخمیوں کی بنسبت کم تکلیف ہوتی ہے] یہ ایک واضح حقیقت ہے اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جس نے تجربہ نہ کیا ہو۔ اوپر جو واقعات ہم نے ذکر کیے ہیں وہ بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح عقلاً بھی یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کیونکہ جب دو آدمی کسی ذاتی غصے یا قومی غیرت میں لڑتے ہیں تو انہیں جوش اور غصے کی وجہ سے گہرے زخموں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ اور انہیں لڑائی کے بعد ان زخموں کا احساس ہوتا ہے حالانکہ وہ سارے موت سے بچنے کی کوشش میں ہوتے ہیں تو خود سوچئے کہ اس آدمی کی کیا کیفیت ہو گی جو اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے غضب ناک ہو کر شہادت کی طلب میں نکلتا ہے۔ اور اپنے نور ایمان کے ذریعے شہیدوں اور زخمیوں پر ہونے والے اللہ کے فضل کو بھی محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ غزوۂ احد میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آہا میں تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں میں گھس گئے اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ (مسلم)

اسی طرح فتح موصلی کی بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنا ناخن اکھڑتے دیکھا تو ہنسنے لگی کسی نے پوچھا تمہارا تو ناخن اکھڑ رہا ہے اور تم ہنس رہی ہو وہ فرمانے لگیں اجر

کی حلاوت نے درد کی کڑواہٹ کو دور کر دیا ہے۔

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ جنگ یرموک میں حضرت حیاش بن قیس کا پیش آیا کہ انہوں نے جنگ کے دوران کافروں کے کئی سردار مار گرائے۔ لڑائی کے دوران ان کی ٹانگ کٹ گئی مگر انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا۔ جب لڑائی ختم ہو گئی تو وہ اپنی ٹانگ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (جامع الفنون لابن شبیب الحرانی)

یہ بات بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ بعض مرتبہ زخمی کو بھی حور عین نظر آجاتی ہے کیونکہ وہ بھی جلد ہی شہید ہونے والا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے کا ایک واقعہ عارف باللہ بزرگ امام عبداللہ الیافعیؒ نے اپنی کتاب روض الریاحین میں نقل فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ملک روم میں تھے ہمارے ساتھ ایک ایسے شخص بھی تھے جو کچھ بھی نہیں کھاتے پیتے تھے ایک بار میں نے ان سے کہا آپ کو گیارہ دن سے دیکھ رہا ہوں آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا انہوں نے کہا جب آپ لوگوں سے میری جدائی کا وقت قریب ہوگا تو میں اس کی وجہ بتادوں گا۔ جب جدائی کا وقت قریب آگیا تو ہم نے ان سے کہا آپ وہ بات بتائیے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا انہوں نے کہا ایک بار ہم چار سو مجاہدین تھے ہم پر دشمنوں نے حملہ کر دیا اس حملے میں میرے ساتھی شہید ہو گئے اور میں زخمی حالت میں ان کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو مجھے فضا میں مہکتی ہوئی خوشبو محسوس ہوئی میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے کچھ نوجوان لڑکیاں نظر آئیں جنہوں نے ایسا لباس پہن رکھا تھا کہ اس جیسا لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا ان لڑکیوں کے ہاتھ میں پیالے تھے اور وہ شہیدوں کے منہ میں کچھ انڈیل رہی تھیں میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں جب وہ میرے پاس پہنچیں تو ایک نے کہا اس کے منہ میں بھی انڈیلو اور جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان کے دروازے بند ہو جائیں اور ہمیں زمین پر رہنا پڑے۔ دوسری نے کہا اے بہن اس کے جسم میں تو ابھی جان ہے کیا اسے بھی پلادوں۔ پہلے والی نے کہا کوئی بات نہیں

اسے بھی پلاؤ وپس اس نے میرے حلق میں وہ شربت انڈیل دیا۔ جب سے میں نے وہ شربت پیا ہے مجھے نہ کچھ کھانے کی ضرورت پڑتی ہے نہ پینے کی۔ (روض الریاحین)

☆ حضرت کھیلؒ الازدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن بہت سارے مسلمان زخمی ہو گئے تو میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا [اے اللہ کے رسول] لوگ بہت زخمی ہو گئے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اور راستے میں کھڑے ہو جاؤ اور جو زخمی بھی گزرے تم یہ دعا پڑھو۔

بسم اللہ شفاء الحی الحمید من کل حدو حدید أو حجر تلید اللھم اشف انہ لا شافی الا انت۔

اللہ کے نام سے۔ اللہ تعالیٰ جو زندہ ہے اور خوبیوں والا ہے اور اس کی شفا پہنچے ہر دھار، لوہے اور پرانے پتھر کے زخم سے اے اللہ اسے شفا دے بے شک تو ہی شفا دینے والا ہے۔

حضرت کھیلؓ فرماتے ہیں اس زخم میں پیپ نہ پڑے گی نہ اس سے خون بہے گا۔

(ابن عساکر)

زخموں کیلئے نسخے

فائدہ:

کاغذ جلا کر اس کی راکھ ڈالنے سے گہرے زخم کا خون بھی بند ہو جاتا ہے اسی طرح آبنوس کی لکڑی کا برادہ بھی زخموں پر چھڑکنے سے زخم جلد بھر جاتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے یہ مجرب ہے۔ چقماق کا پتھر پیس کر اسے بالکل غبار کی طرح بنا لیا جائے پھر اگر اسے گندے اور مشکل سے ٹھیک ہونے والے زخموں پر ڈالا جائے تو وہ زخم مندمل ہو جاتے ہیں یہ بھی مجرب ہے۔ اگر آگ سے جلی ہوئی جگہ پر اچھا تیل اور اچھی طرح پسا ہوا نمک ڈال دیا جائے تو درد کم ہو جائے گا اور پھوڑا نہیں بنے گا۔ یہ بھی مجرب ہے۔ یہ سارے علاج ابن السویدیؒ نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ (واللہ اعلم)

[اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم ایک سعادت اور جنت کا تمغہ ہے۔ آج کل کی حکومتیں ان فوجیوں کو اعزازی تمغے دیتی ہیں جو ملکی سرحدوں کا دفاع کرتے ہوئے کارنامے سرانجام دیتے ہیں یا زخمی ہو جاتے ہیں مجاہدین کرام ان ظاہری تمغوں سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو اللہ کے سپاہی ہیں اور وہ اللہ کے دین کی عظمت کے لئے اپنے جسم کے قیمتی اعضاء قربان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پیار آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہا محبت فرماتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رضا اور جنت کا ایسا تمغہ عطاء فرمائیں گے جسے دیکھ کر ہر شخص یہی تمنا کرے گا کہ کاش میں نے بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کے زخم اپنے جسم پر سجائے ہوتے۔ آج کا نفس پرست نقلی عاشق اگر اپنے معشوق کی حفاظت میں اپنی انگلی کٹوالے تو وہ معشوق کی نگاہوں میں کتنا بڑا مقام پالیتا ہے تو کون اندازہ لگا سکتا ہے اس اللہ قدردان کی قدردانی کا جس سے بڑھ کر کوئی قدردانی کرنے والا نہیں۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے قیمتی اعضاء کٹواتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ ان کے جسم کے اعضاء کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا اب انہیں اپنے زخموں پر اور کٹے ہوئے اعضاء پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اسی سے اجر کی امید رکھنی چاہئے۔

سلطان نورالدین زنگیؒ کے بھائی کی آنکھ جہاد میں نکل گئی تو وہ رونے لگے۔ سلطان نے فرمایا اگر تجھے اندازہ ہو جائے کہ تجھے اس آنکھ کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملنے والا ہے تو تو اس بات پر روئے گا کہ تیری دوسری آنکھ اللہ کے راستے میں قربان کیوں نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایمان ویقین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کل تک صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے اہل ایمان کے جسم زخمی ہوئے تھے اور اعضاء کٹے تھے مگر اسلام کا ایک ایک حکم محفوظ تھا وہ حضرات اپنے جسم کٹوا کر اسلام کی

حفاظت فرمارہے تھے جبکہ آج مسلمانوں کو اسلام سے زیادہ اپنے جسموں کی فکر لگی ہوئی ہے چنانچہ اسلام کو زخمی کیا جارہا ہے اور اسے کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یااللہ! ہم مسلمانوں کو توفیق عطاء فرماکہ ہم اپنی جانیں تو قربان کردیں مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دیں یااللہ اسلام کی بھی حفاظت فرمااور تمام مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین]

تیئیسواں باب

اللہ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا. (نساء۔ ۷۴)

اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آجائے ہم اسے اجر عظیم دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ. (محمد۔ ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔

اسی طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کافر اور اس کو قتل کرنے والا کبھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا دشمن سے مقابلہ ہوا پھر وہ ڈٹ کر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا یا غالب رہا تو وہ قبر کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (الطبرانی۔ المستدرک)

☆ حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ایک سوزرہ بند کافروں کو قتل کیا وہ سارے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے میں نے ان میں سے کسی کو باندھ کر نہیں مارا [یعنی سارے لڑائی کے دوران مارے] (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن ربیعہ کو امام بخاری وغیرہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن مندہؒ وغیرہ نے انہیں صحابی قرار نہیں دیا دہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے پہلے گورنر بنے اس وقت ان کے پاس چار ہزار گھوڑے دشمن سے دفاع کے لئے تیار رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ آرمینیا کے گورنر بنے اور شہید ہوئے۔

☆ محمد بن سیرین بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹ کر کچھ ترنم سے پڑھنے لگے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ اے بھائی اللہ کا ذکر کرو یہ سن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے انس اے میرے بھائی میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا میں نے چیلنج دیکر میدان جنگ میں سو مشرک قتل کئے ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں میں نے شرکت کی [یعنی جو گھمسان کی لڑائی میں مارے گئے]۔ (مصنف عبدالرزاق باسناد صحیح)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں غزوہ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں لکھتے تھے کہ انہیں کسی لشکر کا امیر نہ بناؤ کیونکہ یہ اس لشکر کو ہلاکت خیز مقامات میں ڈال دیں گے [یعنی یہ بے حد بہادر ہیں اور آگے بڑھ کر لڑنے کے عادی ہیں] (المستدرک)

☆ مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں یہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے اور حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ کر اسے کھول دیا اس دن آپ کو اسی سے زائد زخم لگے۔ (الاصابہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض پراگندہ بالوں والے غبار آلود دو پرانی چادروں والے شخص جن کو کوئی اہمیت نہیں

دی جاتی اگر اللہ کے نام پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ براء بن مالک بھی انہیں میں سے ہیں۔ (ترمذی۔الطبرانی)

مسلمانوں نے تستر کی لڑائی کے دن ان سے کہا کہ اپنے رب کے نام کی کوئی قسم کھائیں تو انہوں نے فرمایا: اے میرے پروردگار میں آپ کے نام پر قسم دیتا ہوں کہ آپ جب ہمیں ان [کافروں] پر غلبہ دے دیں تو مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملا دیں [یعنی شہادت نصیب فرمادیں] اس کے بعد انہوں نے حملہ شروع کر دیا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ اہل فارس کو شکست ہوئی اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا تھا وہ حضرت ابو موسیٰ کے وزراء میں سے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے لئے جو کام چاہیں پسند کر لیں۔ حضرت براء نے فرمایا کیا جو کچھ میں آپ سے مانگوں گا آپ مجھے دیں گے؟ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا ہاں اس پر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو آپ سے کسی شہر کی امارت مانگتا ہوں اور نہ خراج وصول کرنے کی ذمے داری بس آپ مجھے میری کمان گھوڑا نیزا تلوار اور زرہ دیکر جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجئے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لشکر دیکر بھیج دیا اور وہ اس لشکر میں سے سب سے پہلے شہید ہوگئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین کے دن ارشاد فرمایا: جو کسی کافر کو قتل کرے گا اس کافر کا سامان اسے ملے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل فرمایا اور ان کا سامان حاصل فرمایا۔ (ابوداؤد)

اللہ کے راستے میں زخمی ہونے والوں اور بہادری کے جوہر دکھانے والوں کے

حالات بہت زیادہ ہیں ان میں سے کچھ واقعات متفرق طور پر انشاء اللہ اس کتاب میں آتے رہیں گے۔

حضرت علی بن بکارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے روم کی لڑائیوں میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں ان کے گھوڑے کی زین پر نکلی پڑی تھیں۔ انہوں نے ان آنتوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر اوپر سے اپنی پگڑی باندھ لی اور اسی حالت میں لڑتے ہوئے دس سے زیادہ رومی سرداروں کو قتل کیا۔ (الاربعین لابی الحسن المراوی)

[اسلام امن اور سلامتی والا دین ہے اور اسلام کے ہر حکم میں پوری انسانیت کے لئے زندگی اور امن وسکون کا پیغام پوشیدہ ہے جس طرح انسانی جسم میں اگر کینسر ہو جائے تو اس کینسر کو فوری طور پر کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کینسر کو نہ کاٹا جائے تو پورے جسم کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ موذی جانور جن کا انسانوں کے درمیان وجود انسانیت کے لئے خطرہ ہوتا ہے ان کو مارنا بھی انسانیت کے تحفظ کے لئے سخت ضروری ہوتا ہے آج کی غیر مہذب دنیا میں بھی منشیات کے تاجروں اور دوسرے خطرناک مجرموں کو مارنے کے قوانین موجود ہیں اور ان کو ہر کوئی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے وجود اور ان کی کاروائیوں کو انسانیت کے لئے شدید خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام تو آیا ہی انسانیت کو ہر طرح کے نقصان اور برائیوں سے بچانے کے لئے ہے۔ چنانچہ وہ کافر جو کفر کے سوداگر بنے پھرتے ہیں اور دن رات اپنی پھونکوں سے نور اسلام کو بجھانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں ان کا وجود انسانیت کے لئے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کفر جیسی لعنت اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو انسانیت سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں اسلام نے ان کافروں کو بھی ہدایت کا پیغام سنایا ہے۔ اور انہیں بھی دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان انسانیت کش حرکتوں سے باز آجائیں لیکن جب وہ نہیں مانتے اور خم ٹھونک کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں نکل آتے

ہیں تو پھر اسلام نے ان کے ختم کرنے کو ایک فرض اور ایک عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر کافر کو قتل کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ وہ لوگ جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں اس فرض کو اداء کرنے کے لئے اور انسایت کے اندر موجود اس کینسر کو کاٹنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کافروں کو واصل جہنم کر کے زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہیں کیونکہ کسی بھی زمین پر اس وقت تک کوئی نفع مند فصل نہیں اگائی جاسکتی جب تک وہاں موجود مضر اور نقصان دہ جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کا صفایانہ کر دیا جائے اور ان کی جڑیں کاٹ کر انہیں زمین کے لئے کھاد نہ بنادیا جائے اسی طرح مسلمان بھی جہاد کا ہل چلا کر زمین سے ان غلط عناصر کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور غلیظ کافروں کے خون کو زمین کے لئے کھاد بنادیتے ہیں اور پھر اپنے پاک خون کو بیج کی طرح زمین پر چھڑکتے ہیں تب جا کر زمین پر امن وسکون کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ چونکہ اس نکتے کو سمجھ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے پہلے جزیرۃ العرب کو کافروں کے وجود سے پاک کیا۔ قلیب بدر نامی کنوئیں ستر کافروں کی لاشیں ڈال کر مکہ سے کفر کا جنازہ نکال دیا۔ پھر مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں سے مدینہ کی سرزمین کو پاک کیا اور کئی گوریلا کاروائیوں کے ذریعے سے کفر کے بڑے بڑے ستونوں کو (جو گستاخی رسول ﷺ جیسے ناقابل معافی جرم عظیم میں مبتلا تھے) نیست ونابود کر دیا وہ ایک ایک دن میں نو نو تلواریں ان کافروں پر توڑتے تھے اور ان کے نیزے ان کافروں کے جسم چھید چھید کر ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔

کاش آج کے مسلمان بھی اس فرض کی ادائیگی اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں آج ایک طرف مکہ کے مشرکین کی تاریخ ہندوستان میں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کی صیہونیت کی تاریخ اسرائیل میں دھرائی جارہی ہے آج سلمان رشدی کی شکل میں کعب بن اشرف کا کردار بھی موجود ہے جبکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی شکل میں قسطنطین کی باقیات بھی پوری دنیا کو صلیب پر لٹکانے کے خواب دیکھ رہی ہے آج مرزا

قادیانی کی ذریت مسیلمہ کذاب کے مشن کی تکمیل کے لئے اور عبداللہ بن سبا کی نظریاتی اولاد عبداللہ بن ابی کے کام کو پورا کرنے کے لئے میدان میں موجود ہے مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لئے کل تک مسلمانوں کے پاس دنیا کا اکثر رقبہ ہونے کے باوجود کوئی علاقہ دارالاسلام نہیں کہلایا جا سکتا تھا مگر اب الحمدللہ مسلمانوں کو افغانستان کی صورت میں دارالاسلام بھی نصیب ہو چکا ہے۔

بس اب ضرورت ہے بدرو حنین اور یمامہ و یرموک کے مجاہدین کی، مدینہ منورہ میں تیار ہونے والے لشکروں اور گوریلا دستوں کے حقیقی جانشینوں کی۔ اب الحمدللہ ان کی خوبصورت جھلک بھی نظر آ رہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے لکڑی کے ان جالوں کو طاقت ور اور مضبوط نہ سمجھیں بلکہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے تین سو تیرہ جانبازوں اور ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے سوداگروں کو یاد کریں اور ماضی کی اس تاریخ کو حال میں دھرا کر یہ ثابت کر دیں کہ ﴿لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ پڑھنے والے جس طرح کل کسی سے نہیں ڈرتے تھے آج بھی کسی سے نہیں ڈرتے اور کل جس طرح انہوں نے چند سالوں میں دنیا کے نقشے کو بدل دیا تھا آج بھی وہ دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

یا اللہ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین۔

[آیئے اب اپنی درخشندہ تاریخ کا ایک قابل فخر اور واجب التقلید باب پڑھتے ہیں]

چوبیسواں باب

اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ، اس کی فضیلت اور احکام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ. (بقرہ۔۲۴۹)

بارہا بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ. (بقرہ۔۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ان کا تعلق قبیلہ بنو نمر بن قاسط سے تھا بچپن میں وہ قیدی بنا کر روم لے جائے گئے جہاں ان کی زبان بدل گئی پھر وہ عبداللہ بن جدعان کے غلام رہے اس نے انہیں آزاد کر دیا ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ روم سے بھاگ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور ابن جدعان کے حلیف بنے۔ مکہ مکرمہ ہی میں آپ نے اسلام قبول کیا اور پھر حضور اکرم ﷺ کی

طرف ہجرت کرکے مدینہ جانے لگے تو قریش کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا وہ اپنی سواری سے اتر گئے اور انہوں نے اپنے تمام تیر ترکش سے نکال لئے اور کمان ہاتھ میں لے کر فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں بہترین تیر انداز ہوں اللہ کی قسم جب تک میرے پاس ایک تیر بھی موجود ہے تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے میں یہ سارے تیر تم پر چلاؤں گا اور پھر جب تک میری تلوار میرے ہاتھوں میں رہے گی تم سے لڑتا رہوں گا اس کے بعد تمہیں جو کرنا ہو کر لینا مشرکین نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے تم جب مکہ میں آئے تھے تو فقیر تھے اور اب یہاں سے مالدار بن کر جا رہے ہو۔ ہاں اگر تم اپنا سارا مال ہمیں دے دو تو ہم تمہیں جانے دیں گے چنانچہ اسی بات پر معاہدہ ہو گیا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے سارے مال کے بارے میں بتا دیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (بقرہ۔۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔

اس پر حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: ابو یحیٰ تم نے بڑی نفع والی تجارت کی اس کے بعد آپ ﷺ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ کئی بڑے مفسرین حضرات نے اپنی تفاسیر میں نقل فرمایا ہے۔

(۲) دوسرا قول! علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہر شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (توبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اکیلے دشمنوں پر حملہ کر دیا تو بعض لوگوں نے ان پر تنقید کی اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تنقید کرنے والوں پر رد فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ (الی آخرہ). (تفسیر ابن کثیر)

(۳) تیسرا قول! ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ یا حضرت سعید بن جبیرؒ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان [مجاہدین نے] جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اپنی جانیں اللہ کو بیچ دیں اور انہوں نے اس کا حق اداء کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم)

(۴) چوتھا قول! مدرک بن عوفؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ان کی خدمت میں نہاوند میں اسلامی لشکر کے امیر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا حضرت عمرؓ نے ان سے مجاہدین کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا فلاں فلاں تو شہید ہو گئے اور کچھ لوگ اور بھی شہید ہوئے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ قاصد نے کہا اے امیر المؤمنین ایک مرد مجاہد نے اپنی جان [اللہ تعالیٰ کو] بیچ دی۔ مدرک بن عوف نے کہا۔ اللہ کی قسم اے امیر المؤمنین وہ میرے ماموں تھے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے [اکیلے دشمنوں میں گھس کر] اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ تمہارے ماموں نے تو دنیا کے بدلے آخرت خرید لی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ بسند صحیح)

(۵) پانچواں قول! محمدؒ فرماتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے ایک بار کافروں کا ایک فوجی دستہ آگیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے [اکیلے] ان پر حملہ کر کے ان کی صفیں منتشر کر دیں اور پھر باہر نکل کر اسی طرح دو تین بار حملہ کیا۔ حضرت سعد بن ہشام نے اس کا تذکرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (البقرہ۔۲۰۷)

(مصنف ابن ابی شیبہ)

(۶) چھٹا قول! حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں ایک شخص نے اکیلے دشمن پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا اس نے تو اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے چنانچہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں تحریر فرمایا لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے بلکہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (بقرہ۔۲۰۷)

(تفسیر ابن ابی حاتم)

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ۔۱۹۵)

یعنی تم لوگ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں!

(۱) پہلا قول! ابو اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کی آیت:- وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اس شخص کے بارے میں ہے جو اکیلا ایک ہزار کافروں پر حملہ کر دے اور مارا جائے۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو کوئی گناہ کر کے یہ کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ (المستدرک۔ تفسیر ابن ابی حاتم۔ ابن عساکر)

(۲) دوسرا قول! پیچھے حضرت ابوایوب انصاری کا واقعہ گزر چکا ہے۔ جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب ہم نے کچھ عرصہ جہاد چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ تو ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ جانا ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد۔ ترمذی)

اکیلے یا دو آدمیوں کو دشمن پر حملے کے لئے بھیجنے کے جواز میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔

☆ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت خبابؓ کو لڑنے کے لئے بھیجا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اکیلے جہاد میں روانہ فرمایا۔ (السنن الکبریٰ)

(۳) تیسرا قول! امام شافعی نقل فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر جو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے ان کے ساتھ والوں میں سے دو حضرات پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے ایک انصاری تھے جب ان انصاری صحابی نے اپنے ساتھیوں کی شہادت گاہ پر پرندوں کو دیکھا تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے میں دشمنوں کی طرف لازماً بڑھوں گا کہ شہید ہو جاؤں اور ایسی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا جہاں پر میرے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں چنانچہ وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر جب ان انصاری کا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ نے ان کی تعریف فرمائی۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ سے فرمایا تم آگے کیوں نہیں بڑھے۔ (السنن الکبریٰ)

روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ اور ایک اور انصاری صحابی کو جہاد کے لئے بھیجا یعنی صرف دو حضرات کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن انیس کو [ایک مشرک کے قتل کے لئے] اکیلے بھیجا [یعنی ایک آدمی کو بطور لشکر روانہ

فرمایا] (السنن الکبریٰ)

(۴) چوتھا قول! قاسم بن مخیمرہؒ جو بڑے تابعین میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت کہ خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اگر اکیلا آدمی دس ہزار کافروں پر حملہ کردے تو اس کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

(۵) پانچواں قول! حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو تو اس سے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہ آیت کہ خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باسناد جید)

خلاصہ: ایسی ہی تفسیر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عکرمہؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت سدیؒ حضرت مقاتلؒ سے بھی مروی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

☆ یزید بن ابو عبیدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حدیبیہ کے دن آپ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا موت پر (بخاری۔ مسلم)

☆ بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، چنانچہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اظہار فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں سے لڑنے کا موقع دیا تو وہ اپنے راستے میں میری جانبازی دیکھے گا۔ غزوہ احد کے دن انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ اے سعد مجھے احد کے پہاڑوں سے جنت کی خوشبو آرہی ہے چنانچہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے مشرکین نے ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء بھی کاٹ ڈالے ان کی بہن

نے ان کی انگلیوں کے پوروں کے ذریعے سے انہیں پہچانا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا. (الاحزاب۔ ۲۳)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا۔ پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے کے لئے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ عمرو بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول بندے کا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو ہنساتا ہے [یعنی خوش کرتا ہے] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بندے کا آستین چڑھا کر دشمنوں میں گھس جانا [اور انہیں قتل کرنا] یہ سنکر حضرت معاذ نے زرہ اتار پھینکی اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سیرۃ ابن اسحاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت معاذ بن عفراء کا نہیں ہے بلکہ حضرت عوفؓ بن عفراء کا ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور ان پر [خوشی سے] ہنستا ہے اور ان سے خوش وقتی کرتا ہے [پہلا] وہ شخص جو اپنے لشکر کے شکست کھانے کے بعد ڈٹ کر اکیلا لڑتا رہے پھر یا تو شہید ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے دشمنوں پر غالب آجائے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے کافی ہو جائے [ایسے شخص کے بارے میں] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو میری خاطر کیسے ڈٹا رہا۔ دوسرا وہ شخص جس کی بیوی

خوبصورت اور بستر نرم ہو پھر بھی رات کو تہجد کے لئے کھڑا ہو جائے [اس شخص کے بارے میں] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اپنی شہوت چھوڑ کر مجھے یاد کر رہا ہے حالانکہ اگر یہ چاہتا تو سو جاتا۔ تیسرا وہ آدمی جو سفر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہو جب اس کے ساتھی سو جائیں تو وہ سحری کے وقت تہجد کے لئے کھڑا ہو جائے۔ تنگی میں بھی اور کشادگی میں بھی۔

(الطبرانی رجالہ ثقات)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں دو آدمیوں سے ایک وہ آدمی جو اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں میں سے اٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں دیکھو میرے بندے کو کہ وہ اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں کے درمیان سے اٹھ کر میری بخشش [اور جنت] پانے کے لئے اور میرے عذاب [اور دوزخ] کے خوف سے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلے اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ جائیں اور وہ شخص جانتا ہو کہ بھاگنے میں کیا گناہ اور ڈٹ کر لڑنے میں کیا اجر ہے۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ کر لڑتا ہوا شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے کی طرف وہ میری رحمت [اور بخشش] کی امید میں اور میرے عذاب کے ڈر سے واپس لوٹا یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں اگر کوئی اور حدیث نہ بھی ہوتی تو یہی ایک صحیح حدیث اکیلے آدمی کے بڑے لشکر میں گھس کر لڑنے کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سخیوں میں سب سے بڑا سخی کون ہے [بے شک] اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی

وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا اور پھر اسے پھیلایا یہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت بنا کر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص [زیادہ سخی ہے] جو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ (ابو یعلی۔ بیہقی۔ مجمع الزوائد)

واقعہ نمبر ۱ :

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے کے لئے صُفّر [نامی مقام] پر اترے تو میں [اکیلا] اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر جابیہ [نامی شہر] کے دروازے تک پہنچ گیا وہاں میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے جسم کو ملا پھر اس پر زین کسی اور اپنا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لیا [یعنی حملے کے لئے تیار ہو گیا] اسی اثناء میں میں نے جابیہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کے لئے نکلے ہیں۔ میں نے کہا ایسے لوگوں پر حملہ کرنا میرے لئے عار کی بات ہے اس کے بعد ایک بڑا لشکر نکلا میں نے اسے آگے جانے دیا۔ جب وہ آگے بڑھ گیا تو میں نے پیچھے سے اپر حملہ کر دیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے سمجھا کہ ان کا شہر گھیرے میں آگیا ہے چنانچہ وہ پیچھے لوٹے میں نے [تاک کر] ان کے سردار پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے گرا دیا پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے برذون [یعنی تیز رفتار دیو ہیکل ترکی گھوڑے] کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور اس پر سوار ہو گیا لشکر والوں نے جب مجھے اکیلا دیکھا تو میری طرف بڑھے میں بھی ان کی طرف مڑا میں نے دیکھا کہ ایک شخص ان میں سے آگے بڑھ چکا ہے میں نے لگام کو زین کے سرے میں پھنسایا اور خود نیزہ لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چھید دیا پھر میں برذون کی طرف لوٹا لشکر والے میرے پیچھے بڑھے میں پھر واپس مڑا اور پہلے کی طرح ایک اور شخص کو نیزے سے ہلاک کر دیا جب انہوں نے میرا یہ طریقہ دیکھا تو واپس لوٹ گئے میں وہاں سے واپس صُفّر [نامی مقام] میں آگیا۔ میں نے اپنے خیمے کے پاس آکر ترکی گھوڑے کو باندھا اور اس کی زین اتاری اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر

سارا قصہ سنایا اس وقت ان کے پاس رومیوں کا سب سے بڑا سردار بھی اپنے شہر والوں کے لئے امان مانگنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا افلاس سردار مارا گیا ہے اس نے رومی زبان میں کہا متانون یعنی خدا نہ کرے۔ اچانک حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ وہی ترکی گھوڑا لیکر آگئے۔ رومی سردار نے جب گھوڑا دیکھا تو پہچان گیا اور حضرت واثلہ سے کہنے لگا کیا اس کی زین مجھے بیچو گے۔ حضرت واثلہ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا میں اس کے دس ہزار دینے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے مجھے حکم دیا کہ بیچ دو۔ میں نے کہا امیر صاحب آپ بیچئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہ زین بیچ دی اور اس رومی کا سارا سامان مجھے عنایت فرمادیا۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۲ :

اسی سلسلے کا ایک مشہور واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا ہے [ہم ذیل میں اسے مختصر طور پر نقل کر رہے ہیں]

☆ ذی قرد [نامی مقام میں] حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عبدالرحمن بن عُیَیْنَہ بن حصین فزاری نے چالیس سواروں کے ہمراہ اس چراگاہ پر حملہ کر دیا اور اس چراگاہ کے نگران جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے کو شہید کر دیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور تمام اونٹنیوں کو پکڑ کر لے گئے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کو اس چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو اسی گھوڑے پر بٹھا کر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی یا صباحا اور خود اپنی کمان اور تیر لے کر پیدل ان کے پیچھے دوڑے حضرت سلمہ بن اکوعؓ بڑے ماہر تیر انداز تھے اور بہت تیز دوڑتے تھے وہ اس لشکر سے آگے نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور پھر ان کے گھڑ سواروں پر تیر چلا کر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتے تھے حضرت سلمہ بن اکوع تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر

پڑھتے تھے۔

انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔ حضرت سلمہؓ کی یہ عجیب و غریب پیدل کارروائی جاری رہی اور ایک ایک کر کے اونٹنیوں کو چھڑاتے، باندھتے اور پھر دوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں بھی ان سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں۔ اسی اثناء میں حضور اکرم ﷺ کا لشکر آ پہنچا اس میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اخرم کو سمجھایا کہ آپ پیچھے سے حضور اکرم ﷺ کے لشکر کو آنے دیں اور جلدی نہ کریں اسی پر حضرت اخرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سلمہ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مانتے ہو کہ جنت اور جہنم حق ہیں تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ یہ سن کر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ انہوں نے عبدالرحمن بن عیینہ پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا مگر عبدالرحمن نے نیزے کا وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو قتادہؓ نے بڑھ کر عبدالرحمن کو قتل کر دیا پھر وہ آگے بڑھے تو میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا اور شام کو ان کے دو گھوڑے لے کر حضور اکرم ﷺ کے لشکر میں پہنچا جو پانچ سو یا سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر آپ سو آدمی مجھے دے دیں تو میں ان سب کو قتل [یا گرفتار] کر کے لے آؤں گا۔ یہ سنکر حضور اکرم ﷺ خوشی سے مسکرانے لگے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو قتادہ ہمارے بہترین گھڑ سوار ہیں اور سلمہ بن اکوع ہمارے بہترین پیادے ہیں پھر آپ ﷺ نے مجھے مال غنیمت میں سے گھڑ سوار اور پیادے دونوں کا حصہ عطاء فرمایا۔ (مختصر از صحیح مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت شدہ اس قصے سے چند باتیں وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) اکیلے آدمی کا کافروں کے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ، حضرت اخرمؓ اور حضرت ابو قتادہؓ نے کیا اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمہؓ اور حضرت قتادہؓ کی تعریف فرمائی اور حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے فعل کو بھی غلط قرار نہیں دیا۔

(۲) امیر کو چاہئے کہ اپنے مامور کو اکیلے حملہ کرنے سے روکے لیکن اگر اسے اپنے اس مامور کے مضبوط ارادے سچی نیت اور شوق شہادت کا علم ہو جائے تو پھر اجازت دینے میں بخل نہ کرے جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے پہلے حضرت اخرمؓ کو منع کیا پھر اجازت دے دی اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے کسی عمل کو غلط قرار نہیں دیا۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوع نے حضور اکرم ﷺ سے جو سو آدمی مانگے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں کا لشکر کئی افراد پر مشتمل تھا ورنہ سو آدمیوں کو لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

☆ عقبہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جنگ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا آج میں نے دشمنوں پر [اکیلے] حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے کیا آپ حضور اکرم ﷺ کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۳ :

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے ساقہ [پچھلے حصے] کو برابر نقصان پہنچتا رہا، حضرت بسر ان کے لئے کمین گاہیں بناتے مگر رومی چھپ کر ان پر حملہ کر دیتے، حضرت بسر نے یہ صورت

حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے وہاں سے انہوں نے ایک جگہ تیس ترکی گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گرجا گھر تھا اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ حضرت بسر نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گرجا گھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے مگر نیزے اٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے ادھر حضرت بسر کے ساتھیوں نے جب انہیں نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکلے۔ گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سنائی دیا تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر دروازہ بند تھا چنانچہ انہوں نے چھت کو توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت بسر نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ میں تلوار لے کر لڑ رہے ہیں جب ان کے ساتھی گرجا گھر پر قابض ہو گئے تو حضرت بسر بے ہوش ہو کر گر پڑے اس لڑائی میں کئی رومی مارے گئے اور کئی قید ہوئے ان قیدیوں نے حضرت بسر کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بسر بن ارطاۃ ہیں وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کسی ماں نے اس جیسا نہیں جنا ہوگا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطاء فرمادی۔ (رواہ الحافظ ابوالحاج المزی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بسر بن ارطاۃ اس امت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے ان کے صحابی ہونے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ یزید بن ابو حبیب کہتے ہیں کہ حضرت بسر تلوار کے دھنی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر کئی علاقے فتح فرمائے۔

واقعہ نمبر ۴ :

ولید بن مسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حمص کے رہنے والے ایک بزرگ شخص نے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک بوڑھے رومی شہسوار سے ہوئی جو کسی زمانے میں حمص کے رومی لشکر کا سپاہی تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا اس بوڑھے رومی نے بتایا کہ جب مسلمانوں نے حمص پر لشکر کشی کی تو انہوں نے بحیرہ قدس کے ایک دریا پر پڑاؤ ڈالا۔ حمص کے رومی جرنیل نے مجھے تیس گھڑ سوار دیکر بھیجا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو پکڑ کر لے آؤں یا ان کے حالات معلوم کر کے آؤں میں اپنے ساتھیوں کو لیکر لشکر کے قریب ایک گھاٹی کے دامن میں چھپ گیا اس دوران ہم نے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو دریا میں سے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اور اس کا نیزہ اس کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر ہم پر پڑی تو اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو گیا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ ہم سے ڈر کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ لیکن اچانک اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہم اس کی جرأت اور بے خوفی کو دیکھ کر حیران رہ گئے دریا سے نکل کر جب گھوڑا کیچڑ اور دلدل والی جگہ کے پاس آیا تو اس نے وہاں سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا یہ دیکھ کر وہ گھڑ سوار گھوڑے کی زین پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے نیزے کا سہارا لے کر چھلانگ لگائی اور دلدل کو عبور کر لیا۔ وہاں سے اس نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا بھی پہنچ گیا۔ یہ شخص اس پر سوار ہو کر ہماری طرف بڑھا اور ہم پر حملہ کر کے اس نے ہمیں بکھیر دیا اور ہم میں سے ایک شخص کو الگ دیکھ کر قتل کر دیا۔ اسی طرح اس نے کئی بار کیا ہم باقی لوگ جان بچانے کے لئے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے مگر وہ ہمارا پیچھا کرتا رہا اور ایک ایک کو قتل کرتا رہا یہاں تک کہ میرے سوا کوئی زندہ نہ بچا۔ جب وہ حمص کے دروازے کے قریب پہنچ گیا تو دروازے پر موجود پہرے دار نے اس کی ساری کارگزاری دیکھ لی اور اس کی اطلاع پر کئی گھڑ سوار ہماری طرف نکلے میں نے جب گھڑ سواروں کو آتے

دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان گھڑ سواروں کو دیکھ کر واپس بھاگ گیا ہو گا چنانچہ میں نے اسے دیکھنے کے لئے گردن موڑی تو اس کا نیزہ میری آنکھ میں لگا۔ اسی اثناء میں رومی گھڑ سواروں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا ادھر سے مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تلاش میں نکلی مگر وہ تب پہنچے جب یہ شہسوار گر چکا تھا میں جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ کہتے تھے مسحل مسحل یعنی وہ شخص بہت بہادر اور اکیلا لڑنے والا تھا اسی وجہ سے اس جگہ کو جہاں اس شہسوار کو دفن کیا گیا "دیر مسحل" کہتے ہیں۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۵ :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری شریف میں ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ مذکور ہے۔ اس واقعے میں حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کی تنہا جانثاری اور جانبازی کا مختصر قصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیکؓ حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابو قتادہ اور حضرت خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم کو ابو رافع یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں اس وقت یہودی اپنے ایک گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کرتا ہو اسی وقت دربان نے آواز دی کہ جس نے اندر آنا ہو جلد آجائے میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً اندر داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا ابو رافع اوپر بالاخانے پر رہتا تھا اور رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی جب قصہ گوئی ختم ہو گئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے چابیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا جب سب لوگ سو گئے تو میں اٹھا اور کھونٹی سے چابیاں اتار کر دروازے کھولتا ہوا بالاخانے پر جا پہنچا۔ میں جو دروازہ بھی کھولتا تھا اسے اندر سے بند کر لیتا تھا

تاکہ لوگوں کو اگر میری خبر بھی ہو جائے تو بھی میں اپنا کام کر گزروں۔ جب میں بالا خانے پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابو رافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی، ابو رافع، ابو رافع نے کہا کون ہے؟ میں نے اس کی آواز کا اندازہ لگا کر تلوار کا وار کیا مگر وہ خالی گیا، ابو رافع نے ایک چیخ ماری، میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجے میں کہا ابو رافع تمہیں کیا ہوا۔ ابو رافع نے کہا ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے یہ سنتے ہی میں نے اس پر تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گیا پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی۔ میں نے جب ہڈی کی آواز سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں واپس لوٹا مگر سیڑھی سے اترتے وقت گر پڑا جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی میں نے اپنے عمامے سے اسے باندھ دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا چنانچہ جب صبح ہوئی تو خبر دینے والے نے قلعے کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ پھر ہم سب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خوش خبری سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے پورا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ نے دست مبارک اس پر پھیرا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی۔ (بخاری)

☆ اسی طرح حضرت ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے دو ساتھیوں سمیت ایک بہت بڑے لشکر پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان تین افراد کو بڑے لشکر پر فتح عطاء فرمائی اور ان کے ہاتھ بہت زیادہ مال غنیمت بھی لگا اس واقعے کی تفصیل انشاء اللہ آگے سرایا کے بیان میں آئے گی۔ (الروض الانف)

واقعہ نمبر ٦ :

ماضی میں بھی ایسے واقعات کی مثال ملتی ہے جب حضرت طالوت نے صرف تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ مل کر جالوت کے نوے ہزار یا تین لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ یہ واقعہ تب پیش آیا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے جہاد چھوڑ دیا۔ تو ان پر عمالقہ کے کفار مسلط ہو گئے جنہوں نے بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ تب انہوں نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی امیر بنائیے تاکہ ہم جہاد کر کے اس غلامی کی ذلت سے نجات پائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو ان کے علم اور بہادری کی وجہ سے ان کا امیر بنا دیا گیا۔ وہ اسی نوے ہزار کا لشکر لیکر بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت گرمی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور ایک دریا پر انہیں اتارا حضرت طالوت نے حکم دیا کہ اس میں سے ایک چلو سے زیادہ کوئی نہ پئے ورنہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جا سکے گا۔ مگر ان میں سے اکثر نے خوب پانی پیا اور آگے نہ جا سکے۔ صرف تین سو تیرہ آگے بڑھے بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار نے دریا عبور کر لیا تھا مگر جب جالوت کے طاقتور لشکر کو دیکھا تو تین ہزار چھ سو ستاسی آدمی واپس ہو گئے اور صرف تین سو تیرہ ڈٹے رہے جالوت جب میدان میں نکلا تو اس کے سر پر تین سو رطل وزنی لوہے کی ٹوپی تھی لیکن حضرت داؤد علیہ السلام جیسے چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں وہ قتل ہوا اور اس کے پورے لشکر کو شکست ہوئی۔ [یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ مکمل تفصیلات کے لئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں]۔

اسی طرح جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد سات ہزار سے کچھ زائد تھی اور ان کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ جبکہ دشمنوں کی تعداد چالیس یا ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی تھے اور ان کی قیادت رستم کے ہاتھ میں تھی۔

علامہ مدائنی فرماتے ہیں شوال ۱۵ھ میں تین دن تک یہ عظیم لڑائی ہوتی رہی۔

اس میں رستم مارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔

واقعہ نمبر ۷ :

علامہ طرطوشیؒ اسی جنگ قادسیہ میں حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو دشمن پر اکیلا حملہ کرنے جا رہا ہوں اگر تم اونٹ ذبح ہونے کی دیر تک پہنچ گئے تو مجھے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا لڑتا پاؤ گے لیکن اگر تم نے اس سے زیادہ دیر کی تو مجھے شہید پاؤ گے اس کے بعد وہ دریا عبور کر کے دشمنوں میں گھس گئے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر دیا اور وہ جب ان تک پہنچے تو وہ زمین پر گرے پڑے تھے اور انہوں نے دشمن کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ سپاہی گھوڑے کو مارتا تھا مگر گھوڑا اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا تھا جب مسلمان وہاں پہنچ گئے تو گھڑ سوار گھوڑے سے کود کر بھاگ گیا اور حضرت عمرو بن معدی کرب اس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں ابو ثور ہوں۔ قریب تھا کہ تم لوگ مجھے کھو دیتے۔ ساتھیوں نے پوچھا آپ کا گھوڑا کہاں ہے۔ فرمایا اسے تیر لگا تو اس نے مجھے گرا دیا۔ (سراج الملوک للطرطوشی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حرہ کے دن اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت لی اور لڑائی میں اپنے آٹھ بیٹے باری باری قربان کرائے اور پھر آخر میں اپنی تلوار کا نیام توڑ کر اکیلے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

(تاریخ اسلام لابن ذہبی)

واقعہ نمبر ۸ :

علامہ طرطوشیؒ اور علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت طارق بن زیادؒ صرف سترہ سو مجاہدین لیکر اندلس میں داخل ہوئے۔ تذفیر [نامی سردار] جو کہ اندلس کے بادشاہ لذریق کا نائب تھا تین دن تک حضرت طارق کے لشکر سے لڑتا رہا پھر اس نے اپنے بادشاہ کو لکھا کہ کچھ

لوگوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے میں نہیں جانتا یہ لوگ زمین سے آئے ہیں یا آسمان سے۔ ہم نے ان کا مقابلہ کیا ہے لیکن ہمارا کوئی بس نہیں چلا۔ اب تم خود ہماری مدد کے لئے پہنچو۔ خط پاتے ہی لزریق نوے ہزار گھڑ سواروں کو لے کر آ گیا تین دن تک یہ جنگ ہوتی رہی۔ اور مسلمان سخت مشکل میں پھنس گئے۔ حضرت طارق نے مسلمانوں سے کہا ہماری جائے پناہ تو ہماری تلواریں ہیں ہمارے پیچھے سمندر اور سامنے دشمن ہے۔ اب میں ایک ایسی کاروائی کرنے لگا ہوں جس میں یا تو ہمیں فتح ملے گی یا شہادت۔ لشکر والوں نے پوچھا وہ کون سی کارروائی ہے۔ فرمایا میں ان کے بادشاہ پر حملہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک جسم کی طرح اکٹھے میرے ساتھ حملے میں شریک ہو جانا چنانچہ حملہ شروع ہوا اور اندلس کا بادشاہ اور اس کے بہت سارے ساتھی مارے گئے ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل کرتے رہے۔ اس دن مسلمانوں کے صرف چند آدمی شہید ہوئے حضرت طارق بن زیاد نے لزریق کا سر حضرت موسیٰ بن نصیر [گورنر افریقہ] کی خدمت میں بھجوا دیا۔ انہوں نے وہاں سے اسے دمشق میں ولید بن عبدالملک کے پاس بھجوایا۔ اس کے بعد طارق بن زیاد نے طلیطلہ پر اور مغیث رومیؒ نے قرطبہ پر حملہ کیا اور یہ دونوں علاقے فتح کر لئے اور وہاں کے بے شمار خزانے اور مال و دولت ان کے ہاتھ لگا۔ انہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان بھی تھا جس کی قیمت دو لاکھ دینار لگائی گئی کیونکہ اس پر بہت زیادہ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

واقعہ نمبر ۹ :

اس طرح کے واقعات میں سے عجیب ترین واقعہ محمد بن داؤد الپ ارسلان کا ہے۔

علاقہ قرطبی لکھتے ہیں کہ رومیوں کا بادشاہ قسطنطنیہ سے چھ لاکھ کا لشکر جرار لے کر نکلا اور رضا کارانہ طور پر نکلنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی یہ لشکر سمندر کی طرح آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پاس موجود اسلحے اور آلات حرب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اپنی طاقت اور کثرت

کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے ہر ایک لاکھ لشکر کے لئے مسلمانوں کے الگ الگ علاقے تقسیم کر دیئے تھے کہ فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو ملے گا، فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو۔ یہ صورت حال دیکھ کر اسلامی ممالک میں بے چینی اور خوف پھیل گیا اور کئی جگہوں پر مسلمان اپنے علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ علاقے رومی لشکر کے لئے خالی کر دیئے۔ الپ ارسلان ترکیؒ اس وقت عجم اور عراق کے مسلمان حکمران تھے انہوں نے اپنے وزراء کو جمع کیا اور فرمایا تم جانتے ہو کہ آج مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت نازل ہو چکی ہے تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں ویسے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ سلطان ارسلان نے کہا ہمارے لئے کوئی جائے فرار بھی تو نہیں ہے۔ جب ہم نے مرنا ہی ہے تو عزت والی موت مرنا زیادہ بہتر ہے۔ وزراء نے کہا اگر آپ تیار ہیں تو ہماری جانیں بھی آپ کے ساتھ قربان ہوں گی۔ چنانچہ جہاد کا فیصلہ ہو گیا اور یہ طے پایا کہ اپنے ملک کے پہلے ہی شہر میں اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ بیس ہزار چنے ہوئے مشہور بہادر اس لشکر میں شامل ہوئے جب لشکر نے پہلا پڑاؤ ڈالا تو سلطان نے دیکھا کہ اب وہ پندرہ ہزار رہ گئے ہیں اور پانچ ہزار [خوف کی وجہ سے] واپس جا چکے ہیں۔ اگلے پڑاؤ پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار رہ گئی تھی۔ جس دن صبح کے وقت یہ مختصر لشکر رومی لشکر کے سامنے پہنچا تو رومی لشکر کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ذہن ماؤف ہو گئے اسلامی لشکر رومی لشکر کے مقابلے میں اس طرح نظر آ رہا تھا جس طرح کالے بیل کے جسم میں سفید تل [یا نشان]۔ سلطان نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سورج کے زوال کے بعد ان سے جنگ شروع کروں گا۔ ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت روئے زمین کے ہر منبر پر ہمارے لئے دعا کی جا رہی ہو گی کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔

سورج ڈھلنے کے بعد سب نے نماز ادا کی پھر سلطان نے کہا ہر کوئی اپنے ساتھی سے الوداعی ملاقات کر لے اور جو وصیت کرنی ہو وہ بھی کر لے سب نے ایسا کیا۔ سلطان نے

فرمایا میں نے ان پر خود حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جانا اور جو میں کروں وہی کچھ کرنا۔ مسلمانوں نے کل بیس صفیں بنائیں اور کسی صف کا بھی کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ سلطان نے کہا اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ میرے پیچھے پیچھے حملہ شروع کر دو۔ سلطان نے حملہ شروع کیا اور لشکر والوں نے بھی اکٹھا حملہ کر دیا اور وہ دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے بادشاہ کے خیموں تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے رکنے کا حکم دیا اور پھر ان خیموں کو گھیر لیا بادشاہ کے ساتھ والوں کو اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی ان تک پہنچ سکے گا۔ چنانچہ وہ سب غفلت میں مارے گئے۔ مسلمانوں نے ایک رومی کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور اعلان کر دیا کہ رومی بادشاہ مارا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگنے لگے لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ان سے پچھلے تمام دنوں کا بدلہ چکایا چنانچہ تمام لشکر والے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان ارسلان رومی بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے انہوں نے اس کے دستر خوان پر کھانا کھایا اور پھر رومی بادشاہ کو حاضر کرنے کے لئے کہا۔ رومی بادشاہ کے گلے میں رسی ڈال کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے پوچھا اگر تم مجھ پر فتح پا لیتے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ رومی بادشاہ نے کہا کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ تم قتل کر دیئے جاتے۔ سلطان نے کہا میں تجھ جیسے گھٹیا آدمی کو قتل کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ اسے لے جاؤ اور فروخت کر دو۔ مسلمان سپاہی اس کے گلے میں رسی ڈال کر پورے لشکر میں گھوم رہے تھے اور اسے بیچنے کا اعلان کر رہے تھے مگر کوئی اسے نہیں خرید رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لشکر کے آخری حصے میں پہنچے تو ایک شخص نے کہا اگر تم اسے کتے کے بدلے بیچتے ہو تو میں یہ کتا دیکر اسے خرید لیتا ہوں۔ سپاہی اس شخص کو لیکر سلطان کے پاس آئے اور بتایا کہ یہ خریدار ہے مگر کتے کے بدلے میں۔ اس پر سلطان نے کہا کہ کتا اس رومی سے بہتر ہے کیونکہ یہ کتا کوئی فائدہ تو پہنچاتا ہے جبکہ یہ رومی تو کسی کام کا نہیں پھر سلطان نے اسے بیچ دیا اور کتا بھی اسے دے دیا پھر سلطان نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور

فرمایا کہ ایک ہی رسی میں کتے کو اور اس کو باندھ کر اس کے شہر پہنچادو۔ جب وہ اپنے شہر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اسے معزول کر کے اس کا منہ کالا کیا۔

واقعہ نمبر ۱۰ :

ابو اسحاق انصاریؒ بیان فرماتے ہیں کہ علی بن اسد نام کا ایک شخص قتل اور دوسرے بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب تھا ایک بار وہ رات کے وقت کوفہ سے گزرا تو ایک شخص رات کے آخری حصے میں یہ آیت پڑھ رہا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. (زمر۔۵۳)

(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔

علی نے یہ آیت سنی تو کہنے لگا دوبارہ پڑھو اس شخص نے دوبارہ پڑھی پھر اس نے بار بار اس سے آیت پڑھوائی اور سنی اور گھر آکر اس نے غسل کیا۔ اپنے کپڑے دھوئے اور عبادت میں لگ گیا یہاں تک کہ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں خراب ہوگئیں اور اس کے گھٹنے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح ہوگئے پھر وہ رومیوں کے خلاف سمندری جہاد میں نکلا۔ مسلمانوں نے اپنی کشتیاں رومیوں کی کشتیوں کے قریب لائیں تو علی نے کہا میں آج کے دن جنت پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے رومیوں کی کشتیوں میں چھلانگ لگادی اور ان پر حملہ آور ہوگیا۔ لڑتے لڑتے وہ اور کئی رومی کشتی کے ایک کونے میں جمع ہوگئے۔ تو کشتی الٹ گئی اور علی بن اسد جنہوں نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی ڈوب کر شہید ہوگئے۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۱۱ :

محمد بن ثابتؒ فرماتے ہیں جب یمامہ کے دن مسلمان پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں تو ایسا نہیں کرتے تھے پھر

انہوں نے گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر لڑتے رہے اور شہید ہوگئے۔ اس دن مہاجرین کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ واقعہ ۱۲ھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔

واقعہ نمبر ۱۲ :

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ زوابیہ کی لڑائی کے دن عبداللہ بن غالبؒ نے فرمایا میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جس سے صبر کرنا ممکن نہیں ہے۔ چلو ہمیں جنت لے چلو یہ فرما کر انہوں نے تلوار کا نیام توڑ ڈالا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں ان کی قبر پر گیا اور میں نے اس پر سے مٹی اٹھا کر سونگھی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ (بیہقی)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس دن عبداللہ بن غالبؒ کو روزہ تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ لوگ ان کی قبر کی مٹی خوشبو کے لئے اپنے کپڑوں پر لگایا کرتے تھے۔

فصل

اکیلے آدمی کے زیادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کا کیا حکم ہے۔ اس بارے میں آپ بہت سارے دلائل پڑھ چکے ہیں۔ حضرات علماء کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ان میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ شہید ہونے سے پہلے دشمنوں کا کچھ نقصان ضرور کرلے گا یا اپنی جرات کا مظاہرہ کر کے کافروں کو خوف زدہ کرے گا یا کافروں پر مسلمانوں کی بہادری اور شوق شہادت کا رعب ڈال دے گا تو ایسے آدمی کے لئے اکیلے پورے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے اگرچہ اسے شہید ہونے کا مکمل یقین ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے حملہ کرنے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہوگا تو پھر یہ حملہ

کرنا حرام ہے۔ جیسے کہ اندھا آدمی خود کو دشمنوں پر جا گرائے کہ مجھے شہید کردیں۔ (احیاء علوم الدین)

(۲) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک اکیلے آدمی کا دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر دینا بلا کراہت جائز ہے وہ حضرت عمیر بن حمام کے قصے سے دلیل پکڑتے ہیں۔ یہ قصہ پیچھے کئی بار گزر چکا ہے۔
(شرح النووی علی مسلم)

(۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے صحابہ کرامؓ نے مبارزہ میں حصہ لیا اور انصار کے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے فضائل سن کر بدر کے دن اکیلے مشرکوں پر حملہ کیا۔ یہ انصاری حضرت عوف بن عفراء تھے۔ (السنن الکبریٰ)

(۴) علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے پورے لشکر پر حملے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

قاسم بن مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبدالملک فرماتے ہیں اگر کسی شخص میں اس کی قوت ہو اور اس کی نیت خالص اللہ کے لئے ہو تو اس کے لئے بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر قوت نہ ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ شہادت کی طلب میں خالص نیت رکھتا ہو تو حملہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کا مقصود وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (بقرہ۔۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔

ابن خوایز منداذؒ کہتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے سو آدمیوں پر یا پورے لشکر پر یا چوروں اور خوارج کی جماعت پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں اگر حملہ آور کو غالب گمان ہو کہ وہ اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو قتل کر کے خود محفوظ رہے گا تو پھر حملہ کرنا بہت اچھا ہے

اسی طرح اگر اسے یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا لیکن دشمنوں کو بھی نقصان پہنچائے گا یا ان پر ایسا تاثر چھوڑے گا جو مسلمانوں کے لئے مفید ہو گا تو یہ بھی جائز ہے۔ جب قبیلہ بنو حنفیہ کے مرتدوں نے باغ میں پناہ لے لی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے فرمایا مجھے چمڑے کی ڈھال میں ڈال کر دشمنوں پر پھینک دو۔ دوسرے مسلمانوں نے ایسا کیا اور یہ شخص اکیلے لڑتے رہے اور انہوں نے اندر سے باغ کا دروازہ کھول دیا۔ (تفسیر القرطبی)

انصار کے ان سات نوجوانوں کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ جنہوں نے اپنی جانیں حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے نچھاور کر دی تھیں اور وہ اپنے سے بہت بڑے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

(۵) امام محمد بن حسن بھی اس بارے میں وہی کچھ فرماتے ہیں جو اوپر گزر چکا ہے کہ اگر دشمنوں کو نقصان پہنچانا، یا مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانا یا دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب ڈالنا مقصود ہو تو اکیلے آدمی کا حملہ کرنا درست ہے ورنہ مکروہ۔

[اس زمانے کے خودکش حملوں کو مذکورہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسئلے کی مکمل وضاحت سامنے آجاتی ہے]۔

فصل

[اس فصل میں مصنفؒ نے مبارزہ کے بارے میں احکامات، اقوال اور واقعات نقل فرمائے ہیں۔ مبارزہ اسے کہتے ہیں کہ عمومی لڑائی سے پہلے کوئی شخص اکیلا نکل کر کافروں کو لڑنے کی دعوت دے۔ چونکہ اس زمانے کی جنگوں میں یہ صورت حال نہیں ہوتی اس لئے ہم فی الحال اسے ذکر نہیں کر رہے۔ اگر آئندہ اس کی ضرورت پیش آئے تو کوئی اللہ کا بندہ اس فصل کو بھی کتاب میں شامل کردے اور انشاء اللہ آخری زمانے کی جنگیں پھر ابتدائی زمانے جیسی ہوں گی۔]

[یہ باب آج کے دور کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسے بار بار پڑھئے اور ایک دوسرے کو سنائیے۔ کیونکہ آج کفر نے ہم پر جو جنگ مسلط کی ہے اس میں ہماری کامیابی اسی وقت ممکن ہے۔ جب ہم میں سے ہر شخص اپنے اسلاف کی طرح اکیلا دشمنوں میں گھسنے اور لڑنے اور ان کی صفوں کو پھاڑنے کا عزم رکھتا ہو اور خوف نام کی کسی چیز سے واقف نہ ہو۔ آج جو عالمی جہاد شروع ہو چکا ہے اس میں پورا لشکر وہ کام نہیں کر سکتا جو ایک اکیلا جانباز اور بہادر سر انجام دے سکتا ہے۔ آج دشمنوں کے اندر گھس کر اس کے ان لوگوں پر وار کرنے کی ضرورت ہے جو دشمن کا دماغ ہیں اور یہ کام بھی اکیلے جانباز اور سر فروش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دشمن کی تنصیبات کے اندر تک پہنچنے کی اور دشمن کے دل کے اوپر گرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام کوئی اکیلا سر فروش ہی کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کے جانشینوں کی ضرورت ہے جو اسلامی غیرت اور ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر یہ اعلان کریں کہ ہم انشاء اللہ اکیلے دشمنوں پر موت بن کر گریں گے۔

اللہ کی قسم ایسے دس جوان جو اکیلے اکیلے جا کر مخصوص طریقے سے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں دس ہزار کے لشکر سے زیادہ کام کر سکتے ہیں آج مسلمانوں کو جنگ کے اس اہم طریقے اور پہلو کو جلد از جلد اپنانا چاہئے اور مجاہدین کے اس طرح کے سر فروش دستے بنانے چاہئیں۔ پھر دیکھیں کہ کفر کس طرح سے صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور امن کے لئے قدموں میں گرتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے علم و عمل سے سرشار مضبوط ایمان رکھنے والی قیادت کی جو مجاہدین کو اس کامیاب جنگی طریقے سے استعمال کر سکے۔

یا اللہ ہمیں ان باتوں کی سمجھ عطاء فرما اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلا۔

آمین ثم آمین]

پچیسواں باب

میدان جہاد سے فرار کے سخت گناہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ. (انفال ۱۵-۱۶)

اے ایمان والو! جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو میدان جنگ میں تو ان سے پیٹھ مت پھیرو اور جو کوئی ان سے اس دن پیٹھ پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو (یہ دو صورتیں مستثنیٰ ہیں باقی جو اس کے سوا پیچھے بھاگے گا) تو وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ میدان جہاد سے بلا شرعی عذر بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس گناہ کا مرتکب شخص اللہ کے غضب، اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول وہ سات کام کیا ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [وہ سات کام یہ ہیں] (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) اس

جان کو ناحق قتل کرنا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو (۳) یتیم کا مال کھانا (۴) سود کھانا (۵) میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا (۶) بھولی بھالی پاکدامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا (۷) جادو کرنا۔ (بخاری، مسلم)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنتیں اور دیت وغیرہ کے مسائل تھے اس خط میں یہ بھی تھا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑے گناہ شرک کرنا، مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا، جہاد کے میدان سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں۔ (ابن حبان)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا بڑا بہادر ہے وہ شخص جو جہاد میں دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور بہت بزدل ہے وہ شخص جو دشمنوں کا سامنا ہوتے ہی ان پر حملہ کر دے۔ یہاں تک کہ وہ ہو جائے جو اللہ نے چاہا۔ عرض کیا گیا اے ابو ہریرہؓ یہ کس طرح سے ہو گیا [کہ بھاگنے والا بہادر اور ڈٹ کر لڑنے والا بزدل] حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا جو میدان جہاد سے بھاگتا ہے وہ اللہ کے مقابلے میں جرات دکھاتا ہے [اور اس سے نہیں ڈرتا تو گویا کہ وہ بہادر ہوا] اس لئے بھاگ جاتا ہے۔ اور جو ڈٹ کر لڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے [اس لئے نہیں بھاگتا تو گویا کہ وہ بزدل ہوا]۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

فصل

اس فصل میں میدان جہاد سے بھاگنے کے بارے میں بعض احکام ذکر کئے جا رہے ہیں [یہ وہ احکام ہیں جن پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے]

(۱) جہاد عمومی طور پر فرض کفایہ ہوتا ہے لیکن جب مسلمانوں اود کافروں کی صفیں آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور پیچھے ہٹنا حرام ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ نہ ہو تو میدان سے بھاگنا حرام ہے مگر ان چند صورتوں میں یہ جائز ہو جاتا ہے۔ (الف) دشمن کو دھوکا دینے کے لئے پیچھے ہٹنا تاکہ پیچھے ہٹ کر حملہ کر سکے (ب) پیچھے بھاگ کر کہیں چھپ جانا تاکہ جب دشمن تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچے تو اس پر حملہ کر دے (ج) میدان جنگ اگر تنگ ہو اور پیچھے کھلی جگہ ہو تو وہاں آنے کے لئے بھاگنا یا سورج اور ہوا کے مناسب رخ کے لئے پیچھے ہٹنا (د) پیچھے موجود اپنے لشکر میں آنا تاکہ وہاں سے دوبارہ حملے کی تیاری کی جا سکے یہ لشکر دور ہو یا قریب۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(۳) سخت بیماری، اسلحے کے ختم ہونے اور تیر اندازی کے مقابلے میں تیر نہ ہونے کی صورت میں بھی پیچھے ہٹنا جائز ہے مگر جس شخص کو بھی عذر کی وجہ سے بھاگنا ہو اس کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیت سے راہ فرار اختیار کرے۔

(۴) اگر کافروں کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنا جائز ہے لیکن ڈٹ جانا اور لڑنا افضل ہے خصوصاً جبکہ لڑنے کی طاقت موجود ہو اس بارے میں کئی عجیب وغریب واقعات پچھلے باب میں گزر چکے ہیں۔

(۵) لشکر کے امیر کے مارے جانے کی وجہ سے فرار ہونا یا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

(۶) جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابو داؤد۔ ترمذی۔ السنن الکبریٰ)

اس بارے میں حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

[مزید تفصیلات اعلاء السنن ص ۶۳ ج ۱۲ پر ملاحظہ فرمایئے وفیہ مایکفی]

غلبے اور ثابت قدمی کا راز

اللہ تعالیٰ کی بندوں کے ساتھ معیت دو طرح کی ہے ایک معیت تو علم اور احاطے

کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ بھی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ. (الحدید۔۴) اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

یہی معنی اس اگلی آیت میں بھی ہے۔

مَايَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلاَ خَمْسَةٍ اِلاَّ هُوَ سَادِسُهُمْ وَلاَ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلاَ اَكْثَرَ اِلاَّ هُوَ مَعَهُمْ. (مجادلہ۔۷)

(کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا گروہ مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسری معیت نصرت، تائید اور دشمنوں پر غالب کرنے والی معیت ہے یعنی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھ دیتا ہے ان کی نصرت اور مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما دیتا ہے۔اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (توبہ۔۴۰)

اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی اسی معیت کا تذکرہ ہے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ. (محمد۔۳۵) اور تم تو غالب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت اور ساتھ بندے کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ بندہ بننے اور بندگی کرنے کا حق اداء کرتا ہے۔اور اس کی بندگی میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پس جو مجاہد اس طرح بندگی اختیار کرتا ہے تو اسپر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔اور اس کا مددگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لاَ مَوْلٰى لَهُمْ. (محمد۱۱)

یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

لیکن جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق اداء نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا یا کافروں کی طرح گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو اس میں اور اس کے دشمن میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چنانچہ کافروں کی طرح اس کے دل میں بھی رعب، دنیا کی محبت اور رسوائی جیسی بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس قدر بڑی ہوگی اس کا اثر بھی اسی قدر بڑا ہوگا اور یہ نافرمانی جس قدر چھوٹی ہوگی اس کا اثر بھی کم ہوگا۔

کیا آپ نے کبھی حنین کے واقعے پر غور نہیں کیا۔اس دن کچھ [نئے] مسلمانوں کا اپنی کثرت پر فخر اور اللہ کی نصرت پر نظر نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ معصوم ہیں اور کئی ایمان والے بھی فخر سے محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرار سے بچایا اور وہ ڈٹے رہے اور بالآخر فتح انہیں کی ہوئی اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

غزوہ حنین کا واقعہ آگے انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔یہی بات سمجھانے کے لئے قرآن مجید نے کئی جگہ جہاد و قتال کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً. (توبہ۔۱۲۳)

اے ایمان والو! اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔

اس کے فوراً بعد فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ. (توبہ۔۱۲۳)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو یہ تسلی دینے کے بعد کہ آپ ان کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں۔ فوراً یہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ. (نحل۔۱۲۸)

کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں اللہ ان کا مددگار ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم اللہ کو یاد رکھو۔ وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ تم اللہ کو یاد رکھو تم اسے اپنے آگے پاؤ گے۔(ترمذی)

☆اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اگر میری امت مال غنیمت میں خیانت نہیں کرے گی تو دشمن کبھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا دشمن میدان جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دوھنے کی مدت ٹھہرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں اور [بعض اوقات] تین بکریوں کا دودھ دوھنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم تم میں مال غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں۔[اسی وجہ سے دشمن اتنی دیر تمہارے سامنے جم کر لڑنے کی ہمت پالیتا ہے]۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سلطان رکن الدین بیبرسؒ کے زمانے میں ایک مجاہد کے پاس ایک شاندار گھوڑا تھا جو میدان جنگ میں خوب آگے بڑھتا تھا ایک بار لڑائی کے دوران گھوڑا سست ہو گیا وہ مجاہد اپنے گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارتا تھا مگر گھوڑا پیچھے ہٹتا تھا اس پر وہ مجاہد بہت حیران ہوا رات کو اس نے خواب میں اپنے اسی گھوڑے کو دیکھا تو اسے اس کی سستی اور پیچھے ہٹنے پر ملامت کرنے لگا اس پر گھوڑے نے کہا کہ میں کیسے دشمن پر چڑھائی

کرتا، جبکہ تم نے میرا چارہ کھوٹے پیسے سے خریدا تھا صبح اٹھ کر یہ مجاہد چارہ بیچنے والے کے پاس گیا تو چارہ فروش نے اسے دیکھتے ہی کہا کل آپ نے جو درہم مجھے دیا تھا وہ کھوٹا تھا چنانچہ وہ درہم اسے واپس دے دیا۔ (ابن کثیر فی تاریخہ)

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار مسلمانوں نے کافروں کے ایک قلعے کا کئی دن سے محاصرہ کر رکھا تھا ان سے کوئی سنت چھوٹ رہی تھی۔ اس لئے قلعہ فتح نہیں ہو رہا جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسواک میں سستی کی جا رہی ہے۔ پس سارے لشکر نے اس سنت کو زندہ کیا تو قلعہ فوراً فتح ہو گیا۔

اب آپ اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ ایک سنت چھوڑنے پر جب یہ نحوست آگئی تو حرام کام کرنے اور حرام چیزیں کھانے اور پینے سے کتنی نحوست نازل ہوتی ہو گی۔ پس یہی چیزیں مجاہدین کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بنتی ہیں اس لئے اے مجاہدین کرام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیجئے اور اپنے باطن کو نافرمانی کی غلاظت سے بچائے رکھئے اور وساوس کی تاریکیوں میں یقین اور توکل کے چراغ جلائیے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ موت نے ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آنا ہے۔ نہ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اس موت سے بچ سکتا ہے اور نہ انسانوں کی تدبیریں اس موت کو ٹال سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ.(نساء۔۷۸)

(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں بھی رہو موت تو تمہیں آکر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

اگر تقدیر میں کسی کے لئے قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے نہیں بچ سکتا:

قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ. (ال عمران۔۱۵۴)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی وہ لوگ جن کے

لئے مارا جانا مقرر ہو چکا ہے ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔

اے مجاہدین کرام! اپنے اور اپنے دشمنوں میں فرق کرنے کے لئے تقوے کی محفوظ چادر اوڑھے رکھیئے [تاکہ کافروں کی کوئی صفت آپ لوگوں میں نہ آجائے اور ان کی کوئی عادت یا خصلت آپ لوگوں میں پیدا نہ ہو جائے]۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ. (آل عمران۔۱۵۹)

پھر جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں توکل کرنے والوں سے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ. (الحج۔۴۰)

اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبے والا ہے۔

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے

اگر تجھے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی حرص ہے تو یاد رکھ میدان جہاد سے بھاگنا تیری زندگی میں اضافہ نہیں کرسکتا اور ڈٹ کر لڑنے سے تو اپنے وقت سے پہلے نہیں مرسکتا۔ آج اگر تو میدان سے بھاگ رہا ہے تو غور کر کہ تو نے کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے؟ تیرا رب تجھ سے ناراض ہوا مسلمانوں اور کافروں سب کے سامنے تو ذلیل ہوا۔ اور تیری زندگی بھی نہیں بڑھی۔ بلکہ آج تو عزت کی موت سے بھاگ کر ذلت کی موت کے گڑھے کی طرف دوڑ رہا ہے۔ حالانکہ بہادروں کا شیوہ تو یہ ہے کہ:

۱۔ جب مرے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ تو پھر بزدلی کی ذلت والی موت کیوں مریں۔

۲۔ بادشاہوں کی طرح زندگی گزارو۔ یا عزت کے ساتھ مرو لیکن مرتے وقت تمہاری کھلی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔

۳۔ ہمارے گھوڑوں کا پچھلا حصہ نیزوں پر حرام ہے اور ان کی گردنوں اور سینوں سے لہو ٹپکتا ہے اور بھاگتے ہوئے کی پیٹھ پر وار کرنا ہمارے نیزوں کے لئے حرام ہے۔ یہ تو صرف سینوں کا شکار کرتے ہیں۔

۴۔ تلواروں سے قتل ہونا کوئی نقص کی بات نہیں۔ اگر یہ عزت اور فخر سے خالی نہ ہو۔

ہم وہ لوگ ہیں جو ایسی موت کو گالی نہیں سمجھتے۔ جو تلواروں اور عمدہ نیزوں کے درمیان آتی ہے۔

۵۔ کسی کو موت ناپسند ہے تو ہوتی رہے۔ میرے لئے تو موت شہد سے زیادہ لذیذ اور پسندیدہ ہے۔

گھمسان کی لڑائیوں میں آگے بڑھنے سے موت جلدی نہیں آجاتی۔ اور نہ میدان سے بھاگنا موت سے بچا سکتا ہے۔

۶۔ بزدلی عار اور آگے بڑھنا عزت و کرامت ہے۔ اور بھاگنے والے موت سے بچ نہیں سکتے۔

۷۔ جنگ جب آجائے تو وہ تمہاری بزدلی نہ دیکھے۔ اس میں ڈٹ کر لڑو کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے۔

۸۔ جب بدن موت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ تو پھر اللہ کے راستے میں تلوار سے مارا جانا ہی زیادہ اچھا ہے۔

اے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے

کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھاگنا شروع کرے اور تیری پیٹھ میں تیر [یا گولی] آلگے اور تو دنیا آخرت میں ناکام ہو جائے۔

☆ حضور اکرم ﷺ دعاء فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارا جاؤں۔ (نسائی)

☆ شیخ ابو القاسم القشیریؒ دو صوفیوں کا قصہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں ایک عرصے تک اکٹھے احسان وسلوک کی منزلیں طے کرتے رہے پھر ان میں سے ایک غائب ہو گیا اور دوسرا رومیوں کے ساتھ جہاد میں لگ گیا ایک لڑائی کے دوران رومیوں کی طرف سے ایک شخص زرہ اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ یکے بعد دیگرے تین مسلمان نکلے مگر اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ تب یہ صوفی بزرگ میدان میں آئے جب مقابلہ شروع ہونے لگا تو رومی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ اسی صوفی بزرگ کا سابقہ ساتھی نکلا۔ بزرگ نے حیرانی سے پوچھا کہ تم کافروں کی طرف سے لڑ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں دنیا کے چکر میں پڑ کر دین اسلام کو چھوڑ چکا ہوں اب میرے پاس عورتیں اور مال بے شمار ہے بزرگ نے کہا تم تو کئی قراءتوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اس نے کہا مجھے اب ایک حرف بھی یاد نہیں ہے بزرگ نے کہا تم واپس لوٹ جاؤ اس نے کہا نہیں میری رومیوں کے درمیان بڑی عزت ہے میں واپسی کی ذلت برداشت نہیں کر سکتا صوفی بزرگ کسی طرح جنگی حیلے سے اسے واپس موڑنے میں کامیاب ہوئے اور پھر انہوں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔

سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے باوجود وہ بدبخت مرتد ہو کر مرا۔ دنیا میں بھی خسارہ پایا، آخرت بھی تباہ ہوئی۔ (الرسالۃ القشیریہ)

اس طرح کے واقعات بہت ہیں اور ان بد قسمتوں کے واقعات جو کافروں کے ہاتھوں قید ہو کر یا ان کے شہروں کا حسن دیکھ کر فتنے میں پڑ گئے اور اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے، بے شمار ہیں۔ بطور مثال ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

عبدہ بن عبد الرحیم کہتے ہیں کہ ہم رومیوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے ہمارے

ساتھ ایک نوجوان تھا وہ ہم میں سب سے اچھا قاری، سب سے زیادہ دین کا علم رکھنے والا اور مسائل جاننے والا تھا وہ دن کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو قیام کرتا تھا ایک بار ہم رومیوں کے ایک ایسے قلعے سے گزر رہے تھے جس پر حملے کا ہمیں حکم نہیں تھا یہ نوجوان اس قلعے کی طرف چل پڑا۔ ہم نے سمجھا کہ پیشاب کرنے کے لئے جا رہا ہے مگر اس کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی تھی اور وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا اس نے رومی زبان میں عورت سے کہا میں تمہیں کس طرح سے پا سکتا ہوں؟ اس نے کہا تم عیسائی ہو جاؤ ہم تمہارے لئے دروازہ کھول دیں گے اور میں تمہاری ہو جاؤں گی وہ نوجوان قلعے میں داخل ہو گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے لشکر پر غم اور افسوس چھا گیا۔ کیونکہ ہم میں سے ہر شخص اس نوجوان کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتا تھا۔ ایک بار پھر ہمارا گزر اس قلعے کے پاس سے ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان بھی دوسرے عیسائیوں کے ساتھ قلعے کے اوپر سے ہمیں دیکھ رہا ہے ہم نے اسے کہا اے نوجوان! تمہارے قرآن، تمہارے علم، تمہارے روزے اور نمازوں کا کیا ہوا۔ اس نے کہا میں سارا قرآن بھول چکا ہوں۔ مجھے صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ. (الحجر۔۲۔۳)

کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے (اے محمد) ان کو ان کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور (طول) امل ان کو (دنیا میں) مشغول کئے رہے عنقریب ان کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کافروں کے ہاتھوں قید ہونے والوں کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ فتنے میں پڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رومیوں نے حضور

اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا۔ رومیوں
کے سردار نے ان سے کہا کہ تم عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہیں تیل کی دیگ میں جلادوں گا۔
حضرت عبداللہ نے فرمایا جو کرنا ہے کرلو میں اسلام نہیں چھوڑوں گا رومی سردار نے، تیل کی
دیگ منگوائی اور اس میں تیل ڈال کر اسے جوش دیا پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اسے
عیسائیت کی دعوت دی گئی۔ اس نے انکار کیا تو اسے ابلتے تیل میں ڈال دیا گیا جس سے [اس کا
گوشت فوراً گل گیا اور] اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ رومی سردار نے حضرت عبداللہ سے
کہا۔ عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ انہوں نے انکار فرمایا تو رومی سردار
نے انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رونے لگے۔
رومی سمجھے کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ سردار نے کہا انہیں واپس لے آؤ، جب واپس لایا گیا تو حضرت
عبداللہ نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ میں ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا
ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے جو میں اللہ کے راستے میں قربان کر رہا ہوں میں چاہتا
ہوں کہ کاش جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور تم میری ہر جان کے ساتھ اللہ
کے راستے میں یہی کچھ کرتے۔ یہ سن کر رومی سردار حیران رہ گیا اور اسنے کہا تم میرے سر کا
بوسہ لے لو میں تمہیں آزاد کردوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں
کروں گا رومی نے کہا تم عیسائی بن جاؤ میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کردوں گا۔ اور اپنی حکومت
میں تمہیں شریک کرلوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسا نہیں
کرسکتا رومی سردار نے کہا تم میرے سر کا بوسہ لے لو میں تمہیں اور تمہارے ساتھ اسی
مسلمان قیدیوں کو آزاد کردوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں یہ
میں کرسکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اس کے سر کا بوسہ لیا تو اس نے انہیں اور
اسی مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب یہ واقعات امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت عبداللہ

بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیا۔ (اسد الغابہ)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان پر
لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لے اور میں اس کی ابتداء
کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔ بعض صحابہ کرامؓ حضرت
عبداللہ سے مذاق کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ آپ نے رومی سردار کے سر کا بوسہ لیا؟
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بوسے کی بدولت اسّی
مسلمان قیدیوں کو رہائی عطاء فرمائی۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا
ایک لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا اس لشکر نے رومیوں کے ایک قلعے کا سخت محاصرہ کرلیا
مسلمانوں کے لشکر میں دو بھائی ایسے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے مثال بہادری اور جنگی
صلاحیت عطاء فرمائی تھی اس قلعے کا رومی سردار اپنے مشیروں اور جنگی سرداروں سے کہتا تھا کہ
اگر یہ دو نوجوان پکڑے یا مارے جائیں تو تم باقی لشکر پر آسانی سے قابو پا سکتے ہو چنانچہ رومی ان
دونوں کے لئے طرح طرح کے جال بچھاتے رہے اور سازشیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان
دو میں سے ایک نوجوان شہید ہوگیا اور دوسرا گرفتار۔ جب اس گرفتار نوجوان کو سردار کے
پاس لایا گیا تو اس نے اسے دیکھ کر کہا اسے قتل کرنا بڑی مصیبت اور واپس بھیجنا بڑا عذاب ہے
میں چاہتا ہوں کہ یہ نصرانی ہوجائے تو میں اسے بے شمار مال دوں گا تاکہ یہ دین نصاریٰ کو عزت
بخش سکے رومیوں کے جرنیلوں میں سے ایک نے کہا اے ہمارے سردار میں جانتا ہوں کہ
عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت مائل ہوتے ہیں میری ایک نہایت حسین وجمیل بیٹی ہے
یہ اگر اسے دیکھ لے تو فتنے میں پڑ جائے گا۔ آپ اسے مجھے دے دیجئے میں اسے گمراہ کردوں گا۔
سردار نے کہا لے جاؤ۔ وہ جرنیل اس نوجوان کو گھر لے آیا اور اپنی بیٹی کو بہترین لباس،
خوبصورت بیش بہا زیور اور شاہانہ پوشاکیں پہنا کر ایک خادم کی طرح اس نوجوان کے آگے

کھڑا کر دیا۔ اور طرح طرح کے کھانے مٹھائیاں اور شرابیں اس نوجوان کے لئے مہیا کر دیں اور دروازہ بند کر کے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا نوجوان نے جب یہ آزمائش دیکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور اپنی نگاہوں کو جھکالیا اور عبادت وتلاوت میں لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خوبصورت آواز اور پر ترنم لہجہ عطاء فرمایا تھا وہ قرآن پڑھتا تھا تو لڑکی کے دل پر اثر ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ لڑکی اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور اسکا کھانا پینا اور سونا سب چھوٹ گیا اسی حالت میں سات دن گزر گئے اور لڑکی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ وہ اس نوجوان کے دین کو قبول کرلے جب اس لڑکی کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اس کا دل پھٹنے لگا تو وہ اس کے سامنے گر گئی اور کہنے لگی میں تمہیں تمہارے دین کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بات سنو۔ نوجوان نے کہا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ لڑکی نے کہا آپ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے نوجوان نے اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور طہارت وغیرہ کر کے اس نے نماز سیکھی پھر اس نے کہا اے نوجوان میں تو تمہارا قرب پانے کے لئے اسلام لائی ہوں۔ نوجوان نے کہا اسلام میں نکاح کے لئے دو گواہ اور مہر وغیرہ شرط ہیں یہاں دو گواہ نہیں ہیں لیکن اگر تم یہاں سے بھاگنے کی کوئی تدبیر نکالو تو پھر یہ کام ہو سکتا ہے لڑکی نے کہا ٹھیک ہے میں کوئی تدبیر کرتی ہوں اس کے بعد اس لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کو بلایا اور کہا کہ یہ نوجوان تو نصرانی ہونے پر راضی ہو چکا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ اس شہر میں میرا بھائی قتل ہوا ہے اس لئے میں یہاں تمہارا مذہب قبول نہیں کر سکتا ہاں اگر تم مجھے کسی اور شہر لے چلو تو مجھے تسلی ہو جائے گی اور میں تمہارا کہنا مان لوں گا لڑکی نے کہا اگر آپ لوگ اسے میری ضمانت پر میرے ساتھ فلاں بستی میں بھیج دیں تو ہمارا مقصود پورا ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ جرنیل سردار کے پاس گیا اور اسے راضی کر لیا۔ چنانچہ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ مذکورہ بستی میں پہنچ گیا جب رات چھا گئی تو وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے صبح کے وقت انہوں نے نماز پڑھی پھر آگے بڑھے اچانک انہیں اسلحے کی جھنکار اور گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی تو اس نوجوان نے لڑکی سے کہا ایسا لگتا ہے کہ عیسائیوں کے سپاہی ہم تک پہنچ چکے

ہیں جبکہ ہمارا گھوڑا رات بھر دوڑنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے لڑکی نے کہا تعجب ہے تم بھی خوف زدہ ہو گئے؟ نوجوان نے کہا ہاں۔ لڑکی نے کہا تم تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فریاد کرنے والوں کے ساتھ اس کی مدد کے تذکرے کرتے تھے اب تمہارے یقین کو کیا ہو گیا ہے آؤ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں وہ ہماری مدد فرمائے گا نوجوان نے کہا اللہ کی قسم تم نے بہت اچھی بات کہی ہے وہ دونوں آہ وزاری اور دعاء میں لگ گئے وہ نوجوان رو رو کر دعاء کر رہا تھا اور لڑکی آمین کہہ رہی تھی اچانک اسے اپنے قریب گھوڑے سے اپنے شہید بھائی کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا اے میرے بھائی ڈرنے اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ گھڑسوار اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے بھی آئے ہیں تاکہ تم دونوں کی شادی پر گواہ بن سکیں اللہ تعالیٰ نے تم دونوں پر فخر فرمایا ہے اور تمہیں خوش نصیب شہداء کا اجر عطاء فرمایا ہے اور اس نے زمین کو تمہارے لئے لپیٹ دیا ہے اور تم مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں پہنچ چکے ہو جب تمہاری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے آپ نے بہت خیر پھیلائی ہے اور بہت محنت کی ہے اس کے بعد فرشتے بلند آواز سے اس نوجوان اور اس کی بیوی کو سلام کہنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں گھوڑے سے اتر کر چند قدم چلے ہی تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلاف عادت فجر کی نماز مختصر پڑھائی تھی اور نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ چلو ہم اپنے دولہا دلہن سے ملاقات کریں مسلمان یہ سن کر حیران ہوئے۔ جب حضرت عمر اور دوسرے مسلمان ان دونوں کے استقبال کے لئے نکلے اور ان کی ملاقات ان دونوں سے ہو گئی تو مسلمانوں نے پوچھا کہ آپ کو ان کے آنے کا علم کیسے ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رات کو خواب میں حضور اکرم ﷺ نے اس نوجوان اور اس کی بیوی کا پورا ماجرا سنایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولیمے کا اہتمام فرمایا اور ان دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھایا اور ان

دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد دی جو نیک صالح تھی اور ان کی زندگی میں جوان ہو کر جہاد کرتی رہی اور صاحب اولاد ہوئی۔ (زہر الکمال)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ماضی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں گئیں مگر وہ اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ (المستدرک)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکایا گیا مگر وہ اپنے دین سے نہیں پھرے۔

(بخاری)

فائدہ: قاضی افریقہ عبدالرحمن بن زیادؒ کو رومیوں نے قید کر لیا جب کچھ مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ پڑھے۔

﴿الله الله ربی لا اشرك به شيئاً ولا اتّخذ من دونه وليا﴾ [اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ اس کے علاوہ کسی کو اپنا یار و مددگار بناتا ہوں] مجھے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ان کے سردار نے دیکھ لیا اور کہنے لگا عربوں کے سردار کو آگے لے آؤ پھر اس نے کہا کیا تم نے یہ الفاظ پڑھے ہیں؟ اور اس نے میرے الفاظ دھرائے میں نے کہا ہاں اس نے کہا تم نے یہ کہاں سے سیکھے ہیں؟ میں نے کہا ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ان کا حکم فرمایا ہے اس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں ہمیں اس کا حکم دیا ہے پھر اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے

اگر تو میدان جنگ کی موت اور گرفتاری سے بچ کر بھاگ آیا ہے تو تب بھی موت اپنے وقت پر تجھے آنی ہی ہے اور تو اپنے مقررہ سانسوں سے ایک سانس بھی زیادہ نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (جمعہ۔۸)

کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آکر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں سب بتائے گا۔

یاد رکھو! تم جس شہادت سے بھاگ رہے ہو اس میں تو تمہارے لئے سکرات الموت [یعنی موت کی سختی] سے نجات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کیا کرو اگر ان باتوں میں کچھ عبرت ہو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان میں آئے اور انہوں نے کہا کیوں نہ ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ وہ کچھ مردوں کو زندہ فرمادے تاکہ وہ ہمیں موت کے بارے میں بتائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ابھی وہ دعاء کر رہے تھے کہ ایک شخص جس کے سر کے بال کالے اور آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک موت کی حرارت مجھ سے دور نہیں ہوئی دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے واپس میری سابقہ حالت پر لوٹا دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ورواہ احمد)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مرنے والے کے ایک بال برابر درد کو آسمان وزمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب مر جائیں گے۔

(ابن ابی الدنیا فی کتاب الموت)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے اگر تم شہید نہ ہوئے [تب بھی] مر جاؤ گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے فرشتے کو دیکھنا تلوار کے ہزار وار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

ایک روایت میں آیا ہے کہ موت تلواروں کے وار اور آری کے چیرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (التذکرہ للقرطبی)

☆ شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں مومن کے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز موت ہے اور وہ آری سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور دیگ میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اگر کسی مردے کو زندہ کر دیا جائے اور وہ دنیا والوں کو موت کی سختی کے بارے میں بتادے تو وہ عیش کرنا اور نیند کرنا بھول جائیں گے۔ (احیاء علوم الدین)

☆ ایک روایت میں ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو وہ پگھل جائیں گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے کعب ہمیں موت کے بارے میں بتایئے۔ حضرت کعب نے فرمایا۔ اے امیر المومنین وہ اس طرح ہے جیسے ایک زیادہ کانٹوں والی شاخ کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کر دی جائے اور ہر کانٹا کسی ایک رگ میں گھس جائے پھر اس شاخ کو [اس کے منہ سے] کوئی سخت کھینچنے والا شخص کھینچے، وہ جو کچھ ساتھ لا سکے لے آئے اور جو نہ لا سکے وہ باقی رہ جائے۔ (احیاء علوم الدین)

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے!

ذرا غور کر تو شہادت کی لذیذ موت کو چھوڑ کر کس موت کی طرف بھاگ رہا ہے۔ یاد رکھ۔ موت کی سختی کے بارے میں تو نے پڑھ لیا اور موت کے بعد کے مناظر بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور قبر کے عذاب کے بعد حشر کے دن کا منظر بھی بہت دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ

اللّٰهِ شَدِيْدٌ. (الحج۔۲)

(اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔

دیکھ کتنا بڑا فرق ہے اس دردناک موت کو پانے والوں اور ان کے درمیان جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا ہے:

اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (آل عمران۔۱۶۹۔۱۷۰)

(شہداء) اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

شہداء موت کی سختی اور اس کے بعد کی شدت سے محفوظ رہیں گے اور جنت کے اعلیٰ مقامات میں حسین و جمیل حوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں میں ٹھاٹھ کی زندگی گزاریں گے مرنے کے بعد ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنتوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہ شہادت کا ایسا لطف پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں واپس آکر دوبارہ شہید ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ کتنی محرومی کی بات ہے کہ ایک مسلمان اس طرح کی نعمتوں کو پانے کا موقع ضائع کر دے اور جہاد سے محروم ہو کر ذلت میں پڑ جائے۔ معلوم نہیں جہاد سے بھاگنے والا یہ شخص کل اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟ جب اس سے پوچھا

جائے گا کہ تو نے تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دی تھی مگر پھر یہ جان دینے سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کا راستہ دیا مگر تو اس راستے سے ہٹ گیا۔ اے پروردگار تیرے ہی ہاتھ میں دلوں کی لگام ہے ہم تجھ سے جہاد میں ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے اپنے راستے کی پسندیدہ شہادت کی بھیک مانگتے ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

[اس باب میں مصنفؒ نے اتنا کچھ بیان فرمادیا ہے جو ایک کمزور سے کمزور مسلمان کو جہاد پر کھڑا کرنے کے لئے کافی ہے اس باب میں مذکورہ روایات اور احکام کو بار بار پڑھنا چاہئے اور دل میں بٹھانا چاہئے مجاہدین کے لئے یہ بات تقویت کا باعث ہوگی کہ وہ کسی جگہ جنگ میں جانے سے پہلے اس باب کی تعلیم کرالیا کریں اور اپنے ایمان اور عزم کی تجدید کرلیا کریں البتہ گوریلا کاروائیاں کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حملہ کر کے اور اپنا کام کر کے جلد پیچھے ہٹنے کی کوشش کیا کریں کیونکہ یہ ان کی جنگ اور لڑائی کا ایک حصہ ہے۔ اور وہ مسلمان بھائی جنہوں نے مستقل طور پر میدان جنگ کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے اور ان کے دل میں جہاد کرنے کا خیال تک نہیں آتا، انہیں بھی چاہئے کہ اس باب کو بار بار پڑھیں اور اپنے مردہ ضمیر کو زندہ کرنے اور سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کریں اور اپنے دل ودماغ سے غفلت اور بزدلی کی چربی پگھلانے کے لئے قرآن وسنت کے ان ایمانی حرارت والے فرمانوں کو پڑھیں اور سنیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوگا۔ یاد رکھئے۔ جو شخص، اپنے جرم اور بیماری کا اعتراف کرلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علاج اور بخشش کا فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے جرم کو جرم ہی نہ سمجھے وہ ہمیشہ غفلت کے راستوں میں دھکے کھاتا رہتا ہے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی آنکھیں عطاء فرما جو ہمیں اپنے عیوب، اپنی بیماریاں اور اپنے جرائم دکھا سکیں اور ہمیں توبہ کی توفیق عطاء فرما۔ آمین]

چھبیسواں باب

درست نیت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا
نیز مختلف نیتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ. (الزمر۔۳) دیکھو خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے (زیبا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۲) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ. (بینہ۔۵) اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے۔ جس کی اس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اپنی نیت کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو وہ [اجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی] اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کی اس نے نیت کی۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور بہت سے میدان جنگ میں قتل ہونے والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد مرسلا)

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جتنا بھی [جہاد میں] چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں عبور کی ہیں۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو [اس سب کے اجر میں] تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا مدینہ میں رہنے کے باوجود [وہ اجر میں شریک تھے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ میں رہنے کے باوجود [وہ اجر میں شریک ہیں کیونکہ] انہیں عذر نے روک لیا تھا [یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سچی نیت رکھتے تھے مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے] (بخاری)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اجر ملتا ہے ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اجر ملتا ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے مجاہد کا اجر ملتا ہے لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں۔ جبکہ مجاہد کو اس کا اجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے (تفسیر قرطبی مختصرا)۔ اس بارے میں مزید تفصیلات انشاء اللہ ستائیسویں باب میں آئیں گی۔

☆حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک آدمی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو [طبعی] بہادری کی وجہ سے یا غیرت کی وجہ سے یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے

لڑے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص [قومی] غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے آپ ﷺ نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتائیے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبد اللہ بن عمرو اگر تم نے ڈٹ کر اللہ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا اور اگر تم نے جہاد کیا ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبد اللہ بن عمرو تم نے جس حال [یعنی نیت] پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت [اور نیت] پر اٹھائے گا۔

(ابوداؤد۔ بیہقی۔ المستدرک)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے [یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اس [سوال کرنے والے] شخص سے کہا جاؤ دوبارہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھو شاید تم انہیں اپنی بات [صحیح طرح سے] سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے [حاضر خدمت ہو کر] عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسکے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا

تم رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن حبان۔ المستدرک)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا [یا رسول اللہ] آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جہاد میں اجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا تذکرہ کیا جائے۔ ایسے شخص کو کیا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ اس شخص نے یہی سوال تین بار دھرایا اور ہر بار رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اس کی رضاجوئی کے لئے کیا جائے۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

[تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔]

☆ حضرت ابو ذرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ ایک شخص [جہاد میں] اجر بھی چاہتا ہے اور تعریف بھی [یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملے اور لوگ میرے جہاد اور میری بہادری کی تعریف کریں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اتنا لڑے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ عمر بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا میں جہاد میں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں اور اسی نیت سے نکلتا ہوں لیکن جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری جنگ اور میری بہادری دیکھی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا: پھر تو تم ریاکار آدمی ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ مرہؒ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ ایسے افراد کا تذکرہ کیا جو اللہ کے راستے میں مارے گئے تھے، اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم دیکھتے اور سمجھتے ہو [بلکہ] جب لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور ہر شخص کا مقام [اور مرتبہ] لکھا جاتا ہے کہ فلاں دنیا کے لئے مارا گیا۔ فلاں حکومت [اور عہدہ] کے پانے کے لئے مارا گیا فلاں لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے مارا گیا اور فلاں اللہ کی رضا کے لئے مارا گیا۔ پس جو شخص اللہ کی رضا کے لئے شہید ہوا اسی کیلئے جنت ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد [حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] نے ارشاد فرمایا تم لوگ یہ گواہیاں دینے سے پرہیز کرو کہ فلاں فلاں شہید ہوئے ہیں [یعنی ہر کسی کو شہید کا لقب نہ دیا کرو] کیونکہ بعض لوگ قومی غیرت میں لڑتے ہیں۔ بعض لوگ بہادری کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ [یعنی ان کی طبعی بہادری انہیں لڑنے پر مجبور کرتی ہے]۔ [یہ سارے لوگ جب مارے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوتا] لیکن میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جن [کی شہادت] پر تم گواہی دے سکتے ہو ایک بار حضور اکرم ﷺ نے ایک سریہ بھیجا [اس لشکر کو روانہ ہوئے] زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے بھائیوں کا مشرکوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے اور وہ سارے شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے رب ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم راضی ہو چکے ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو چکا ہے اور میں [یعنی حضور اکرم ﷺ] ان کا پیغام تمہیں پہنچانے والا ہوں کہ بے شک وہ راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا۔

(المستدرک)

☆ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے وہ لوگ آپس میں اس لشکر کا تذکرہ کر رہے تھے جو اللہ کے راستے میں مارا گیا تھا ان میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ [یعنی لشکر والے] اللہ کے کام کے لئے نکلے اور اس کے راستے میں مارے گئے یقیناً ان کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو گیا ہے۔ کسی اور نے کہا ان کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور ان کو وہی کچھ ملے گا جس کی انہوں نے نیت کی ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا تم لوگ کیا بات کر رہے ہو انہوں نے اپنی پوری بات چیت سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ریاکاری یعنی دکھلاوے کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر جنگ مسلط ہو جاتی ہے اور ان کے لئے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں یہی لوگ شہداء ہیں اور ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا اور [illegible] قسم کسی کو پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا ہو کہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ المستدرک)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور سوائے ایک رسی [پانے] کے اور کسی چیز کی نیت نہیں کی تو اسے وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔

(نسائی۔ المستدرک)

[یعنی اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا بلکہ جس حقیر دنیا کی اس نے نیت کی ہے اسے وہی مل جائے گی]

☆ حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے

مجھے جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میں بوڑھا آدمی تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو جہاد میں میرے کام آسکے اور میں اسے اپنے مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دے دوں چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کیا پتہ آپ کو کتنا حصہ ملے گا پھر اس میں سے میرا کتنا حصہ بنے گا آپ میرے لئے کچھ مقرر کر دیں۔ غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے [مجھے میری مقرر مزدوری مل جائے] میں نے اس کے لئے تین دینار مقرر کر دیئے۔ جب مال غنیمت مل گیا تو میں نے اس کے لئے حصہ نکالنا چاہا تو مجھے تین دینار والی بات یاد آگئی۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے سارا معاملہ پیش فرمایا [کہ اس آدمی کو تین دینار ہی دوں یا مال غنیمت میں سے بھی اسے حصہ دوں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تین دینار جو اس نے مقرر کیے تھے ان کے علاوہ اس شخص کے لئے اس جہاد میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں [یعنی اسے صرف تین دینار ہی ملیں گے اجر یا غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا] (ابوداؤد۔ بیہقی۔ المستدرک)

☆ ابو العجفاء السلمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد میں قتل ہونے یا انتقال کر جانے والوں کے بارے میں کہتے ہو کہ فلاں شخص مارا گیا وہ شہید ہے فلاں شخص کا انتقال ہوا وہ شہید ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر سونا چاندی لاد رکھا ہو اور وہ تجارت کی نیت سے نکلا ہو اس لئے تم یہ نہ کہا کرو کہ فلاں شہید ہے بلکہ تم کہا کرو جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص [بھی] اللہ کے راستے میں مارا گیا یا اس کا انتقال ہوا وہ جنتی ہے۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن اقیش کے نام جاہلیت کا کچھ سود تھا [جو لوگوں نے انہیں دینا تھا] چنانچہ انہوں نے یہ سود وصول کرنے سے پہلے اسلام قبول کرنے کو اچھا نہ سمجھا یہاں تک کہ احد کی لڑائی کا دن آگیا انہوں نے لوگوں

سے پوچھا میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں لوگوں نے کہا وہ احد کی لڑائی میں گئے ہیں انہوں نے پوچھا فلاں آدمی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ بھی غزوہ احد میں گیا ہے انہوں نے کچھ اور لوگوں کے بارے میں پوچھا تو وہی جواب ملا۔ یہ سنکر انہوں نے زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں نے جب انہیں [میدان جنگ میں اپنے ساتھ] دیکھا تو کہنے لگے اے عمرو ہم سے دور رہو۔ انہوں نے فرمایا میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخمی ہوگئے اور اٹھا کر گھر لائے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ [جوان کے رشتے دار تھے] تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا ان سے پوچھو کہ قومی غیرت کی وجہ سے نکلے یا اللہ اور رسول کے لئے غیرت کھا کر نکلے تھے؟ انہوں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کے لئے غیرت کھا کر نکلا تھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہوگئے حالانکہ انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ (ابوداؤد۔ المستدرک)

[یعنی درست نیت سے انہوں نے جہاد جیسا عظیم عمل سرانجام دیا اور کامیاب ہو گئے حالانکہ انہیں نماز تک کا موقع نہیں ملا تھا]

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد دو طرح کا ہے۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور فساد سے بچا تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے اور جس نے فخر اور ریاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لوٹے گا۔

(ابوداؤد۔ نسائی۔ المستدرک)

[برابر سے مراد یہ کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان، نہ ثواب ملے نہ گناہ لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا یعنی وہ گھاٹے میں رہے گا اور گناہگار ہوگا]۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید ہوا تھا۔ اسے حاضر کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا وہ کہے گا میں نے آپ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جھوٹے ہو تم نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ [دنیا میں تمہیں] کہا گیا پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم دیں گے چنانچہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی معاملہ اس عالم اور سخی کے ساتھ بھی کیا جائے گا جنہوں نے ریاکاری کے لئے عمل کیا ہوگا۔ (مسلم ونسائی مختصرا)

[یعنی قیامت کے دن دوزخ کی آگ سب سے پہلے انہیں تین افراد سے بھڑکائی جائے گی جنہوں نے جہاد، علم اور سخاوت جیسی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرنے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہوگا۔ العیاذ باللہ]

☆ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی روایت حضرت شفی الاصبحی کو سنائی اور سنانے سے پہلے کئی بار ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرہ مخلوق میں سے یہ تین آدمی [یعنی ریاکار شہید، ریاکار عالم اور ریاکار سخی] وہ ہیں جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ شفیؒ جو حضرت معاویہؓ کے محافظ دستے کے رکن تھے جب حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تو ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی یہی روایت سنائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ان تین کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اتنا سخت روئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ شاید جان دے بیٹھیں گے اور لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص برائی لے کر آگیا۔ پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہوا تو آپؓ نے اپنا چہرہ صاف کیا پھر کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (ھود۔۱۵۔۱۶)

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ترمذی)

فصل

ہم نے پڑھ لیا کہ عبادات کے قبول ہونے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے اخلاص نیت شرط ہے پھر وہ عبادت جس میں ریاکاری اور نفاق شامل ہو ضائع ہو جاتی ہے فرق اتنا ہے کہ دوسری عبادات میں اگر ایک بار ریاکاری ہو گئی تو اگلی بار انسان مکمل اخلاص کے ساتھ اس عمل کو سرانجام دے کر پچھلی غلطی کی بھی تلافی کر سکتا ہے لیکن جہاد میں اگر ریاکاری اور نفاق شامل ہو گیا اور انسان کی جان چلی گئی تو اب تلافی کا بھی موقع نہیں ملے گا۔

اس لئے جہاد میں خصوصی طور پر نیت کو درست اور خالص رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر خدانخواستہ اس میں کوئی نقصان ہو گیا تو پھر وہ نقصان ہمیشہ کا عذاب اور وبال بن جائے گا۔ آیئے جہاد کی مختلف نیتوں اور ان کے احکامات کو مختصر مگر جامع طور پر بیان کرتے ہیں۔

جہاد کی نیتیں بہت زیادہ ہیں کیونکہ لوگ مختلف نیتوں اور مختلف مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ ان سب نیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ وہ نیتیں اور

مقاصد جو عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں ہم انہیں کو ان کے احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

(۱) بعض لوگ جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بندہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر اس کا حکم ماننا لازم ہے یعنی یہ لوگ بندگی کے لئے جہاد کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن کی آخرت میں ملنے والے اجر وثواب یا عذاب کی طرف توجہ تک نہیں جاتی۔ یہ نیت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

واقعہ: اس نیت سے جہاد کرنے والے ایک مجاہد کا واقعہ علامہ ابن جوزیؒ نے عباس بن یوسفؒ سے نقل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ مسیرۃ الخادم نے ہمیں بتایا کہ ہم جہاد میں مشغول تھے ہم نے صفوں کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا جس نے دشمن کے میمنہ [دائیں بازو] پر حملہ کیا اور اسے پیس ڈالا پھر اس نے میسرہ [یعنی لشکر کے بائیں جانب] پر حملہ کیا اور اسے بھی کچل دیا۔ اس نوجوان نے سر پر لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے لشکر کے قلب پر حملہ کیا اور اسے بھی الٹ دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے۔ [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے خوش نصیب تو اپنے رب سے اچھا گمان کر
یہ وہ ہے جس کی تو اس کے لئے تمنا کرتا ہے
اے جنت کی حورو ہم سے دور ہٹ جاؤ
ہم نے نہ تمہارے لئے جہاد کیا ہے اور نہ تمہارے لئے کسی کو قتل کیا ہے
ہم تو بس اپنے آقا کے مشتاق ہیں
جو ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ کو بھی

پھر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

میں امید رکھتا ہوں اور میری امید ناکام نہیں ہوئی
کہ آج کے دن کی محنت اور تھکاوٹ ضائع نہ ہو

اے وہ[اللہ] جس نے جنت کے محلات کو خوبصورت حوروں سے بھر دیا

تیرے بنانہ تو یہ مرغوب ہیں اور نہ کسی عیش والی چیز میں لطف ہے

پھر اس نے حملہ کیا اور کافی تعداد میں کافروں کو قتل کر کے پھینک دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے[جن کا مفہوم یہ ہے]

اے میری جنت کی حور رک جا اور سن
ہم نے تیری خاطر جہاد نہیں کیا تو واپس لوٹ جا
تو جلدی جنت کی طرف لوٹ جا اور
خواہش نہ کر، خواہش نہ کر، خواہش نہ کر۔

اس کے بعد اس نے پھر حملہ کیا اور [اللہ کا یہ سچا عاشق] لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

(جوہرۃ الزمان)

(۲) بعض لوگ "اسلامی غیرت" اللہ کے کلمے کو بلند کرنے اور اللہ کے دین کو عزت دلانے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ یہ دونوں نیتیں [یعنی پہلی اور دوسری] بلاشبہ بہت اعلیٰ درجے کی نیتیں ہیں اور ان کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ دونوں نیتیں اللہ کے ہاں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہیں لیکن مجاہد کو چاہئے کہ اپنے عمل کو چھپانے اور فخر نہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنے تذکرے کے شوق میں مبتلا نہ ہو اور اپنے جہاد کو اللہ سے اجر پانے کا ذریعہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھے تب جا کر معلوم ہو گا کہ واقعی وہ ان دو نیتوں میں سے کسی ایک کیساتھ جہاد کر رہا تھا۔

(۳) بعض لوگ صرف جنت، اس کی حوریں اور وہاں کی نعمتیں پانے اور دوزخ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور ان کے دل ودماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ یا نیت نہیں ہوتی۔ یہ نیت عام طور پر مجاہدین میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اتنی نیت شہادت کا مقام پانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ

ہے کہ یہ نیت بھی بالکل درست ہے۔ اور اس نیت سے جہاد کرنے والے بے شک کامیاب ہیں۔ میں نے اس مسئلے کے بارے میں ۷۹۵ھ میں اپنے بعض مشائخ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ نیت بلاشبہ درست ہے۔ ویسے بھی اگر دلائل پر غور کیا جائے تو خود اللہ تعالیٰ نے جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (توبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (الصف۔۱۰۔۱۱۔۱۲)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے بھی جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

☆ امام تقی الدین ابن دقیق العیدؒ نے اسی مسئلے میں بطور دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے تو ایک صحابیؓ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ جنت پانے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

[یہ روایت بحوالہ صحیح مسلم پہلے گزر چکی ہے]

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ شریعت نے یہ بات کھل کر سمجھا دی ہے کہ جنت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اعمال کی ترغیب دینے کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دے اور پھر اس چیز کی نیت کو غلط قرار دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جاسکتی ہے لیکن اس نیت کو غلط کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ (احکام الاحکام)

[اس نیت کے درست ہونے پر مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمایئے]

☆ حضرت شداد الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اتباع اختیار فرمائی پھر انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا حضور اکرم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کو اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب خیبر کی لڑائی ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کو مال غنیمت ملا تو آپ نے اسے صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمایا اور ان [اعرابی] کے لئے بھی حصہ رکھا وہ اس وقت اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا جب وہ واپس لوٹے تو ساتھیوں نے انہیں ان کا حصہ دیا تو انہوں نے

پوچھا یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے حصہ نکالا ہے۔ وہ یہ مال لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مال غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے لئے تو آپ کے ساتھ نہیں آیا بلکہ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ مجھے یہاں حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچا کرے گا تھوڑی دیر بعد دشمنوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ ان کو اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لائے انہیں اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا یہ فلاں ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ سے سچ بولا۔ اللہ نے اسے سچا کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے جبے میں کفن دیا پھر آپؐ نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور نماز کے دوران آپ ﷺ کی دعاء میں یہ الفاظ سنے گئے۔ اے میرے پروردگار یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہوا میں اس کے لئے گواہی دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان صحابی نے جنت کی نیت فرمائی تھی اگر یہ نیت غلط ہوتی تو حضور اکرم ﷺ ان کی اصلاح فرماتے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے تو ان کے لئے گواہی دے کر اس نیت کے درست ہونے پر مہر لگا دی ہے۔

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول ہونے والے تین طرح کے ہیں (۱) وہ مرد مومن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو ان سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہ وہ چنا ہوا شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ کی جنت میں ہوگا اور انبیاء کرام اپنے درجہ نبوت کی وجہ سے ہی اس سے افضل ہوں گے (۲) وہ شخص جس نے غلطیاں اور گناہ کئے [پھر] اس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا جب اس کا دشمن سے سامنا

ہوا تو وہ لڑتے ہوئے مارا گیا یہ قتل اس کے لئے پاکی ہوگی اور اس کے سارے گناہ مٹ جائیں
گے بے شک تلوار گناہوں کو دھو دینے والی ہے۔ یہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے
گا داخل کیا جائے گا بے شک جنت کے دروازے آٹھ ہیں جبکہ جہنم کے سات اور ان میں سے
بعض دروازے [اور درجے] بعض سے بڑھ کر ہیں (۳) وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے
ساتھ جہاد کرتا ہے اور جب دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ دوزخ میں
جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں دھوتی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ مسند احمد)

اس روایت میں دوسرے نمبر والا شخص وہی ہے جو گناہوں اور خطاؤں کے ڈر سے
جہاد میں نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔

[مصنفؒ نے اس موضوع پر اور بھی کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو پہلے بھی گزر
چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب اور جنت کی امید میں اور اللہ تعالیٰ کے
عذاب اور دوزخ کے خوف سے جہاد کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس نیت کے بارے میں کسی طرح
کے شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو شخص جنت کی طلب میں جہاد کرتا ہے یقینی بات
ہے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے تبھی تو جنت کو مانتا ہے ورنہ اس نے خود تو جنت نہیں دیکھی
اسی طرح اسے اللہ سے محبت ہے تبھی تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی جنت پانے کے لئے جان و مال کا
نذرانہ لے کر نکلتا ہے۔ اسی طرح وہ بندگی کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
جنت حاصل کرنے، ڈھونڈنے اور پانے کا حکم دیا ہے اور اس کے لئے محنت کرنے کی ترغیب
دی ہے چنانچہ ایک سچا بندہ جنت کی جستجو کو اپنی بندگی کے لئے لازم سمجھتا ہے اسی طرح دوزخ
سے ڈرنا اور اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا بھی اللہ پر یقین اللہ سے محبت اور اللہ کی
بندگی کی نشانی ہے یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کے دلائل یا بحث کی گنجائش
نہیں ہے جہاں تک بعض مغلوب الحال اور نشہ توحید میں غرق صوفیاء اور مجاہدین کے ان
اقوال کا تعلق ہے۔ جن میں وہ جنت اور اس کی حوروں سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں

رغبت کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ایک خاص کیفیت ہے جو کسی کسی پر طاری ہو جاتی ہے اور یہ
بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی ہو کیونکہ بعض لوگوں کا نفس حوروں اور
جنت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگتا ہے ایسے لوگ اپنی اصلاح کے لئے
حوروں اور جنت سے بے رغبتی اور اللہ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاں بعض
لوگوں کی یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اور محبوب حقیقی کے
درمیان کسی طرح کا حجاب برداشت نہیں کرتے۔ بہرحال شریعت کے احکام کا تعلق کیفیات
سے قطعاً نہیں ہے۔ قرآن و حدیث جنت اور جہنم کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں اور
مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں جنت کی طلب اور تڑپ اور جہنم کا خوف پیدا ہو چنانچہ جن کو اللہ
اور اس کے رسول پر یقین ہوتا ہے ان میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور
جنہیں اللہ اور اس کے رسول پر یقین ہی نہیں ہوتا وہ اس سے محروم رہتے ہیں معلوم ہوا کہ
جنت کا شوق اور اسکی طلب پیدا کرنا مقصود ہے چنانچہ اس کی نیت سے کئے جانے والے اعمال
بلاشبہ مقبول اعمال ہوتے ہیں]۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان تین نیتوں کے درست ہونے میں کسی طرح کا کوئی
شبہ نہیں ہے البتہ پہلی دو نیتیں تیسری نیت کی بنسبت زیادہ افضل ہیں [چنانچہ مجاہدین کو
پہلی دو نیتیں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے]۔

(۴) کچھ لوگ وہ ہیں جن پر اگر جنگ مسلط ہو جائے تو پھر وہ سینہ تان کر لڑتے
ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے اور ان کی نیت اپنا دفاع کرنے کی ہوتی ہے یہ شخص بھی اگر مارا گیا
تو شہید ہوگا کیونکہ جب ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے تو اس کے
شہید ہونے میں کیا شبہ ہے جسے دشمنان اسلام نے قتل کیا ہو لیکن اس صورت میں وہ آدمی
جو جانتا ہو کہ گرفتار ہونے کی صورت میں وہ قتل نہیں کیا جائے گا اگر پھر بھی وہ گرفتار ہونے
کی بجائے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے اس آدمی سے افضل ہے جسے معلوم ہو کہ گرفتاری کی

صورت میں وہ مارا جائے گا لیکن وہ آدمی جس کے لئے میدان سے فرار جائز نہ ہو اگر فرار ہوتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہے اگرچہ دنیاوی طور پر شہید کے احکام اس پر جاری ہوں گے [یعنی غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا] چونکہ میدان جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور اس سے حضور اکرم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے اس لئے جو اس کا مرتکب ہو گا وہ شہادت کا مقام نہیں پائے گا۔

(۵) کچھ لوگ جہاد میں صرف مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی نیت سے نکلتے ہیں ان کی نیت قتل ہونے یا قتل کرنے کی نہیں ہوتی۔ یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہو گا کیونکہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (۱) وہ شخص جو جان ومال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ نہ لڑنے کی نیت رکھتا ہے نہ مارے جانے کی۔ بس وہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے۔ یہ شخص اگر [جہاد میں] انتقال کر گیا یا مارا گیا تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچالیا جائے گا اور وہ قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کر دی جائے گی اور اسے کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر ہمیشگی اور وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ یہ مکمل حدیث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

(البزار۔ بیہقی فی الشعب۔ الترغیب والترہیب)

(۶) وہ شخص جو جہاد کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے اور غنیمت حاصل کرنا بھی۔ اور اگر کہیں پر صرف جہاد کے لئے نکلنا پڑے اور غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ گھر نہیں بیٹھتا بلکہ جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ البتہ اگر اسے ایسی دو جگہوں پر جہاد کا اختیار دیا جائے جن میں سے ایک جگہ زیادہ مال غنیمت ملتا ہے تو وہ زیادہ مال غنیمت والی جگہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح کی نیت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ نیت فاسد اور غلط ہے اور ایسی نیت کرنے والا سزا کا مستحق ہو گا کیونکہ اس نے آخرت کے عمل میں دنیا کی نیت شامل کر لی ہے۔

جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک یہ نیت درست ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام غزالیؒ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر مجاہدین جہاد اور غنیمت کے درمیان فرق نہیں کر سکتے کیونکہ جہاد میں بکثرت غنیمت ملتی ہے چنانچہ ان کا مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے جبکہ غنیمت کا خیال بطور تابع کے ہوتا ہے اسی لئے اگر اسے غنیمت نہ بھی ملے تب بھی جہاد نہیں چھوڑتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا ثواب اس آدمی سے کم ہوتا ہے جو بالکل غنیمت کی طرف التفات ہی نہیں کرتا کیونکہ غنیمت کی طرف تھوڑا سا دھیان جانا بھی بہر حال ایک نقصان کی بات ہے۔" (احیاء علوم الدین)

امام غزالیؒ کے اس قول سے یہی ثابت ہوا کہ یہ نیت بھی درست ہے اور جو اس نیت سے نکل کر مارا جائے وہ شہید ہو گا لیکن اس کا رتبہ پہلی تین نیتوں والوں سے کم ہو گا۔

امام قرطبیؒ نے بھی اس نیت کو درست قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے بطور ثبوت غزوہ بدر کا واقعہ پیش فرمایا ہے کہ اس دن ابو سفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کا ارادہ تھا اور یہ بھی کہ مال غنیمت ایک حلال مال ہے۔ اور جن احادیث میں دنیا کی طلب کے لئے لڑنا منع ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر صرف مال غنیمت ہی کی نیت ہو اور کوئی دینی مقصد نہ ہو تب وہ جہاد درست نہیں ہو گا۔ (تفسیر القرطبی)

☆ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام قرطبی کی دلیل بہت اچھی [اور سمجھ میں آنے والی] ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک قافلے پر حملے کے لئے بھیجا تھا۔ اس قافلے میں صفوان بن امیہ، حاطب بن عبد العزی

اور عبداللہ بن ابو ربیعہ تھے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ مال اور تیس ہزار درہم کی مقدار چاندی تھی اور ان کا رہبر فرات بن حیان تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نجد میں قردنامی مقام پر اس قافلے پر حملہ فرمایا آپ اس قافلے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے لیکن دشمن کے بڑے بھاگ گئے صحابہ کرامؓ مال غنیمت لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے اس میں سے بیس ہزار درہم خمس نکالا اور باقی مال [اسی ہزار درہم] مجاہدین میں تقسیم فرمادیا فرات بن حیان جو گرفتار ہوئے تھے وہ مسلمان ہوگئے۔

(طبقات ابن سعد)

اسی طرح یہ بات بھی اس نیت کی درستگی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ایمان والوں کو خود مال غنیمت کی ترغیب دی ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا. (الفتح۔۲۰)

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم لوگے۔

اس نیت کے درست ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مشرکین کے اموال، مویشی اور تجارتی قافلوں پر حملے کے لئے باقاعدہ کئی بار سریے روانہ فرمائے صحابہ کرام کی یہ جماعتیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لئے اور مشرکین سے ان کے اموال چھیننے کے لئے حملہ کرتی تھیں بعض اوقات انہیں فتح ملتی تھی اور وہ مال و دولت پر قبضہ کر لیتے تھے جبکہ بعض اوقات اس کے برعکس معاملہ ہوتا تھا اور ان میں سے کئی حضرات شہید ہو جاتے تھے جیسا کہ سیر اور مغازی کی کتابوں میں تفصیلی واقعات مذکور ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب مشرکوں پر حملہ فرماتے تھے اور مشرک شکست کھا کر بھاگ جاتے تھے تو صحابہ کرامؓ ان کا پیچھا کرنے کی بجائے ان کے اموال لے کر واپس آجاتے تھے۔

امام ابوداؤدؒ نے [اپنی مشہور کتاب] سنن ابی داؤد میں باب باندھا ہے۔ "باب اس

شخص کے بارے میں جو اجر اور غنیمت دونوں کی نیت سے جہاد کرتا ہے" اس کے بعد انہوں نے یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا تاکہ ہم مال غنیمت حاصل کریں [مگر] ہم بغیر غنیمت حاصل کئے واپس آگئے اور مشقت کے آثار ہمارے چہروں پر نظر آرہے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ کہ ہمیں غنیمت پانے کے لئے بھیجا ہمارے موقف کی دلیل بنتے ہیں جہاں تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا تعلق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے جو جہاد میں دنیا کمانے کی نیت سے نکلے ارشاد فرمایا: لا اجر لہ کہ اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ امام ابوداؤد نے یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن حوالہ والی روایت سے پہلے ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو جہاد میں صرف دنیا کمانے کی نیت سے نکلتا ہے اور وہ اللہ کی رضا کی نیت نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حوالہ کی روایت لا کر یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص اللہ کی رضا کی نیت بھی رکھے اور غنیمت بھی چاہتا ہو تو یہ نیت درست اور عند اللہ مقبول ہے۔

امام بیہقی نے بھی اسی طریقے سے ان دونوں احادیث کو ذکر فرمایا ہے اور اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [اس نیت کے درست ہونے پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیے]۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد کرو غنیمت پاؤ گے روزے رکھو صحت پاؤ گے، اور سفر کرو مستغنی ہو جاؤ گے۔ (الطبرانی فی الاوسط)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں قریش کے قافلے پر حملے کیلئے بھیجا۔ ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے اور ہم ساحل سمندر پر پندرہ دن پڑے رہے اور شدید بھوک کی وجہ سے پتے

کھانے پر مجبور ہوئے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر تاریکی کے ٹکڑے کی طرح فتنے چھاجائیں گے اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان فتنوں سے بچنے والا وہ شخص ہوگا جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنے مویشیوں سے حاصل شدہ روزی کھائے گا اور وہ شخص ہوگا جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوگا اور اپنی تلوار کی روزی [یعنی مال غنیمت میں سے] کھاتا ہوگا۔ (المستدرک)

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کی روزی ان کے گھوڑوں کے سموں اور نیزوں کے سروں میں رکھی ہے جب تک وہ کھیتی باڑی میں مشغول نہیں ہو جائیں گے اور جب کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے تو عام لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ہذان الحدیثان مرسلان واسناد الثانی جید)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جہاد میں نکلے تو آپ کا گزر ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ اعرابی نے خیمے کا ایک کونہ ہٹا کر پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ جہاد میں جارہے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا انہیں دنیا کا کچھ مال ہاتھ لگے گا جواب ملا ہاں انہیں غنیمت ملے گی جو مسلمانوں کے درمیان بانٹ دی جائے گی اس نے اپنے اونٹ کو لگام ڈالی اور لشکر کے ساتھ چل پڑا وہ اپنے اونٹ کو حضور اکرم ﷺ کے قریب لاتا تھا تو صحابہ کرامؓ اس کے اونٹ کو حضور اکرم ﷺ سے دور ہٹاتے تھے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس نجدی کو میری طرف آنے دو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ

مسلمانوں کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ اعرابی [لڑتا ہوا] شہید ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ تشریف لائے اور اسکے سر کے پاس خوشی سے مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے پھر اچانک آپ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا ہم [صحابہ کرامؓ] نے عرض کیا ہم نے آپ کو خوشی سے مسکراتے دیکھا پھر آپ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا مسکرانا اور خوش ہونا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعزاز واکرام کو دیکھ کر تھا اور چہرہ میں نے اس لئے پھیر لیا کہ اس کی بیوی حور عین اس وقت اس کے سر کے پاس ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ان روایات سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اگر جہاد میں مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ساتھ غنیمت کا بھی ارادہ ہو تو یہ نیت درست ہے لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ غنیمت کو پانے یا اس کا ارادہ رکھنے سے جہاد کے اجر میں کمی آجاتی ہے جیسا کہ پہلے صحیح احادیث گزر چکی ہیں کہ جسے مال غنیمت مل جاتا ہے اسے اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں مل جاتا ہے اور جن کو مال غنیمت نہیں ملتا وہ اپنا پورا اجر پالیتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمارے اسلاف میں سے کئی حضرات مال غنیمت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے ان میں حضرت ابراہیم بن ادھم بھی تھے وہ جہاد کرتے تھے مگر مال غنیمت نہیں لیتے تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کیا آپ کو اس کے حلال ہونے میں شک ہے تو فرماتے تھے زہد تو حلال ہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کے کسی مجاہد نے اشعار کہے [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے مالک کی بیٹی اگر تو نہیں جانتی تو لشکر والوں سے کیوں نہیں پوچھتی
وہ تجھے بتائیں کہ میں جنگ کے وقت لڑائی پر چھاجاتا ہوں لیکن مال
غنیمت سے بچتا ہوں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مال غنیمت کو دنیا سے بے رغبتی اور

آخرت کا اجر پانے کے لئے چھوڑ دینا ایک افضل عمل ہے اسی طرح اپنے دل سے مال کی لالچ نکالنے کے لئے مال غنیمت سے بچنا بھی اچھا ہے البتہ یہ یادرکھنا چاہئے کہ بعض اوقات میں بعض افراد کے لئے مال غنیمت نہ لینا افضل ہوتا ہے تو بعض اوقات میں بعض افراد کے لئے غنیمت لے لینا زیادہ افضل ہوتا ہے چونکہ اس مسئلے کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں اور حالات اور افراد کے اعتبار سے یہ مسئلہ بدلتا رہتا ہے اس لئے ہم اسے ذکر نہیں کر رہے اسی طرح یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ بعض اوقات مال غنیمت نہ لینے کے پیچھے دکھاوے اور ریاکاری کا دسیسہ چھپا ہوا ہوتا ہے اس لئے اپنی نیت کو اچھی طرح جانچنے اور درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

(۷) بعض لوگ جہاد کرتے ہیں اور ان کی نیت صرف دنیا کمانا ہوتا ہے چنانچہ اگر انہیں ایسی جگہ جہاد کے لئے بلایا جائے جہاں مال غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ تیار نہیں ہوتے ایسے لوگ اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ شہید نہیں ہوں گے اور انہیں جہاد کا اجر بالکل نہیں ملے گا اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

(۸) بعض لوگ ریاکاری اور فخر کے لئے لڑتے ہیں اور ان کے دل میں عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا خیال تک نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف مجاہد یا بہادر کہلانے کے لئے جہاد میں نکلتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی تو وہ جہاد ہی چھوڑ دیں ایسے لوگ بھی اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ ہرگز شہید نہیں ہوں گے بلکہ یہی مقتول ان تین میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی ایسا شخص اللہ کے غصے اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق ہے کیونکہ وہ ایک عبادت والا کام اللہ کے لئے کرنے کی بجائے اپنی ذات کے لئے شہرت ناموری اور فخر کے لئے کرتا ہے چنانچہ وہ ایک طرح کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شریک ہے۔

(ابن ماجہ۔ المستدرک)

جب تھوڑا سا دکھاوا شرک ہے تو پھر زیادہ دکھاوا اور وہ بھی مرتے وقت کتنا خطرناک ہوگا؟ اے اللہ ہم تیری ناراضگی والے کاموں سے پناہ مانگتے ہیں۔

(۹) اور اگر جہاد میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر بھی ملے اور لوگوں میں اس کے جہاد اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بھی چنانچہ وہ ایسی جگہ جہاد نہ کرے جہاں شہرت ملنے کا امکان نہ ہو ایسا شخص بھی شہید نہیں ہے اس بارے میں روایات پہلے گزر چکی ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اس کے دل میں اجر کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر ملے گا اور اگر شہرت کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر نہیں ملے گا لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے کیونکہ قیامت کے دن ریاکار کو کہہ دیا جائے گا کہ اپنے عمل کا اجر انہیں سے وصول کرو جن کے لئے تم نے یہ عمل کیا تھا۔(ترمذی)

(۱۰) اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد کرے تاکہ اسے بے بسی قرضے محتاجگی یا کسی مصیبت سے نجات مل جائے [یعنی وہ شخص کسی مصیبت بیماری یا قرضے میں مبتلا ہے اب وہ جہاد میں نکلتا ہے تاکہ شہید ہو کر اس کی جان چھوٹ جائے] اور اس کے دل میں اللہ کی رضا جوئی یا اس کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت ہرگز نہیں ہوتی ایسی نیت کے بارے میں بھی دو قول ہیں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ایسا شخص شہید ہوگا کیونکہ اس نے موت کے لئے غلط راستہ [خودکشی وغیرہ] چننے کی بجائے جہاد کو اختیار کیا اور اس کے دل میں ایمان پہلے سے موجود ہے بس یہی اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ لیکن ایسے شخص کو شہداء اولین مخلصین کا مقام نصیب نہیں ہوگا۔

مجاہد کے لئے اجرت یا وظیفے کا مسئلہ

[چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے ہم مصنفؒ کی تقریر کے علاوہ بعض دیگر کتب کے تعاون سے اس مسئلے کی تفصیلات کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں]

[(۱) جعل اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا امیر گھر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذمے مجاہدین کے تعاون کے لئے کچھ مال مقرر کر دے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو جہاد میں نکلنا چاہتا ہے نکلے اور جو نہیں نکلنا چاہتا وہ مجاہدین کے لئے اتنا مال دے۔ عام حالات میں یہ مکروہ ہے لیکن اگر بیت المال خالی ہو یا بیت المال ہی نہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجرت کے مشابہ ہے لیکن چونکہ جہاد کو قائم رکھنا ضروری ہے اس لئے بوقت ضرورت اس کی اجازت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے صفوان سے تیس زرہیں لی تھیں۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

(۲) اگر لوگوں پر مال کو لازم نہ کیا جائے بلکہ انہیں صرف ترغیب دی جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے بلکہ اس کے فضائل مجاہد کو سامان دینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

☆ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجاہد کو اس کا اپنا اجر ملتا ہے جبکہ مال دینے والے کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور مجاہد کا بھی۔ (ابوداؤد)

(۳) اگر کوئی شخص صرف وظیفے یا تنخواہ کے لئے جہاد میں نکلے اس طور پر کہ اگر اسے تنخواہ نہ دی جائے تو وہ جہاد نہیں کرے گا تو ایسا شخص نہ تو مجاہد ہے اور نہ مرنے کی صورت میں وہ شہید ہو گا۔

(۴) وہ شخص جو اعلان کرے کہ میں اتنے پیسے لے کر جہاد میں نکلنے کے لئے تیار ہوں کون ہے جو میری خدمات حاصل کرے یا کون شخص ہے جو اتنی رقم دے کر اپنی طرف سے مجھے جہاد میں بھیجے ایسا شخص بھی مجاہد نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی اجر یا شہادت نہیں ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص فقیر ہے اور اس کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے ایسے شخص کے لئے وظیفہ لینا جائز ہے بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اگر میرے پاس

ذاتی رقم آگئی تو میں وظیفہ نہیں لوں گا بلکہ بغیر وظیفے کے جہاد کرتا رہوں گا ایسا شخص بہر حال مجاہد ہے اور اس کے لئے اجر بھی ہے اور شہادت بھی۔

(۶) ایک آدمی جہاد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نکلتا ہے مگر پھر امیر کی طرف سے اسے جہاد کے دوران خرچہ وغیرہ یا اس کے گھر والوں کا نفقہ وغیرہ دیا جاتا ہے تو اس کے لئے یہ خرچ لینا جائز ہے لیکن اگر خرچہ نہ ملنے کی صورت میں وہ جہاد چھوڑ دے تو پھر اس کی نیت مشکوک ہے اسی طرح مالدار آدمی کو اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے خرچہ لینے سے بچنا چاہئے کیونکہ جہاد تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے اور جہاد کا مقصد جان و مال کی قربانی ہے نہ کہ مال کمانا اور جان کو پالنا۔

(۷) جو مجاہد ضرورت کی وجہ سے خرچہ لیتے ہیں ان کی مثال زبان نبوت سے ملاحظہ کیجئے:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو میری امت میں سے جہاد کرتے ہیں اور وظیفہ لیتے ہیں اور اس وظیفے کے ذریعے دشمن کے خلاف طاقت حاصل کرتے ہیں ان کی مثال حضرت موسیٰ کی والدہ جیسی ہے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھیں اور خرچہ بھی لے رہی تھیں [کیونکہ فرعون نے ان کے لئے دودھ پلانے کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا]۔

(۸) اگر کوئی آدمی اجرت لے کر میدان جہاد میں پہنچا مگر وہاں اس کے دل میں اخلاص پیدا ہو گیا تو اسے لڑنے کا اجر اور مرنے کی صورت میں شہادت کا مقام ملے گا۔

(۹) وہ شخص جسے جہاد کے کسی اور کام مثلاً سامان اٹھانے وغیرہ پر مزدور رکھا گیا مگر وہ اس کام کے علاوہ لڑائی میں بھی شریک ہو گیا تو اسے جہاد کا اجر اور شہادت کا مقام ملے گا۔ یہی حکم تاجروں اور کاریگروں کا بھی ہے۔

(۱۰) وہ مجاہد جو اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا تھا مگر پھر مال ہی اس کا مقصود بن گیا اس طور پر کہ اگر اسے مال یا وظیفہ نہ ملے تو وہ جہاد چھوڑ دے یہ وہ بدقسمت شخص ہے جس

نے اپنے عمل کو تباہ کر دیا۔ اور جہاد جیسے عظیم عمل کو حقیر دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین]

اہم فصل

وہ شخص جو اخلاص کے ساتھ نکلا تھا مگر پھر وہ دکھلاوے ریاکاری [اور شہرت پسندی] میں مبتلا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ [ہم اس مسئلے کو ترتیب سے عرض کرتے ہیں]

(۱) اگر ریاکاری اور دکھلاوے کی نیت پیدا ہونے سے پہلے وہ کچھ جہادی اعمال اخلاص کے ساتھ کر چکا ہے تو ان سابقہ اعمال کا اجر اسے ملے گا۔ لیکن اگر ان سابقہ اعمال کو بھی دکھلاوے اور شہرت کیلئے استعمال کر رہا ہے تو وہ اعمال بھی برباد اور موجود بھی برباد ہو جائیں گے۔

(۲) اگر کسی نے ریاکاری کی نیت سے پہلے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ جیسے ہی جہاد میں نکلا اور لوگوں کے اکرام کو دیکھا تو اسے لوگوں کو اپنے احوال بتلانے سے خوشی محسوس ہونے لگی اور لوگوں کی تعریف سے اسے سکون ملنے لگا اور اس کی نظر اللہ کی رضاجوئی سے ہٹ گئی تو اس کا تمام عمل برباد ہو گیا اور وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

(۳) اگر کسی کو ریاکاری کا خیال پیدا ہو گیا لیکن اس کی کارگزاری لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی مگر پھر بھی وہ جہاد میں لگا رہا تو اس کا عمل انشاء اللہ مقبول ہوگا کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کر رہا ہے۔ اسی لئے لوگوں کو اطلاع نہ ہونے کے باوجود وہ ڈٹا ہوا ہے۔

(۴) اگر اللہ کی رضا کے لئے جہاد شروع کیا تھا مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کو یہ نیت یاد نہ رہی اور نہ ہی اسکے علاوہ کوئی اور غلط نیت پیدا ہوئی تو ایسے شخص کے لئے پہلی نیت ہی کافی ہے چنانچہ اسے اجر بھی ملے گا اور شہادت بھی۔

(۵) اگر ایک شخص اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا اور لڑائی شروع ہوتے وقت

تک اس کی نیت یہی رہی مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ ڈر گیا اور اسکے دل میں بزدلی آگئی لیکن اب وہ لوگوں سے شرم کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹتا اگر اسے اندھیرا یا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بھاگنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھاگ جاتا لیکن وہ اس لئے نہیں بھاگتا کہ لوگ اسے بزدل اور شکست خوردہ بھگوڑا کہیں گے چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا تو ایسے شخص پر افسوس کے آنسو بہائے جانے چاہئیں کیونکہ اس نے محض لوگوں کی خاطر جان جیسا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا۔ پس ایک مجاہد پر لازم ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر اس میں کچھ کمی ہے تو اسے اللہ کے سامنے اس طرح گڑگڑانا چاہئے جس طرح سے پانی میں ڈوبتا شخص گڑگڑاتا ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور اسے اخلاص کی دولت عطاء فرمادے۔

فصل

اگر ایک شخص نے اخلاص کے ساتھ جہاد کر لیا مگر بعد میں اسے یہ شوق پیدا ہو گیا کہ لوگ اس کے جہاد کو جانیں اور اس کی بہادری اور کارنامے لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ چیز بھی خطرناک ہے جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت اس کے عمل کو ضائع کرنے والی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ وہ کہتا ہے میں نے رات کو سورہ بقرہ پڑھی تھی فرمایا بس اسے یہی کچھ مل گیا [یعنی لوگوں کو پتہ چل گیا یہی اس کی تلاوت کا بدلہ ہے] (احیاء علوم الدین)

☆ اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ میں نے زندگی بھر روزہ رکھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تو نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا [یعنی تجھے کچھ اجر نہیں ملا]۔ (مسلم)

بہر حال چونکہ یہ ایک خطرناک بات ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاد اور

اپنے دوسرے نیک اعمال کا تذکرہ نہ کیا کرے تاکہ اس کے عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ لیکن اگر اپنے عمل کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ لوگ اس عمل کی طرف راغب ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب ہو اور ان کے دل میں بھی قوت اور سخاوت پیدا ہو تو پھر تذکرہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

ہمارے اسلاف کا واقعات بیان کرنے سے یہی مقصد ہوتا تھا اور اس صورت میں بھی زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ اپنے واقعات اپنے اوپر چسپاں کرنے کی بجائے یوں بیان کرے کہ ایک مجاہد کا واقعہ یوں ہے یا ایک شخص نے اپنا اتنا مال خرچ کیا وغیرہ وغیرہ، اگر اس طرح واقعات سنانے سے ترغیب اور دعوت کا مقصد پورا ہو سکتا ہو تو پھر اپنا نام نہ لے بلکہ اسے مخفی رکھے ہمارے اکثر اسلاف کا طریقہ یہی رہا ہے کیونکہ ریاکاری کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ چپکے سے انسان کے دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد)

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی یہ نیت لوگوں پر ظاہر فرما کر اسے حقیر و ذلیل کر دیتا ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر)

ایسی ہی روایت بخاری اور مسلم میں بھی آئی ہے انہیں احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بہت سارے اکابر ریاکاری کے خوف سے اپنے اعمال کو چھپانے کے لئے سخت محنت فرماتے تھے [اس سلسلے میں بطور مثال دو واقعات ملاحظہ فرمائیے]۔

واقعہ نمبر ۱ :

عبداللہ بن سنانؒ فرماتے ہیں کہ میں طرسوس (نامی مقام) پر جہاد میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور معتمر بن سلیمان کے ساتھ تھا اچانک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت معتمر بن سلیمان بھی لشکر میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب مسلمان اور دشمنوں کی صفیں آمنے سامنے آگئیں تو رومیوں کی طرف سے

ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان آگے بڑھا مگر رومی نے شدید حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور پھر اس نے مقابلے کی دعوت دی اس طرح سے اس نے یکے بعد دیگرے چھ مسلمان شہید کر دیئے وہ رومی دونوں لشکروں کے درمیان اکڑ کر چل رہا تھا اور بار بار مقابلے کی دعوت دے رہا تھا مگر کوئی اس کے مقابلے میں نہیں نکل رہا تھا یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے اگر میں شہید ہو گیا تو تم فلاں فلاں کام کر لینا پھر انہوں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس رومی کے سامنے جا پہنچے۔ تھوڑی دیر تک مقابلہ ہوا اور حضرت نے اس رومی کو قتل کر دیا اور پھر مقابلے کی دعوت دی مگر رومی آپ سے سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور کہیں غائب ہو گئے اچانک میں نے انہیں اپنی سابقہ جگہ پر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے فرما رہے تھے اے عبداللہ بن سنان اگر تم نے میری زندگی میں یہ واقعہ کسی کو سنایا تو پھر۔۔۔۔۔۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں سنایا۔

(ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۲ :

مسلمہ بن عبدالملک نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی [اور قلعہ فتح نہیں ہوا] اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا لشکر میں سے ایک شخص [مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے] اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اسنے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا [جنگ کے بعد] مسلمہ بن عبدالملک نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سر انجام دیا آگے آئے مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا جب چوتھی بار منادی کرائی گئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا امیر صاحب میں وہ شخص ہوں پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا اللہ کے لئے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھئے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجئے اور نہ مجھے اپنے کام سے

ہٹائیے۔ مسلمہ بن عبد الملک نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا اور مسلمہ بن عبد الملک ہر نماز کے بعد دعاء میں کہتے تھے اے میرے پروردگار مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرما دیجئے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق عطاء فرمانے والا ہے۔

[یہ اس کتاب کا اہم ترین باب ہے بلکہ اگر اسے پوری کتاب کا مغز کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ حضرات مجاہدین کو کم از کم ہر مہینے اس باب کو اکٹھے بیٹھ کر پڑھنا چاہئے اور مجاہدین کی ٹریننگ کے دوران روزانہ بلاناغہ اس باب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانا چاہئے مجاہدین کے دفاتر میں بھی اس کی تعلیم کرانی چاہئے اور جو مجاہدین حکومتی عہدوں پر فائز ہوں وہ بھی اپنے اجلاسوں کے دوران اس باب کو پڑھا کریں اس باب کو پڑھنے کی اتنی زیادہ تلقین اور تاکید اس لئے کی جا رہی ہے کہ یہی باب چند وجوہات کی بناء پر مجاہدین کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مجاہدین کی اہم ترین ضرورت

(۱) مجاہدین اللہ کے لئے اپنے گھربار اور عیش و آرام کو چھوڑتے ہیں مگر شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان میں ریاکاری پیدا ہو جائے اور مجاہدین کی دنیا آخرت دونوں تباہ ہو جائیں اس باب کی تعلیم اور مطالعہ مجاہد کو یہ بات یاد دلائے گا کہ وہ اپنے عمل کو ان انسانوں کے درمیان عزت پانے کے لئے تباہ نہ کرے جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جن کے ہاں عزت بھی عارضی ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ عزت سے جوتے اٹھاتے ہیں وہی بدگمان ہونے کے بعد جوتے سر میں مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔

(۲) اگر جہاد میں اخلاص نہیں ہوگا تو مجاہد سے غلطیاں ہوں گی وہ شہوت پرست لٹیرا بن جائے گا اور دشمنوں کو مسلمانوں پر ہنسنے کا موقع ملے گا اس باب کو بار بار پڑھنے سے

امید ہے کہ انشاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

(۳) آج کل کی بعض تنظیمیں اور دوسری پارٹیاں اپنی تشہیر کے لئے جھوٹ تک بولتی ہیں اور مجاہدین کی طرف جھوٹی کارروائیوں اور کارناموں کی نسبت کرتی ہیں اور واقعات بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیتی ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل مجاہدین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ان میں سے بعض جھوٹے اور مبالغہ پرست بن جاتے ہیں۔ اس باب کا مطالعہ مجاہدین کی اس وبا سے حفاظت کر سکتا ہے۔

(۴) مجاہدین کی ریاکاری کی وجہ سے عسکری طور پر بھی بے حد نقصانات ہوتے ہیں اور دشمن کو تفتیش کرنے اور مجاہدین تک پہنچنے میں سہولت ہو جاتی ہے بلکہ مجاہدین کی طرف سے ریاکاری اور دکھلاوے والے بیانات دشمن کا آدھا کام سر انجام دے دیتے ہیں اس کی بجائے اگر اخفاء سے کام لیا جائے تو دشمن کو سخت مشکلات پیش آسکتی ہیں اور مجاہدین کی نشاندہی کرنے میں اس کا بے شمار سرمایہ اور صلاحیت ضائع ہو سکتی ہے اس باب کا مطالعہ مجاہدین میں اخفا کا جذبہ پیدا کرے گا جو ان کے لئے عسکری اور جنگی اعتبار سے بھی سخت ضروری ہے۔

(۵) عام طور پر مسلمان مجاہدین کی مدد کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں اسی لئے غالباً بعض جہادی تنظیمیں مبالغہ آمیزی اور بعض جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتی ہیں تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جا سکے لیکن اگر اس باب کی تعلیم کثرت سے کرائی جائے تو مجاہدین میں اللہ کی ذات پر اعتماد اور یقین بڑھے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات کو پورا فرما دے گا اور انہیں کسی سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں کے قلوب خود بخود ان کی طرف متوجہ فرما دے گا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجاہدین تک خود مالی امداد پہنچائیں گے الحمد للہ جو مخلص تنظیمیں اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

(۶) آخری اور سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ اس باب کو پڑھنے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارا جہاد تو قبول ہی نہیں ہوگا چنانچہ ریاکاری سے بچنے کے لئے خدانخواستہ جہاد ہی چھوڑ دیں۔

مصنفؒ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد مجاہدین میں اخلاص پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اور زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ جہاد کر سکیں۔ آج اگر کوئی ریاکاری کی وجہ سے جہاد چھوڑ دے گا تو پھر کون سا عمل ایسا ہے جس میں ریاکاری کا خطرہ نہیں ہے۔ تو کیا اس طرح اعمال چھوڑ دینا ہی ریاکاری کا علاج ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ حضرات اکابر نے تو لکھا ہے کہ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑ دینا خود سب سے بڑی ریاکاری ہے کیونکہ مخلوق کو دکھانے یا نہ دکھانے پر نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹ گئی اسی کو ریاکاری اور شرک خفی کہتے ہیں۔ اخلاص تو تمام اعمال کی جان ہے اور جان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی طرح نیت کی بھی حفاظت کرنی چاہئے۔ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کا سانس اٹکنے لگے تو وہ سانس کو بحال کرنے والی دوائیاں کھانے کی بجائے سانس کو بالکل بند کرنے والی دوائی یعنی زہر کھانا شروع کر دے۔ مجاہدین کو چاہئے کہ مخلصین اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھ کر نیت کو درست کرنے اور درست رکھنے کے طریقے سیکھیں اور ساری زندگی اہل حق علمائے کرام کی رہنمائی میں گزاریں۔ اور اس دنیا کی زندگی کو ہمیشہ عارضی اور فانی سمجھیں اور اپنے جہاد کی قیمت یا بدلہ دنیا میں وصول کرنے کا تصور بھی نہ کریں تب انشاء اللہ ان میں اخلاص پیدا ہو جائے گا اور انشاء اللہ تادم شہادت محفوظ رہے گا۔

یا اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہم سب مسلمانوں کو اخلاص کی دولت عطاء فرما اور ریاکاری کی غلاظت سے محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین]

ستائیسواں باب

جہاد میں درد سر اور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ. (آل عمران ۱۵۷۔۱۵۸)

اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ (شہید ہو جاؤ) یا مر جاؤ تو یقیناً اللہ کی بخشش اور رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور اگر تم مر گئے یا شہید ہو گئے تو اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۲) وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (نساء۔ ۱۰۰)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۳) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا أَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ وَإِنَّ اللّٰهَ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (جہاد میں کافروں کے ہاتھوں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور عمدہ رزق دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر

لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ. (الحج۔۵۸۔۵۹) روزی دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں داخل فرمائیں گے ایسی جگہ جس کو وہ (شہداء) بہت پسند کریں گے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے تحمل والے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس قیام کرنے والے روزہ رکھنے والے جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا [یہ اجر مجاہد کو ملتا رہتا ہے] یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اجر یا غنیمت دے کر واپس گھر لوٹا دے یا اسے موت دیکر جنت میں داخل کر دے۔

(بخاری۔ مسلم)

[اس حدیث شریف میں موت کا ذکر ہے قتل کا نہیں یعنی اسے طبعی موت آجائے یا کسی اور طرح سے وہ انتقال کر جائے ہر حال میں اسکے لئے جنت کا وعدہ ہے]۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اللہ کے راستے میں قتل ہونے والے کو [ہم شہید شمار کرتے ہیں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے [یاد رکھو] اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر مرنے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں ذات الجنب کے پھوڑے سے مرنے والا شہید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوداؤد)

☆ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں نکلا پھر وہ [طبعی موت] مر گیا۔ یا قتل کیا گیا [وہ ہر حال میں] شہید ہے۔ وہ گھوڑے یا اونٹ سے گر گیا یا کسی زہریلے جانور نے اسے ڈس لیا یا وہ

اپنے بستر پر مر گیا یا کسی بھی طرح جیسے اللہ نے چاہا وہ مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے (ابوداؤد۔ المستدرک)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے رب کا قول نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرا جو بندہ بھی میرے راستے میں میری رضاجوئی کے لئے جہاد میں نکلتا ہے میں اس کا ضامن ہوں کہ اگر میں نے اسے لوٹایا تو اجر یا غنیمت دیکر لوٹاؤں گا اور اگر اس کی روح قبض کر لی تو اسے بخش دوں گا۔ (نسائی۔ ترمذی)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے گا یا انتقال کر جائے گا وہ جنتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ورجالہ ثقات)

☆ خالد بن معدانؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان پائے ہوئے لوگ ہیں وہ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہوں یا اپنے بستروں پر مرے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا)

☆ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا۔۔۔۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو اکٹھا فرمایا۔۔۔۔۔ پھر ارشاد فرمایا: اور کہاں ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے؟ جو شخص اللہ کے راستے میں نکلا پھر وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے پکا ہو گیا اور اگر طبعی موت مر گیا تب بھی اس کا اجر اللہ کے ذمے پکا ہو گیا اور جو مار کر قتل کیا گیا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد)

☆ حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سمندر میں دو جنازوں میں تشریف لائے ان میں سے ایک تو منجنیق [کے گولے] سے شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے کا انتقال ہوا تھا حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر بیٹھ گئے جس کا

انتقال ہوا تھا کسی نے ان سے کہا آپ نے شہید کی قبر چھوڑ دی [اور اس طبعی موت مرنے
والے کی قبر پر بیٹھ گئے] حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کچھ پروا نہیں کہ ان دو
طرح کی قبروں میں سے کسی قبر میں سے میں اٹھایا جاؤں [یعنی میرے نزدیک جہاد میں شہید
ہونا اور مرنا برابر ہے اور میں اپنے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک قبر کو پسند کرتا ہوں]

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا
يَّرْضَوْنَهٗ (حج ۵۸۔۵۹)

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ
(جہاد میں کافروں کے ہاتھوں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عمدہ
رزق دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو
داخل فرمائیں گے ایسی جگہ جس کو وہ (شہداء) بہت پسند کریں گے۔

اے بندے اگر تجھے پسندیدہ جگہ پر داخل کر دیا جائے اور بہترین روزی عطاء کر دی
جائے تو پھر تجھے اور کیا چاہئے۔ اللہ کی قسم میں پروا نہیں کرتا کہ ان دو قبروں میں سے کس
سے میں اٹھایا جاؤں گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ والطبری فی التفسیر)

☆ حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں
سے ایک کا اسم گرامی حممہ رضی اللہ عنہ تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں
[جہاد کے لئے] اصفہان تشریف لائے اور انہوں نے دعاء فرمائی اے میرے پروردگار حممہ کو
گمان ہے کہ وہ تجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اگر حممہ اپنے اس گمان میں سچا ہے تو آپ اس
کے گمان کو سچا فرما دیجئے اور اگر جھوٹا ہے تب بھی اسے یہ عطاء فرما دیجئے اگرچہ وہ ناپسند کرے
اے میرے پروردگار حممہ کو اس سفر سے واپس نہ لوٹایئے اس کے بعد ان کے پیٹ میں تکلیف

ہوئی اور اصفہان ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا اے لوگو! ہم نے اللہ کے نبی سے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ
اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے اس کے مطابق حممہ کو شہادت والی موت
نصیب ہوئی ہے۔ (اسد الغابہ۔ ابن مندہ۔ ابو نعیم)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد
فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جس شخص نے اللہ کے راستے
میں گھوڑا تیار کیا پھر اپنے بستر پر مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جس نے اللہ کے راستے میں اسلحہ یا
گھوڑا تیار کرنے کا ارادہ کیا مگر تیار کرنے سے پہلے مر گیا تو وہ بھی شہید ہے اور اگر اس کی نیت
تو ہے کہ اسلحہ یا گھوڑا تیار کرے مگر اسے اس کی استطاعت نہیں ملی اور وہ مر گیا تو وہ بھی شہید
ہے۔ (شفاء الصدور)

مسئلہ

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ اللہ کے راستے میں مارا جانے والا اور انتقال کرنے
والا بالکل برابر ہیں۔

ان کی دلیل ام حرام رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا
کہ تم پہلوں میں سے ہو اور ان کا گھوڑے سے گر کر انتقال ہوا تھا۔ (بخاری)

دوسرے علماء کرام کا یہ خیال ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونے والے کو کچھ
زیادہ فضائل حاصل ہیں یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ان حضرات کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ☆ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے۔ آپ
ﷺ نے فرمایا: جس میں تمہارے گھوڑے کو مار دیا جائے اور تمہیں بھی قتل کر دیا جائے۔
(موارد الظمآن)

(۲) وہ شخص جو کسی چیز کی نیت کرے اور پھر اسے پا بھی لے وہ یقیناً اس سے افضل ہے جو کسی چیز کی نیت تو کرے مگر اسے پا نہ سکے۔

(۳) شہید کو قرآن مجید نے مردہ کہنے سے منع کیا ہے۔

(۴) شہید کو ان زخموں کا بھی اجر ملے گا جو اسے لگتے ہیں۔ ان زخموں کے فضائل پہلے گزر چکے ہیں۔

(۵) شہید جنت میں جا کر دنیا میں واپس آ کر بار بار شہید ہونے کی تمنا کرے گا ممکن ہے کہ اللہ کے راستے میں مرنے والا بھی واپسی کی تمنا کرے مگر وہ بھی واپس آ کر قتل ہونے کی تمنا کرے گا۔ اسی سے قتل ہونے کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

(۶) شہید پر جو احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً اسے غسل نہیں دیا جاتا بعض ائمہ کے ہاں اس کی جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی۔ [جبکہ احناف کے ہاں جنازہ تو پڑھا جاتا ہے مگر غسل وغیرہ نہیں دیا جاتا] یہ احکام میت کے لئے نہیں ہیں اسی طرح اور بھی بہت سارے فضائل شہید کو حاصل ہیں۔

[اللہ کے راستے میں کوئی قتل ہو یا اس کا کسی اور طرح سے انتقال ہو جائے وہ بلاشبہ شہید ہے جیسا کہ اوپر احادیث گزر چکی ہیں بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ کس طرح سے اسے قبول کرتا ہے۔ چونکہ بندے نے اپنی ذمے داری اداء کر دی ہے اس لئے اب اسے جس طرح بھی موت آئے وہ اللہ کے ہاں بڑے مقامات اور مغفرت کا مستحق بنتا ہے۔ جہاں تک قتل ہونے والے کے خصوصی فضائل کا تعلق ہے تو ان کی مثال سونے پر سہاگے جیسی ہے اور بس]

فصل

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سر میں اللہ کے راستے [جہاد] میں نکل کر درد ہوا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے راستے میں نکل کر ایک دن بیمار ہوا اللہ تعالیٰ اسے ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ (ابن عساکر)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کے راستے میں ایک دن بیمار ہوا تو یہ ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور انہیں جہاد کا سامان دینے اور قیامت کے دن تک اس پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

[مجاہد اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اس لئے مجاہد کی بیماری پر اتنے فضائل کا ملنا کچھ بعید بات نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس راستے کی سمجھ عطاء فرما دے پھر ان کے لئے خیر ہی خیر ہے اور فضائل ہی فضائل۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو جہاد کی سمجھ عطاء فرما۔ (آمین ثم آمین)]

اٹھائیسواں باب

شہادت کی خواہش شہادت کے لئے دعاء کرنے کی ترغیب اور بعض شہادت پانے والوں کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ.

ہم کو سیدھے راستے چلا، ان لوگوں کے راستے جن پر تو اپنا انعام کرتا رہا۔

(فاتحہ۔۵۔۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعاء کیا کریں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ اور وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اس آیت میں مذکور ہیں:

(۲) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (نساء۔۶۹)

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (کیساتھ) اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

☆ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مقام تک پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دودھ دوھنے کے درمیانی وقفے جتنی دیر جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ انتقال کر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

[اس طرح کی روایات کتب حدیث میں بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا دو روایات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے]

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں حاضر ہوا اور حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہ شخص جب صف میں پہنچا تو اس نے کہا اے میرے پروردگار مجھے وہ سب سے افضل چیز عطاء فرمائیے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کون یہ دعاء کر رہا تھا اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں [یہ دعاء کر رہا تھا] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تب تو تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستے میں شہید کیا جائے گا [یعنی یہی وہ افضل ترین چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں]

(ابو یعلی۔ البزار۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پروردگار میری امت کی موت اللہ کے راستے میں نیزوں اور طاعون سے مارے جانے کو بنادیجئے۔ (مسند احمد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے شہادت کی دعاء فرمائی جبکہ آگے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کے لئے بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔(بخاری شریف)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب شہداء احد کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے اللہ کی قسم مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید کر دیا گیا ہوتا۔(المستدرک وقال صحیح علی شرط مسلم)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا آؤ ہم دونوں اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ پہلے میں نے دعاء مانگی کہ اے اللہ آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو کچھ دیر میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر اس کے بعد اے اللہ تعالیٰ مجھے اس پر فتح نصیب فرما یہاں تک کہ میں اسے قتل کر دوں۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی اور پھر انہوں نے یہ دعاء مانگی۔ اے اللہ آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بڑا ہی سخت زور آور اور غضب ناک ہو میں محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھے قتل کر دے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے تو نے سچ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔(زرقانی۔المستدرک)

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ جس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعاء کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اسی طرح ان کی دعاء کا آخری حصہ

بھی قبول فرمائے گا۔(کتاب الجہاد لابن المبارک)

واقعہ نمبر ۱ :

غزوہ موتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے امراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا اے ابن رواحہ کس چیز نے آپ کو رلایا ہے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے [ترجمہ] تم میں سے ہر شخص نے دوزخ پر سے گزرنا ہے اور اللہ کے نزدیک یہ بات مقدر ہو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہو گی [پس یہی چیز مجھے رلا رہی ہے] مسلمانوں نے [لشکر کو رخصت کرتے ہوئے] کہا اللہ کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔(سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ نمبر ۲ :

ابن عساکر ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو خود غزوہ موتہ میں شریک تھے وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے دن ہم نے بہت سخت جنگ کی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ [جو مسلمانوں کے پہلے امیر تھے] نے زرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترے اور زرہ بھی اتار دی اور فرمایا یہ کون لے گا پھر آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر رضی

اللہ عنہ نے لے لیا وہ بھی پہلے زرہ پہن کر سوار ہو کر لڑتے رہے پھر انہوں نے بھی زرہ اتاری اور گھوڑے سے اتر کر لڑے اور شہید ہو گئے تب حضرت عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھا لیا اور پہلے والے دو حضرات کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

☆ حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے اے میرے پروردگار مجھے اپنے رستے کی شہادت عطاء فرمایئے اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرمایئے۔(بخاری)

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں [خراسان اور بصرہ کے حاکم] جراح بن عبداللہ حکمیؒ کے پاس گیا تو انہوں نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھالئے ان کے وزراء نے بھی ہاتھ اٹھالئے وہ کافی دیر دعاء کرتے رہے پھر مجھ سے کہنے لگے اے ابو یحیٰ کیا تم جانتے ہو کہ ہم کیا مانگ رہے تھے میں نے کہا نہیں۔ میں نے تو تمہیں توجہ سے دعاء مانگتے دیکھا تو میں نے بھی ہاتھ اٹھالئے انہوں نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگ رہے تھے۔ سلیم کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان تمام حضرات کو شہادت نصیب ہوئی۔(سیر اعلام النبلاء)

حمید بن ہلالؒ بیان کرتے ہیں کہ اسود بن کلثوم جب چلتے تھے تو اپنے پاؤں اور انگلیوں کے پوروں کی طرف دیکھتے تھے...... جب وہ جہاد کے لئے نکلے تو انہوں نے دعاء کی اے میرے پروردگار میرا نفس آسانی کے دنوں میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے اگر میرا نفس سچا ہے تو پھر اسے اپنی ملاقات نصیب فرما اگر یہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دے اگرچہ یہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے۔ اور میری موت کو اپنے راستے کی شہادت بنا دیجئے اور میرا گوشت درندوں اور پرندوں کو کھلا دیجئے۔ اس کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ چل پڑے اور ایک شگاف کے ذریعے ایک چار دیواری میں داخل ہو گئے اچانک دشمن کا لشکر آگیا اور وہ اسی شگاف پر قابض ہو گیا حضرت اسود کے ساتھی تو کسی طرح

اس چار دیواری سے نکل گئے مگر وہ خود نہ نکل سکے یہاں تک کہ دشمنوں کی بڑی تعداد اس شگاف پر پہنچ گئی حضرت اسودؒ اپنے گھوڑے سے اترے اور انہوں نے گھوڑے کے منہ پر کوڑا مارا تو وہ گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ دشمنوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا پھر وہ پانی پر گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے دشمن کہنے لگے کہ عرب لوگ اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہیں [یعنی نماز پڑھنے کے بعد وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں گے] نماز کے بعد حضرت اسود نے دشمنوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے بعد میں مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گزرا تو اس میں حضرت اسودؒ کے بھائی بھی تھے۔ ان کے بھائی سے کسی نے کہا کہ تم اس چار دیواری میں جا کر اپنے بھائی کی بچی کھچی ہڈیاں تو چن کر دفنا دو۔ ان کے بھائی نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا میرے بھائی نے ایک دعاء کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کو قبول فرما لیا ہے ان کے بھائی کے اس جواب پر دوسرے مسلمانوں نے تنقید نہیں کی۔(کتاب الجہاد لابن المبارک)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی ہشام جنگ یرموک میں شریک تھے۔ رات کو میں بھی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعاء کرتے رہے جب صبح [لڑائی] ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی جبکہ میں محروم رہا۔

(سیر اعلام النبلاء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دشمنوں پر برابر حملے کرتے رہے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد گھوڑوں نے انہیں روند ڈالا یہاں تک کہ ان کے بھائی نے ان کے جسم کے ٹکڑے ایک چادر میں جمع کئے پھر انہیں دفنا دیا۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ حنوط کی خوشبو لگا رہے تھے میں نے کہا چچا جان مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور آپ یہاں ہیں [جنگ یمامہ میں ابتداءً مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی] یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمانے لگے لو بھتیجے [ابھی میں نکل رہا ہوں] انہوں نے اسلحہ لٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے اور فرمایا افسوس ہے مسلمانوں پر آج یہ کیا کر رہے ہیں اور افسوس ہے دشمنوں پر اور ان کے معبودوں پر۔ چھوڑ دو میرے گھوڑے کا راستہ تاکہ میں جنگ کی گرمی میں کود جاؤں اس کے بعد حملہ فرمایا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ حنوط کی خوشبو عام طور پر مُردوں کو لگائی جاتی ہے۔ شاید حضرات صحابہ کرامؓ اپنے نفس کو موت کے لئے تیار کرنے کی خاطر اور شہادت پانے کے عزم کو مضبوط کرنے کے لئے یہ استعمال فرماتے ہوں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تو نے کیسا مقام پایا وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے بہترین جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مجھ سے مانگ اور کسی چیز کی تمنا کر! وہ کہے گا میں تجھ سے [اور] کیا مانگوں اور کس چیز کی تمنا کروں؟ میں تجھ سے یہی مانگتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار شہید کیا جاؤں وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے کرے گا پھر ایک جہنمی کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے تو نے کیسی جگہ پائی وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے بہت بری جگہ پائی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو اس عذاب سے بچنے کے لئے فدیے میں زمین بھر سونا دے گا وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے

میں نے تجھ سے اس سے کم مانگا تھا مگر تو نے نہیں دیا تھا [یعنی دنیا میں تھوڑا سا مال بھی تو نے میرے راستے میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کیا تھا] (المستدرک۔ نسائی۔ ابو عوانہ)

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ جنت والے اعلیٰ درجے کی کامیابی اور عظیم الشان نعمتوں کو پا لینے کے باوجود شہادت کی تمنا کریں گے تو وہ شخص جو دنیا کے دھوکے، امتحان اور غم والی جگہ پر ہے وہ کیسے شہادت کی تمنا نہیں کرتا حالانکہ اس کو کچھ علم نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا یا دوزخ کا برا ٹھکانا اس کا مقدر بنے گا اس کے علاوہ بھی اور کئی احادیث میں آیا ہے کہ شہداء جنت کی اعلیٰ نعمتوں کی جدائی برداشت کر کے دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے تاکہ شہادت کی لذت اور اس کی فضیلت کو پا سکیں۔ یہ احادیث انشاء اللہ آگے آئیں گی۔

☆ عاصم بن بہدلہ ؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ہر ممکنہ جگہ پر شہادت کو تلاش کیا لیکن بستر پر مرنا ہی میرا مقدر تھا اور میرے پاس لا الہ الا اللہ کے بعد سب سے زیادہ امید والا عمل وہ رات ہے جو میں نے ہاتھ میں ڈھال لے کر گزاری تھی اور آسمان سے بارش برس رہی تھی ہم لوگ صبح کے انتظار میں تھے تاکہ علی الصبح کافروں پر حملہ کر دیں پھر فرمایا۔ میرے مرنے کے بعد میرا اسلحہ اور میرا گھوڑا جہاد کے لئے دے دینا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ سفیان بن عیینہ ؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً تیس صحابہ کرامؓ زخمی ہوئے یہ سارے زمین پر گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آتے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا میرا چہرہ آپ کی ڈھال بن جائے اور میری جان آپ کی خاطر قربان ہو جائے آپ پر ہمیشہ اللہ کی طرف سے سلامتی رہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [غزوہ احد کے دن] حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے

حضور اکرم ﷺ کبھی پیچھے سے اپنا سر مبارک اٹھا کر [دشمنوں کی طرف] دیکھتے تو ابو طلحہ اپنا چہرہ آگے کر لیتے اور فرماتے میری گردن آپ کی گردن کے سامنے ہے۔ اے اللہ کے رسول۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دشمنوں سے قتال شروع ہو جائے اور میرے اندر طاقت نہ ہو تو مجھے چارپائی پر لاد کر میدان جنگ میں رکھ دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ سیر اعلام النبلاء)

☆ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ [جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے] اور حضرت ثابت بن وقش کو اونچی جگہ پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا گیا یہ دونوں بہت بوڑھے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں اللہ کی قسم ہماری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی ہیں اور آج کل میں ہم مرنے والے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس چلے جائیں ممکن ہے ہمیں آپ ﷺ کے ساتھ شہادت نصیب ہو جائے۔ یہ دونوں حضرات تلواریں لے کر لڑائی میں شامل ہوگئے اور کسی کو ان کے بارے میں علم نہیں تھا حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکوں نے شہید کر ڈالا جبکہ حضرت حسیل بن جابر مسلمانوں کی تلواروں کے درمیان آکر شہید ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا بخدا یہ میرے والد ہیں مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم ہمیں علم نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ ان کے والد کی دیت اداء کریں تو حضرت حذیفہ نے وہ دیت معاف کر دی اور اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مقام اور بڑھ گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے غزوہ احد کے دن اپنے بھائی سے فرمایا۔ بھائی جان میری زرہ آپ لے لیجئے تو انہوں نے جواب دیا میں بھی آپ کی طرح شہادت کا طلب گار ہوں چنانچہ دونوں نے زرہ چھوڑ دی۔ (الطبرانی۔ ابو نعیم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے بھائی کا نام حضرت زید بن خطابؓ ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ سے پہلے اسلام لائے تھے وہ بہت لمبے قد کے مالک تھے۔ غزوہ احد میں باوجود تمنا کے شہید نہیں ہوئے جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھتے رہے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور اس جھنڈے کو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا حضرت عمرؓ کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا میرا بھائی مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا جب بھی صبح کی ہوا چلتی ہے تو مجھے زیدؓ کی خوشبو آتی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن روانگی کے وقت اپنے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو دیکھا کہ چھپتے پھر رہے ہیں میں نے کہا کیا ہوا بھائی [کیوں چھپتے پھر رہے ہو] کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر رسول کریم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو آپؐ مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس بھیج دیں گے جبکہ میں اللہ سے ملاقات [یعنی شہادت] کا خواہش مند ہوں حضرت سعد فرماتے ہیں کہ انہیں جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں چھوٹا دیکھ کر فرمایا کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر حضرت عمیر رونے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی تلوار کے پٹے کو گرہ لگایا کرتا تھا وہ بدر کے دن سولہ سال کی عمر میں شہید ہوئے انہیں عمرو بن عبدود نے قتل کیا۔

(اسد الغابہ)

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے کوئی اچھا کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے زمانے کے نبی کو بذریعہ وحی فرمایا کہ اس بادشاہ سے کہو کہ ہم سے جو چاہے مانگ لے اس پر اس بادشاہ نے کہا اے میرے رب میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال اپنے بیٹوں اور اپنی جان کے ساتھ تیرے راستے میں جہاد کروں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار بیٹے عطاء فرمائے وہ اپنے مال سے اپنے بیٹے کو سامان جہاد فراہم کرتا تھا اور اس کے ساتھ جہاد میں ایک مہینے کے لئے نکل کھڑا ہوتا تھا اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا پھر وہ آکر دوسرے بیٹے کو تیار کرتا اور ایک ماہ اس کے ساتھ مل کر جہاد کرتا اور اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا اس کے ساتھ یہ بادشاہ رات کو قیام کرتا اور دن کو روزے کا بھی پابند تھا جب ایک ہزار مہینوں میں اس کے ایک ہزار بیٹے شہید ہو گئے تو وہ خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔
اسی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے: لیلۃ القدر خیر من الف شھر. یعنی لیلۃ القدر اس بادشاہ کے ان ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں اس نے اپنی اولاد اور اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور روزے، قیام کی بھی پابندی کی۔ (تفسیر القرطبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا وسیع فضل ہے کہ ان کے تھوڑے سے عمل کو سابقہ امتوں کے بڑے اور طویل اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذرا سوچیے جب اس امت کی ایک رات یعنی لیلۃ القدر بنی اسرائیل کے اس بادشاہ کے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے تو اس عمل [یعنی جہاد] کی فضیلت کا کیا حال ہوگا جس میں ایک گھڑی کھڑے رہنا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر پالینے سے افضل ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے۔

☆ علاء بن ہلال روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلہ رضی اللہ عنہ کی قوم کے ایک شخص نے ان سے کہا اے ابو الصہباء میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے شہد کا ایک چھتہ اور آپ کو دو چھتے دیئے گئے ہیں حضرت صلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا

تم شہید کئے جاؤ گے اور میں اور میرا بیٹا بھی شہید ہوں گے۔ جب حضرت یزید بن زیاد نے بجستان پر حملہ کیا تو یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جس نے شکست کھائی اس وقت حضرت صلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے پیارے بیٹے تم واپس اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ بیٹے نے کہا ابا جان آپ اپنے لئے تو بھلائی چاہ رہے ہیں اور مجھے واپسی کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ میری والدہ کے لئے تو آپ مجھ سے زیادہ خیر کا باعث تھے حضرت صلہ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر آگے بڑھو اور [لڑائی میں شریک ہو جاؤ] وہ آگے بڑھا اور زخم کھا کر گر گیا حضرت صلہ بڑے تیر انداز تھے انہوں نے دشمنوں پر تیر برسائے تو وہ اس سے ہٹ گئے۔ حضرت صلہ اپنے بیٹے کے پاس آئے کچھ دیر اس پر کھڑے رہے اور اس کے لئے دعاء فرمائی پھر خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ سیر اعلام النبلاء)

حضرت صلہ کی بیوی حضرت معاذہ کو جب اپنے خاوند اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے پاس عورتیں آنے لگیں انہوں نے ان سے فرمایا اگر تم ہمیں اس اعزاز پر جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا ہے مبارک دینے آئی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلی جاؤ۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

خلف بن ہشامؒ کہتے ہیں کہ مجھے نخع [نامی مقام] کے ایک نوجوان نے بتایا کہ ہم ایک بار جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ میں نے اپنے گھوڑے سے آگے والے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی آواز سنی جو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

اے نفس تو ہر مرتبہ جہاد میں مجھے کہتا ہے کہ فلانہ تیری بیوی ہے فلاں تیرے بچے ہیں تیرا اتنا مال ہے آج میں نے فلانہ کو طلاق دے دی اور اپنے سارے غلام آزاد کر دیئے اور اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اے میری جان آج میں تجھے ہر حال میں اللہ کے حضور پیش کروں گا پھر اس نے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا میں نے اس کے جسم پر اسی سے زائد زخم شمار کئے۔ (جوھرۃ الزمان لابن الجوزی)

ابو عتبہ الکندیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت نوف بکالیؒ کے پاس آتے جاتے تھے کہ
ایک بار ایک شخص نے انہیں کہا اے ابو یزید میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ایک لشکر
لے کر جا رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے جس کی نوک پر مشعل جل رہی
ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں نوف نے فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہے تو مجھے
شہادت نصیب ہو گی انہی دنوں محمد بن مروان کے ہمراہ روم کی طرف لشکر روانہ ہونے لگے
جب حضرت نوف جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے تو میں بھی ان کو رخصت کرنے کے لئے گیا
انہوں نے جب اپنا پاؤں سواری پر رکھا تو کہنے لگے اے میرے پروردگار میری بیوی کو بیوہ اور
بچوں کو یتیم کر دے اور نوف کو شہادت سے نواز دے لڑائی سے واپسی پر جب لشکر عبابج
[نامی مقام] پر پہنچا تو دشمن مقابلے کے لئے نکل آئے اسلامی لشکر میں سے سب سے پہلے
حضرت نوفؒ نکلے اور انہوں نے دشمنوں پر زوردار حملہ کیا اور ایک کے بعد دوسرے کافر کو
قتل کرتے چلے گئے اور پھر شہید ہو گئے ان کے بعض رفقاء نے بتایا کہ جب ہم ان کے پاس
پہنچے تو ان کا خون ان کے گھوڑے کے خون کے ساتھ بہہ رہا تھا اور دونوں مارے جا چکے تھے۔
(کتاب الجہاد لابن المبارک)

عبدالکریم بن حارثؒ سے روایت ہے کہ انہیں ایک شخص نے یہ قصہ سنایا ہم لوگ
ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اسلامی لشکر میں سے دو آدمی نکلے ان میں سے ایک نے
کہا کیا تم غسل کرو گے؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرمادے اس کے ساتھی
نے کہا میں نے تو غسل نہیں کرنا چنانچہ خود اس نے غسل کر لیا غسل سے فارغ ہو کر وہ قلعے
کی طرف بڑھا تو اسے ایک بڑا پتھر لگا راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھی اسے
گھسیٹ کر لا رہے تھے میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اس شک میں تھے کہ یہ شہید ہو چکا ہے یا
نہیں؟ اچانک وہ نوجوان مسکرانے لگ گیا ہم نے کہا یہ زندہ ہے پھر وہ تھوڑی دیر ساکت پڑا رہا
پھر ہنسنے لگ گیا پھر تھوڑی دیر پڑا رہا پھر وہ رونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں ہم نے کہا

اے فلاں خوش ہو جاؤ تم بچ گئے ہو پھر ہم نے اس کے ہنسنے اور رونے وغیرہ کا اس سے تذکرہ
کیا تو وہ کہنے لگا جب مجھے چوٹ لگی تو ایک آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یاقوت کے ایک محل میں
لے گیا اور مجھے دروازے پر کھڑا کر دیا اچانک اس محل سے ایسے چست بچے نکلے کہ ان جیسے
میں نے کبھی نہیں دیکھے انہوں نے کہا خوش آمدید ہمارے آقا۔ میں نے کہا تم پر اللہ کی
برکتیں ہوں تم کون ہو وہ کہنے لگے ہم تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں پھر وہ آدمی مجھے دوسرے
اور تیسرے محل میں لے گیا ہر جگہ اسی طرح بچوں نے میرا استقبال کیا پھر وہ مجھے ایک محل
کے دروازے پر لے آیا اس میں قالینیں اور غالیچے بچھے ہوئے تھے اور نرم ونازک تکیے لگے
ہوئے تھے وہ مجھے لے کر کمرے میں داخل ہوا اس کمرے کے دو دروازے تھے میں نے خود کو
دو تکیوں کے درمیان گرا دیا اس نے کہا آج کے دن تم بہت تھک گئے تھے اس لئے تم نے خود
کو تکیوں پر گرا دیا اس کے بعد میں اٹھا تو بستر پر لیٹ گیا میں نے اس سے پہلے کبھی ایسے بستر پر
پہلو نہیں رکھا تھا اسی دوران میں نے ایک دروازے سے کچھ آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ ایک
عورت ایسی حسین کہ اس جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی بے مثال کپڑے اور زیور پہنے
ہوئے نمودار ہوئی وہ ان تکیوں کے درمیان سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور اس نے مجھے
سلام کیا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا اللہ تجھے برکت دے تو کون ہے اس نے کہا
میں تیری بیوی حور عین ہوں یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑا پھر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی
رہی اور مجھے دنیا کی عورتوں کی باتیں اس طرح سے بتاتی رہی جس طرح یہ سب کچھ اس کے
پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے اسی دوران میں نے دوسرے دروازے پر آہٹ سنی تو وہاں پر
بھی میں نے ایک عورت دیکھی میں نے نہ اس جیسی حسین عورت کبھی دیکھی اور نہ اس کے
زیور جیسے زیور۔ وہ بھی پہلے والی کی طرح آ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور پہلے والی خاموش
ہو گئی پھر میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اسنے کہا ابھی نہیں بلکہ نماز ظہر کے
وقت۔ پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کچھ کہا یا مجھے ایک ایسے صحرا میں ڈال دیا جہاں ان میں

سے کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا تو میں رونے لگ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کے وقت
اس کی روح پرواز کر گئی۔ (تاویل آی الجہاد۔ ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بہت نیک دوست نے یہ حکایت سنائی کہ جوانی میں میں تیر اندازوں کے ساتھ اسکندریہ میں تھا وہاں ہمارے ساتھ مغرب کا رہنے والا ایک شخص آیا جو اپنا ہاتھ ہمیشہ ہم سے چھپاتا تھا ہم اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے چنانچہ ہمیں شک ہوا کہ شاید اس کو کوئی بیماری ہے کچھ دن بعد اسنے اپنا ہاتھ کھولا تو اس کی کلائی پر سفید رنگ کے انگلیوں کے نشانات تھے ہم نے سمجھا کہ اسے برص کی بیماری ہے مگر اس نے ہم سے کہا ڈرو نہیں یہ برص نہیں ہے انشاء اللہ کبھی تنہائی میں میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں گا ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ جماعت کے بڑوں میں سے کسی نے ایک ولی کا تذکرہ کیا اس شخص نے بھی اس ولی کی تعریف کی تو جماعت کے بزرگ نے اسے اسی ولی کا واسطہ دے کر کہا کہ تم آج اپنے ہاتھ کی سفیدی کا راز ہمیں بتادو یہ سن کر اس کے آنسو بہنے لگے اور اس کی حالت بدل گئی اور وہ زور زور سے رونے لگا مگر جب زیادہ اصرار ہوا تو اس نے یہ واقعہ سنایا۔ ہم مغرب میں انگریزوں کے ملک کے قریب رہتے تھے چنانچہ کبھی ہم ان پر اچانک حملہ کرتے تھے تو کبھی وہ ہم پر حملہ آور ہوتے تھے ایک بار ہم بیس آدمی ان کے ملک میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ ابھی ہم درمیان ہی میں تھے کہ ایک دن سورج نکلنے پر ہم پناہ لینے کے لئے ایک پہاڑ کی غار کی طرف بڑھے اچانک ہمیں آہٹ سنائی دی تو ہم نے دیکھا کہ اسی غار سے ایک انگریز سپاہی نکل رہا ہے اس نے جیسے ہی ہمیں دیکھا وہ واپس غار کی طرف دوڑا اور تھوڑی دیر میں غار سے ایک سو سپاہی نکل آئے یہ سپاہی ہمارے ملک پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے اور دن کے وقت اس غار میں چھپ گئے تھے جب آمنا سامنا ہو گیا تو اب لڑائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ ہماری اور ان کی لڑائی کا دستور فتح یا موت تھا چنانچہ سخت لڑائی شروع ہو گئی اور اس لڑائی میں

ہمارے گیارہ آدمی شہید ہوئے جبکہ ان کے پینتالیس سپاہی مارے گئے پھر انہوں نے ہم باقی نو افراد پر یک بارگی زوردار حملہ کیا اور میرے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا اور میں بھی شدید زخمی ہو کر انہیں شہداء کے ساتھ گر گیا اسی دوران اچانک آسمان سے ایسی لڑکیاں اتریں کہ ان جیسا حسن و جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ان میں سے ہر لڑکی ایک ایک شہید کے پاس جاتی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی یہ میرے حصے کا ہے ان میں سے ایک میرے پاس بھی آئی اور اس نے کہا یہ میرے حصے کا ہے۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا لیکن جب اسے محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں تو اس نے میرا ہاتھ اس طرح چھوڑ دیا جس طرح غصے میں چھوڑا جاتا ہے اور کہنے لگی تم ابھی تک زندہ ہو پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی پھر اس مغربی شخص نے ہمیں اپنا ہاتھ [اچھی طرح] دکھایا تو اس کی کلائی پر پانچ انگلیوں کے دودھ سے زیادہ سفید نشان تھے۔

ابو قدامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار امیر لشکر تھا انہیں دنوں میں مسلمانوں کے بعض شہروں میں لوگوں کو جہاد کی دعوت دینے گیا ایک جگہ میں نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور شہادت کے فضائل بتائے۔ تقریر کے بعد جب میں قیام گاہ پر آیا تو ایک حسین و جمیل عورت نے مجھے آواز دی پہلے میں نے اسے شیطانی حملہ سمجھا اس لئے جواب نہ دیا تو اس نے کہا کیا نیک لوگ نیکی کا ارادہ کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں میں اس کے پاس آیا تو اس نے مجھے ایک خط اور ایک بند تھیلی دی اور روتی ہوئی چلی گئی میں نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور انہیں جہاد کا اجر کمانے کی ترغیب دی مگر میں ایک عورت ہوں جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتی لیکن میں اپنے بالوں کی دو چوٹیاں کاٹ کر لائی ہوں تاکہ آپ انہیں اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرما کر میری بخشش کر دے۔

ابو قدامہؒ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی والی رات آئی تو میں نے ان بالوں کو گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیا صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک خوبصورت اور مضبوط

لڑکے کو دیکھا [جو دشمنوں سے برسر پیکار تھا] میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا اے بیٹے تم پیادے ہو مجھے خطرہ ہے کہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں گے تم پیچھے ہٹ کر لڑو وہ لڑکا میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں کیسے پیچھے لوٹوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ.

(انفال۔۱۵)

میں نے یہ سن کر اسے اپنی کمان دے دی اس نے مجھے کہا اے ابو قدامہ مجھے تین تیر قرضہ دے دو میں نے کہا یہ قرضے کا وقت نہیں ہے اس نے کہا اللہ کے واسطے مجھے قرضہ دے دو میں نے اسے ایک تیر دیا اس نے وہ تیر کمان میں رکھ کر مارا اور ایک رومی کو قتل کر دیا میں نے اسے کہا میں تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں اس نے کہا جی ہاں پھر اس نے دوسرے اور تیسرے تیر سے بھی دو رومی مار گرائے پھر اس نے مجھے کہا میں آپ کو الوداعی سلام کہتا ہوں۔ اچانک ایک تیر اس کے ماتھے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا میں نے اسے کہا اے بیٹے تم نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اسے نہ بھلانا اس نے کہا جی ہاں پھر کہنے لگا اے ابو قدامہ جب تم شہر واپس جانا تو میری والدہ کو سلام کہنا اور انہیں میرا یہ برتن دے دینا میں نے کہا تمہاری والدہ کون ہیں؟ اس نے کہا وہی عورت میری والدہ ہے جس نے اپنے بال آپ کو کاٹ کر دیئے تھے کہ آپ انہیں گھوڑے کی لگام میں شامل کریں۔ ابو قدامہ کہتے ہیں یہ سن کر میں رونے لگ گیا اور اسی دوران لڑکے کی روح بھی پرواز کر گئی اور ہم نے اسے دفن کر دیا جنگ کے بعد میں اس کی قبر پر آیا تو دیکھا کہ اس کی لاش زمین کے اوپر پڑی ہوئی ہے میں نے دوسری قبر کھود کر اس میں اسے دفنا دیا اس قبر نے بھی اسے باہر پھینک دیا میرے ساتھی کہنے لگے اس لڑکے کو چھوڑ دو ممکن ہے یہ اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر نکلا ہو مگر میں حیرت میں پڑا رہا جب عشاء کی اذان ہو گئی تو میں نے اٹھ کر نماز پڑھی اور پھر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر رونے لگا اور کہنے لگا اے میرے پروردگار میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں اچانک مجھے آواز

آئی اے ابو قدامہ اللہ کے اس ولی کو اسی طرح چھوڑ دو اور چلے جاؤ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا پرندوں نے آ کر اسے کھا لیا اور جنگلی جانوروں نے اس کی ہڈیاں تک نگل لیں جب میں شہر میں آیا تو اس کے گھر جا کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک چھوٹی سی بچی نکلی اس نے جب لڑکے کا برتن میرے ہاتھ میں دیکھا تو کہنے لگی ہائے امی جان ابو قدامہ میرے بھائی کا برتن لے کر آئے ہیں اور میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں ہے ہائے افسوس پہلے سال میرے والد شہید ہو گئے دوسرے سال میرا بھائی شہید ہو گیا اور اب یہ دوسرا بھائی بھی شہید ہو گیا ابو قدامہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر قریب تھا کہ میں رو رو کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر وہ عورت نکلی اور اس نے کہا کیا تم خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے اگر میرا بیٹا انتقال کر گیا ہے تو تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہوا ہے تو تم مبارک دو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم وہ تو شہید ہوا ہے اس نے کہا اس کے شہید ہونے کی کیا علامت ہے میں نے کہا وہ دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہے اس نے کہا کیا زمین نے اسے قبول کیا میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ پھر اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے ایک کالی چادر اور لوہے کی زنجیر نکالی اور کہنے لگی میرا بیٹا ہر رات یہ کالی چادر پہن کر زنجیر سے اپنے ہاتھ باندھ لیتا تھا اور دعاء کرتا تھا اے میرے پروردگار مجھے قیامت کے دن پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹ سے کھڑا فرمانا بس اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دعاء قبول فرمائی۔ (جوہرۃ الزمان)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت کچھ فرق کے ساتھ ایک اور روایت سے پیچھے گزر چکی ہے۔

[اس باب میں مذکور احادیث، روایات اور سچے واقعات پڑھنے کے بعد یقیناً ہر مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہو گا کہ وہ بھی سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی لذیذ موت مانگے اور پھر شہادت کی تلاش میں میدان جہاد کا رخ کرے ایک مسلمان کا جب یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے تو پھر شہادت جیسی عظیم اور پیاری موت مانگنے سے

کیوں ڈرا جائے دراصل بعض لوگ شہادت کی موت کو بھیانک موت سمجھتے ہیں حالانکہ بظاہر بھیانک نظر آنے والی یہ موت اتنی بڑی نعمت ہے جو جنت میں جاکر بھی نہیں بھولے گی اور یہ اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اس کی تمنا فرمایا کرتے تھے جہاں تک بستر کی بظاہر پرسکون نظر آنے والی موت کا تعلق ہے تو معلوم نہیں اس کے پیچھے کتنا درد اور کتنا عذاب چھپا ہوتا ہے اور جہاں تک جسم کا تعلق ہے تو ہر جسم نے مٹی میں جاکر بکھر ہی جانا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خواہ اسے صحیح سالم حالت میں دفن کیا جائے اور بڑی خوبصورت قبر بنائی جائے اور دنیا بھر کی خوشبوئیں اور اعلیٰ ترین کفن استعمال کیا جائے ہر لاش بالآخر گل جاتی ہے۔ سڑ جاتی ہے لیکن اگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو تو یہ کس قدر مبارک ہے۔ وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو اس ڈر سے جہاد میں نہیں بھیجتے کہ یہ شہید ہو جائیں گے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کریں کیونکہ جہاد میں تو موت نہیں ہے جہاد تو زندگی ہی زندگی ہے اگر ان کے بچوں کے لئے دنیا سے جدائی کا وقت آچکا ہوگا تو وہ انہیں اگر سات دیواروں کے پیچھے بھی چھپالیں تو موت انہیں وہاں پہنچ کر دبوچ لے گی لیکن اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا ہوگا تو پوری دنیا مل کر انہیں نہیں مار سکتی۔

اسی طرح وہ لوگ جو خون اور زخم کے ڈر سے شہادت کا نام لینے سے گھبراتے ہیں اور شہادت کے لئے دعاء تک نہیں مانگتے انہیں بھی ان شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ جہاد میں نکلنے والا خون اور اس میں لگنے والے زخم تو سعادت ہیں لیکن اس خون کو جسم کے اندر لے کر مرنا کوئی زیادہ خوشی والی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شہادت کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین]

انتیسواں باب

شہداء کرام کے فضائل کا بیان

شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بڑا مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء۔۶۹)

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

☆ ایک صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہید سے صرف درجہ نبوت کی وجہ سے افضل ہیں۔

ممکن ہے یہ حدیث کچھ مخصوص شہداء کے بارے میں ہو جبکہ آیت کریمہ میں عام شہداء کا مقام بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟ [اس بارے میں کئی اقوال ہیں]

(۱) کیونکہ اس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دے دی گئی ہے [کہ وہ یقینا جنتی ہے]

(۲) کیونکہ ان کی روحیں جنت میں شاہد [یعنی حاضر] رہتی ہیں کیونکہ وہ اپنے

رب کے پاس زندہ ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کی روحیں قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی نضر بن شمیل فرماتے ہیں کہ شہید بمعنی شاہد ہے اور شاہد کا مطلب جنت میں حاضر رہنے والا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ (التذکرہ للقرطبی)

(۳) ابن فارس کہتے ہیں الشهيد بمعنى القتيل یعنی اللہ کے راستے میں قتل کیا جانے والا۔

(۴) کیونکہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

(۵) جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ اس عہد کو پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے اور اس کی گواہی اللہ کی گواہی کے ساتھ مل گئی اللہ کے حضور اپنی جان پر گواہی [شہادت] کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۶) ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دیتے ہیں اسی لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۷) اس کی روح نکلتے وقت اس کا اجر اور مقام اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اس وجہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔

(۸) کیونکہ رحمت والے فرشتے اس کی روح لینے کے لئے شاہد [یعنی حاضر] ہوتے ہیں۔

(۹) اس کے پاس ایک شاہد [گواہ] ہے جو اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے اور وہ ہے خون کیونکہ قیامت کے دن شہید جب اٹھے گا تو اس کی رگوں میں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

شہید کے فضائل اور مقامات بے شمار ہیں یہاں میں ان میں سے وہ فضائل بیان کروں گا جن تک میرے قلیل علم اور ناقص سمجھ کی رسائی ہوئی ہے۔

(۱) شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (بقرہ۔۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(آل عمران۔۱۶۹تا۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز محل میں رہتے

ہیں اور ان کے لئے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک۔ صحیح علی شرط مسلم)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضور اکرم ﷺ احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا تھا آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب۔ ۲۳)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے [اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے کے لئے] راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول [ﷺ] تمہارے لئے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا)

☆ حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب [مسلمان] ان کے دین کے لئے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہوگئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے [شہداء] ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم ﷺ کو ہماری یہ حالت بتا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں: ولا تحسبن سے آخر تک۔

(اخرجہ المنذری فی تفسیرہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات کے شان نزول میں اور بھی کئی صحیح احادیث ہیں جو انشاء اللہ آگے آئیں گی۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہوگئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کے پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن

ماجہ۔المستدرک)

فصل

شہداء کی زندگی [یعنی حیاۃ الشہداء] کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلاشبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لئے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لئے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(۲) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹادی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(۳) مجاہدؒ کہتے ہیں کہ شہداء کو جنت کے پھل کھلائے جاتے ہیں یعنی جنت سے باہر رہ کر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبیؒ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لئے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے

میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(۶) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک [واللہ اعلم] شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے انشاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا۔ ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلے جس کا ایمان واسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا۔ آیئے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

☆ حضرت امام مالکؒ عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تا کہ ان کی جگہ بدلی

جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں توان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہے ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔(مؤطا امام مالکؒ۔ سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ عبدالصمد بن علیؒ [جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں] کہتے ہیں کہ میں اپنے [رشتے کے] چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر [گھاس] تھی۔ میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پیتل کی ہانڈی کی طرح [چمک رہا] تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔(ابن عساکر)

☆ قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتے دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی

توان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا۔ اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔(مصنف عبدالرزاق)

ترمذی [حدیث کی کتاب] میں اصحاب الاخدود [خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ بروج میں ہے] کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی [کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا]۔(ترمذی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم ﷺ کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔(التذکرہ للقرطبی)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ [اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔(الحجرات۔۲)]

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ

کے رسول میری آواز [طبعی طور پر] بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ [کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان۔۱۸)]

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم ﷺ نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی میں تو خوبصورتی کو بھی پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں [جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے] بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذّاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم

مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ [حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ] سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں [پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا] اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ [صبح] وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ حزویؒ نے ابو محمد عبد اللہ بن زیدؒ کے بارے میں لکھا ہے یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابو محمدؒ سے خود سنا ہے ابو محمدؒ فرماتے ہیں میں عبدالرحمن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا۔ لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا ایک رات اچانک میں ایک ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی میں نے شکر ادا کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ سورہ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب دیکر کہا کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے کہا آپ بیٹھئے اور آرام کیجئے پھر وہ میرے پاس بے موسم کے انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا پھر اس نے کہا کیا آپ سونا چاہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا یہاں تک کہ

سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے میں اس دن چھپا رہا جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے سلام کیا تو میں نے کہا اے بھائی یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں میں نے کہا تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے اس نے کہا اس گھوڑے کی قیمت میں سے میرے ذمے دو دینار باقی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو دینار ادا کر دوں گا یہ گھڑ سوار گھوڑا چلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم [نامی جگہ] پہنچ چکے تھے اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا کے درمیان دس دن کی مسافت تھی اس شہید نے مجھے کہا تم اس شہر میں چلے جاؤ میں اسی میں رہتا تھا وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ غافقی کے گھر کا پوچھنا اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے کو میرا سلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں تم ان میں سے دو دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو کیونکہ میرے ذمے گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباجۃ الرسالہ)

محمود وراقؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مبارک نامی شخص تھا ہم اسے کہتے تھے کہ اے مبارک کیا آپ شادی نہیں کرتے تو وہ کہتے تھے میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ حور عین سے میری شادی کر دے۔ محمودؒ فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کر دیا اس میں مبارک شہید ہو گیا ہم نے اسے دیکھا تو

اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا اے مبارک اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین انگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا [کہ تین حوروں سے شادی ہوئی ہے] (روض الریاحین)

سعید العجمیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں جہاد کے لئے نکلے ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کی گردن کٹ گئی ہم نے دیکھا کہ وہ سرپائی کے اوپر آیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھنے لگا:

ترجمہ [وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے]۔ (قصص۔۸۳) (شوق العروس وانس النفوس)

عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اندر [نامی مقام] پر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا ایک بار اسنے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا گھوڑے پر بیٹھ کر آ رہا تھا اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو بیوی نے کہا توبہ کرو کیونکہ شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے وہ توبہ کرنے لگا مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا آ رہا ہے اس نے بیوی کو بتایا کہ تو اسنے بھی دیکھ کر کہا بخدا یہ تو ہمارا بیٹا ہے وہ نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بیٹا آپ تو شہید ہو چکے تھے اس نے کہا جی ہاں لیکن ابھی ابھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے اللہ تعالیٰ سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے میں بھی ان میں سے ہوں اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی پھر اسنے ان دونوں کے لئے دعاء کی اور لوٹ گیا۔ اسی دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ [یعنی شہید

کے والد] نے دی ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ علامہ ابو علی حسین بن یحییٰ بخاری حنفیؒ نے اپنی کتاب "روضۃ العلماء" میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کوفی نوجوان جہاد میں نکلا پھر اس نے خواب میں اپنا محل اور حوریں دیکھیں پھر رومیوں نے اسے مسجد میں گھس کر شہید کر دیا کچھ عرصے کے بعد اس کے والد نے اسے ایک گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا کہ بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے اس نے کہا جی ہاں مگر آج ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازے میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔

(روضۃ العلماء)

ابو عمران الجونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا مسلمانوں میں ایک شخص بطال نامی تھا وہ رومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا چونکہ رومی اسے اپنا پادری سمجھتے تھے اس لئے اسے کچھ نہیں کہتے تھے اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر [یہ خفیہ] کاروائیاں کرتا رہا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں وہ واپس آیا تو ہارون الرشیدؒ نے اسے بلایا اور فرمایا اے بطال رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ اس نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین [لیجئے سنئے]

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا اس نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا میں بطال ہوں تمہیں کیا کام ہے اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں میں نے اسے دعاء دی اور ساتھ لے لیا ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور ایک قلعے سے دیکھ لیا وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے

دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے اس نوجوان نے کہا اے بطال مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں میں نے اجازت دے دی وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر کے مقابلے کے بعد شہید ہو گیا وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ میں نے کہا میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔ میں جب تیار ہو گیا تو وہ پھر آگے بڑھے میں نے کہا یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ کر رہے ہو تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے میں نے تین کو تو مار گرایا مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا لڑتے لڑتے ہمارے نیزے تلواریں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آسکا میں نے اسے کہا اے رومی میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادات کو اداء کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں اس نے کہا یہ ٹھیک ہے وہ خود ایک پادری تھا ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا تم اپنا سر میرے اوپر اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا اس بار مجھے چھوڑ دو تاکہ ہم پھر مقابلہ کریں میں نے اسے چھوڑ دیا جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا میں

تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے اس نے کہا ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تیسری بار کی لڑائی میں اسنے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا جب چوتھی بار اسنے مجھے گرایا تو کہنے لگا میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے اس نے کہا تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تاکہ میری گردن پر وار کرے اے امیر المؤمنین اسی وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اسنے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی:۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاء.

تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔

پھر وہ دوبارہ گر گیا یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔

(روضۃ العلماء)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بطال کا نام عبداللہ تھا۔ اور ان کی کنیت ابو محمد یا ابو یحییٰ تھی اور وہ تابعی تھے علامہ ابن ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ بطال بہادروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی امراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ رومی ان کے نام سے خوف اور ذلت محسوس کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت بطال کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا اس بچے کی ماں نے اسے کہا چپ ہو جاؤ ورنہ تمہیں بطال کو دے دوں گی بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اسے چارپائی سے اٹھا کر کہا اے بطال اسے لے لو میں اندر داخل ہوا اور میں نے کہا لاؤ دے دو۔

شہداء کی حیات کے واقعات بے شمار ہیں ہم نے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے

ہیں۔

اور ان کی اسی حیات کو دیکھتے ہوئے کئی ائمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہے اس لئے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ برکت کے لئے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اسی طرح اکثر [بلکہ تقریباً تمام] ائمہ کے نزدیک شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ انکے خون کے ساتھ انہیں دفن کیا جائے گا حضور اکرم ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کردو چنانچہ انہیں غسل نہیں دیا گیا۔ (بخاری)

اور اس کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن شہداء اپنے خون کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

[حیات شہداء پر اس بحث کے بعد اب دوبارہ ہم شہداء کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں شہید کی پہلی فضیلت بیان ہو چکی ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں]

(۲) جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم [اور مقام] دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔

(بخاری۔ مسلم)

[اس بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض پیچھے گزر چکی ہیں]۔

(۳) تمام گناہوں کا کفارہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔

(مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لئے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ اداء کردے گا۔ (مقدمات ابن رشد)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے یہ وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر اداء کئے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لئے ہے۔ (بخاری)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے اداء نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کردے گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت

رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کردے گا۔ (بخاری)

علامہ قرطبیؒ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (التذکرہ للقرطبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ علامہ قرطبیؒ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

(۴) فرشتوں کے پروں کا سایہ

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤں تو لوگوں نے مجھے منع کردیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر [یعنی شہید پر] اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

(۵) جنت میں داخلے کی پکی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ. (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ عَرَّفَھَا لَھُمْ. (محمد۔۴۔۵۔۶)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لئے خوشبو سے مہکا دی گئی ہے)۔

☆حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۱) شہید (۲) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (۳) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر [خوشی سے] ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا

اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں صرف نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا رجالہ ثقات)

☆حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جنت میں کون جائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے، وہ بچہ جسے زندہ درگور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

(ابوداؤد)

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے [میرے بیٹے] حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب رووں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ [یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے] میں ہے۔ (بخاری)

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان [کافروں] سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جنت میں، چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تو حضور اکرم ﷺ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ نے تمہارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرمادیا ہے پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے یا کسی اور کے لئے فرمایا میں نے اس کی بیوی حور عین کو دیکھا کہ ان کے اونی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک۔ بیہقی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام جعال رضی اللہ عنہ ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفرؓ بن ابو طالب کو جنت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

(۶) شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے بھائی [احد کے دن] شہید ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھا پی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل

فرمائیں: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ الی آخرہ۔ (ابوداؤد۔ مستدرک)

صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

(۷) قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا [مرابط] قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لئے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے، مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کیلئے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کرلی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

☆ راشد بن سعد کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے [کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مومن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جا سکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین

کے ساتھ جما رہتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر اسکے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

[اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے اور توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مرمٹتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی]

☆حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ. (الزمر۔٦٨)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔ (المستدرک)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا [آیت اوپر مع ترجمے کے گزر چکی ہے] جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ کے عرش کے اردگرد ہوں گے فرشتے ان کے لئے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہوگی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے

ریشم کی ہوگی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہوگا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح سے فیصلہ فرماتا ہے [جب وہ آئیں گے تو] اللہ تعالیٰ ان پر [خوشی سے] ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لئے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی)

☆شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ [قیامت کے دن] بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لئے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

(٨) اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد۔ بیہقی)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (١) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (٢) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (٣) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (٤) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (٥) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (٦) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (٩) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت

قبول کی جاتی ہے۔(مسند احمد)

امام قرطبیؒ نے ایک بہت ہی عجیب و غریب حدیث ذکر فرمائی ہے وہ حدیث اس طرح ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہداء کو ایسے پانچ اعزازات عطاء فرماتا ہے جو نہ کسی نبی کو ملے ہیں اور نہ خود مجھے۔ (۱)ان میں سے پہلا یہ ہے کہ تمام انبیاء کی ارواح کو ملک الموت نے قبض کیا ہے اور وہی میری روح کو بھی قبض کرے گا لیکن شہداء کی روح کو اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت سے جس طرح سے چاہتا ہے قبض فرماتا ہے اور ان کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو مقرر نہیں فرماتا۔ (۲)دوسرا یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد غسل دیا گیا اور مجھے بھی دیا جائے گا لیکن شہداء کو غسل نہیں دیا جاتا اور انہیں دنیا کی کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔(۳) تیسرا یہ کہ تمام انبیاء کو موت کے بعد کفن دیا گیا اور مجھے بھی دیا جائے گا لیکن شہداء کو کفن نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں ان کے کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔(۴)چوتھا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد انتقال کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے اور میرا شمار بھی انتقال کرنے والوں میں کیا جائے گا لیکن شہداء کو موت کے بعد مردہ نہیں کہا جاتا۔(۵)اور پانچواں یہ کہ انبیاء کو قیامت کے دن شفاعت کا اختیار ہوگا لیکن شہداء ہر دن کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں۔(تفسیر القرطبی)

[یہ حدیث اگر سند کے اعتبار سے درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کرام کو یہ پانچ جزوی اعزازات نصیب ہوں گے جو بظاہر حضور اکرم ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہیں ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ اور انبیاء کرام کو جو اعزازات حاصل ہیں وہ ان اعزازات سے بے حد زیادہ بلند ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام بلاشبہ شہداء سے بڑھ کر ہے اور حضور اکرم ﷺ تو مخلوق میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں چنانچہ اس طرح کے جزوی فضائل کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شہداء کا مقام نعوذ باللہ انبیاء سے بلند تر ہو گیا ہے اور نہ

اس طرح کی احادیث سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جزوی فضائل کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں نعوذ باللہ کوئی کمی یا بے ادبی لازم آتی ہے۔ اگر کسی دفتر کا آفیسر یہ کہے کہ فلاں کلرک کو حسن کارکردگی پر ایک موٹر سائیکل انعام میں دی گئی ہے اور یہ ایسا اعزاز ہے جو مجھے بھی نہیں ملا تو یہ بات درست ہوگی۔ کلرک کو انعام میں موٹر سائیکل ملنا اگرچہ ایک خصوصیت ہے کیونکہ یہ موٹر سائیکل آفیسر کو نہیں ملی ہوتی لیکن اس موٹر سائیکل کی وجہ سے وہ کلرک اپنے آفیسر سے زیادہ مقام والا نہیں ہو جاتا اور نہ اس کی موٹر سائیکل آفیسر کی کار کے برابر ہو سکتی ہے۔ عام مسلمانوں کو جب اس طرح کی احادیث سنائی جائیں تو ساتھ مذکورہ بالا وضاحت بھی ضرور کر دی جائے تاکہ فضائل بیان کرنے کے نشے میں اسلام کے اہم قوانین پامال نہ ہوں جیسا کہ اکثر فضائل بیان کرنے والوں کا طریقہ بنتا جا رہا ہے]۔

(۹) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

☆ حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

(۱)خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے (۲) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے (۳) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے (۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے (۵) بہتر (۷۲) حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے (۶) اور اس کے اقارب میں ستر کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔(ترمذی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابن ماجہ)

(۱۰) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے:

[اس بارے میں کئی روایات پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں]

☆ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اس کے گناہ بخشش دیئے جاتے ہیں۔

(السنن الکبری بیہقی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈالکر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لیجایا جاتا ہے وہ آسمان کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لئے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لئے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کی نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت

کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

(۱۱) خون خشک ہونے سے پہلے حور عین کی زیارت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں [یعنی حوریں] اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے [یعنی وہ شہید ہو جائے] (مسند احمد)

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل

ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایا ہم دونوں [بھائی] غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔ پس اسی سے تمہیں ان کی افضلیت معلوم ہو جانی چاہئے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

(۱۲) چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد اور سکرات الموت سے حفاظت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ بیہقی)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہوتا ہے تو مجاہد کے لئے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ [موت] شہید پر اور مظلوم قتل کیے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے۔ اے قبروں والو! تم کسی پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عزوجل کی زیارت کرتا ہے اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب مجموع اللطائف میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری

روح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا ایک دن وہ شخص تفریح کے لئے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا میں باغ میں سویا تھا جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنت میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

اس بارے میں کچھ واقعات پچھلے ابواب میں بھی گزر چکے ہیں۔

(۱۳) فرشتوں کا داخلہ اور سلام

☆ پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمادے گا تو فرشتے آکر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم رات دن آپ کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں پھر [یہ سنکر] فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد۔ المستدرک صحیح الاسناد)

مطلب بن حنطب فرماتے ہیں کہ شہید کے لئے جنت میں ایک بالاخانہ ہے جو صنعا [یمن] سے جابیہ [شام] کی مسافت جتنا ہے اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مشک اور کافور ہے۔ فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

(۱۴) اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر حضرات جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیئے ان میں میرے ماموں حضرت حرامؓ بھی تھے [مدینہ منورہ میں] یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آکر پانی ڈالتے تھے پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحاب صفہ اور دوسرے فقراء کے لئے کھانا خریدتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمادیا راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا انہوں نے [شہادت کے بعد] عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے پار کر دیا حضرت حرامؓ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے [صحابہ کرام سے] فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر [ستر قراء] حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ان سے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ عامر بن

فہیرہؓ ہیں۔ اس نے کہا میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آرہا تھا۔ پھر انہیں واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر شہید ہونے والے [ستر] حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بخاری)

(۱۵) شہادت کی قبولیت کے لئے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں ہیں

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی [جنگی] ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں قتال کروں یا اسلام لاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر [اسی وقت] جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری)

[یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلیٰ مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ]

☆ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اگرچہ میں نے اللہ کے لئے نماز نہ پڑھی ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لئے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ ہم لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا [شہادت کے بعد] اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ یہ قاتل اس کے لئے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

☆حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم ﷺ نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا

میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم ﷺ کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بڑا خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے ان کا نام اسلم بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

(۱۶) شہید پر انبیائے کرام کی فضیلت درجہ نبوت کی وجہ سے ہے

[اس بارے میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے مزید روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں]

☆حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (۱) وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لئے آیا ہے اگر وہ [دوران جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز واکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھ دیا جائے گا (۲) دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر [دوران جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا ٹھکانہ اللہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا: فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر-۵۵) پاک مقام میں ہر

طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۳) تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو اگر [دوران جہاد] اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ وہ کہے گا ہمارے لئے راستہ کھول دو ہم وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور مال اللہ کے لئے لٹا دیا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان پر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ فرماتے ہیں انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ کیا جاتا ہے وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔

(البزار۔ بیہقی۔ الترغیب والترہیب)

(۱۷) حور عین سے شادی

[اس بارے میں بہت ساری روایات پہلے گزر چکی ہیں مزید چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے]۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس

جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا برا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے ہیں پھر اس کی بیویاں حور عین آجاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

[اس بارے میں روایات بے شمار ہیں اور ان میں سے کئی ایک آپ پیچھے پڑھ بھی چکے ہیں]

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ کبھی کبھار حور عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آجاتی ہیں تاکہ اسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے شہادت کی خلعت فاخرہ تیار کر رکھی ہے۔ اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی اپنی کتاب الجہاد میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ابو ادریس نامی بزرگ کا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے ان میں سے ایک کا نام زیاد تھا ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور حور عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اس پر میں ہنسا پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا ظہر تک انتظار کرو اس پر میں رو پڑا۔ ابو ادریس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

فصل

بعض اوقات حور عین کسی مجاہد کو حالت بیداری میں بھی نظر آجاتی ہے۔ تاکہ وہ شہادت پانے کے لئے بھرپور جدوجہد کرے۔

واقعہ نمبر ۱ :

یزید بن معاویہؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن یزید نے مجھے بتایا کہ ایک جہاد کے دوران ہم انگوروں کے ایک باغ سے گزرے ہم نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو ایک کپڑا دیا کہ اس میں انگور بھر کرلے آؤ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے سونے کے پلنگ پر حور عین کو دیکھا اس نے [کوئی غیر عورت سمجھ کر] اپنی نظریں جھکالیں پھر اس نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں بھی ویسی ہی ایک عورت تھی اس نے پھر نظریں جھکالیں اس عورت نے کہا تمہارے لئے ہمیں دیکھنا حلال ہے اور تم اپنی حور عین بیویوں کو دیکھ رہے ہو اور آج تم ہمارے پاس آنے والے ہو وہ نوجوان انگور لئے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا ہم نے اسے کہا کیا ہوا؟ کیا تم ڈر گئے ہو ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا نور اور حسن پہلے سے بڑھا ہوا ہے۔ ہمنے اس سے پوچھا کہ انگور کیوں نہیں لائے۔ وہ بالکل خاموش رہا یہاں تک کہ ہم نے اسے قسم دیکر پوچھا تو اس نے پورا ماجرا سنادیا۔ تھوڑی دیر بعد جب لڑائی کا اعلان ہوا تو وہ بہت جلدی دشمنوں کی طرف بڑھنے لگا ہم نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ اس کی سواری کو روکے رکھے تاکہ ہم تیار ہو کر اکٹھے نکل سکیں پھر ہم سب شہادت کی تمنا کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے وہ ہم میں سب سے آگے تھا اور اس دن وہی سب سے پہلے شہید ہوا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

جہاں تک ان حوروں کی خواب میں زیارت کا تعلق ہے تو اس کے قصے اور واقعات بے شمار ہیں [جن میں سے بعض پچھلے ابواب میں گزر چکے ہیں]۔

واقعہ نمبر ۲ :

شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن جہاد کے لئے روانگی سے پہلے میں نے تلاوت قرآن پاک کا اعلان کیا اور ہم میں سے ایک نے یہ آیات پڑھیں: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الی آخرہ) کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ یہ آیات سن کر ایک پندرہ سالہ نوجوان جس کا والد اس کے لئے بے شمار مال چھوڑ کر انتقال کر چکا تھا مجھے کہنے لگا اے شیخ عبدالواحد کیا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں بیٹا اس نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی جان ومال کو جنت کے بدلے اللہ تعالیٰ کو بیچ دیا ہے۔ میں نے کہا بیٹا تلوار اٹھانا آسان کام نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا میں اللہ کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کر کے پیچھے ہٹ جاؤں یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نوجوان نے اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا اور اپنے پاس صرف گھوڑا، اسلحہ اور جہاد کے لئے خرچہ رکھا اور کوچ کے دن ہمارے ساتھ شامل ہو گیا میں نے اسے اس نفع مند سودے پر مبارک باد دی وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا دن کو وہ روزے سے ہوتا تھا اور رات اس کی سجدوں میں گزرتی تھی وہ ہماری اور ہمارے گھوڑوں کی خدمت میں لگا رہتا تھا اور بڑی چوکسی سے ہمارا پہرہ دیتا تھا جب ہم روم پہنچ گئے تو ایک دن وہ بے تابانہ آوازیں لگانے لگا: اے میری حورعینا! ساتھیوں نے کہا شاید اس کی عقل میں کچھ فرق آگیا ہے میں نے اس سے پوچھا اے بیٹے کہاں ہے تمہاری حورعینا۔ اس نے کہا کہ میں آج اونگھ رہا تھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور مجھے ایسے باغات سے گزارتا ہوا لے گیا جن میں صاف ستھرے پانی، سفید دودھ اور شراب کی نہریں تھیں اور ان کے کنارے حسین وجمیل بے مثال لڑکیاں تھیں میں ان میں سے ہر ایک سے حورعینا کا پوچھتا تو وہ کہتیں کہ وہ آگے رہتی ہے ہم تو اسکی خادمائیں ہیں۔ یہاں تک کہ میں شہد کی نہر تک پہنچا اور وہاں موتی کے محل میں میری ملاقات حورعینا سے ہوئی گفتگو کے بعد جب میں

نے اسے گلے لگانا چاہا تو اس نے کہا ابھی نہیں ہاں آج ہمارے ساتھ افطار کرنا پھر میں بیدار ہو گیا اور اب مجھ سے شام تک صبر نہیں ہو رہا۔ شیخ عبد الواحد فرماتے ہیں کہ ابھی ہماری یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دشمن کا ایک گروہ آ پہنچا ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور نو دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گیا۔ آخری بار میں نے اسے دیکھا کہ خون میں لت پت پڑا ہوا بھرپور طریقے سے مسکرا رہا ہے اور اسی حال میں اس نے دنیا فانی کو خیر باد کر دیا۔

(کتاب الوعظ والرقاق)

اس واقعے اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں حور عینا کا ذکر ہے حور عینا حور عین کا مفرد ہے یعنی ایک حور عینا۔ حور عینا کا معنی ہے گورے رنگ اور بڑی کالی آنکھوں والی عورت۔ یہ حسین مخلوق جنت میں مردوں سے زیادہ ہے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک ایک جنتی کو کئی کئی حوریں ملیں گی قرآن مجید میں ان کی صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

ترجمہ: [گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں] (الرحمن-۵۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ: [اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے (حفاظت سے) تہہ کیے ہوئے (آب دار) موتی]۔ (واقعہ-۲۲-۲۳)

اور احادیث میں ان حوروں کی جو شان بیان کی گئی ہے وہ تو عقلمندوں کو حیران کرنے والی اور بصیرت والوں کو تعجب میں ڈالنے والی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور ان کے بعد والے آسمان کے سب سے روشن ستارے سے زیادہ نور والے ہوں گے اور ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا [لطافت کی وجہ سے] ان کے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا اور کوئی بھی جنت میں کنوارہ نہیں رہے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانک لے تو آسمان و زمین کا درمیان خوشبو سے بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان روشنی پھیل جائے اور اسکے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتی عورت کی پنڈلی کا گودا ستر جوڑوں کے باہر سے نظر آئے گا اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کانھن الیاقوت والمرجان [گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں] (رحمن-۵۸)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر جنت کی ایک عورت اوپر سے جھانک کر دیکھ لے تو زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند اپنی روشنی کھو دیں۔

(البزار۔ الطبرانی۔ الترغیب والترہیب)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت: کانھن الیاقوت والمرجان کے بارے میں فرمایا کہ جنتی اپنا چہرہ اس حور کے آئینے سے زیادہ شفاف رخسار میں دیکھے گا اور اس کے زیر استعمال موتیوں میں ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر سکتا ہے اور اسکے خاوند کی نگاہ اس تک ستر جوڑوں سے گزر کر پہنچے گی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی پنڈلی کے گودے کو دیکھے گا۔ (مسند احمد۔ ابن حبان۔ ترمذی)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ حور سات سمندروں میں اپنا لعاب ڈال دے تو یہ سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب)

☆ ایک روایت میں ہے کہ جنتی جب جنت میں داخل ہوگا تو ستر سال تک تو وہاں کے بستروں پر تکیہ لگا کر سکون حاصل کرے گا پھر اس کی حسین و جمیل حوریں اس کے پاس آجائیں گی۔ (ابن حبان۔ موارد الظمآن)

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ ان حوروں کو چالیس سال تک تو دیکھتا ہی رہے گا اور اپنی نظریں نہیں پھیرے گا۔ (الترغیب والترہیب)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے ادنیٰ مقام والا شخص وہ ہوگا جو ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنے عیش و آرام کی چیزوں اور اپنے خادموں کو دیکھے گا۔ اور اہل جنت میں سے اللہ کے نزدیک سب سے اعلیٰ مقام والا وہ ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا۔ (ترمذی۔ ابویعلی)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ دوزخ سے نکلنے والے آخری شخص کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔ یعنی جس دن سے دنیا پیدا ہوئی اس سے فنا ہونے کے دن تک کی دنیا سے دس گنا بڑی جنت تمام تر نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسے عطاء فرمائیں گے۔ جب ادنی جنتی کا یہ مقام ہے تو پھر اعلی جنتی کا مقام کیا ہوگا اور پھر مجاہد کا مقام کیا ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کے سو درجے بنائے ہیں اور پھر غور کیجئے کہ شہید کا مقام کیا ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ بس اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھئے جو شہید سے کم درجے والوں کے لئے بیان ہوا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ. (السجدہ۔ ۱۷)

کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

☆ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا کھٹکا کسی دل پر گزرا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

[جنت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بے شمار ہیں اور ان میں سے ہر

حدیث میں جنت کے عجیب و غریب اور اعلیٰ ترین فضائل اور احوال بیان کیے گئے ہیں۔ مصنفؒ نے بھی کئی احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ ہم ان میں سے مزید ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں]۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں جنت اور اس کی عمارتوں کے متعلق کچھ بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی، اس کا گارا مشک، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت اور اسکی مٹی زعفران ہے جو اس میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمتیں پائے گا اور کبھی نہیں مرجھائے گا، ہمیشہ اس میں رہے گا کبھی نہیں مرے گا، جنت والوں کے کپڑے میلے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی سدا بہار رہے گی۔ (ترمذی۔ ابن حبان۔ مسند احمد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جنت تو ہم مسافروں کا وطن ہے اور وطن کی باتیں انسانوں کو اکتاہٹ میں مبتلا نہیں کرتیں بلکہ محبوبوں سے ملاقات کی جگہ کا تذکرہ تو شوق کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے جنت اور اسکی حوروں اور نعمتوں کا تذکرہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس میں لگ گئے تو اصل مقصود کا ذکر رہ جائے گا۔ بس شوق شہادت پیدا کرنے کیلئے اتنا تذکرہ بھی کافی ہے اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اس باب کا اختتام ایک سچے واقعے پر کرتے ہیں۔

واقعہ! رافع بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یحیی کنانیؒ نے کہا میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لئے سنا رہا ہوں تاکہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا ضرور سنائیے انہوں نے کہا ہم نے ۳۸ھ میں جہاد روم میں حصہ لیا اس وقت ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالملک اور عبداللہ بن ولید تھے یہی وہ جنگ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے طوانہ [نامی مقام] مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اہل بصرہ اور اہل جزیرہ اکٹھے تھے

اور ہم نے خدمت، پہرے داری، اور جانوروں کا چارہ لانے کے لئے باریاں مقرر کر رکھی تھیں ہماری جماعت میں سعید بن حارث نام کے ایک شخص بھی تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ ہم خدمت کر لیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے۔ بس صبح شام رات دن وہ محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے ایک بار ہم نے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہم سخت مشکلات میں مبتلا تھے۔ رات کو سعید بن حارث کے پہرے کی باری تھی انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزرنے کے بعد کہا اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تم اتنا عمل کیا کرو جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو میں نے یہ اور اس طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھائی ہمارے پاس چند گنے چنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزر جانے والے دنوں کے علاوہ اور کیا ہے۔ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعاء دی پھر ان سے کہا آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجئے تا کہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لئے تیار ہوں وہ خیمے کے ایک کونے میں سو گئے۔ باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید سو رہے تھے۔ وہ ہی نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر آرام سے واپس کھینچ لیا۔ اور پھر کہا رات تو وہی رات ہوگی پھر وہ اچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے میں نے انہیں سینے سے لگا لیا وہ برابر تڑپتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آ گیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا آپ

مجھے معاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق جتلایا تو وہ کہنے لگے جب میں سو گیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہیں اچانک دو خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے خوش ہو جاؤ اے سعید اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں زندگی ہی میں بشارت دے دی ہے آؤ ہم تمہیں وہ نعمتیں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار فرمائی ہیں وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کر کے دائیں جانب لے گئے جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا وہ تو بجلی کی چمک کی طرح تیز رفتار تھا وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس لے آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہو کر وہ چیزیں دیکھیں جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمت گار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے یہ اللہ کا ولی ہے اللہ کا ولی آ گیا خوش آمدید اے اللہ کے ولی پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچھے ہوئے تھے ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی لڑکی تھی۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے کہا یہ تیرا گھر ہے یہ لڑکی تیری بیوی ہے یہی تیرا ٹھکانا اور منزل ہے یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تابی کے ساتھ میری طرف بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور مبارک بادیں دینے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھے درمیان

والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں تو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی آج نہیں آج تو تمہیں دنیا میں واپس جانا ہے میں نے کہا میں واپس نہیں جانا چاہتا اس نے کہا ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے انشاء اللہ۔

میں نے کہا رات تو وہی رات ہو گی اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشام کہتے ہیں میں نے کہا تم اللہ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دکھا دیا انہوں نے کہا میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتایئے گا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کے لئے گئے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ اٹھے، انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدان جنگ میں چلے گئے وہ روزے کی حالت میں تھے سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آگئے واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج انہوں نے [یعنی سعید نے] تو وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کئے اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا میں نے دل میں کہا اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے اسکے بعد سعید نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مصلے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا تیسرے دن میں بھی ان کے ساتھ نکلا تا کہ ان کا پورا معاملہ دیکھ سکوں وہ سارا دن بہادری سے لڑتے رہے مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر ان پر کارگر نہیں ہو رہی تھی

یہاں تک کہ سورج کے غروب کا وقت قریب آگیا اور وہ پہلے سے زیادہ چست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اوپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا جو ان کی گردن میں لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اٹھایا اور پیچھے لے آئے اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی میں نے انہیں کہا مبارک ہو اس چیز کی جو آپ کو آج افطار کے وقت ملنے والی ہے کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا پھر ان کی روح پرواز کر گئی اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے لوگو! ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنا چاہئے آؤ میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا پھر انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس سے میدان گونج اٹھا دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مسلمہ بن عبد الملک تک بھی پہنچ گئی ہم نے ان سے کہا آپ کا انتظار ہے آئیے جنازہ پڑھایئے انہوں نے کہا ان کا جنازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر ابھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ سے ملاقات کے والہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرما دیا ان پر اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابی الحسن علی بن الخضر السلمی)

[شہادت کے فضائل اور شہداء کے واقعات ہم نے تفصیل کے ساتھ پڑھ لئے اور احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں ان کے سچا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ فضائل صرف صحابہ کرامؓ یا امت کے پہلے لوگوں

کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ فضائل قیامت تک کے انسانوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں چنانچہ جس طرح ماضی کے خوش قسمت افراد نے ان فضائل کو پڑھا سمجھا اور ان پر یقین کیا اور پھر میدانوں میں نکل کر بھرپور محنت کر کے ان فضائل کو پالیا اسی طرح آج ہمیں بھی یقین اور عمل کی آنکھوں سے ان فضائل کو پڑھنا چاہئے اور ان کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے جب تک یہ فضائل حاصل نہ ہو جائیں اور اگر یہ فضائل حاصل ہو گئے تو پھر ہمارے لئے چین ہی چین ہو گا مزے ہی مزے ہوں گے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے لئے خصوصی طور پر تیار فرمائی ہیں۔ اسی طرح ہم نے اس باب میں حضرات شہداء کرام کے جو واقعات پڑھے ہیں وہ کوئی دیومالائی کہانیاں یا کوہ قاف کے جنات کے واقعات نہیں ہیں یہ سارے لوگ ہماری طرح گوشت پوست کے بنے ہوئے تھے جن کے سینے میں بھی ہماری طرح دل اور ان کی رگوں میں ہماری طرح خون تھا ان کے اردگرد بھی دنیا کے تقاضے مجبوریاں اور دنیا کی پرکشش چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ ان کے دلوں میں بھی ہماری طرح امیدیں اور ارمان پیدا ہوتے تھے اور انہیں بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل وعیال سے پیار تھا لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے تو خوشی سے جھوم اٹھے کہ واہ اللہ تعالیٰ ہمارا خریدار بن گیا ہے چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ ہم جان ومال کا یہ سودا کہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں تو جواب ملا کہ تم میدان جہاد میں نکل کر یہ سودا پیش کرو چنانچہ وہ دیوانہ وار میدان جہاد کی طرف دوڑے ان کے گوشت پوست کے جسم فولاد بن گئے ان کے سینے میں دھڑکنے والا دل صرف اللہ کے لئے دھڑکنے لگا اور اس میں اللہ کی ملاقات کا شوق ایسا سمایا کہ اس میں سے ہر طرح کا خوف اور ڈر نکل گیا اور یہ دل بزدلی اور دنیا کی محبت سے پاک ہو گیا۔ ان کے جسم میں چلنے والا خون جوش مارنے لگا اور بیوی بچوں کی محبت نے انہیں یہ سکھایا کہ وہ جلد از جلد اپنی جان اللہ تعالیٰ کو

دیکر اپنے بیوی بچوں کی شفاعت کا انتظام کریں چنانچہ انہوں نے اللہ کی محبت میں اور کفر سے نفرت کرتے ہوئے تلوار اٹھائی اور پھر ان کی تلوار خون اگلنے لگی اور اس وقت تک خون اگلتی رہی جب تک خود ان کی گردن نے اپنا سارا خون زمین پر نہیں بہا دیا ان لوگوں نے خود کو اللہ کے پاس بیچ دیا تھا اور جو چیز خریدی جاتی ہے اس سے پیار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا پھر خود انہیں خریدا اور پھر ان پر اپنا پیار نچھاور فرما دیا اور ان کے ہر عمل کو عبادت اور ہر اداء کو طاعت بنا دیا اور ان پر فخر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف میرے ہیں صرف میرے اور میری خاطر جان دیتے ہیں میری خاطر کٹ مرتے ہیں میرے دشمنوں سے زمین کو پاک کرتے ہیں اور میرے نام کی بلندی کے لئے خود اپنے لہو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت اور اپنے فضل کے سارے دروازے کھول دیے۔ یہ دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں آج بھی شہادت کا بازار گرم ہے اللہ تعالیٰ آج بھی خریدنے کے لئے تیار ہے اور خوش قسمت لوگ آگے بڑھ بڑھ کر خود کو بیچ رہے ہیں دنیا والوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاتھوں میں۔ آج پھر افغانستان کشمیر، فلسطین میں شہداء کے استقبال کے لئے حوریں اتر رہی ہیں وہ تمام کرامات جو ہم نے حضرات صحابہ کرامؓ کے شہداء اور ان کے بعد کے شہداء کی پڑھی ہیں ایک ایک کر کے اس زمانے کے شہداء کو بھی نصیب ہو رہی ہیں اور ایسے عجیب وغریب واقعات بھی ظاہر ہو رہے ہیں جن کی ماضی میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا تو ہم آپ کے سامنے اس زمانے کے شہداء کرام کی کچھ کرامات کا تذکرہ کرتے جو افغان جہاد کے دوران ظاہر ہوئیں۔ جو کشمیر میں کھلی آنکھوں سے دیکھی گئیں اور جو فلسطین فلپائن بوسنیا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دکھائیں مگر اس وقت ہمارے لئے ان واقعات کو لکھنا ممکن نہیں ہے لیکن جس اللہ تعالیٰ نے ماضی کے شہداء کو کرامتوں سے نوازا وہی اللہ تعالیٰ آج کے شہداء کرام پر بھی وہی فضل فرما رہا ہے بلکہ اس زمانے میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بعض اوقات زیادہ

فضل وکرم کا معاملہ فرماتا ہے تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔

اے مسلمانو! یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے جان تو جسم سے نکلنی ہی ہے اور ایک رات قبر میں سونا ہی ہے پھر ہم کس چیز سے ڈریں اور کس چیز سے گھبرائیں آج ہم سے وہ چیز مانگی جا رہی ہے جو ہم نے ایک نہ ایک دن دینی ہے اور ہم کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جا رہی ہے جس سے بچنا کسی کے بس میں نہیں ہے تو پھر جب مرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے پیش کریں اور اس جان کو جہاد کے میدانوں میں لے جا کر پاک کریں اور اسے اس قابل بنائیں کہ یہ اللہ کے حضور پیش ہو سکے اور جنت کی نعمتوں کی مستحق ہو سکے۔

شہادت سے ڈرنا ایک غفلت اور بیوقوفی ہے کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے اور شہادت سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے کیونکہ حقیقی مومن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان اور مال دے کر اس کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اسے بھی اللہ کا فضل سمجھتا ہے کیونکہ جان دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اب اسی کی دی ہوئی چیز واپس اس کو دے کر اس کی رضا اور جنت کی نعمتیں پانا نفع کا سودا نہیں تو اور کیا ہے؟]

تیسواں باب

مال غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے
اور اگر خائن مارا جائے تو شہید نہیں ہے

خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے غلول مال غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں وہ اس طرح کہ لشکر کا امیر یا کوئی مجاہد مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے اور اسے تقسیم والے تک نہ پہنچائے خواہ یہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، بعض علماء کے نزدیک اسے غلول اس لئے کہتے ہیں کہ شریعت نے ہاتھوں کو ایسا کرنے سے باندھ دیا ہے۔ مال غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ اور بڑی سخت معصیت ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین چیزوں [یعنی] تکبر، مال غنیمت میں خیانت اور قرض سے پاک مرا وہ جنت میں جائے گا۔

(ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ المستدرک)

مال غنیمت میں خیانت پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں ہم ان میں سے چند کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) خیانت والا مال دوزخ کی آگ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خیبر کے دن حضور اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا فلاں شہید ہوا ہے اور فلاں شہید ہوا ہے یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے

گزرے اور کہا یہ شہید ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں میں نے اسے جہنم میں ایک ایسی چادر میں دیکھا ہے جو اس نے مال غنیمت سے چرائی تھی یا اس عبا میں دیکھا ہے جو اس نے مال غنیمت سے چرائی تھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والا مومن نہیں ہے اور اسکی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی ایمان والا مال غنیمت میں خیانت نہیں کرتا۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ خیبر کے لئے نکلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطاء فرمائی ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا بلکہ سامان، کھانے کی اشیاء اور کپڑے ملے۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی تھا ——— اور یہ غلام قبیلہ جزام کے رفاعہ نامی ایک شخص نے آپ ﷺ کو دیا تھا جب ہم نے وادی میں پڑاؤ ڈالا تو وہ غلام اپنا سامان کھول رہا تھا کہ اسے ایک تیر لگا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ اس کے لئے شہادت مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے مال غنیمت میں سے تقسیم کرنے والے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے لے لی تھی آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے یہ سن کر لوگ سخت خوفزدہ ہو گئے اور ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لیکر حاضر ہوا۔ اس نے کہا میں نے یہ خیبر کے دن لئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ وادی القریٰ میں قتل ہونے والے اس غلام کا نام مدعم ہے جبکہ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح کا واقعہ کرکرہ نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔

واللہ اعلم [ممکن ہے کہ وہ دوسرا واقعہ ہو]

☆ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما لیتے تو عبد الاشہل قبیلے کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ گفتگو فرماتے اور پھر مغرب کے لئے واپس لوٹ آتے تھے ایک بار حضور اکرم ﷺ مغرب کے لئے جلدی جلدی [مسجد نبوی کی طرف] آرہے تھے کہ ہمارا گزر بقیع [قبرستان] سے ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اف ہے تجھ پر، اف ہے تجھ پر، اف ہے تجھ پر۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل پر بھاری گزری میں آپ سے پیچھے ہو گیا اور میں نے گمان کیا کہ آپ مجھے فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا ہو گیا تمہیں چلتے کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے ابھی کچھ کہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا کہا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ نے مجھ پر اف فرمائی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ میں نے فلاں شخص کو کہا ہے میں نے اسے فلاں قبیلے میں زکوۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا تھا اس نے ایک چادر چرا لی۔ پس اسی چادر جیسی آگ کی زرہ اسے پہنا دی گئی ہے۔ (نسائی۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابو حازم بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں سے [تقسیم سے پہلے] ایک چادر لائی گئی اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ آپ کیلئے ہے تاکہ آپ دھوپ کے وقت اس سے سایہ حاصل کریں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی آگ کے سائے کے نیچے بیٹھے۔ (کتاب المراسیل لابی داؤد)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے خیانت سے حاصل شدہ مال جہنم کا انگارہ ہے اور ایسا خزانہ آگ کا خزانہ ہے۔ (ابن عساکر)

علامہ ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہاوند [نامی علاقے] میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کو نگران مالیات بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادے تو مال غنیمت ان میں تقسیم کر دینا اور خمس [یعنی پانچواں حصہ]

الگ کر لینا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا کہ ایک کافر آیا اور اس نے کہا اگر آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دے دیں تو میں آپ کو یزدگرد کے خزانے کا پتہ بتا دوں گا اور یہ خزانہ آپ کا اور آپ کے امیر کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے وہ مجھے لے گیا اس نے مجھے موتیوں اور ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی دو بڑی ٹوکریاں دکھائیں میں نے انہیں اٹھوایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بیت المال میں دے دو میں نے وہ بیت المال میں دے دیں اور جلدی سے کوفہ کی طرف لوٹا ابھی کوفہ پہنچا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد آ گیا اور اس نے میرے اونٹ کے بالکل پیچھے اپنا اونٹ بٹھایا اور کہا فوراً امیر المومنین سے ملو، میں فوراً واپس گیا تو حضرت عمر فرما رہے تھے کیا ہوا مجھے اور ام السائب کے بیٹے کو میں نے عرض کیا کیا ہوا اے امیر المومنین؟ فرمانے لگے میں رات کو سویا تو دیکھا کہ فرشتے مجھے ان دو ٹوکریوں کی طرف گھسیٹ رہے ہیں اور ان ٹوکریوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ان آگ کی ٹوکریوں سے جلائیں گے، تو میں نے کہا کہ میں ان ٹوکریوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا۔ اے سائب یہ دونوں ٹوکریاں لے جاؤ اور انہیں مسلمانوں کو دیے جانے والے مال میں شامل کر لو۔ سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں اٹھا کر لے گیا۔ اور [تقسیم کیلئے] کوفہ کی مسجد میں جا کر ڈال دیا۔ (ابن جریر فی تاریخہ)

(۲) خیانت کیا ہوا مال گردن کا سوار

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے خیانت کا تذکرہ فرمایا اور اسے بہت عظیم اور بدتر گناہ قرار دیا اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو جو آوازیں نکال رہی ہو۔ [یا] اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو جس

کی ہنہنانے کی آواز ہو [پھر وہ] مجھے پکار کر کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو تمہیں اللہ کے احکام پہنچا چکا ہوں [اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ] اسکی گردن پر اونٹ سوار ہو اور اسکے بلبلانے کی آواز ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ کسی کی گردن پر بے آواز سونا چاندی مسلط ہو گا وہ کہے گا اے اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں اور کسی کی گردن پر کپڑے چیتھڑے ہل رہے ہوں گے وہ کہے گا اے اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے۔ میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو احکام پہنچا چکا ہوں۔ (بخاری۔ مسلم واللفظ للبخاری)

جانوروں کے بولنے اور کپڑے [یا کاغذ] کے ملنے میں حکمت یہ ہے کہ جس نے جو چیز بھی چرائی ہو گی اور اس میں خیانت کی ہو گی وہ چیز اپنی اپنی بولی میں اس کے سر پر شور کرے گی تاکہ خود اسے بھی تکلیف ہو اور لوگوں کے سامنے بھی وہ رسوا ہو جائے اور تمام انسانوں کو اس کی خیانت کا پتہ بھی چل جائے اور یہ سب کچھ محشر کے ہولناک دن ہو گا جس کی تکلیفیں، گرمی اور پسینہ پہلے ہی اس شخص پر مسلط ہو گا۔ (واللہ اعلم)

☆ عطیہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی [جہاد کے دوران] سواری مر گئی وہ حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؒ کے پاس آیا اس وقت ان کے سامنے مال غنیمت کا ایک ترکی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا امیر صاحب مجھے یہ گھوڑا دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس نے کہا میں آپ کو گھوڑا اٹھانے کے لئے تو نہیں کہہ رہا۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ مجھے دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مال غنیمت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (آل عمران۔ ۱۶۱)

حالانکہ جو شخص خیانت کریگا وہ شخص اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔

چنانچہ میں تو اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہاں اگر تم تمام لشکر والوں سے پوچھ لو اور وہ تمہیں اپنا حصہ دے دیں تو میں بھی اپنا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن عبداللہ مشہور صحابی ہیں اور جہاد میں زیادہ شرکت کرنے اور چالیس سال تک رومیوں کے ساتھ جہاد میں مجاہدین کی قیادت کرنے کی وجہ سے مالک السرایا [جنگوں کے مالک] کے لقب سے مشہور ہوئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ [اور آپ کے لشکر] کے ہاتھ جب مال غنیمت لگتا تھا تو آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو چنانچہ لوگ مال غنیمت لا کر جمع کرا دیتے تھے اور آپ ﷺ اس میں سے خمس نکال کر باقی تقسیم فرما دیتے تھے ایک بار اعلان کے بعد ایک شخص بالوں کی ایک رسی لایا اور کہنے لگا یارسول اللہ یہ میں نے مال غنیمت میں پائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بلال کے تین مرتبہ آواز لگانے کو سنا تھا اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اس وقت یہ رسی کیوں نہیں لائے تو وہ شخص معذرت کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم یہ رسی قیامت کے دن ہی لے کر آنا کیونکہ میں تو اب نہیں لوں گا۔ (ابوداؤد۔ ابن حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں خیانت ایسا بھیانک جرم ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت تک نصیب نہیں ہو گی بھلا اس سے بڑھ کر ہلاکت اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین کی رحمت اور شفقت سے انسان محروم ہو جائے۔

اے ہمارے پروردگار۔ اے ارحم الراحمین ہمیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ فرما۔ بے شک ہم کتنے بڑے مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ [آمین]

☆ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے

صحابہ میں سے ایک کا غزوہ خیبر کے دن انتقال ہو گیا۔ دوسرے حضرات نے اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔ [میں نہیں پڑھوں گا] یہ سن کر چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے اللہ کے راستے میں نکل کر خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کے کپڑے پہننے والے تسموں میں سے ایک تسمہ موجود تھا جس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

(۳) خائن کی پردہ پوشی کرنے والا بھی اسی جیسا ہے

☆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے خیانت کرنے والے کو چھپایا وہ بھی اسی جیسا ہے۔ (ابوداؤد)

(۴) خیانت آگ ہے ذلت ہے اور عار ہے تھوڑی ہو یا زیادہ

☆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ غنیمت میں سے ایک بال اٹھا کر فرماتے تھے کہ اس میں خمس کے علاوہ میرا بھی اتنا حصہ ہے جتنا تمہارا اور خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹتا ہے [اے لوگو] سوئی دھاگہ اور اس سے بھی کم درجے کی چیزیں [مال غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس] جمع کرا دیا کرو اور خیانت سے بچو کیونکہ وہ عار ہے آگ ہے اور خائن کے لئے قیامت کے دن ذلت ہے۔ (مسند احمد۔ بزار)

[اس مفہوم کی احادیث مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثرت سے آئی ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے حقیر سی خیانت بھی قیامت کے دن ذلت اور آگ کا باعث بن جائے گی۔ العیاذ باللہ]

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے

ایک غزوے میں غنیمت کے اونٹ کے پاس صحابہ کرام کو نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ نے اس اونٹ کے کوہان کے بال اپنی دو انگلیوں کے درمیان پکڑ کر فرمایا یہ بھی تمہارے مال غنیمت میں سے ہیں اور اس میں میرا حصہ بھی تمہارے حصے جتنا ہے۔ سوائے خمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے مال غنیمت کے سوئی دھاگے کو بھی اور اس سے زیادہ اور اس سے کم کو بھی جمع کرایا کرو اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو کیونکہ خیانت دنیا اور آخرت میں خیانت کرنے والوں کے لئے ذلت اور آگ کا سبب ہے اور اللہ کے راستے میں دور والوں اور قریب والوں سب سے جہاد کیا کرو اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور سفر حضر میں اللہ کی حدود کو قائم رکھا کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے بڑا دروازہ ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تفکرات اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بلقین کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا آپ غنیمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور باقی چار حصے مجاہدین کے لئے۔ میں نے عرض کیا کیا اس میں سے کسی چیز کا کوئی شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ یہاں تک کہ وہ تیر جو تم اپنے پہلو سے نکالو تم اس کے بھی اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ (السنن الکبریٰ اسنادہ قوی)

[یعنی اگر تمہیں دشمن کا تیر پہلو میں لگا پھر تم نے وہ تیر نکال لیا تو وہ بھی مال غنیمت میں جمع ہوگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔]

فصل

جہاد میں مالی خیانت کرنے والے کو دو سزائیں ملتی ہیں۔ ایک سزا دنیا میں اور ایک

سزا آخرت میں۔

آخرت کی سزائیں

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ خیانت کرنے والا دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جو چیز اس نے خیانت کر کے لی ہوگی وہ قیامت کے دن یا تو آگ بنا کر اسے پہنا دی جائے گی یا اس پر لادی جائے گی اسی طرح وہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور آپ ﷺ اسے صاف جواب دے دیں گے کہ تیرے لئے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا اسی طرح اگر وہ جہاد میں مارا گیا تو وہ شہید بھی نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے قسم کھا کر اس کی شہادت کی نفی فرمادی ہے تو آپ ﷺ کی قسم کے بعد اس کی ناکامی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ [ایسا شخص ظاہری طور پر مجاہد اور شہید ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ مجاہد ہے اور نہ شہید۔ جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے]۔

جہاد میں نکلنے والوں کی دو قسمیں اور مجاہدین کی صفات

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہاد میں نکلنے والے دو طرح کے ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو جہاد میں نکل کر خود بھی کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی یاد دہانی کراتے ہیں اور زمین میں فساد نہیں پھیلاتے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اپنے پسندیدہ قیمتی اموال جہاد میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ان پر رشک کرتے ہیں جو اپنے مال اللہ کے راستے میں زیادہ خرچ کرتے ہیں یہ لوگ جب لڑائی میں ہوتے ہیں تو اس بات سے حیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں کوئی شک یا مسلمانوں کو رسوا کرنے والی کوئی بات دیکھے۔ جب انہیں خیانت کا موقع ملتا ہے تو ان کے دل

اور ہاتھ خیانت سے پاک رہتے ہیں۔ شیطان ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کے دلوں پر وار کر سکتا ہے ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو عزت عطا فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ لوگ ہیں جو جہاد میں نکل کر نہ خود کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی یاد دھانی کراتے ہیں اور اپنا مال بھی خوش دلی سے خرچ نہیں کرتے اور جو کچھ مجبوراً خرچ کرتے ہیں اسے بھی اپنے اوپر چٹی [یعنی جرمانہ] سمجھتے ہیں اور شیطان انہیں اس مال کے خرچ ہونے پر غم میں ڈال دیتا ہے لڑائی کے وقت یہ لوگ سب سے پیچھے اور سب سے زیادہ رسوا کرنے والوں میں ہوتے ہیں اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چھپ جاتے ہیں اور وہیں سے بیٹھ کر جنگ کا منظر دیکھتے ہیں پھر اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے دیتا ہے تو یہ سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے [یعنی اپنے کارنامے بیان کرنے والے] ہوتے ہیں اگر انہیں مال غنیمت میں خیانت کا موقع ملتا ہے تو اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور شیطان انہیں سمجھاتا ہے کہ یہ مال غنیمت ہے اگر انہیں وسعت ملتی ہے تو اکڑتے ہیں اور اگر انہیں تنگی کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان انہیں لالچ میں مبتلا کر دیتا ہے ان لوگوں کو مجاہدین کا کوئی اجر نہیں ملتا سوائے اس کے کہ ان کے جسم مجاہدین کے جسموں کے ساتھ اور ان کا چلنا مجاہدین کے چلنے کے ساتھ نظر آتا ہے جبکہ ان کی نیت اور اعمال مجاہدین سے بالکل مختلف ہوتے ہیں قیامت کے دن پہلے اللہ تعالیٰ انہیں مجاہدین کے ساتھ جمع فرمائے گا پھر انہیں الگ کر دے گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک سندہ صحیح)

☆ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جس نے خیانت کر کے کوئی چیز لے لی تو اس چیز کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے گا اور خیانت کرنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ آگ میں غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لائے۔ (ابن عساکر)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات اونٹنیوں کے وزن کا ایک پتھر جہنم

میں ڈالا جائے گا اور وہ ستر سال تک نیچے گرتا رہے گا۔ اور خیانت سے حاصل کئے ہوئے مال کو بھی اس کے ساتھ ڈالا جائے گا اور پھر خیانت کرنے والے کو کہا جائے گا کہ وہ اسے اٹھا کر لائے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے:۔

ترجمہ: [اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ تعالیٰ کے روبرو) لا حاضر کرنی ہوگی] (آل عمران۔۱۶۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیانت کرنے والوں پر یہ عذاب ہوگا کہ وہ چیز لائی جائے گی جو انہوں نے خیانت سے لی ہوگی اور اسے جہنم کے سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لاؤ اور وہ چیز آگ کے سمندر کی تہہ تک پہنچ جائے گی اور اس کی تہہ کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ وہ لوگ اس میں جہاں تک اللہ نے چاہا غوطہ لگائیں گے پھر وہ سانس لینے کے لئے اپنے سر نکالیں گے تو ان میں سے ہر انسان کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے ہتھوڑے لیکر بڑھیں گے اور ان کے سروں پر ماریں گے اور ہمیشہ یہ لوگ اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت اللہ کی ناراضگی اور غصے کا موجب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں: **کمن بآء بسخط من اللہ.** (آل عمران۔۱۶۲) [وہ اس شخص کی طرح (مرتکب خیانت) ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں گرفتار ہو] سے مراد وہ لوگ ہیں جو خیانت کرتے ہیں خود سوچئے کہ اللہ کی ناراضگی سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی ہے۔

خیانت کی دنیوی سزائیں

خیانت کی دنیوی سزا یہ ہے کہ جس قوم میں بھی خیانت آجاتی ہے ان کے دلوں پر دشمنوں کا رعب چھا جاتا ہے اور فتح ان سے دور ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت آجاتی ہے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ [دشمنوں کا] رعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے ان میں کثرت سے موت واقع ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی روزی کم کر دیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے اس میں خون خرابہ عام ہو جاتا ہے اور جو لوگ عہد توڑتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دشمنوں کو مسلط فرما دیتا ہے۔

(موطا امام مالک موقوفاً۔ ابن ماجہ)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن ایسی باتیں اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتیں اس لئے یہ مرفوع روایت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت خیانت نہیں کرے گی تو کبھی بھی دشمن اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ سے پوچھا کیا دشمن تمہارے مقابلے میں ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مقدار جم کر لڑتا ہے انہوں نے کہا جی ہاں اور کبھی کبھار تین بکریوں کے دودھ دوہنے کی مقدار بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم لوگ مال غنیمت میں خیانت کرنے لگے ہو۔ (الطبرانی باسناد جید)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب الفہری شامی امام بخاریؒ کے بقول صحابی ہیں اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے حدیث سنی ہے جبکہ واقدی نے ان کے سماع کا انکار کیا ہے۔ رومیوں سے زیادہ جنگیں کرنے کی وجہ سے انہیں حبیب الروم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کی شان میں حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا: [ترجمہ شعر]

ان مجاہدین میں حبیب بھی ہیں جو موت کا شعلہ ہیں وہ ہمیشہ کمر کس کے ان کے آگے رہتے ہیں اور ان کے چہرے سے غضب ظاہر ہوتا ہے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آنے والوں سے پوچھتے تھے کیا دشمن تمہارے مقابلے میں جم کر لڑتا تھا اگر وہ کہتے کہ ہاں تو آپ فرماتے تم نے مال غنیمت میں خیانت کی ہوگی۔ (ابن عساکر منقط)

فصل

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو۔ (ابوداؤد)

صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ہم ولید بن ہشام کے ساتھ جہاد میں نکلے ہمارے ساتھ حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی تھے ایک شخص نے کچھ خیانت کی تو ولیدؒ نے اس کا سامان جلانے اور اسے لوگوں میں گھمانے اور مال غنیمت میں سے اس کا حصہ ضبط کرنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

مال غنیمت میں خیانت کرنے والوں کو کیا سزا دی جائے گی اس میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

[زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے تعزیر ہے یعنی مسلمانوں کا شرعی حکمران یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا سزا دی جائے اسی طرح خیانت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیانت کیا ہوا مال واپس لوٹا دے لیکن اگر اس مال کے مالک ادھر ادھر منتشر ہو چکے ہوں اور ان تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس مال کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرا دے اور باقی صدقہ کر دے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیلات فقہ یا احکام جہاد کی کتابوں میں مذکور ہیں]۔

مسئلہ: مجاہدین کے لئے جائز ہے کہ وہ دوران جہاد دشمنوں سے چھینے ہوئے مال میں سے کھانے پینے کی اشیاء، اپنی سواریوں کا چارہ اور ایمونیشن وغیرہ تقسیم سے پہلے بھی استعمال

کر سکتے ہیں اسی طرح جلانے کے لئے لکڑیاں اور لگانے کے لئے تیل بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

[حضرات مجاہدین کے لئے یہ باب نہایت اہمیت کا حامل ہے ٹریننگ کے دوران ہی مجاہدین کو یہ باب اچھی طرح سے پڑھا اور سمجھا دینا چاہئے تاکہ اجتماعی اموال میں خیانت کے جرم عظیم سے وہ واقف ہو جائیں اور جہاد کے دوران وہ نفرت کی حد تک اس سے بچیں اسی طرح مجاہدین کے شعبہ مالیات میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اس باب کی احادیث کتبوں پر لکھ کر اپنے کمرے میں دیواروں پر لگا دیں تاکہ بار بار پڑھنے سے خود کو بھی یاد دھانی ہوتی رہے اور ہر آنے جانے والا بھی ان اہم احکام سے واقف ہو سکے ویسے تو ایک سچے مجاہد کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اجتماعی اموال میں خیانت کا تصور بھی کر سکے کیونکہ وہ تو اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کو دینے کے لئے میدانوں میں اترتا ہے تو اسے مال سے کیا غرض؟ لیکن مسلسل یاد دھانی نہ ہونے کی وجہ سے اور زیادہ عرصہ محاذ جنگ سے دور رہنے کی وجہ سے بعض مجاہدین کو شیطان پھسلا دیتا ہے اور وہ اس تباہ کن گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دنیا کے چند حقیر ٹکوں کی خاطر جہاد جیسے عظیم الشان عمل کو تباہ کر دیتے ہیں ایسے ظالموں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو مسجد کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہو کر نماز کے لئے جانے کی بجائے مسجد کے بیت الخلاء میں گھس کر پیشاب پینے لگے اور غلاظت کھانے لگے اور کوئی بدنصیب آدمی مسجد میں داخل ہو کر وہاں کی چٹائیوں یا گھڑی وغیرہ کو چرانے کی کوشش کرے۔ باہر والے لوگ تو یہ دیکھ کر کہ یہ آدمی مسجد میں داخل ہوا ہے اسے نمازی سمجھیں گے لیکن حقیقت میں وہ نمازی نہیں بلکہ پیشاب پینے اور غلاظت کھانے والا اور چٹائیاں اور گھڑی چوری کرنے والا ہے اسی طرح مجاہدین کے ساتھ منسلک ہر فرد کو لوگ مجاہد سمجھتے ہیں لیکن ان میں سے کچھ تو واقعی مجاہد ہوتے ہیں اور وہ اپنی جان اور مال دیکر اور تقوے کے ذریعے اپنی جان کو سنوار کر اللہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور اپنے جہاد کا اجر سوائے اللہ کے کسی سے نہیں مانگتے یہ لوگ یقیناً کامیاب ہیں اور انہی کے لئے ہزاروں لاکھوں بشارتیں اور خوشخبریاں ہیں جبکہ بعض

لوگ ایسے ہیں جن کا جہاد میں آنے کا مقصد ہی دنیا کمانا ہوتا ہے اور وہ اللہ کے لئے نہ جان دینا چاہتے ہیں نہ مال۔ وہ تو جہاد کے اس پاک راستے میں دنیا کی غلاظت کھانے کے لئے آتے ہیں اور اپنی بدقسمتی کی بقدر غلاظت کھا کر مر جاتے ہیں جبکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ابتداء میں خالص جہاد ہی کے لئے نکلتے ہیں مگر پھر جہاد کے کاموں کے لئے مالداروں اور دنیوی عہدیداروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں یا مجاہدین کی کسی ذمے داری کو پا کر وہ اپنے اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں اور انہیں یہ خیال آتا ہے کہ میرے پاس اچھا مکان، اچھی گاڑی اور اچھے کپڑے ہونے چاہئیں اور شیطان انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمہاری ان چیزوں سے مجاہدین کو فائدہ پہنچے گا چنانچہ وہ خیانت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ابتداء میں تو جان دینے کے لئے نکلتے ہیں مگر مال غنیمت کے ڈھیر دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو جاتی ہے یا لوگوں کی واہ واہ اور تعریف انہیں دنیا پرست بنا دیتی ہے اور وہ خنزیر کی طرح حرام مال کو کھا کر اپنی دنیا آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔

اے مجاہد بھائیو! یاد رکھو مال غنیمت میں خیانت اور اجتماعی اموال میں خیانت ایسا بدترین گناہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں چلنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ پھر تم اسے کیسے معاف کراؤ گے۔ اگر تم نے دنیا کمانی ہے تو محنت مزدوری کر کے کماؤ۔ جہاد کے مال میں خیانت کر کے اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرو، یاد رکھو یہ مال سؤر کے گوشت کی طرح اور گدھے کے خون کی طرح اور کتے کے پیشاب کی طرح حرام ہے۔

اللہ کے لئے اپنے بیوی بچوں کو ایسی غلاظت نہ کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مقرر ہے اگر تم نے حرام سے پرہیز کیا تو انشاء اللہ تمہیں یہ روزی حلال اور باعزت ذریعے سے مل جائے گی۔

مجاہدین کو چاہئے کہ اپنے مالی نظام کو لکھ کر علماء کرام کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اسے شریعت کی روشنی میں پرکھ سکیں۔ اسی طرح ہر مد کی رقم اسی مد میں خرچ کیا کریں اور اپنا

ذمے دار صرف اسے بنائیں جس کو دین کا علم ہو اور وہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہو۔ اگر آپ نے ایسے لوگوں کو اپنا قائد نہ بنایا تو ممکن ہے کہ جاہل اور ناخدا ترس لوگ اپنی جہالت اور بے پروائی کی وجہ سے آپ کو بھی مالی خیانت میں مبتلا کر دیں اور حرام مال کھلادیں تو یہ بہت بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی۔

یاد رکھئے دنیا میں اسلامی نظام تبھی نافذ ہو سکے گا جب ہم اسے سب سے پہلے اپنے اوپر نافذ کریں گے اور اسلام کے ایک ایک حکم کو اہمیت دیں گے۔ آج بعض مجاہدین اپنے جہاد کے نشے میں آکر اسلام کے دیگر احکام کو حقیر سمجھتے ہیں یاد رکھئے ایسے لوگ مجاہد نہیں بلکہ محض جنگجو ہیں کیونکہ مجاہد تو اسلام کا محافظ ہوتا ہے اور وہ تو اسلام کے کسی حکم کی تحقیر برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ خود اسلام کے کسی حکم کو حقیر سمجھے۔

جہاد بلاشبہہ ایک عظیم الشان نعمت ہے اور بہت بڑی سعادت ہے اور اس نعمت اور سعادت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دل ریاکاری سے اور ہاتھ خیانت سے محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی مجاہد بنائے اور ہمیں ریاکاری اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین]

اکتیسواں باب

مسلمان قیدیوں کو دشمن کے ہاتھوں سے چھڑانے کے لئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا . وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا.

(نساء۔ ۷۵)

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے [تمہیں کیا ہو گیا ہے] کہ تم نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے بھیج دیجئے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اپنے کلمے کی بلندی، اپنے دین کے غلبے اور کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے فرض فرمایا ہے اگرچہ اس میں جانیں چلی جائیں اور قیدیوں کو دشمنوں سے لڑ کر یا انہیں مال دے کر چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے اور مال کے ذریعے چھڑانا زیادہ تاکیدی فرض ہے کیونکہ یہ جان قربان کرنے سے آسان اور ہلکا ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں خواہ انہیں

اپناسارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

☆ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے قیدیوں کا چھڑاؤ۔ (بخاری)

اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ [جس طرح سے ممکن ہو رہائی اور دیگر معاملات میں] تعاون کریں کیونکہ یہ فدیہ دے کر چھڑانے سے بھی آسان ہے۔

اگر مسلمانوں نے کسی قیدی کو [کافروں سے] فدیہ دیکر چھڑایا تو اگر وہ قیدی مالدار ہے تو کیا رہائی کے بعد وہ مسلمانوں کو فدیے کی رقم واپس کرے گا یا نہیں۔ علماء کرام کے دونوں طرح کے اقوال ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ رقم واپس کرے گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان قیدی کافروں سے فدیے کا معاہدہ کر کے واپس مسلمانوں میں آجائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا فدیہ اداء کریں اور ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس قیدی کو واپس کافروں کو دے دیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ. (بقرہ۔۸۵)

اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے خط مبارک میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کی ہر جماعت اپنے قیدیوں کا فدیہ معروف طریقے سے اور مسلمانوں کے درمیان [اس فدیئے کے حصے کے بارے میں] انصاف کے ساتھ اداء کرے گی اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے مقروض ساتھیوں کا فدیہ اور دیت اداء کرنے میں مدد کریں۔ (ابن عساکر عن کثیر بن عبداللہ وھو ضعیف)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

نے حضرات مہاجرین اور انصار کو خط لکھا کہ اپنی دیتیں اداء کیا کرو اور اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد)

[جنگی قیدیوں کے بارے میں پہلے طریقہ یہ تھا کہ انہیں گرفتار کرنے والے ان کی آزادی کے لئے کچھ رقم مقرر کر دیتے تھے کہ اس قیدی کو ہم اتنی رقم لیکر چھوڑ سکتے ہیں یہ رقم فدیہ کہلاتی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے اسی معروف طریقے کے مطابق قیدیوں کو چھڑانے کی تاکید فرمائی ہے چونکہ اصل تاکید قیدی چھڑانے کے بارے میں ہے اس لئے قیدی چھڑانا لازم ہو گا خواہ وہ کسی طریقے سے ممکن ہو ان احادیث کو صرف فدیے کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا]۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ. (انفال۔۷۲)

اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جنہوں نے دشمن کی زمین سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو اگر مسلمانوں کو مدد کے لئے پکاریں کہ آؤ اور لشکر یا مال کے ذریعے ہمیں کافروں سے چھڑاؤ تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وہ تمہیں ایسی قوم کے خلاف مدد کے لئے بلائیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو پھر تم معاہدہ نہ توڑو بلکہ معاہدے کی مدت گزرنے کا انتظار کرو۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کمزور مسلمان اپنی آزادی اور رہائی کے لئے بلائیں تو مسلمانوں پر ان کی مدد لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان رشتہ ولایت قائم ہے پس مدد کی پکار سننے کے بعد کسی مسلمان کی آنکھ کے لئے جائز نہیں کہ وہ آرام کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کے لئے نکل پڑنا چاہئے یا اپنا سارا مال خرچ کر دینا چاہئے یہاں تک کہ کسی مسلمان کے پاس ایک درہم باقی نہ رہے۔

یہی امام مالکؒ اور دیگر ائمہ کا قول ہے لیکن آج جس طرح سے مسلمانوں نے اپنے قیدی بھائیوں کو کافروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے حالانکہ ان کے ہاتھوں میں بے شمار مال، قوت اور طاقت ہے اس پر ہم صرف انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھ سکتے ہیں۔

(تفسیر القرطبی)

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمنوں کے ہاتھوں سے کسی مسلمان قیدی کو فدیہ دیکر چھڑایا تو میں [محمد ﷺ] وہی قیدی ہوں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

[یعنی کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا گویا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو چھڑانے جیسا ہے۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا تاکید ہو سکتی ہے کیونکہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے کسی مسلمان کے قید ہونے کو اپنے قید ہونے جیسا اور اس کے چھڑانے کو اپنے چھڑانے جیسا قرار دیا ہے۔]

☆حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسلمان کو مشرکوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں تو یہ مجھے پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔

(ابن عساکر)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ قسطنطنیہ میں قید مسلمانوں کے نام خط میں لکھتے ہیں:

امابعد! معاذ اللہ آپ لوگ خود کو قیدی شمار کرتے ہیں [ایسا ہرگز نہیں بلکہ] آپ تو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے لوگ ہیں یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہئے کہ میں جب اپنی رعایا کے درمیان کچھ تقسیم کرتا ہوں تو آپ لوگوں کے گھر والوں کو دوسروں سے زیادہ اور بہتر چیزیں دیتا ہوں میں فلاں آدمی کے ہاتھ آپ لوگوں کے لئے پانچ دینار بھجوا رہا ہوں اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم رومی آپ لوگوں تک یہ مال نہیں پہنچنے دیں گے تو میں اس سے زیادہ بھجواتا میں نے آپ تمام لوگوں کو منہ مانگا فدیہ دیکر چھڑانے کے لئے فلاں

آدمی کو بھجوادیا ہے۔ آپ لوگ خوش ہو جائیے اور خوش خبری پائیے۔ والسلام (ابن عساکر)

مسئلہ: علامہ نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کافر ہمارے ایک دو مسلمانوں کو گرفتار کرلیں تو کیا ان کے اس فعل کو اسلامی ممالک میں کافروں کی فوجوں کے داخلے جیسا سمجھا جائے گا یا نہیں؟ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کا یہ فعل اسلامی حدود میں فوجیں داخل کرنے کی طرح شمار ہوگا [اور اسلامی سرحدوں میں کافروں کے داخل ہونے سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے] کیونکہ ایک مسلمان کی حرمت کسی شہر یا ملک کی حرمت سے زیادہ ہے چنانچہ شرعی حکم یہ ہوگا کہ اگر وہ اس قیدی کو ایسے علاقے میں لے گئے ہوں جو مسلمانوں کے ملک کے قریب ہے اور حملہ کر کے قیدی کو چھڑانا ممکن ہو تو فوراً ان پر حملہ کیا جائے گا لیکن اگر وہ اسے لے کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے ہوں اور بڑے لشکر کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو پھر تیاری مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔

(الروضۃ للنوویؒ)

واقعات

قاضی ابو بکر بن عربیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک حکمران نے کافروں سے معاہدہ کر لیا تھا کہ ایک دوسرے کے افراد کو قیدی نہیں بنائیں گے انہیں دنوں ایک مسلمان کا کافروں کے ملک میں جانا ہوا تو ایک بند گھر میں سے ایک عورت نے [یہ دیکھ کر کہ یہ مسلمان ہے] اسے پکارا اور کہا کہ اپنے حاکم کو بتا دینا کہ مجھے کافروں نے گرفتار کر رکھا ہے یہ شخص جب واپس ہوا اور اس کی مسلمان حکمران سے گفتگو ہوئی تو آخر میں اس نے اس عورت کا تذکرہ کیا ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ مسلمان حکمران کھڑا ہو گیا اور اس نے فوری طور پر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور اس پورے علاقے پر قبضہ کر کے مسلمان عورت کو آزاد کرالیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اندلس کے حکمرانوں میں سے منصور بن ابو عامر جیسا

کوئی نہیں گزرا انہوں نے پچاس سے زائد جنگیں لڑیں اور انہیں جنگوں میں ان کی وہ مشہور لڑائی بھی ہے جس میں مسلمانوں کو دو پہاڑوں کے درمیان ایسی تنگ جگہ سے گزرنا تھا جہاں سے ایک وقت میں صرف ایک گھڑ سوار گزر سکتا تھا چنانچہ رومیوں نے بے شمار فوج لا کر اس تنگ درے کو بند کر دیا اور منصورؒ کی پیش قدمی کو روک دیا منصور کو جب صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے [عجیب جنگی تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہوئے] خیمے اکھاڑنے اور وہاں پر مضبوط عمارتیں بنوانے کا حکم دے دیا اور انہوں نے وہاں پر اپنے محل کا نقشہ بھی بنایا اور چاروں طرف اپنے گورنروں کو لکھ دیا کہ مجھ سے پہلے حکمرانوں نے اس جگہ کو نظر انداز کر کے غلطی کی ہے میں نے استخارے کے بعد یہاں قیام کا فیصلہ کر لیا ہے چنانچہ میں یہاں ایک شہر آباد کر رہا ہوں تم لوگ کاریگروں اور مزدوروں کو جلد بھجوا دو۔ رومیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو صلح کے لئے جھک گئے اور منت سماجت کرنے لگے منصور نے کہا میں تم سے اسی وقت صلح کروں گا جب تم اپنے بادشاہ کی بیٹی میرے نکاح میں دو گے رومیوں نے جواب دیا کہ ایسی ذلت کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے لڑائی کا عزم ظاہر کیا دوسری طرف منصور کے پاس بیس ہزار شہسوار تھے دونوں لشکروں کا خوفناک مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ منصورؒ اپنے بیٹے میر منشی اور چند مجاہدین کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ میرا خیمہ کسی بلند جگہ پر نصب کر دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مسلمانوں نے جب امیر کے خیمے کو دیکھا تو سب دوبارہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی ان کے بہت سارے آدمی مارے گئے اور کافی سارے گرفتار ہوئے رومیوں نے پھر صلح کی درخواست کی تو منصورؒ نے اپنی پرانی شرط دہرائی اور ساتھ بے شمار مال و دولت دینے کے لئے بھی کہا رومی راضی ہو گئے اور روم کے معزز لوگوں نے وہ مال اور لڑکی سلطان منصورؒ تک پہنچائی لڑکی کو الوداع کرنے والے معزز رومیوں نے اسے کہا کہ اب تم اپنی قوم کی فلاح کے لئے کچھ کرنا تو اس لڑکی نے جواب دیا کہ

عزت عورتوں کے جسم سے نہیں بلکہ مردوں کے نیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ جب منصورؒ فتح مند ہو کر واپس اپنے شہر پہنچے تو ایک عورت نے کہا آپ اور دوسرے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں جبکہ میں رو رہی ہوں کیونکہ میرا بیٹا تو رومیوں کے پاس قید ہے منصورؒ نے اسی وقت لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور وہ جب دوبارہ شہر میں آئے تو ان کے ساتھ اس عورت کا بیٹا بھی تھا۔ (تاریخ قرطبی)

اللہ تعالیٰ ان بلند ہمت حضرات پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انہوں نے دین اسلام کی عزت و عظمت کے جو ڈنکے بجائے اللہ تعالیٰ انہیں اس پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔

(آمین)

انہی سلطان منصور کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ جہاد سے واپس آتے تھے تو اپنے کپڑوں، اپنی زرہ اور دوسرے سامان کا غبار جھاڑ کر اپنے پاس جمع فرما لیتے تھے چنانچہ ان کے پاس بہت سارا غبار جمع ہو گیا تھا جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے اسی غبار میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ خوشبو اور کیا پاکیزہ مٹی ان کو آخری وقت میں نصیب ہوئی۔

عارف باللہ امام عبدالغفار بن نوح القوصیؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے [عباسی خلیفہ] معتصم باللہ کو خبر پہنچی کہ ایک رومی فوجی افسر نے عموریہ سے قید ہونے والی ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا تو اس عورت نے پکار کر کہا وامعتصماہ یہ سن کر فوجی افسر نے اسے [طنزاً] کہا معتصم تو تمہارے پاس ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر ہی آسکے گا۔ یہ خبر جب معتصم باللہ کو پہنچی تو اس نے ابلق گھوڑوں کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیے اور ان گھوڑوں کو خریدنے کے لئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیے یہاں تک کہ اس نے اس رنگ کے اٹھارہ ہزار گھوڑے جمع کر لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسی ہزار ابلق گھوڑے جمع کئے اور پھر اس نے پورے عزم سچی نیت اور اسلامی غیرت کے جذبے سے سرشار ہو کر

بھرپور حملہ کیا اور اس پورے علاقے کو فتح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہو رہا تھا۔ معتصم نے اسلامی غیرت میں آ کر وہاں کافروں کو خوب قتل کیا اور زیادہ سے زیادہ قیدی بنائے اور شہروں کو آگ لگا دی اور اس عورت کو اور اسے تھپڑ مارنے والے رومی کو حاضر کرنے کا حکم دیا وہ دونوں جب آئے تو معتصم ابلق گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا لو میں ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر آ چکا ہوں۔ (الوحید فی سلوک اہل التوحید)

[ابلق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں سیاہ اور سفید دونوں رنگ ہوں]۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اسلام کی عزت و عظمت کی حفاظت کرنی چاہئے اور مسلمان حکمرانوں کو یہی کردار اپنانا چاہئے۔ اے اللہ ان حکمرانوں کو ان کی اس عالی ہمتی پر اجر عطاء فرما۔

مشہور شاعر ابو تمام طائی نے عموریہ کی اس لڑائی کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس میں یہ خوبصورت شعر بھی ہے۔

[ترجمہ] اس دن کا سورج ایسے مسلمان پر طلوع نہیں ہوا جس کی بیوی لشکر میں ہو اور گرفتار ہو کر اس سے جدا ہونے والی ہو اور اس دن کا سورج کسی کنوارے پر غروب نہیں ہوا۔] [یعنی ہر کنوارے کو کوئی باندی مل گئی]

اس قصے سے بھی زیادہ عجیب واقعہ امام قرطبی اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مسلمان کو گرفتار کر کے [رومیوں کے پایہ تخت] قسطنطنیہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس مسلمان نے رومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اسے تھپڑ مار دیا اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا۔ اے معاویہ ہمارا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کئے جا رہے ہیں یہ بات جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کو آزاد کروا لیا اور اس سے اس رومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اسے

تھپڑ مارا تھا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ غور فکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد اور صاحب فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور اسے کہا تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ اس قائد نے کہا کہ اس کے لئے میں پہلے ایک ایسی کشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چپو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں جو سمجھ آئے وہ کرو اور آپ نے اسے ہر طرح کے اسباب فراہم کرنے کا حکم جاری فرما دیا جب کشتی تیار ہو گئی تو آپ نے اسے بے شمار مال و دولت اور تحفے تحائف دیکر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قسطنطنیہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں سپہ سالاروں اور خصوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا اب میں نے آپ کو پہچانا ہے تو اگلی بار آپ کے شایان شان تحفے لے آؤں گا فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنائی انہوں نے پہلے سے کئی گنا زیادہ مال و دولت اور تحفے تحائف دیکر اسے کہا کہ روم واپس جاؤ دوسروں کے ساتھ اس سپہ سالار کو بھی تحفے دینا اور واپسی کے وقت اسے کہنا کہ میں تم سے خصوصی مگر خفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں تمہیں جو چیز ضرورت ہو مجھے بتا دو میں تمہارے لئے لے آؤں گا تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی منقش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اس کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر اسے دیکر فرمایا کہ جب تم قسطنطنیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اوپر بچھا دینا اور اسے کسی طرح اپنی کشتی پر بلوا لینا جب وہ آ جائے تو اسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دینا کہ وہ خفیہ چپو چلا کر

کشتی کو کھلے سمندر میں لے آئیں وہاں آکر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہو گیا رومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اسے دیکھنے کے لئے نکل آیا جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا۔ خفیہ چپو چل رہے تھے اور رومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان کھلے تو اس نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا ہوا؟ مسلمانوں نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے آپ نے اس قریشی مسلمان کو بلوایا اور فرمایا کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مار لو مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ تو آپ نے عسکری قائد سے کہا کہ اب اس رومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رومی سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہہ دو کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ لے سکے۔ جب کشتی والے اسے لے کر قسطنطنیہ پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دی ہیں چنانچہ انہوں نے اس رومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اسے چادر بھی دے دی۔ جب یہ واقعہ رومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وہیبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ (تاریخ قرطبی)

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبدالملکؒ نے صرف ایک مسلمان عورت کی رہائی کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار کا بری لشکر اور ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل بحری لشکر روانہ فرمایا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح ایک بار مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ کچھ مسلمان قیدی انطاکیہ میں لائے گئے ہیں۔ غلام زرافہؒ نے فوراً اسلامی لشکر لے کر طرسوس کی طرف سے حملہ کر دیا اور محاصرے کے بعد شہر فتح کر کے چار ہزار قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔

حضرت عماد الدین زنگیؒ نے رہاء [نامی شہر] پر حملہ کیا اور منجنیقوں کے ذریعے ان پر پتھر اور آگ برسائی اور اس کی حفاظتی دیوار کو منہدم کر دیا اور اندر داخل ہو کر جنگ فرمائی اور اپنے پانچ سو قیدی رہا کرا لئے اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا اور ان کے افراد کو قیدی بنا لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۵۸۳ھ میں حطین پر حملہ کر کے اپنے بیس ہزار قیدی آزاد کروائے اور کافروں کے ایک لاکھ افراد کو قیدی بنا لیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک ایک باعزم اور بیدار مغز حاکم تھے اور انہوں نے بڑے کارنامے سر انجام دیئے اور اپنے والیوں کو متحرک کر کے ہر طرف اسلامی لشکر پھیلا دیا ان میں سے ایک لشکر نے بلاد حریر پر حملہ کر کے دس ہزار مسلمان قیدی آزاد کرائے انہیں قید کرنے والے دس ہزار گھڑ سواروں کو ان کے بادشاہ ابن خاقان سمیت قتل کر دیا اور ان کے دوسرے لشکر نے السریر پر حملہ کر دیا اور پندرہ سو جوان غلام لے کر صلح کی ان کے مغربی لشکر نے روم پر حملہ کیا اور اتنی غنیمت حاصل کی کہ اس میں سے بیس ہزار غلام اور بے شمار کپڑے اور تحفے ہشام بن عبدالملک کے لئے روانہ کئے ان کے سندھ والے لشکر نے کئی علاقے فتح کئے اور مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ ہشام بن عبدالملک کے لئے روانہ کیا وہ ساڑھے تین لاکھ غلاموں اور دو لاکھ دراہم پر مشتمل تھا۔ (تاریخ قرطبی)

حضرت موسیٰ بن نصیرؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے مروان کو ایک لشکر دے کر بھیجا تو اسنے ایک لاکھ قیدی لائے اور اپنے بھتیجے کو لشکر دے کر بھیجا تو اسنے بھی ایک لاکھ بربری قیدی لائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

امام داؤد نے اپنی مشہور کتاب میں قیدی کے باندھنے کے بارے میں باب ذکر کیا ہے اور پھر یہ حدیث لائی ہے۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر خوش ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

[یعنی جب مسلمان کافروں کو قید کرتے ہیں اور انہیں باندھ کر لے آتے ہیں تو پھر ان کا حسن سلوک دیکھ کر کئی قیدی مسلمان ہو جاتے ہیں تو گویا کہ یہ لوگ زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹ کر لائے گئے]

[اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں مغلوب ہونے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اسلام ایک عزت وعظمت والا دین ہے اور جو اس دین کو قبول کر لیتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے تو اس کی عزت وعظمت بھی بہت بڑھ جاتی ہے اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ مسلمان کی عزت وحرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے اور چونکہ مسلمانوں کی عزت وحرمت کے ذریعے ہی اسلام کی عزت وحرمت کا پتہ چلتا ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنی اور اپنے صحابہ کرامؓ کی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک آپ نے ایک ایک مسلمان پر ہونے والے ایک ایک ظلم کا بدلہ کافروں سے نہیں لے لیا۔ غزوہ حدیبیہ کے موقعہ پر صرف ایک مسلمان یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے آپ نے چودہ سو صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لی اور خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عزم فرمایا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ ایک مسلمان کی قدر وقیمت کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کو علم تھا کہ اگر ایک مسلمان کے خون کو نظرانداز کر دیا گیا یا ایک مسلمان کی حفاظت کو اہمیت نہ دی گئی تو پھر کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور کافر انہیں تر نوالہ سمجھ کر نگل جائیں گے اور آپ ﷺ کافروں کے ہاتھوں میں پھنس جانے والے مسلمانوں کا درد سمجھتے تھے اس لئے آپ ﷺ مسلسل ان مسلمانوں کے لئے دعاء فرماتے تھے جو کافروں

کے ہاتھوں میں میں پھنسے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان کی آزادی اور رہائی کی فکر فرماتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جانا بہت بڑی آزمائش ہے کافر تو اسلام کے بدترین دشمن ہیں لیکن انہیں ہر جگہ اپنی دشمنی اتارنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے وہ پی ساری بھڑاس ان مظلوم ومجبور قیدیوں پر اتارتے ہیں اور انہیں طرح طرح کی خوفناک آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ کافروں کے ہاتھوں قید ہونا کتنی بڑی آزمائش ہے اس کا اندازہ نہ تو کوئی انسان گھر بیٹھ کر لگا سکتا ہے اور نہ اپنے مسلمان ملکوں کی قید پر اسے قیاس کر سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی آزادی کی حالت میں رہ کر کافروں کی قید کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو وہ یہ اندازہ صرف حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف سے لگا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے قیدی کے چھڑانے کو خود حضور اکرم ﷺ کے چھڑانے کی طرح قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے عشق رکھنے والا کوئی مسلمان کیا اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ، حضور اکرم ﷺ کافروں کی قید میں ہوں۔ ایک مسلمان کو تو اس بات کا تصور کرنے سے ہی پسینہ آجاتا ہے اور اس کا جسم کانپنے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے خون ابلنے لگتا ہے۔ بس آپ ﷺ اس حدیث شریف کے ذریعے سے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ جب بھی کوئی مسلمان کافروں کی قید میں ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ خود کو قید میں محسوس فرماتے ہیں اور جب کوئی شخص اس قیدی کو رہا کرواتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اتنے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ خود آپ کو رہائی ملی ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے آزاد مسلمان کوئی اثر لیں یا نہ لیں۔ قیدی مسلمان اس حدیث شریف کو جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے قرب اور محبت کی لمس کو اپنے دل پر مرہم کی طرح محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم لاکھوں بار قربان ہو جائیں رحمت اور شفقت کے عظیم پیکر حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے ہم قیدیوں کی تسلی کے لئے

ایسی بات فرمادی جسے سوچ کر قید کی تلخی بھی میٹھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

مرض عشق کا کیا مبارک مرض ہے
عیادت کو کیا کیا حسین آرہے ہیں

اس باب میں ہم نے جو واقعات پڑھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کو دل کے کانوں سے سنا تھا اور سمجھا تھا چنانچہ وہ ایک ایک عورت کی خاطر لاکھوں کے لشکر لے کر شہروں کے شہر تباہ کر دیتے تھے۔ اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اسے آزاد نہ کرا لیتے تھے چنانچہ اس دور میں مسلمان محفوظ تھے کافر باوجود خواہش کے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا تھا اور کسی مسلمان قیدی پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے کافروں کو خود خوف کی وجہ سے پسینہ آجاتا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم صرف اس پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے بلکہ ہم پوری امت مسلمہ کو چھیڑ رہے ہیں۔ اور ہماری مار سے جو درد اس کے جسم میں اترے گا وہ پوری امت مسلمہ کے دل میں بھی اتر جائے گا اور وہ بے تاب ہو کر کھڑی ہو جائے گی اور پھر کافروں کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ مگر آج مسلمانوں نے اس حدیث کو بھلا دیا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خوشی اور آپ کے غم کی پروا کرنا چھوڑ دی ہے۔ اور اب وہ ایک جسم کی طرح نہیں رہے بلکہ جسم کے فالج زدہ حصوں کی طرح ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں اور بے حس ہو چکے ہیں۔ آج لاکھوں مسلمان کافروں کی قید میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی ڈاڑھیاں نوچی جاتی ہیں ان کے ناخن کھینچے جاتے ہیں اور لوہے کی گرم سلاخوں سے انہیں داغا جاتا ہے۔ اور ہر وہ ظلم ڈھایا جاتا ہے جو کوئی جانور بھی دوسرے جانور پر نہیں ڈھا سکتا۔ مگر افسوس آج مسلمانوں کی قدر جانوروں سے بھی گرا دی گئی ہے۔ آج مسلمان قوموں، قبیلوں اور ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی اسلامی شناخت کھو چکے ہیں۔ ہر جگہ منافق ان پر حکومت کر رہے ہیں آج ان کا خون پانی سے سستا بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ کافروں نے اپنے لوگوں

کی قدر بڑھا دی ہے وہ اپنے ایک ایک قیدی کے لئے اپنے ملکوں کی فوجوں کو حرکت میں لے آتے ہیں وہ اپنے ایک ایک فرد کے تحفظ کے لئے جنگیں لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کے امتی جہاد چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں رسوا ہو رہے ہیں۔

الحمد للہ کافی عرصے بعد اب پہلی بار افغانستان میں اسلام کو اقتدار ملا ہے اور ظلم کی خوفناک اور تاریک رات میں یہ پہلا دیا جلا ہے۔ امید کا یہ چراغ ان قیدیوں کو بھی پہلی دفعہ نظر آیا ہے جن کو کافر لاوارث ہونے کے طعنے دیتے تھے۔ مگر وہ برملا کہتے تھے کہ ہمارا وارث اللہ ہے۔ صرف اللہ۔ صرف اللہ۔ تو کافر پوچھتے تھے کہاں ہے اسلامی اخوت، کہاں ہیں تمہیں چھڑانے والے؟

آج اسلام کا جو چراغ افغانستان میں روشن ہوا ہے اسے پوری دنیا کا کفر مل کر بجھانے کی کوشش کر رہا ہے کاش: مسلمان متحد ہو کر اس کی حفاظت کریں تاکہ یہ نور پھیلے اور یہ دیا سورج بنے اور امت مسلمہ ان عظمتوں کو پا سکے جو مدت سے مسلمانوں کے لئے ترس رہی ہیں۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطاء فرما آمین۔]

بتیسواں باب

حضور اکرم ﷺ کے غزوات اور سرایا کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

امام ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت کا حکم مختلف مراحل سے گزر کر نازل ہوا۔

(۱) سب سے پہلے آپ ﷺ پر خود آپ کی ذات کے بارے میں احکام نازل ہوتے رہے۔

(۲) پھر آپ پر کافروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا: قُمْ فَاَنْذِرْ (مدثر۔۲) [اٹھو اور ہدایت کردو]

(۳) آپ کو اس بارے میں کچھ خوف لاحق ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ۔۶۷)

اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

(۴) جب کافروں نے دعوت سن کر مذاق اڑایا، آپ کو جھٹلایا تو صبر کا حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ. (الحجر۔۹۴۔۹۵)

پس جو حکم تم کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔ ہم تمہیں ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزا کرتے ہیں کافی ہیں۔

(۵) پھر آپ کو ان سے اعراض کا حکم دیا گیا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا. (المزمل۔۱۰)

اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔

اور آپ سے فرمایا گیا!

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ. (الانعام ۶۸)

اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کررہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

(۶) پھر آپ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی اور یہ ارشاد نازل ہوا:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً. (النساء۔۱۰۰)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائیگا۔

(۷) پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ. (بنی اسرائیل۔۸۰)

اور کہو کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیو۔

(۸) پھر مسلمانوں کو ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی جو خود مسلمانوں سے قتال کریں:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (البقرہ۔۱۹۰)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

(۹) پھر خود جہاد شروع کرنے کی اجازت دے دی گئی:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ. (الحج۔۳۹)

(اب) ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی گئی ہے جن سے کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان (مسلمانوں) کو غالب کرنے پر قادر ہیں۔

(۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض کر دیا اور مکہ میں پیچھے رہ جانے والوں پر ہجرت فرض کر دی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ. (البقرہ۔۲۱۶)

قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً. (التوبہ۔۱۲۳)

اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. (البقرہ۔۲۴۴)

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اور اسی طرح کی دوسری آیات نازل ہوئیں۔

(۱۱) پھر جہاد کو ایک ایسی لازمی چیز قرار دے دیا گیا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں (یہ) اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پھر تم خوشیاں مناؤ اس معاملے (خرید و فروخت) پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جب جہاد کو فرض کر دیا گیا تو اسے ماننا اور کرنا ایمان کا جزء بن گیا اور اس کی فرضیت اس شرط پر ہوئی جو اس میں نکل کر قتل کرے گا یا قتل ہو گا تو اسے جنت ملے گی اور اس چیز کو ایک خرید و فروخت کی شکل میں پیش کیا گیا کہ مسلمان مجاہدین بیچنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور خریدنے والا جب قیمت پیش کر دے تو بیچنے والے پر بیچی گئی چیز دینا لازم ہو جاتا ہے پس اس سے جہاد کی فرضیت اور اس کا لازم ہونا سمجھ میں آگیا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی سودے کے قیمتی ہونے کا اندازہ تین چیزوں سے لگایا جاتا ہے۔

(۱) خریدنے والے کی عظمت سے کیونکہ بڑے لوگ کبھی حقیر چیزیں خریدنے کے لئے نہیں نکلتے۔

(۲) خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان خرید و فروخت کروانے والے کی عظمت سے کیونکہ بڑے لوگ کبھی کسی ادنیٰ سودے کے درمیان نہیں آتے۔

(۳) قیمت کی عظمت سے کیونکہ کسی گھٹیا چیز کے لئے بڑی قیمت نہیں لگائی جاتی۔

بس اسی سے آپ مجاہدین اور شہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کا خریدار خود اللہ تعالیٰ ہے اور درمیان میں سودا کروانے والے سید الکائنات حضرت محمد ﷺ ہیں اور سودے کی قیمت اللہ کے قرب والی جنت ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ جانیں تین قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جن کی آزادی کی وجہ سے ان کا سودا نہیں ہوا یہ انبیاء علیہم السلام کی جانیں ہیں۔

دوسری وہ جانیں جن کا سودا ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا یہ کافروں کی جانیں ہیں۔

تیسری وہ جانیں جن کے اعزاز کی وجہ سے ان کا سودا ہو گیا یہ ہیں ایمان والوں کی جانیں۔

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان اللہ کے غلام ہیں اور غلام کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جو وہ اپنے آقا کو بیچ سکے [کیونکہ غلام اور اس کی تمام چیزیں اس کے آقا کی ہوتی ہیں] تو غلام اسی وقت اپنے آپ کو آقا کو بیچ سکتا ہے جب آقا اسے آزاد کر دے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کی جان کو خریدتا ہے پہلے انہیں دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور اس بات کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مجاہدین کے لئے آگ کے حرام ہونے اور آگ سے ان کے آزاد ہونے کا ذکر ہے۔

تقریر لطیف

جب اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ میں نے ایمان والوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے تو ایمان والوں نے عرض کیا یا اللہ اس کی قیمت کیا ملے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

تمہیں جنت ملے گی۔ پھر انہوں نے پوچھا ہم سودا کس طرح آپ کے سپرد کریں تو جواب ملا: يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ. میدان جہاد میں چلے آؤ لڑو اور جانیں قربان کرو سودا ہم تک پہنچ جائے گا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا اللہ آپ نے خود فرمایا کہ خرید و فروخت کے وقت دو گواہ بنالیا کرو اور ضمانت لکھوالیا کرو تو اس خرید و فروخت کے گواہ کون ہیں؟ جواب ملا۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ. کہ تم دو گواہوں کی بات کرتے ہو ہم نے اس خرید و فروخت پر تین کتابوں اور ان پر عمل کرنے والی تین امتوں کو گواہ بنادیا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا اگر آپ نے ہمارا اجر مٹادیا تو ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے جواب ملا: وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ کہ ہم سے بڑھ کر عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر ہر خرید و فروخت کے بعد یا تو ندامت اور غمی پہنچتی ہے یا فرحت اور خوشی۔ تو یہ خرید و فروخت کس قسم کی ہے۔ ارشاد ہوا: فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ تم لوگ اس معاملے پر خوشیاں مناؤ اور اس کی مزید تاکید کے لئے فرمایا: وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. اور بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے اس نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس نے کہا اللہ کی قسم یہ تو نفع والا سودا ہے ہم اس خرید و فروخت کو کبھی ختم نہیں کریں گے چنانچہ جہاد میں نکل کر شہید ہو گیا۔

فصل

حضور اکرم ﷺ کے غزوات مبارک [جن میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے] ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی

تعداد پچیس بتائی ہے جبکہ بعض روایات سے ان دونوں کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھیجا[اور خود تشریف نہیں لے گئے]ابن سعد اور حافظ دمیاطیؒ کے قول کے مطابق چھپن ہیں موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے جبکہ بعض نے اڑتالیس اور بعض نے چھتیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ہم ابن اسحٰق کی روایت سے ترتیب وار غزوات اور سرایا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) غزوۃ الابواء

اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں یہ صفر ۱ھ میں پیش آیا اور اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

(۲) غزوہ بواط

یہ ربیع الاول ۲ھ میں پیش آیا۔

(۳) غزوۃ العشیرہ

یہ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں پیش آیا۔

(۴) غزوہ بدر الاولیٰ

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق غزوۃ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا آپ اس میں کرز بن جابر الفہری کے پیچھے نکلے تھے۔

(۵) غزوۃ بدر الکبریٰ

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے

رؤسا کو ہلاک فرمایا سترہ رمضان المبارک ۲ھ کی صبح پیش آیا۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور مشرکوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور اس لڑائی میں ہر تین مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کئی صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جنہوں نے [شرط پوری کر کے] نہر کو عبور کر لیا تھا۔ (بخاری)

غزوہ بدر کے بعض اہم واقعات

مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ ایک اونٹ سوار آیا اور اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا اے آل غدر تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا پھر وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خواب بتایا اور کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بڑی بلا اور مصیبت آنے والی ہے مگر تم یہ خواب کسی کو نہ بتانا۔ حضرت عباس نے یہ خواب اپنے قریبی دوست ولید بن عتبہ کو بتا دیا اور اسے یہ خواب خفیہ رکھنے کی ہدایت کی مگر ولید نے اپنے باپ کو بتا دیا اور یوں یہ خواب پورے مکہ میں پھیل گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد حرام گئے تو ابو جہل نے انہیں طنزاً کہا کہ ابو الفضل تمہارے

مرد تو نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اب تمہاری عورتیں بھی اس کا دعویٰ کرنے لگی ہیں۔
حضرت عباس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا اگر تین دن میں یہ خواب سچا نہ نکلا تو ہم لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ ابوجہل نے اس خواب کو لے کر حضرت عباس اور ان کے گھرانے کو خوب بدنام کیا تو تیسرے دن حضرت عباس ابوجہل کا علاج کرنے کے لئے نکلے مگر جب آپ حرم میں پہنچے تو ابوجہل تیزی سے باہر نکل رہا تھا کیونکہ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز سن لی تھی وہ اپنے اونٹ پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے کپڑے پھاڑ رکھے تھے اور اونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور کجاوہ الٹا پھیرا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اے قریش والو! اپنے قافلے کی خبر لو تمہارے اموال ابوسفیان کے قافلے میں ہیں اور اس پر محمد اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ بھاگو، جلدی کرو، مدد کو پہنچو یہ سنتے ہی لوگ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا محمد [ﷺ] نے اسے ابن الحضرمی کا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں وہ اب کچھ اور دیکھیں گے۔ اہل مکہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں بچا جو نہ خود نکلا ہو یا اس نے اپنی جگہ کسی کو نہ بھیجا ہو۔

□ حضور اکرم ﷺ ستر اونٹوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے ہر اونٹ پر تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے راستے میں آپ کو قریش مکہ کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع فرمائی اور انہیں مشورہ کے لئے جمع فرمایا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جانثاری فرمایا پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جانثاری فرمایا ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کام کا حکم دیا ہے آپ اس کو سرانجام دیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ

ہرگز نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم تو یوں کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ قتال کریں گے اگر آپ ہمیں برک الغماد [نامی مقام] تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں حضور اکرم ﷺ نے حضرت مقداد کی اس گفتگو کی تعریف فرمائی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو مجھے مشورہ دو یہ جملہ آپ نے تیسری بار فرمایا تھا چنانچہ اسے سن کر انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ فرمانے لگے یا رسول اللہ شائد آپ ﷺ ہم انصار سے پوچھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اس پر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور آپ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے۔ اطاعت اور جانثاری کے بارے میں ہم آپ سے پختہ عہد و پیمان کر چکے ہیں، آپ جو چاہئے کر گزریئے ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا ہم کل دشمنوں سے مقابلے کو برا نہیں سمجھتے ہم لڑائی میں ثابت قدم رہنے والے اور مقابلے کا حق ادا کرنے والے لوگ ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی آپ اللہ کے نام پر ہمیں لے چلئے۔

مسلم کی روایت میں یہ تقریر حضرت سعد بن عبادہ کی طرف منسوب ہے مگر وہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ کا بدر میں شریک ہونا بالاتفاق ثابت نہیں ہے۔

آپ ﷺ یہ باتیں سن کر خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر فتح و نصرت عطاء فرمائے گا اللہ کی قسم گویا کہ میں مشرکوں کے

قتل ہو کر گرنے کی جگہ دیکھ رہا ہوں پھر آپ ﷺ نے کوچ فرمایا اور بدر کے قریب آکر آپ نے پڑاؤ ڈالا۔

□ حضرت حباب بن منذر بن جموح نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے یہ پڑاؤ اللہ کے حکم سے ڈالا ہے تو پھر ہمارے لئے یہاں سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں یا آپ نے جنگی حکمت عملی کے تحت اس جگہ کو منتخب فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنگی حکمت عملی کے تحت ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پھر تو ہمیں مشرکین کے سب سے قریبی پانی کے پاس پڑاؤ ڈالنا چاہئے تاکہ ہم پیچھے سے کنویں کو بند کردیں اور حوض بنا کر پانی جمع کرلیں اور یوں مشرکین کو پانی نہیں مل سکے گا۔ آپ ﷺ نے اس مشورے کو پسند فرمایا اور اس پر عمل فرمایا ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ پاس آکر حضرت حباب کے مشورے کی تائید فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

□ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا کہ محمد [ﷺ] کے لشکر کا اندازہ لگا کر آؤ اس نے لشکر کے گرد گھوڑا گھمایا اور کہنے لگا تین سو سے کچھ زیادہ یا کچھ کم ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے کہیں پیچھے کوئی کمین گاہ تو نہیں بنائی ہوئی کہ جس میں انہوں نے کمک چھپا رکھی ہو چنانچہ وہ دور دور تک گھوڑا دوڑاتا رہا اور واپس آکر کہنے لگا میں نے کچھ نہیں دیکھا لیکن اے قریش والو میں نے ہر طرف مصیبتیں ہی مصیبتیں دیکھی ہیں یثرب کے اونٹ اپنے اوپر سرخ موت کو اٹھا کر لائے ہیں تمہارے مقابلے میں ایسے لوگ ہیں جن کی پناہگاہ صرف ان کی تلواریں ہیں بخدا اگر تم ان میں سے کسی کو قتل کروگے تو تمہیں بھی قتل ہونا پڑے گا اگر تم میں سے ان کی تعداد کے برابر لوگ قتل ہوگئے تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہوگا اس لئے آپس میں مشورہ کرلو۔ اسی وقت عامر بن حضرمی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے پرانے مقتولوں کا نام لے کر لوگوں کو پھر بھڑکا دیا۔

□ مشرکوں میں سے سب سے پہلے اسود بن عبدالاسود مخزومی نامی شخص نکلا یہ بہت برا اور

بد اخلاق آدمی تھا اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا یا اس حوض کو گرادوں گا یا میں اس کی خاطر مر جاؤں گا جب وہ آگے بڑھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسے روکنے کے لئے نکلے دونوں میں مقابلہ ہوا تو حضرت حمزہؓ نے تلوار مار کر اس کا پاؤں پنڈلی کے درمیان سے کاٹ دیا وہ گر گیا اور پھر گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھنے لگا کیونکہ وہ اپنی ضد اور قسم پوری کرنا چاہتا تھا مگر جب وہ حوض تک پہنچا تو وہیں حضرت حمزہؓ نے اسے مار دیا اور وہ حوض میں گر گیا۔

□ مشرکین کی طرف سے باقاعدہ مبارزے کے لئے تین افراد نکلے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ انہوں نے للکار کر مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری صحابی نکلے۔ یہ تھے، حضرت عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ دونوں عفراء کے بیٹے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ مشرکین نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم گروہ انصار میں سے ہیں تو مشرکین میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا اے محمد ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے افراد ہمارے مقابلے کے لئے نکالو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عبیدہ بن حارث، اے حمزہ، اے علی کھڑے ہو جاؤ، حکم کے مطابق یہ تینوں حضرات نکل کھڑے ہوئے [چونکہ چہروں پر نقاب تھے اس لئے] مشرکین نے ان سے بھی نام پوچھے جب انہوں نے نام بتائے تو مشرکوں نے کہا ہاں تم ہمارے برابر کے محترم لوگ ہو مقابلہ شروع ہوا تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے شیبہ اور ولید کو بغیر مہلت دیئے قتل کر دیا جبکہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ (جو بڑی عمر کے تھے) کا عتبہ کے ساتھ مقابلہ ہوتا رہا دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا اسی وقت حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ ان کی مدد کو آپہنچے اور انہوں نے عتبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے لے آئے۔

□ حضور اکرم ﷺ مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما کر اپنے عریش [یعنی اپنے لئے بنائے گئے

مخصوص چھپر] پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کے سوا اور کوئی نہیں تھا آپ ﷺ وہاں آکر دعاء میں مشغول ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنی دعاء کے دوران یہ بھی فرمایا کہ اے میرے پروردگار اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک کر دی گئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ نے آپ کی دعائیں سن لی ہیں اور وہ آپ سے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا پھر حضور اکرم ﷺ کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر آپ بیدار ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری لو اے ابو بکر اللہ کی مدد آچکی ہے یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے ہانک رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غبار ہے۔

□ غزوہ بدر کے دن ایسی ہوا چلی کہ اس جیسی سخت ہوا انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی پھر وہ ہوا چلی گئی اور دوسری بار ہوا آئی پھر وہ بھی چلی گئی اور تیسری بار ہوا آئی۔ پہلی بار جو ہوا آئی تھی وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ، دوسری بار کی ہوا ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت میکائیل تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دائیں طرف اترے، تیسری بار کی ہوا ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت اسرافیل تھے جو حضور اکرم ﷺ کے بائیں طرف اترے اس دن کئی کافروں کے سر اڑ گئے مگر معلوم نہ ہوا کہ انہیں کس نے مارا ہے اور بعض لوگوں کے ہاتھ کٹ گئے مگر کاٹنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (طبقات ابن سعد)

☆ حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم مقتول مشرکوں میں سے فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو گردن اور جوڑوں پر آگ سے جلے ہوئے کالے نشانوں سے پہچانتے تھے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک فرشتہ ہی سب مشرکوں کے لئے کافی تھا تو پھر اتنے سارے فرشتے کیوں بھیجے گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے اور اپنے نبی ﷺ کے اعزاز واکرام کے اظہار کے لئے اتنی

تعداد میں فرشتے بھیجے۔

بعض علماء کا یہ بھی فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے فرشتے اس لئے بھیجے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قیامت کے دن تک کے لئے جہاد کرنے والا بنا دیا ہے چنانچہ مسلمانوں کا جو لشکر ایمان اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑتا ہے۔ یہ فرشتے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جن پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی وہ قیامت کے دن تک مجاہدین کے مددگار ہیں۔

☆ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں بدر والوں کا کیا مقام ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں مسلمانوں میں سب سے افضل شمار کیا جاتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا حال ہے یعنی انہیں بھی فرشتوں میں افضل سمجھا جاتا ہے۔ (بخاری)

□ حضور اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لیکر شاهت الوجوه فرما کر قریش کی طرف پھینکی اور اپنے صحابہ کرامؓ کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھوڑی دیر میں مشرکین کو شکست ہو گئی اور ان کے کئی بڑے سردار مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے۔

□ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑا اوپر سے ایک کوڑے اور ایک گھڑ سوار کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا اے حیزوم آگے بڑھ اس کے بعد مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور اسکی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے اس انصاری صحابی نے یہ سارا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ چوتھے آسمان کی مدد تھی اس دن ستر مشرک مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ (مسلم)

□ قاسم بن ثابتؒ نے لکھا ہے کہ جس دن قریش مکہ کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا اس دن جنات میں سے ایک پکارنے والے جن نے بلند آواز میں اشعار پڑھے مگر وہ خود نظر نہیں آرہا تھا [اشعار کا مفہوم یہ ہے]

حنفی لوگ جنگ کے لئے بدر کی طرف بڑھ چکے ہیں
اور ان کی یلغار کے ذریعے کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ٹوٹ جائیں گی
اس جنگ نے قریش کے مردوں کو ہلاک کر دیا
اور ان کی عورتوں کو حسرت کے ساتھ سینہ پیٹتے ہوئے گھروں سے نکال دیا
ہلاکت ہے اس کے لئے جو محمد [ﷺ] کا دشمن ہوا
اور ہدایت کے راستے سے بھٹک کر گمراہیوں میں پڑ گیا۔

کسی نے یہ آواز سن کر پوچھا کہ حنفی کون ہیں تو دوسروں نے کہا کہ محمد [ﷺ] اور انکے ساتھی۔ کیونکہ ان کا گمان ہے کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف کے دین پر ہیں ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں بدر میں مشرکین کی شکست کی خبر پہنچ گئی۔

(۶) غزوہ بنی سلیم

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بدر سے واپس تشریف لے آئے تو ابھی آپ نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ خود بنی سلیم سے مقابلے کے لئے نکلے اور آپ ایک کدر نامی چشمے تک پہنچ گئے وہاں آپ نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

(۷) غزوہ بنی قینقاع

۲ھ شوال کی پندرہ یا سولہ تاریخ جبکہ آپ ﷺ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع

ہو چکا تھا یہ غزوہ پیش آیا مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم ﷺ کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعہ سے اتر آئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہونگے اور ان کی عورتیں اور بچے خود ان کے رہیں گے قلعے سے اترنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت منذر بن قدامہ کو مقرر فرمایا پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال و اسباب سمیت جلاوطن ہونے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ وہ اذرعات کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

(۸) غزوہ سویق

۵/ذی الحجہ ۲ھ میں آپ ﷺ [دو سو سواروں کو لے کر] ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لئے نکلے مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کے لئے ستو کی تھیلیاں پھینکتے گئے اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سویق پڑ گیا [سویق عرب میں ستو کو کہتے ہیں]

(۹) غزوہ غطفان

اسی کو غزوہ انمار اور غزوہ ذی اَمر بھی کہتے ہیں یہ ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر اس غزوے میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

(۱۰) غزوہ بنی سلیم

اس کو غزوہ نجران یا بجران بھی کہتے ہیں یہ جگہ حجاز کا معدن ہے آپ ﷺ نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا[دشمن بھاگ چکے تھے اس لئے] جمادی الاولیٰ میں آپ ﷺ نے واپسی فرمائی۔[یہ پہلے والے غزوہ بنی سلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ بجران کے نام سے مشہور ہے]

(۱۱) غزوہ احد

یہ غزوہ ۷ شوال ۳ھ آپ ﷺ کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی جبکہ مشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے پاس سات سو زرہیں دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے ابتداء میں جتنے مشرک بھی مقابلے کے لئے نکلے مسلمانوں نے انہیں خاک وخون میں تڑپا دیا یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈا اٹھالیا یہ دیکھ کر مشرک پھر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہو گیا تو مشرک شکست کھا کر بے تحاشہ دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت ہلاکت پکار رہی تھیں مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں پیچھے درے پر مقرر مسلمان تیر اندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل [جو دونوں اس وقت مشرکین کے ساتھ تھے] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اسی اثناء میں شیطان نے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑا دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر حضور

اکرم ﷺ ڈٹ کر لڑتے رہے اس غزوے کے متفرق واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

(۱۲) غزوہ حمراء الاسد

اتوار کی صبح ۱۶/ شوال ۳ھ میں یہ غزوہ پیش آیا قریش مکہ جب غزوہ احد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا چنانچہ ہمیں واپس جا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ کے زخمی صحابہ کرامؓ نے بھی بھرپور ساتھ دیا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دور حمراء الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا مشرکین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

(۱۳) غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا جب آپ ﷺ کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی چنانچہ انہیں اسلحے کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں لے کر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی گئی ان میں سے اکثر نے خیبر کا رخ کیا جبکہ بعض شام جا کر آباد ہو گئے اس واقعے کے بیان میں قرآن مجید کی سورۃ حشر نازل ہوئی۔

(۱۴) غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ۴ھ میں پیش آیا رقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذات الرقاع پڑ گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ رقاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا اس کی طرف یہ غزوہ منسوب ہے۔ آپ ﷺ چار سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بنی محارب بنی ثعلبہ اور بنی غطفان کے مقابلے کے لئے نکلے تھے اس غزوے میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو صلوٰۃ الخوف بھی پڑھائی۔

(۱۵) غزوہ بدر صغریٰ

اس غزوے کو غزوہ بدر موعد بھی کہتے ہیں یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں پیش آیا گذشتہ سال احد کے موقع پر ابوسفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا اس لئے آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ بدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابوسفیان بھی مکہ سے نکلا مگر اسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

(۱۶) غزوہ دومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں آپ ﷺ کو دومتہ الجندل [نامی مقام] کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرامؓ کو لے کر روانہ ہوئے آپ ﷺ رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے جب دومتہ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے اور آپ ﷺ بیس ربیع الثانی ۵ھ میں واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

(۱۷) غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال ۵ھ میں پیش آیا جب مشرکین نے مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کی اور ابوسفیان کی قیادت میں قریش، عیینہ بن حصن کی قیادت میں غطفان کے مشرک بنو فزارہ بنو مرہ اور اشجع قبائل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے آپ ﷺ نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مشرکین کا لشکر اس خندق کے پاس آکر رک گیا۔ خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مشرکین کی طرف سے عمرو بن عبدود خندق پار کرنے میں کامیاب ہوا مگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت خوف، سردی اور بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت نعیم بن مسعود اشجعی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی قوم سے چھپ کر مسلمان ہو چکا ہوں آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایک تجربہ کار آدمی ہو تم سے جو ہو سکے مشرکین کے خلاف تدبیر کرو کیونکہ جنگ نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود پہلے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کے پاس آئے جاہلیت کے زمانے میں آپ کے ان سے قریبی تعلقات تھے آپ نے ان سے آکر پہلے خوب اپنی محبت جتائی اور پھر انہیں سمجھایا کہ قریش اور غطفان تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں جبکہ تم تو مدینہ کے رہنے والے ہو۔ آج قریش اور غطفان محمد اور ان کے ساتھیوں پر حملے کے لئے آئے ہیں اور تم بلا شرط ان کی مدد کر رہے ہو حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اگر قریش کو فتح ہو گئی تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تم یہاں مسلمانوں کے سامنے اکیلے رہ جاؤ گے اور پھر جو کچھ تمہارے

ساتھ ہو گا وہ تمہیں معلوم ہے اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو جب تک وہ اپنے چند بڑے معزز لوگ تمہارے ہاتھوں میں رہن نہ رکھ دیں یہودیوں نے کہا یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اسی کے مطابق کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی محبت اور دوستی جتائی جس کا قریش نے اقرار کیا پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتا چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تم دھوکہ نہ کھا جاؤ لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لو گے۔ قریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نعیم نے فرمایا کہ یہودی محمد [ﷺ] سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی ندامت اور محمد ﷺ کی ناراضگی دور کرنے کیلئے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ قریش اور غطفان کے چند بڑے معزز لوگ محمد کے حوالے کریں گے۔ تاکہ انہیں قتل کر دیں اور پھر یہودی اور محمد [ﷺ] مل کر باقی قریش والوں کو ختم کردیں اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت کے مانگیں تو تم نہ دینا اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلق اور محبت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائی تھیں۔ شوال ۵ھ ہفتے کی رات اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ابوسفیان اور غطفان کے رؤسا نے اپنا ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہو رہے ہیں تم لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم صبح حملہ کرکے مسلمانوں کو ختم کردیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے ماضی میں بھی اسی دن میں تجاوز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رہن نہیں رکھواؤ گے ہم لڑائی کے لئے نہیں نکلیں گے مشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا۔ واقعی نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا چنانچہ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رہن نہیں رکھیں گے اگر تم لڑائی کے لئے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے بے

شک نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا اس طرح ان میں پھوٹ پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا۔

حضور اکرم ﷺ کو جب ان کے درمیان انتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لینے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی حضرت حذیفہ ان کے مجمع میں گھس گئے اس وقت ابوسفیان نے اعلان کیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے [تاکہ ہم میں کوئی مخبر نہ گھسا ہوا ہو] حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو اس نے اپنا نام بتادیا [اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا] اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے قریشیو! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے ہمارے جانور ہلاک ہو چکے ہیں بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس ہوا نے ہمیں سخت پریشان کردیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے تم واپس لوٹ چلو میں تو جا رہا ہوں یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میں تیر مار کر ابوسفیان کو ہلاک کر دوں مگر مجھے آپ ﷺ کا فرمان یاد آگیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا چنانچہ میں واپس آگیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو خوشخبری سنائی تو آپ نے اللہ کا شکر اداء کیا جب غطفان والوں کو قریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

(۱۸) غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا ظہر کے وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ اے محمد! ﷺ اللہ

ساتھ ہوگا وہ تمہیں معلوم ہے اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو جب تک وہ اپنے چند بڑے معزز لوگ تمہارے ہاتھوں میں رہن نہ رکھ دیں یہودیوں نے کہا یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اسی کے مطابق کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی محبت اور دوستی جتائی جس کا قریش نے اقرار کیا پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتا چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تم دھوکہ نہ کھا جاؤ لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لوگے۔ قریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نعیم نے فرمایا کہ یہودی محمد [ﷺ] سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی ندامت اور محمد ﷺ کی ناراضگی دور کرنے کیلئے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ قریش اور غطفان کے چند بڑے معزز لوگ محمد کے حوالے کریں گے۔ تاکہ انہیں قتل کر دیں اور پھر یہودی اور محمد [ﷺ] مل کر باقی قریش والوں کو ختم کر دیں اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت کے مانگیں تو تم نہ دینا اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلق اور محبت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائی تھیں۔ شوال ۵ھ ہفتے کی رات اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ابوسفیان اور غطفان کے رؤسا نے اپنا ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہو رہے ہیں تم لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم صبح حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے ماضی میں بھی اسی دن میں تجاوز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رہن نہیں رکھواؤ گے ہم لڑائی کے لئے نہیں نکلیں گے مشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا۔ واقعی نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا چنانچہ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رہن نہیں رکھیں گے اگر تم لڑائی کے لئے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے بے

شک نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا اس طرح ان میں پھوٹ پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا۔

حضور اکرم ﷺ کو جب ان کے درمیان انتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لینے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی حضرت حذیفہ ان کے مجمع میں گھس گئے اس وقت ابوسفیان نے اعلان کیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے [تاکہ ہم میں کوئی مخبر نہ گھسا ہوا ہو] حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو اس نے اپنا نام بتادیا [اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا] اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے قریشیو! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے ہمارے جانور ہلاک ہو چکے ہیں بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس ہوا نے ہمیں سخت پریشان کر دیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے تم واپس لوٹ چلو میں تو جا رہا ہوں یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میں تیر مار کر ابوسفیان کو ہلاک کر دوں مگر مجھے آپ ﷺ کا فرمان یاد آگیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا چنانچہ میں واپس آگیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو خوشخبری سنائی تو آپ نے اللہ کا شکر اداء کیا جب غطفان والوں کو قریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

(۱۸) غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا ظہر کے وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ اے محمد! ﷺ اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کی طرف کوچ کا حکم دیا ہے میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ ۲۳ ذی القعدہ ۵ ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرامؓ تھے اور لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے آپ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمالیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا بنو قریظہ والے سخت تنگی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں رعب ڈال دیا چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔

اس پر آپ ﷺ نے حضرت سعد کو فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس فیصلے کو جاری فرمادیا اور بنو قریظہ کے چھ سو یا سات سو اسلام دشمن یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

(۱۹) غزوہ بنی لحیان

یہ غزوہ ربیع الاول ۶ ھ میں پیش آیا آپ ﷺ دو سو سواروں کے ہمراہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے مگر بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

(۲۰) غزوہ ذی قرد

یہ غزوہ ۶ ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا ذی قرد نامی مقام پر حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا حضرت سلمہ بن اکوع نے

کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور مال غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے [اس کا تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے]

(۲۱) غزوہ بنی مصطلق

اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق یہ شعبان ۶ ھ میں پیش آیا جبکہ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق سے پہلے شعبان ۵ ھ میں پیش آیا حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابو ضرار نے مسلمانوں پر حملے کے لئے بہت ساری فوج جمع کر لی ہے آپ ﷺ نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد عورت بچے بوڑھے گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے جب حضور اکرم ﷺ نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیے۔

(۲۲) غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذی قعدہ ۶ ھ میں پیش آیا آپ ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرے کے لئے نکلے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو روکنے کے لئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے قاصد کو روک لیا اس پر آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ سے موت پر اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔ تفصیلی واقعات کے لئے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع

فرمائیں۔

(۲۳) غزوہ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ محرم ۷ھ میں خیبر کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو میرے چچا حضرت عامر بن اکوع نے اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے اللہ تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے
اور نہ صدقہ خیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے
اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں
پس دشمنوں سے لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطاء فرما
اور خاص سکینہ ہم پر نازل فرما۔

حضور اکرم ﷺ نے اشعار سن کر پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے فرمایا میں عامر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور حضور اکرم ﷺ جب بھی کسی کو مغفرت کی دعا دیتے تھے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ کاش آپ عامر کی شجاعت سے ہمیں چند روز اور نفع عطاء فرماتے۔ (مسلم شریف)

اس جنگ کے دوران اہل خیبر کا مشہور سردار مرحب مقابلے کے لئے نکلا اور اس نے یہ شعر پڑھا [مفہوم]

اہل خیبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں
سلاح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں

حضرت عامر بن اکوع اس کے مقابلے میں نکلے تو آپ نے یہ شعر پڑھا [مفہوم]

اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں
سلاح پوش، بہادر اور جنگوں میں گھسنے والا ہوں

مقابلے کے دوران حضرت عامر کی تلوار پلٹ کر ان کے اپنے گھٹنے پر لگی جس سے وہ شہید ہو گئے ان کے اس طرح شہید ہونے پر بعض لوگوں نے کہا کہ عامر کے سارے اعمال ضائع ہو گئے حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے لوگوں کی یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ عامر رضی اللہ عنہ کے لئے تو دو اجر ہیں [ایک شہادت کا اور دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا] پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس قلعے کی فتح کے لئے اب ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں میں ان کو ہاتھ سے پکڑ کر لے آیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئیں آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا تو آپ مرحب کے مقابلے میں نکلے مرحب نے میدان میں نکل کر وہی اشعار پڑھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھے [مفہوم]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے
اور میں جنگل کے شیر کی طرح دیکھنے والوں کو ہیبت میں ڈالنے والا ہوں
میں آج تمہارا پورا حساب چکا دوں گا

مقابلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مرحب کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا پھر اس کا بھائی یاسر مقابلے میں نکلا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے

قتل کر دیا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہی بات زیادہ درست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا جبکہ بعض لوگ حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ کو مرحب کا قاتل بتاتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

[اللہ سب سے بڑا ہے خیبر تباہ ہو گیا بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے]

یہودی آپ کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے آپ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

(۲۴) عمرۃ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے علامہ سہیلی نے اسی نام کو ترجیح دی ہے بعض اہل سیر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے شوال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے۔ پھر ذی قعدہ میں آپ ﷺ پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی اور وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

[مفہوم]

او کافروں کے بچو! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو

آگے سے ہٹ جاؤ اور ساری خیریں اللہ کے رسول ﷺ میں ہیں

اے میرے پروردگار! میں رسول اللہ ﷺ کے فرمانوں پر ایمان رکھتا ہوں

اور ان کے قبول کرنے کو اللہ کا حق جانتا ہوں

ہم تم سے جہاد اور قتال اس کا حکم مانتے ہوئے کرتے ہیں

جیسا کہ قرآن کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم تم سے لڑتے ہیں

ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑیاں سر سے الگ ہو جائیں گی

اور دوست کو دوست بھول جائے گا

(سیرت ابن ہشام)

(۲۵) فتح مکہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضور اکرم ﷺ کی قیادت مبارکہ میں رمضان ۸ھ میں مکہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

(۲۶) غزوہ حنین

اسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں یہ غزوہ ۶ / شوال ۸ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو حنین میں مقیم ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کر دیں چنانچہ یہ سارے قبائل اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالک بن عوف نضری کی قیادت میں جمع ہو گئیں ان کی تعداد بیس ہزار تھی یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا آپ ﷺ بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے ان میں دس ہزار کا مدنی لشکر اور دو ہزار اہل مکہ تھے ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثقیف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا مگر حضور اکرم ﷺ ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو

آوازیں دیتے رہے بالآخر مسلمان جمع ہوگئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگئے جبکہ ان کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

(۲۷) غزوہ طائف

شوال ۸ھ ہی میں غزوہ طائف پیش آیا حنین میں شکست کے بعد ثقیف کے لوگ طائف واپس آکر قلعہ بند ہوگئے آپ ﷺ نے اپنے لشکر سمیت تشریف لا کر ان کا محاصرہ کر لیا اہل طائف نے خوفناک تیر اندازی کی جس سے بارہ مسلمان شہید ہوگئے آپ ﷺ نے دبابہ اور منجنیق بھی استعمال فرمائی کئی صحابہ کرام دبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کے لئے آگے بڑھے تو اہل قلعہ نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کر دیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو اللہ اور قرابتوں کے واسطے دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں پھر آپ نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر کر آجائے گا وہ آزاد ہے چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اتر آئے۔ ان میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر آپ یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ چھوڑ دینگے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہل طائف خود مسلمان ہوگئے اور ان کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوگئے۔

(۲۸) غزوہ تبوک

رجب ۹ھ بروز جمعرات آپ ﷺ تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ بلقاء تک پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرام کو نکلنے کا حکم دیا چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے جبکہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ ﷺ کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے خوب اپنا مال خرچ کیا اور آپ ﷺ سے دعائیں حاصل کیں جبکہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کے لئے سواری مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں اس پر وہ روتے روتے واپس ہوگئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تبوک روانہ ہوئے اور میں مدینہ منورہ میں رہ گیا میری دو بیویاں تھیں ایک دن سخت گرم دوپہر کے وقت ان دونوں بیویوں نے میرے لئے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور ٹھنڈا پانی اور کھانا لا کر رکھا تو یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا ابو خیثمہ تو تو ٹھنڈے سائے میں حسین بیویوں کے ساتھ عیش کر رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی اور لو میں ہیں یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے پھر میں نے اپنی بیویوں سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تم میں سے کسی کے چھپر کے نیچے نہیں آؤں گا جب تک اللہ کے رسول ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤں تم دونوں میرا توشہ تیار کرو انہوں نے توشہ تیار کیا میں اپنی سواری لیکر نکل پڑا اور حضور اکرم ﷺ سے آملا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دس سے زائد راتیں تبوک میں قیام

فرمایا اور پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ غزوات تھے جن میں حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

[سبحان اللہ آقائے نامدار ﷺ تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں جبکہ آپ ﷺ سے عشق و محبت کے دعوے کرنے والے کچھ لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں کیا آج ہماری زندگیاں حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی سے زیادہ قیمتی ہیں؟ کیا ہمارے اوقات حضور اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ یا نعوذ باللہ ہم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ ﷺ سے زیادہ ذمے داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے بے شک جس میں ایمان ہوگا وہ یہ سن کر کہ حضور اکرم ﷺ اتنی بار جہاد کے لئے نکلے تھے کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا بلکہ وہ بھی جنت اور نجات کے ان میدانوں کی طرف دیوانہ وار دوڑے گا]

فصل

حضور اکرم ﷺ نے ان غزوات کے علاوہ کئی سرایا بھی روانہ فرمائے ان میں سے ایک سریہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور آپ ﷺ کی زیادہ توجہات کی وجہ سے وہ سریہ نہیں بلکہ غزوہ موتہ کہلاتا ہے اس کے اکثر واقعات متفرق طور پر پیچھے گزر چکے ہیں۔

[ذیل میں ہم سرایا کی مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں اگر تفصیلی واقعات دیکھنے ہوں تو سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے اس فہرست کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آٹھ دس سال کے مختصر عرصے میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کے لئے جو محنت فرمائی ہے وہ ہمارے سامنے رہے ممکن ہے یہی ہماری بیداری کا ذریعہ بن جائے]

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
(۱)	موتہ	جمادی الاولی ۸ھ	تین ہزار	موتہ
(۲)	سریہ عبیدہؓ	شوال ۱ھ	ساٹھ یا اسی	رابغ
(۳)	سریہ سعد بن ابی وقاص	ذی القعدہ ۱ھ	بیس	خرار
(۴)	سریہ عبد اللہ بن جحش	رجب ۲ھ	گیارہ	نخلہ
(۵)	سریہ عمرو بن عدیؓ	رمضان ۲ھ	ایک	برائے قتل عصما یہودیہ
(۶)	سریہ سالم بن عمیر	شوال ۲ھ	ایک	برائے قتل ابو عفک یہودی
(۷)	سریہ کعب بن اشرف	ربیع الاول ۳ھ	ایک مع رفقاء	برائے قتل کعب بن اشرف
(۸)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الآخرۃ ۳ھ	ایک سو	برائے قافلہ قریش
(۹)	سریہ ابو سلمہ بن عبد الاسد	محرم ۴ھ	ڈیڑھ سو	ابنائے خویلد
(۱۰)	سریہ عبد اللہ بن انیس	محرم ۴ھ	ایک	برائے قتل خالد بن سفیان ہذلی
(۱۱)	سریہ محمد بن مسلمہ	محرم ۶ھ	تیس	بطرف قرطاء
(۱۲)	سریہ عبد اللہ بن عتیک	جمادی الآخرۃ ۳ھ	پانچ	برائے قتل ابو رافع یہودی
(۱۳)	سریہ سعید بن زید	-	-	-
(۱۴)	سریہ عکاشہ بن محصن	ربیع الاول ۶ھ	چالیس	غمر
(۱۵)	سریہ محمد بن مسلمہ	ربیع الثانی ۶ھ	دس	ذی القصہ
(۱۶)	سریہ ابو عبیدہ بن جراح	ربیع الثانی ۶ھ	چالیس	ذی القصہ
(۱۷)	سریہ زید بن حارثہ	ربیع الثانی ۶ھ	ایک مع رفقاء	جموم
(۱۸)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الاولی ۶ھ	ایک سو ستر	عیص
(۱۹)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الاخری ۶ھ	پندرہ	طرف
(۲۰)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الاخری ۶ھ	پانچ سو	حِسمٰی

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
(۲۱)	سریہ زید بن حارثہ	رجب ۶ھ	-	وادی القریٰ
(۲۲)	سریہ عبدالرحمن بن عوف	شعبان ۶ھ	سات سو	دومتہ الجندل
(۲۳)	سریہ زید بن حارثہ	-	-	مدین
(۲۴)	سریہ علی بن ابی طالب	شعبان ۶ھ	ایک سو	فدک
(۲۵)	سریہ زید بن حارثہ	رمضان ۶ھ	-	ام قرفہ
(۲۶)	سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ھ	تیس	سیر بن رزام یہودی
(۲۷)	سریہ عمرو بن ابی امیہ الضمری	۶ھ	دو	قتل ابوسفیان
(۲۸)	سریہ عمر بن خطاب	-	-	تربہ
(۲۹)	سریہ ابو بکر	-	-	ابن کلاب نجد
(۳۰)	سریہ بشیر بن سعد	-	-	فدک
(۳۱)	سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی	-	-	میفعہ
(۳۲)	سریہ بشر بن سعد انصاری	-	-	یمن وجبار
(۳۳)	سریہ ابن ابی العوجاء	ذی الحجہ ۷ھ	پچاس	بنو سلیم
(۳۴)	سریہ غالب بن عبداللہ لیثی	صفر ۸ھ	-	کدید
(۳۵)	سریہ غالب بن عبداللہ لیثی	-	-	فدک
(۳۶)	سریہ شجاع بن وھب اسدی	-	-	بنو غالب
(۳۷)	سریہ کعب بن عمیر غفاری	-	-	ذات اطلاع
(۳۸)	غزوہ موتہ	-	-	موتہ
(۳۹)	سریہ عمرو بن العاص	جمادی الاخریٰ ۸ھ	تین سو تیس	ذات السلاسل
(۴۰)	سریہ خبط [عنبر]	رجب ۸ھ	تین سو	سیف البحر
(۴۱)	سریہ ابو قتادہ	-	-	نجد
(۴۲)	سریہ ابو قتادہ	-	-	اضم
(۴۳)	سریہ ابو حدرد اسلمی	-	دو	قتل رفاعہ بن قیس
(۴۴)	سریہ خالد بن ولید	رمضان ۸ھ	تیس	انہدام عزیٰ
(۴۵)	سریہ اوطاس	۸ھ	-	اوطاس
(۴۶)	سریہ عمرو بن عاص	-	-	سواغ
(۴۷)	سریہ سعد بن زید	رمضان ۸ھ	بیس	انہدام مناۃ
(۴۸)	سریہ خالد بن ولید	شوال ۸ھ	ساڑھے تین سو	بنو جزیمہ
(۴۹)	سریہ طفیل بن عمرو الدوسی	-	-	انہدام ذی الکفین [بت]
(۵۰)	سریہ عیینہ بن حصن الفزاری	محرم ۹ھ	پچاس	سقیاء
(۵۱)	سریہ قطبہ بن عامر	-	-	خثعم
(۵۲)	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی	-	-	بنو کلاب
(۵۳)	سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی	ربیع الثانی ۹ھ	تین سو	حبشہ
(۵۴)	سریہ علی بن ابی طالب	ربیع الثانی ۹ھ	ڈیڑھ سو	انہدام بت فلس
(۵۵)	سریہ عکاشہ بن محصن	-	-	عذرہ
(۵۶)	سریہ خالد بن ولید	ربیع الثانی ۲ھ	چار سو بیس	اکیدر

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے چھپن سرایا کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے اسے ذکر نہیں کیا۔

فصل

ویسے تو حضور اکرم ﷺ کے مبارک غزوات اور حضرات صحابہ کرام کے سراپا کا تذکرہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے حالات سے زیادہ سبق لیتی ہے اور اس میں اپنے جیسے لوگوں کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اس لئے ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد کے بعض جہادی واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو مزید ترغیب ہو اور وہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جہاد کی شمعیں روشن کریں یہ تمام واقعات علامہ ذہبیؒ کی تاریخ سے مختصراً نقل کئے جا رہے ہیں۔

واقعہ نمبر (۱) :

حضور اکرم ﷺ کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو کئی عرب قبائل مرتد ہوگئے اور بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سب کے خلاف جہاد کے لئے کھڑے ہوئے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ طلیحہ اسدی کی طرف بھیجا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی۔ طلیحہ کے کئی ساتھی مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے خود طلیحہ مسلمان ہوگیا۔

واقعہ نمبر (۲) :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا رخ فرمایا یمامہ میں دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی مسیلمہ کا لشکر چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا خونریز لڑائی کے بعد مسیلمہ قتل ہوگیا اور اس کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور اس لڑائی میں کئی مسلمان بھی شہید ہوئے جن میں بڑی تعداد حفاظ قرآن کی تھی۔

یہ جنگ یمامہ ۱۲ھ میں پیش آئی۔

واقعہ نمبر (۳) :

۱۳ھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین کی طرف بھیجا اور حضرت یزیدؓ بن ابو سفیان، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو لشکر دے کر بلقاء کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ سارے حضرات بصریٰ [شام] میں جا کر اترے اور حضرت خالد بن ولیدؓ بھی پہنچ گئے اہل بصریٰ جزیہ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوگئے یہ ملک شام میں فتح ہونے والا پہلا شہر تھا اسی سال جنگ اجنادین بھی ہوئی جس میں مشرکوں کو سخت شکست ہوئی اسی سال جنگ صفر ہوئی اس میں بے شمار کافر مارے گئے اور انہیں عبرتناک شکست ہوئی رومیوں کے خون سے اس دن نہر کا پانی سرخ ہوگیا حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اس دن خیمے کے ستون سے سات رومیوں کو قتل کیا اسی سال جنگ فحل بھی پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور اسی سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔

واقعہ نمبر (۴) :

۱۴ھ میں دمشق فتح ہوا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عمومی سپہ سالار تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے دمشق کے باہر مسلمانوں اور رومیوں کا سخت مقابلہ ہوا رومیوں کو شکست ہوئی اور وہ دمشق میں قلعہ بند ہوگئے مسلمانوں نے چاروں طرف سے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ انہی دنوں میں سے ایک دن رومیوں کے سردار باہان کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا تو رومی اس کے جشن میں لگ گئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ تو خود سوتے تھے اور نہ کسی اور کو سونے دیتے تھے انہوں نے رسی کی سیڑھی تیار کی اور رات کو ــــــ حضرت قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی اور ان جیسے دیگر حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا اور لشکر والوں سے کہا کہ جب تم لوگ دیوار

کے اوپر سے ہماری تکبیر کی آواز سنو تو حملہ کر دینا حضرت قعقاع اور حضرت مذعور کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے دیوار پر چڑھ گئے اور انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اس اچانک حملے نے اہل دمشق کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت خالد بن ولید لڑتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح مصالحت کے ذریعے دوسری طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور ان دونوں حضرات کی ملاقات شہر کے وسط میں ہوئی۔

واقعہ نمبر (۵) :

۱۵ھ میں جنگ یرموک کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ تھی۔ مسلمانوں کا لشکر تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور لشکر کے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے۔ رومیوں نے مضبوطی کے ساتھ لڑنے کے لئے خود کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو پھر یہی زنجیر ان کے لئے مصیبت بن گئی اور ان میں سے جو کوئی بھی دریا میں گرتا تھا وہ اپنے ساتھ پانچ چھ کو لے ڈوبتا تھا اس لڑائی میں بے شمار رومی مارے گئے اور مسلمان امراء میں سے بھی کئی حضرات نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی سال جنگ قادسیہ بھی ہوئی جس میں مسلمانوں کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جبکہ مشرکین کی کمان رستم کے ہاتھ میں تھی اور ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی بھی تھے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی حالانکہ مسلمانوں کی تعداد سات سے آٹھ ہزار کے مابین تھی۔ اس لڑائی میں رستم مارا گیا اور مسلمانوں کو بے شمار غنائم ہاتھ آئے۔

حبیب بن صہبان فرماتے ہیں کہ اس دن ہمیں اتنا سونا اور چاندی ملا کہ بعض لوگ سونے کو چاندی کے بدلے بیچ رہے تھے ہر گھڑ سوار کو مال غنیمت میں بارہ ہزار درہم آئے مال غنیمت میں ایک ساٹھ در ساٹھ گز لمبی چوڑی چادر بھی تھی جس میں ریشم سونے اور

چاندی کا کام ہوا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین سے درخواست کی کہ اگر وہ خوش دلی سے اس قالین کے چار حصے چھوڑ دیں تو یہ سارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ تمام مجاہدین نے خوشی سے اجازت دے دی تو یہ قالین حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ نے اسے کاٹ کر اس کے ٹکڑے لوگوں میں تقسیم فرما دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا ایک ٹکڑا ملا جو بیس ہزار درہم میں فروخت ہوا۔

واقعہ نمبر (۶) :

۱۶ھ میں جنگ جلولاء ہوئی اس میں ایک لاکھ آتش پرست مارے گئے مسلمانوں کو اس جنگ میں بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا غنائم کی تعداد ایک کروڑ اسی لاکھ کے لگ بھگ تھی جبکہ علامہ شعبی نے یہ تعداد تین کروڑ بتائی ہے۔

تین سال کے عرصے ہی میں مسلمانوں نے قیصر روم اور کسریٰ فارس کی کرسیوں پر قبضہ کر لیا اور اتنی غنیمت حاصل کی جس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے اور آپ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ [شام] میں اپنا مشہور خطبہ دیا اور یہ خطبہ آپ نے اس شان سے دیا کہ آپ کے کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ اونٹ پر سوار تھے اور چمڑے اور کھجور کی چھال سے بنا ہوا بستر آپ کے پاس تھا۔

واقعہ نمبر (۷) :

۲۰ھ میں مصر جنگ کے زور پر فتح ہوا اور اسی سال جنگ تستر ہوئی اور ایک سال تک مسلمانوں کو فتح نہیں ہوئی انہیں دنوں کافروں میں سے ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ مجھے میرے خاندان والوں سمیت امان دے دیں تو میں آپ کو تستر میں داخلے کا راستہ بتا سکتا ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے تو اس نے کہا آپ مجھے ایک تیر کی جاننے والا عقلمند آدمی دے دیجئے۔

حضرت ابو موسیٰ نے اس کے ساتھ حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا وہ آدمی
حضرت مجزاۃ بن ثور کو پانی کے راستے سے لے کر گیا دونوں کبھی تیرتے اور کبھی گھٹنوں کے
بل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے وہاں حضرت مجزاۃ نے ہرمزان کو بھی دیکھا اور اسے قتل
کرنے کا ارادہ کیا مگر انہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا حکم یاد آگیا کہ اپنی طرف سے کوئی
کام نہ کرنا جب وہ راستہ دیکھ کر واپس آگئے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پینتیس
(۳۵) آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے یہ لوگ بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے کسی طرح شہر
میں داخل ہو کر دیواروں پر چڑھ گئے اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے لڑائی شروع کر دی اس لڑائی
میں حضرت مجزاۃ شہید ہوگئے اور یہ شہر فتح ہو گیا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن لڑائی کی وجہ سے ہم نے فجر کی نماز دوپہر کو
پڑھی اور مجھے یہ نماز پوری دنیا مل جانے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسن بصری کی روایت ہے کہ تستر کا محاصرہ دو سال جاری رہا پھر ھرمزان
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے شہر سے نکل آیا اور مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں
مقیم ہوا۔

واقعہ نمبر (۸) :

۲۱ھ میں اسکندریہ فتح ہوا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قبطیوں سے جنگ
کر کے انہیں شکست دی اسی سال جنگ نہاوند بھی ہوئی اس میں کافروں نے خود کو زنجیروں
سے باندھ لیا تھا مسلمانوں نے ان پر ایسا خوفناک اور جرأت مندانہ حملہ کیا جس کی نظیر نہیں
ملتی اس لڑائی میں کافروں کا اتنا خون بہا کہ میدان جنگ میں گھوڑے پھسل کر گرنے لگے۔
حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل کر گر گیا اور انہیں ایک تیر لگا جس سے
وہ شہید ہوگئے۔ کافر شکست کھا کر بھاگے تو ایک تنگ جگہ پر پھنس گئے اور وہاں پر ایک لاکھ کی
تعداد میں مارے گئے۔ جبکہ مقابلے کے دوران مارے جانے والوں کی تعداد الگ ہے۔

واقعہ نمبر (۹) :

۲۷ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر سمندر کے راستے حملہ کیا
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اہل قبرص نے جزیہ دیکر صلح
کرلی اسی سال حضرت عبداللہ بن سعد بن ابو سرح نے افریقہ پر حملہ کیا ان کے ساتھ
حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم
بھی تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی جبکہ ان کے مدمقابل برجیر کا لشکر دو لاکھ جنگجوؤں
پر مشتمل تھا۔ سبیطلہ نامی جگہ پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی
اللہ عنہ نے دیکھا برجیر اپنے لشکر کے پیچھے اپنے تیز رفتار ترکی گھوڑے پر بیٹھا ہے اور دو
لڑکیوں نے اس پر مور کے پروں سے سایہ کر رکھا ہے اور اس کے اور اس کے لشکر کے
درمیان خالی زمین ہے یہ دیکھ کر وہ واپس آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابو سرح
سے بات چیت کی اور ان کی اجازت سے تیس گھڑ سواروں کو لے کر برجیر کی طرف بڑھے۔
ایک ہی حملے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد دفاعی حصار کو توڑ ڈالا
اور برجیر کے قریب پہنچے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگنے لگا حضرت عبداللہ بن زبیر نے
اسے نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا اور مسلمانوں نے زوردار حملہ بھی
شروع کر دیا کافروں کو عبرتناک شکست ہوئی اور وہ پسپا ہوگئے مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت
ہاتھ آیا اور ہر گھڑ سوار کو تین ہزار دینار مال غنیمت میں ملے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اصطخر فتح فرمایا۔ ان کے لشکر
کے اگلے حصے کے سپہ سالار حضرت عبیداللہ بن معمر تیمی رضی اللہ عنہ تھے یہ دونوں
حضرات صحابی ہیں اصطخر پہنچ کر شدید لڑائی ہوئی جس میں حضرت عبیداللہ بن معمر رضی اللہ
عنہ شہید ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اگر
انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا تو اتنے کافر قتل کریں گے کہ شہر کے دروازے سے خون بہنے

لگے۔ جب مسلمان نقب لگا کر شہر میں داخل ہو گئے اور اندر مقابلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے کافروں کو خوب قتل کیا مگر دروازے سے خون نہیں بہہ رہا تھا کسی نے ان سے کہا آپ نے تو آج مخلوق کو تباہ کر دیا یہ سن کر انہوں نے خون پر پانی بہانے کا حکم دیا تب خون پانی کے ساتھ مل کر دروازے سے بہنے لگا۔

واقعہ نمبر (۱۰) :

٣٣ھ میں قارن نے بادغیس اور ہرات میں سے چالیس ہزار کا لشکر جرار مسلمانوں کے خلاف جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن حازم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور اسے سخت شکست سے دوچار کر دیا اور بہت سارے افراد کو قتل کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بنالیا۔

واقعہ نمبر (۱۱) :

٣٧ھ میں حارث بن مرّہ فہریؒ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور مکران کے آگے تک پہنچ گئے اسی طرح انہوں نے سندھ اور بلوچستان کے کئی علاقے فتح کئے لیکن ایک تنگ جگہ پر ان کے خلاف حملہ ہوا اور وہ اپنے رفقاء سمیت شہید ہو گئے۔

واقعہ نمبر (۱۲) :

٤٤ھ میں مہلب بن ابوصفرہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور قندابیل تک پہنچے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچایا اور غنیمت لے کر صحیح سالم واپس لوٹے یہ ان کی پہلی لڑائی تھی۔

واقعہ نمبر (۱۳) :

٤٥ھ میں عبداللہ بن سوارؒ نے طبرستان کے علاقے قیقان کو فتح کیا اور خوب مال غنیمت حاصل کیا۔

واقعہ نمبر (۱۴) :

٥٠ھ میں سنان بن سلمہؒ نے بھی قیقان پر حملہ کیا ان کے مقابلے میں دشمن کا

بہت بڑا لشکر آگیا حضرت سنان نے فرمایا مسلمانو! تمہارے لئے خوشخبری ہے یا تو جنت کی یا مال غنیمت کی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی اور صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

واقعہ نمبر (۱۵) :

٦٣ھ میں عقبہ بن نافعؒ نے قیروان کی طرف سے سوس اقصیٰ [جنوب مراکش] پر حملہ کیا اور فتح پائی واپسی پر ان کا مقابلہ افریقی سردار کسیلہ کے لشکر سے ہوا جس میں عقبہ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت عقبہ کے جانشین زہیر بن قیس نے کسیلہ کا مقابلہ کیا اس مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے کسیلہ کو شکست دی اور وہ خود اپنے لشکر کے بڑے حصے سمیت مارا گیا۔

واقعہ نمبر (۱۶) :

٨٤ھ میں موسیٰ بن نصیرؒ نے اور یہ نامی شہر فتح کیا اور کافی تعداد میں کافر قتل کئے اور پچاس ہزار افراد کو قید کیا۔ اسی سال محمد بن مروان نے آرمینیا پر حملہ کیا اور ان کے چرچوں اور جائدادوں کو جلا ڈالا۔ یہ سال سنۃ الحریق [آگ والے سال] کے نام سے مشہور ہے۔

واقعہ نمبر (۱۷) :

٨٧ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم نے بخارا کے گرد و نواح پر حملہ کیا اور ایک خوفناک جنگ کے بعد کافروں کو شکست دی اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔ اسی سال موسیٰ بن نصیر اور ان کے بیٹے عبداللہ نے سردانیہ پر قبضہ کر لیا اور اسی سال ان کے بھتیجے ایوب بن حبیب نے مطورہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں دیگر اشیاء کے علاوہ تیس ہزار قیدی بھی حاصل کئے اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے قمیقم اور بحیرۃ الفرسان کو کامیاب جنگوں کے بعد فتح فرمایا۔ یہ سال مسلمانوں کے لئے بڑی فتوحات کا سال رہا۔

واقعہ نمبر (۱۸) :

۸۸ھ میں رومیوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور مسلمانوں کی طرف بڑھے مسلمہ بن عبدالملکؒ نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی اور بیشمار کافر مارے گئے اور مسلمانوں نے جرثومہ اور طوانہ کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ اسی سال قتیبہ بن مسلم جہاد کے لئے نکلے ان کے مقابلے میں ترکوں کے علاوہ فرغانہ اور صغد کے لوگ بھی نکلے اور اس دو لاکھ کے لشکر کی قیادت چین کے بادشاہ کا بھانجا کر رہا تھا۔ حضرت قتیبہ نے اللہ کی مدد سے اس لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

واقعہ نمبر (۱۹) :

۹۰ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم نے وردان خداہ سے دوسری جنگ لڑی اس نے حضرت قتیبہ کے خلاف ترکوں کو جمع کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور وہ بکھر گئے۔ اسی سال حضرت قتیبہ نے طالقان اور خراسان والوں سے بھی جنگیں فرمائیں اور ان میں سے بے شمار کفار کو قتل کیا کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔

واقعہ نمبر (۲۰) :

۹۳ھ میں قتیبہ بن مسلم باھلیؒ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اچانک ثمرقند پر حملہ کیا اہل ثمرقند نے شاش [تاشقند] اور فرغانہ کے حکام سے مدد مانگی۔ ان دونوں علاقوں کے حکام اہل ثمرقند کی مدد کے لئے نکل کھڑے ہوئے جب حضرت قتیبہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے صالح بن مسلم کی قیادت میں اپنے منتخب گھڑسواروں کو راستے میں چھپا دیا جب یہ لشکر والے ان گھڑسواروں کی کمین گاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان پر شدید حملہ کر دیا اور سوائے چند بچ جانے والوں کے باقی پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا ان میں سے جو چند لوگ قید ہوئے انہوں نے کہا کہ اس جنگ میں مارے جانے والے اکثر لوگ ہمارے شہزادے، سردار اور مشہور بہادر تھے۔ مسلمانوں نے ان کے سر جمع کر لئے اور ان کا سامان لیکر حضرت قتیبہ

کے پاس پہنچ گئے پھر حضرت قتیبہ نے اہل سغد پر منجنیقوں اور لشکروں سے حملہ کر دیا۔ اہل شہر نے صلح کر لی اور اس صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بتوں کے زیور بھی دیں گے جب ان بتوں کو جمع کیا گیا تو وہ ایک بڑے محل کی طرح تھے حضرت قتیبہ نے انہیں جلانے کا حکم دیا تو اہل شہر کہنے لگے جو ان بتوں کو جلائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا حضرت قتیبہ نے کہا میں انہیں اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں آگ لے کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان بتوں کو آگ لگا دی ان بتوں کے جلنے کے بعد ان سے پچاس ہزار مثقال سونا چاندی نکلا اس کے بعد حضرت قتیبہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو وہاں کا حاکم بنایا اور انہیں کہا کہ جو مشرک بھی شہر کے دروازے سے داخل ہو اس کے ہاتھوں پر مہر لگی ہونی چاہئے اور جس کے پاس بھی تم کوئی لوہا یا چھری پاؤ تو اسے قتل کر دو اور کسی مشرک کو یہاں رات گزارنے کی اجازت نہ دو یہ ہدایات دیکر حضرت قتیبہ مرو کی طرف روانہ ہو گئے۔

واقعہ نمبر (۲۱) :

۹۴ھ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے جیسا جہاد دیکھنے کو ملا۔

واقعہ نمبر (۲۲) :

۹۵ھ میں مغرب کے حاکم حضرت موسیٰ بن نصیرؒ مصر تشریف لائے اور اپنے ساتھ اندلس کی فتح سے حاصل ہونے والے قیدی اور غنائم لے کر ولید کے پاس پہنچے۔ ان لڑائیوں میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ اندلس کے ایک قلعے پر جب کافی کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہوئی تو موسیٰ بن نصیر عورتوں اور مجاہدین کے سامنے میدان میں اترے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسقدر آہ وزاری کے ساتھ دعاء کی کہ مسلمانوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ اندلس فتح ہو گیا اندلس کی فتح کے بعد ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے ساتھ کسی کو بھیج دیں میں آپ کو خزانہ

دکھاتا ہوں اس کے ساتھ آدمی بھیج دیئے گئے اس نے ایک جگہ کھودنے کے لئے کہا جب وہاں کھودا گیا تو اس قدر یاقوت اور زمرد کے ڈھیر نکلے کہ دیکھنے والے مبہوت رہ گئے تاریخ کی کتابوں میں اندلس سے ملنے والے خزانوں کے عجیب وغریب واقعات مذکور ہیں۔

واقعہ نمبر (۲۳) :

۹۸ھ میں یزید بن مہلبؒ نے طبرستان کی طرف خروج کیا۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی مگر یزید نے انکار کر دیا اور سخت لڑائی کے بعد انہیں اللہ کی نصرت سے شکست دی اور ہر سال سات ہزار دینار اور دیگر سامان اور غلام بطور جزیئے پر صلح کی مگر طبرستان والوں نے دھوکہ دیا تو یزید نے پھر ان پر حملہ کیا اور مہینوں تک ان سے لڑائی کی اور پھر وہ خود سپردگی پر راضی ہوئے جس کے بعد ان کے تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔ یزید نے ان میں سے بارہ ہزار لڑنے والوں کو جرجان کے دریا پر لا کر قتل کیا تو وادی میں ان کا خون بہنے لگا یزید نے اس خون میں پن چکی لگا کر آٹا پیسا اور اسکی روٹی پکا کر کھائی اور اپنی قسم کو پورا کیا۔ اسی سال سلیمان بن عبدالملک نے قسطنطنیہ پر بھی بہت بڑا حملہ کیا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔

واقعہ نمبر (۲۴) :

۱۲۱ھ میں مروان بن محمد نے روم کے علاقے بیت السریر پر حملہ کیا اور رومیوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا۔ اسی طرح دوسرے قلعے پر بھی فتح حاصل کی پھر آپ غومشک نامی قلعے میں داخل ہوئے جس میں بادشاہ کا تخت تھا بادشاہ تو بھاگ گیا مگر قلعے والوں نے مروان کے ساتھ کافی جزیہ دے کر صلح کر لی اس کے بعد انہوں نے ارز، بطران اور تومان کے علاقے بھی فتح کئے اور مسدار کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔

واقعہ نمبر (۲۵) :

۱۴۲ھ میں طبرستان کے بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا اور اپنے

علاقے میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیا اس کی سرکوبی کے لئے حازم بن خزیمہ اور ابو الخصیب مرزوق روانہ ہوئے۔ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا مگر طویل محاصرے کے باوجود کوئی کامیابی نہیں ملی۔ مرزوق نے کافی غور کے بعد ایک جنگی تدبیر کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم مجھے مارو اور میرا سر اور ڈاڑھی مونڈ دو۔ انہوں نے ایسا کیا تو مرزوق بھاگ کر کافر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور اسے کہا کہ مسلمانوں کو یہ شبہ تھا کہ میری ہمدردیاں اور محبت آپ کے ساتھ ہے اس لئے انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا ہے اب میں واقعی آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کو مسلمانوں کے لشکر کی کمزوریاں اور راز بتاؤں گا۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے انہیں اپنا مقرب بنا لیا اور آہستہ آہستہ ان کی باتوں میں آکر دھوکے میں آگیا اور انہیں اپنے قلعے کے ایک دروازے کا نگران بنا دیا۔ اس کے بعد مرزوق چپکے سے اپنے لشکر میں آئے اور انہیں ایک معین رات حملے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے اسی رات حملہ کیا تو مرزوق نے اندر سے دروازہ کھول دیا اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ طبرستان کے بادشاہ نے زہر نگل کر خودکشی کر لی اور اسکے سارے جنگجو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اسی سال عبدالرحمن الداخلؒ حاکم اندلس نے عیسائیوں کو امان نامہ لکھ کر دیا۔ اس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جانوں اور عزتوں کی حفاظت کے لئے ہمدردی اور رحم دلی کی بنیاد پر یہ امان نامہ ہے جو معزز امیر اور عظیم حکمران عبدالرحمن بن معاویہ صاحب شرافت وصاحب خیر کی طرف سے رومی سرداروں، ان کے راہبوں اور تمام علاقوں میں ان کے سرکاروں اور اہل قشتالہ کے لئے ہے۔ امیر المؤمنین یہ عہد اپنی طرف سے ناقابل تنسیخ طور پر دے رہے ہیں کہ جب تک یہ لوگ اطاعت پر قائم رہیں گے اور جزیے میں یہ چیزیں ہر سال ادا کرتے رہیں گے ان کے لئے امان ہوگی۔

(۱) دس ہزار اوقیہ سونا (۲) دس ہزار رطل چاندی (۳) دس ہزار بہترین گھوڑے (۴) دس ہزار بہترین خچر (۵) ایک ہزار زرہیں (۶) ایک ہزار خود (۷) ایک ہزار نیزے۔۔۔۔۔ لیکن اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کیا یا کسی مسلمان کو دھوکہ دیا تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

امیر المؤمنین اپنے ہاتھ سے ان کے لئے پانچ سال کی امان لکھ کر دے رہے ہیں جس کا آغاز صفر ۱۴۲ھ سے ہوگا۔

رومی اس معاہدے پر قائم رہے لیکن جب امیر عبدالرحمٰن الداخل کے پوتے حکم بن ہشام کی حکومت آئی تو انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی امیر حکم بن ہشام نے ان پر حملہ کیا رومیوں کو طلیطلہ سے بھی پیچھے دھکیل دیا اس کے بعد رومی سمورہ [نامی شہر] میں جمع ہوگئے وہاں ان کا مسلمانوں سے بہت سخت مقابلہ ہوا جس میں رومیوں کو شکست ہوئی مسلمان لشکر جب غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوئے تو رومی شہر کے ایک طرف جمع ہونے میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ادھر سردیوں کی وجہ سے بارش کا بھی خطرہ تھا چنانچہ امیر حکم کو اس سال واپس آنا پڑا اگلے سال امیر حکم نے بہت زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا اور سمورہ کے راستے میں رومیوں کے کئی لشکر کاٹ ڈالے اور دو مہینے کی مسلسل لڑائیوں کے بعد سمورہ شہر فتح کر لیا اور اس میں تین لاکھ رومیوں کو قتل کیا جب اس لڑائی کی خبر روم کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے پھر صلح کی درخواست کی تو امیر حکم نے اپنے دادا کی شرائط پر صلح کو قبول فرمایا اور مزید یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اپنے پایہ تخت رومیہ کی مٹی دیں گے جس سے قرطبہ کے کناروں میں اونچے ٹیلے بنائے جائیں گے جو رومیوں کی ذلت اور اسلام کی عظمت کے مینارے ہوں گے۔

انہی امیر حکم بن ہشام کی اولاد میں سے عبدالرحمٰن ناصر تھے جنہوں نے ۳۲۵ھ میں رومیوں کے خلاف بڑی فتوحات حاصل کیں اور ساڑھے پچاس سال کا پورا دور حکومت

جہاد اور لشکروں کی تیاری میں گزرا علامہ ابو الفیاضؒ نے لکھا ہے کہ جب امیر عبدالرحمٰن الناصر کے دور حکومت میں ان کے آرام کے دن گنے گئے تو وہ صرف چودہ دن نکلے۔

واقعہ نمبر (۲۶) :

۱۵۰ھ میں استاد سیس نامی سردار نے ہراۃ اور سجستان میں سے تین لاکھ جنگجو جمع کر کے خراسان کے اکثر علاقے پر قبضہ کر لیا حازم بن خزیمہؒ اس کے مقابلے پر نکلے دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور مسلمانوں نے ایک جنگی چال کے ذریعے کافروں کو شکست دے دی۔ ستر ہزار افراد کو قیدی بنا لیا اور دس ہزار سے زائد قتل کر دیئے گئے۔ استاد سیس بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا مگر مسلمانوں نے اس کا گھیراؤ کر کے اسے پکڑ لیا۔

واقعہ نمبر (۲۷) :

۱۶۵ھ میں ہارون الرشد نے رومیوں کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے شہروں میں گھستے چلے گئے یہاں تک کہ خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچے پھر رومیوں کی ملکہ نے ستر ہزار دینار دے کر تین سال کے لئے صلح کر لی اس سے پہلے مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت اور قیدی ملے تھے۔ جانور اور مویشی تو اس قدر ہاتھ آئے کہ عمدہ ترکی گھوڑا ایک درہم میں بیچا گیا ایک اچھی زرہ ایک درہم میں اور بیس تلواریں ایک درہم میں فروخت کی گئیں اور دشمن کے پچاس ہزار افراد مارے گئے۔

واقعہ نمبر (۲۸) :

۲۳۹ھ میں یحییٰ بن علی ارمنی نے روم پر حملے کئے اور قسطنطنیہ کے قریب جا پہنچے۔

واقعہ نمبر (۲۹) :

۲۷۰ھ میں ایک لاکھ رومیوں کا لشکر طرسوس میں اترا تو یازمان خادمؒ نے ان پر شب خون مارا اور ان میں سے ستر ہزار افراد کو ان کے بادشاہ سمیت قتل کر ڈالا اور ان کی

صلیب الصلبوت [سب سے بڑی صلیب] بھی حاصل کرلی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ نمبر (۳۰) :

۲۹۱ھ میں غلام زرافہؒ نے طرسوس کی طرف سے حملہ کیا اور انطاکیہ تک جا پہنچے۔ انہوں نے چار ہزار مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کروا لیا اور اتنا مال غنیمت حاصل کیا کہ ہر ایک گھڑسوار کو ہزار دینار ہاتھ آئے۔

واقعہ نمبر (۳۱) :

۵۰۵ھ میں صلیبیوں کے متحدہ لشکروں نے صور نامی علاقے کا محاصرہ کر لیا اور ستر ہاتھ اونچے لکڑی کے تین برج بنائے اور ہر برج میں ایک ہزار جنگجو بٹھا کر ان برجوں کو شہر کی حفاظتی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ مسلمانوں نے ان برجوں کے محافظوں کو منتشر کر کے ان برجوں کے اردگرد لکڑیوں کے گٹھے ڈالکر ان میں آگ لگا دی اور تیر مار کر صلیبیوں کو نیچے اترنے پر مجبور کیا چنانچہ برج میں موجود تقریباً سارے صلیبی جل مرے۔ پھر مسلمانوں نے دوسرے دو برجوں پر آگ کی ہانڈیاں پھینک کر انہیں بھی آگ لگا دی یہ جنگ کافی عرصہ چلتی رہی۔

واقعہ نمبر (۳۲) :

۵۴۳ھ میں تین عیسائی بادشاہوں نے بیت المقدس میں موت کا عہد کیا اور عکاء واپس جا کر اپنے لشکروں میں سات لاکھ دینار تقسیم کئے اور انہیں ساتھ لے کر مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کیا اس لشکر نے سب سے پہلے اچانک دمشق پر دس ہزار گھڑسواروں اور ساٹھ ہزار پیادوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی مقابلے کے لئے نکلے ان میں سے دو سو شہید ہو گئے دوسرے دن بھی مقابلہ جاری رہا اور بے شمار صلیبی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے۔ پانچویں دن غازی اتابک زنگیؒ بیس ہزار گھڑسواروں کے ہمراہ مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور ان کے پیچھے ان کے بھائی نور الدین زنگیؒ بھی پہنچ گئے ان دنوں دمشق

میں ہر طرف آہ و پکار مچی ہوئی تھی۔ مصحف عثمانؓ جامع مسجد کے درمیان میں رکھ دیا گیا تھا۔ عورتیں اور بچے ننگے سر اللہ کے حضور آہ و زاری کر رہے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مدد بھیج دی۔ صلیبیوں کے ساتھ ایک سفید ڈاڑھی والا پادری تھا وہ گدھے پر سوار ہوا اس نے ایک صلیب گلے میں لٹکائی اور دو صلیبیں ہاتھ میں لیکر صلیبیوں سے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مجھ سے دمشق کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ صلیبی اس کے گرد جمع ہو گئے اور وہ شہر کی طرف بڑھا مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو پورے اخلاص اور جرأت کے ساتھ آگے بڑھے اور حملہ کر کے اسے اور اس کے گدھے کو مار گرایا اور صلیبیں جلا ڈالیں۔ اسی دوران پیچھے سے زنگی برادران کا لشکر تشریف لے آیا اور صلیبیوں کو سخت شکست ہوئی۔

واقعہ نمبر (۳۳) :

۵۵۲ھ میں نور الدین زنگیؒ نے جہاد کا اعلان فرمایا جب یہ اعلان دمشق میں ہوا تو فقہاء، صلحاء، اور نوجوان سبھی تیار ہو گئے نور الدین زنگی نے انیاس پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر کے سخت حملے کئے اور تلوار کے زور پر اسے فتح فرمالیا۔ صلیبیوں نے انیاس کے حاکم ہنری کی مدد کے لئے لشکر بھیجے مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا جب نور الدینؒ کو صلیبیوں کے طبریہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکر لے کر ان کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے جب یہ لشکر صلیبیوں کے قریب پہنچا تو صلیبی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر چار جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نور الدینؒ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور ان کے لشکر کے بہادر بھی اتر پڑے اور انہوں نے دشمنوں پر تیر مارنے شروع کئے۔ بس اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور کافروں کا لشکر مرداروں اور قیدیوں میں بدل گیا۔ اور ان میں سے صرف دس آدمی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے مسلمانوں میں سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک ایسا بہادر تھا جو چار صلیبی بہادروں کو قتل کر کے شہید ہوا۔ مسلمان جب صلیبیوں کے سر اور مال غنیمت کے ڈھیر اٹھا کر جھنڈے لہراتے ہوئے دمشق پہنچے تو

اہل دمشق نے رو رو کر نور الدین زنگیؒ کے لئے دعائیں کیں۔

واقعہ نمبر (۳۴) :

۵۵۳ھ میں عبدالمؤمن بن علی امیر المؤمنین نے ایک لاکھ لشکر کے ساتھ مہدیہ کا رخ کیا اور اس محفوظ ترین شہر کو خشکی اور سمندر ہر طرف سے محاصرے میں لے لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی حفاظتی دیوار پر چھ گھوڑے گزر سکتے تھے اور اس کا اکثر حصہ سمندر میں تھا پھر اہل شہر جزیئے پر راضی ہو گئے۔ صلیبی لشکر سمندر کے ذریعے سردیوں میں ثقلیہ کی طرف روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر ڈوب مرے۔

واقعہ نمبر (۳۵) :

۵۵۴ھ میں امیر المؤمنین عبدالمؤمن کی قیادت میں ایک لاکھ کا لشکر افریقہ کی طرف روانہ ہوا ان سب کے نام ان کے دیوان میں لکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کاریگر، تاجر اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد بھی تھی۔ لشکر کے نظم وضبط کا یہ عالم تھا کہ پورا لشکر کھیتوں کے درمیان تنگ راستوں سے گزرتا تھا اور کوئی شخص کھیت میں سے ایک بالی بھی نہیں توڑتا تھا اور نہ امیر کے رعب کی وجہ سے اسے قدموں کے نیچے روندتا تھا۔ ان کے خیمے اور بازار دو فرسخ کے علاقے میں لگتے تھے۔ اور پورا لشکر ایک امام کے پیچھے ایک ہی تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کوئی شخص نماز سے پیچھے نہیں رہتا تھا یہ لشکر افریقہ پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔

واقعہ نمبر (۳۶) :

۵۵۹ھ میں نور الدین زنگی شہیدؒ اور صلیبیوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا جس میں صلیبیوں کے دس ہزار جنگجو مارے گئے اور انطاکیہ اور طرابلس کے حکمرانوں سمیت بہت بڑی تعداد میں صلیبی گرفتار ہوئے۔

واقعہ نمبر (۳۷) :

۵۶۹ھ میں صلیبی جنگجو اچانک اسکندریہ کی طرف حملہ آور ہو گئے ان کے ساتھ تیس ہزار گھڑ سوار اور پیادہ لشکر تھا ان کے ساتھ ان کا بحری بیڑہ بھی تھا سرحد پر موجود مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا مگر صلیبیوں کا حملہ سخت تھا چنانچہ سرحدی محافظوں میں سے دو سو شہید ہو گئے اور باقی کو بھی شہر کی دیوار پناہ تک پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ صبح کے وقت انہوں نے اسکندریہ پر حملہ شروع کر دیا اور انہوں نے تین بڑے دبابے اور کالے پتھر پھینکنے کے لئے تین منجنیقیں بھی نصب کر دیں اور وہ حملہ کرتے ہوئے اسکندریہ کی دیوار پناہ تک پہنچ گئے اہل اسکندریہ نے اس فوج کا ایسا جانبازی سے مقابلہ کیا جس نے صلیبی لشکر کو خوف زدہ کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اس وقت فاقوس میں تھے انہیں اس حملے کی اطلاع بھیج دی گئی انہوں نے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا ادھر لڑائی جاری تھی کہ مسلمانوں نے تیسرے دن اچانک اسکندریہ کا دروازہ کھول دیا اور صلیبیوں کو غفلت میں آلیا اور ان کے دبابے جلا ڈالے اور عصر تک دوبدو لڑائی ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے صلیبیوں کو خوب قتل کیا گیا پھر مسلمان نماز کے لئے دوبارہ شہر میں چلے گئے پھر مغرب کے وقت انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور صلیبیوں کے خیموں پر حملہ کر دیا اور بے شمار صلیبیوں کو تہہ تیغ کیا اور پھر سمندر میں موجود ان کے بیڑے پر حملہ کر دیا اور بعض کشتیوں کو غرق اور بعض کو نذر آتش کر دیا اور کچھ کشتیاں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ صلیبیوں کے اس لشکر میں سے چند افراد ہی بچ سکے باقی سارا لشکر یا تو مارا گیا یا گرفتار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑی غنیمت لگی۔

واقعہ نمبر (۳۸) :

۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ہر طرف جہاد میں بھرتی کا اعلان فرمادیا پھر آپ لشکر لے کر طبریہ کی طرف بڑھے اور بزور جنگ اسے فتح کر لیا یہ صورت حال دیکھ کر صلیبیوں نے بھی لڑائی کی تیاری کی اور ہر دور دراز اور قریب کے علاقوں کے صلیبی ان

کے لشکر میں شامل ہونے لگے سلطان صلاح الدینؒ کے لشکر میں بارہ ہزار گھڑسوار تھے اور پیادہ لشکر اس کے علاوہ تھا صلیبیوں کی تعداد اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے رہے بالآخر جبل حطین لڑائی کا مرکز بنا اس لڑائی میں صلیبیوں کی بدقسمتی عروج پر رہی اور ان کے بڑے بڑے سردار اور حکام پکڑے گئے جن میں ان کا بادشاہ یروشلم گائی بھی شامل تھا۔ عماد الکاتب کا کہنا ہے کہ اس دن جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج قتل ہو چکی ہے جبکہ قیدیوں کے ڈھیر دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج زندہ گرفتار کر لی گئی ہے۔ ایک مسلمان سپاہی تیس تیس صلیبیوں کو خیمہ کی ایک رسی میں باندھ کر ہنکاتا پھر رہا تھا اس لڑائی نے صلیبیوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ان کی بڑی مقدس صلیب مسلمانوں کے ہاتھ آگئی تھی اور ان کا مشہور جنگجو بادشاہ ریجی نالڈ [جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا تھا اور جب انہیں قتل کرنے لگا تو ان سے کہا اب تم محمد کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتے ہو] ملعون بھی مسلمانوں کی قید میں تھا سلطان صلاح الدین نے اسے کہا کہ اب محمد ﷺ کی طرف سے مدد آچکی ہے۔ پھر اسے قتل کر دیا [قتل سے پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کرنے کی بھی ایک روایت ہے] اس جنگ سے حاصل ہونے والے قیدی دمشق کے بازاروں میں ایک ایک جوتے کے بدلے میں فروخت ہوئے۔ جب قاضی ابن ابی عصرون دمشق میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کی بڑی صلیب ان کے سامنے سرنگوں پڑی ہوئی تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے حملے اور یلغار کو جاری رکھا اور آپ نے اور آپ کے بھائی کے لشکر نے ناصریہ، قیساریہ، عسکا، صفوریہ، شقیف، فولہ، تبنین صیدا، بیروت، صور، عسقلان کے علاقے فتح کئے اور رملہ وغیرہ مضافاتی علاقے فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنی اصل منزل مقصود بیت المقدس کا رخ کیا۔ فلسطین کے وہ تمام علاقے جن پر سلطان نے قبضہ کر لیا تھا وہاں کے صلیبی اور عسقلان کے شکست خوردہ لشکروں نے بھی بیت المقدس میں پناہ لے لی تھی اور ساٹھ

ہزار صلیبی جنگجو بیت المقدس پر اپنے قبضے کو برقرار رکھنے کے لئے جمع تھے مسلمانوں نے پورے عزم اور ولولے کے ساتھ صلیبیوں پر حملہ کر دیا بالآخر صلیبیوں نے امان مانگی۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور یہ قرار پایا کہ بیت المقدس کے تمام مسیحی فی مرد دس دینار، فی عورت پانچ دینار اور فی بچہ دو دینار فدیہ اداء کریں اور چالیس دن تک جو فدیہ نہیں دے گا وہ غلام شمار کیا جائے گا۔ اس قرارداد کے بعد جمعہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ [مطابق ستمبر ۱۱۸۷ء] صلیبیوں نے بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اکانوے سال سے جاری ظلم و بربریت کا وہ دور ختم ہو گیا جس نے پوری امت مسلمہ کے سر شرم سے جھکا رکھے تھے اور اللہ کا یہ پاک گھر پھر اپنے حقیقی پاسبانوں کے ہاتھ میں آگیا اور مسجد اقصیٰ نے سکون کا سانس لیا۔ جب سلطان ایوبی مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو اس کے ایک حصے میں خنزیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے غربی حصے میں فوج کے لئے بیت الخلاء تھے اور محراب کو بند کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے فوراً اس کی پاکی و صفائی کا اہتمام کیا اور مسجد میں قیمتی قالین بچھا دیئے گئے اور خوبصورت اور قیمتی قندیلوں سے اسے منور کیا گیا شعبان کے پہلے جمعے میں اکانوے سال بعد مسجد اقصیٰ سے دوبارہ اذان گونجی اور اس کے منبر سے خطبہ دیا گیا اور سلطان نے اظہار تشکر کے لئے گنبد صخریٰ میں نماز اداء فرمائی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت المقدس کی فتح کا اعزاز بخشا تھا۔ صلیبیوں نے گنبد صخریٰ میں جو تبدیلیاں کر دی تھیں وہ ختم کر دی گئیں اور سلطان تقی الدین نے خود مسجد اقصیٰ میں حاضری دی اور گلاب کے پانی سے اسے غسل دیا اور اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دینے کی سعادت حاصل کی اور ہر طرف خوشبوئیں بکھیر دیں۔

[آج جبکہ پچاس سال ہونے کو ہیں اور مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ناجائز قبضے میں ہے۔ ہم ان واقعات کو مسجد اقصیٰ کی فتح کے واقعے پر ختم کر رہے ہیں تاکہ اس باب کو پڑھنے والا ہر شخص غزوہ بدر سے لے کر مسجد اقصیٰ کی دوبارہ فتح تک کی تاریخ کو بار بار پڑھے اور اپنے

دل میں اس نیت اور عزم کو پختہ کرے جو نیت اور عزم سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے دل میں پختہ کیا تھا اور بالآخر وہ مسجد اقصیٰ کو خنزیروں سے پاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بات صرف عزم کی ہے بات صرف سچی نیت کی ہے پھر یہ عزم اور نیت انسان کو گھر نہیں بیٹھنے دیتے اور منزل پر پہنچے بغیر چین نہیں کرنے دیتے سلطان صلاح الدینؒ بھی ہماری طرح ایک انسان تھے لیکن ان کے دل میں یہ بے چینی تھی کہ مسجد اقصیٰ کافروں کے قبضے میں کیوں ہے؟ ان کے دل میں یہ خلش تھی کہ اگر ہم اپنے مقدس مقامات کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو پھر زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس زمانے میں بھی مسلمان انتشار کا شکار تھے۔ اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد جہاد سے غافل ہو کر عیش پرستی میں پڑ چکی تھی اس زمانے میں بھی سفید چہرے والا کالا یورپ اسلام کو مٹانے کے لئے اور اس کے سینے میں صلیب گھونپنے کے لئے متحد ہو چکا تھا مگر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا اور گھوڑے کی پشت کو اپنا تخت اور رات کے وقت مصلے کو اپنا بستر بنایا انہوں نے ایک طرف پکار پکار کر مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی اور بڑے بڑے علماء کرام سے جہاد پر کتابیں لکھوا کر پوری اسلامی دنیا میں پھیلائیں اور منبر و محراب کے جمود کو برق صفت شعلہ عزم خطباء کے ولولہ انگیز خطبات سے توڑ ڈالا اور دوسری طرف سلطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حد درجے کی آہ وزاری کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اس نے بیت المقدس واپس لینے کی توفیق مانگی چنانچہ مسلمان بھی متحد ہو گئے اور آسمان سے مدد کے دروازے بھی کھل گئے اور لاکھوں نفوس پر مشتمل صلیبیوں کے آہنی لشکر جو خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے مکڑی کے جالے ثابت ہوئے۔ آج پھر وہی ماحول ہے۔ آج پھر کفر نے خود کو ناقابل تسخیر سمجھ رکھا ہے آج پھر مسلمانوں میں انتشار اور جمود کی کیفیت ہے مگر اس خاک کے اندر بہت سارے شرارے چھپے ہوئے ہیں اور امت مسلمہ آج بھی سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتی ہے مگر ضرورت ہے سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے ایک قائد کی جو خود عمل کا

پیکر ہو جو خود بے چینی اور خلش میں مبتلا ہو جس کے عزم میں آہن کی سختی اور جس کی نیت میں حوض کوثر کی پاکیزگی ہو جو درد سے بولتا ہو اور اپنا درد بانٹنے کی طاقت رکھتا ہو جس کا دل امت کی حالت دیکھ کر زخمی ہو مگر وہ ان زخموں کو کافروں کی طرف منتقل کرنے کا عزم رکھتا ہو جو خود کو بھول چکا ہو اور خدا کی عظمت کو سمجھتا ہو۔ جس کی نگاہیں بلند اور ارادے پختہ ہوں، جو اپنی ذات کے چکر اور ہر طرح کے رعب سے آزاد ہو جو صرف موت کے آئینے میں رخ یار کو تلاش کرتا ہو اور فقر سے محبت کرتا ہو۔ آج افغانستان کی طرف سے ایک خوبصورت جھلک تو نظر آئی ہے کیا معلوم یہی وہ بدر منیر ہو جو امت مسلمہ کی تاریک رات کو روشن کر سکے لیکن اچھا قائد اچھے لوگوں کو ہی ملتا ہے اور ماہر کسان اچھی زمین ہی سے فصل نکال سکتا ہے آج ہر مسلمان کو جہاد کے کے لئے تیار ہونا ہو گا۔ آج ہر مسلمان کو اپنی ذات کے خول سے نکلنا ہو گا آج ہر مسلمان کو اپنے اندر آہنی عزم اور سچی نیت پیدا کرنی ہو گی۔

آج ہر مسلمان کو اسلامی ممالک کی ایک ایک چپہ زمین آزاد کرانے کا عزم کرنا ہو گا۔ آج ہر مسلمان کو خون کے ایک ایک قطرے کا بدلہ لینے کی نیت کرنی ہو گی۔ آج مسلمانوں کو اسلام کی عظمت کی خاطر خاک اور خون میں تڑپنے کا شوق اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ تب انشاء اللہ خود انہی مسلمانوں میں سے کوئی سلطان صلاح الدین ایوبی بھی پیدا ہو جائے گا۔ اور کسی ماں کا بیٹا نور الدین زنگی جیسا بھی کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انہی اکابر جیسا عزم، حوصلہ اور نیت عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

تینتیسواں باب

قوت اور شجاعت کی فضیلت، بزدلی اور کمزوری کی مذمت اور ان کے علاج کے طریقے اور امت کے بعض جانبازوں کے حالات کا بیان

☆ مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور مسلمان زیادہ بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے کمزور مسلمان سے اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں [دینی] نفع پہنچائے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور کم ہمتی نہ دکھاؤ۔ (مسلم۔ابن ماجہ۔مسند احمد)

کئی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ [اپنی دعاء میں] فرمایا کرتے تھے۔اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کم ہمتی اور سستی سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، بزدلی اور زیادہ بڑھاپے سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ (بخاری۔مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور میں آپ کو اکثر یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں فکر سے اور غم سے، اور کم ہمتی اور سستی سے بخل اور بزدلی سے اور قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔ (بخاری۔ترمذی)

ان دعاؤں میں حضور اکرم ﷺ کے جامع کلمات کا اعجاز نظر آتا ہے۔آپ نے ہم [فکر] اور حزن [غم] کو جمع فرمایا کیونکہ فکر آئندہ آنے والے حالات سے ہوتا ہے اور غم

گزشتہ حالات پر ہوتا ہے اور آپ نے عجز [کم ہمتی یا کمزوری] اور کسل [سستی] کو جمع فرمایا کیونکہ کم ہمتی اور کمزوری کا معنی یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس پر قدرت نہیں پاتا اور سستی کا معنی یہ ہے کہ انسان کا بدن ضروری چیزوں کو اداء کرنے سے کمزوری دکھاتا ہے اسی طرح آپ ﷺ نے بخل [کنجوسی] اور جبن [بزدلی] کو جمع فرمایا کیونکہ بخل نام ہے مال خرچ نہ کرنے کا اور جبن نام ہے جہاد میں جان قربان نہ کرنے کا۔اسی طرح آپ ﷺ نے ضلع الدین [قرضے کے بوجھ] اور غلبۃ الرجال [لوگوں کے غالب آجانے] کو جمع فرمایا کیونکہ ان میں سے پہلی چیز انسان کے باطن کو مغلوب کرتی ہے اور جبکہ دوسری چیز اس کے ظاہر کو محکوم بنادیتی ہے۔

☆ حضرت معصب بن سعدؓ بیان فرماتے ہیں کہ [ہمارے والد] حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ دعائیں کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ ان کا حکم فرمایا کرتے تھے [وہ پانچ دعائیں یہ ہیں] اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بخل سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں بدترین عمر کی طرف لوٹایا جاؤں [یعنی بہت بوڑھا ہو جاؤں] اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے فتنے سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے۔ (بخاری۔مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت سعد ہمیں یہ دعاء اس طرح سکھاتے تھے جس طرح کتابت سکھائی جاتی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری)

فصل

شجاعت: دل کے اپنے عزم پر پختہ رہنے کو شجاعت کہتے ہیں اور یہی ہر کمال حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعے انسان بلند مقام تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے اور دل

کا پختہ اور مضبوط ہونا تبھی ممکن ہے جب انسان کا مزاج اور اس کی عقل درست ہو اور اس کی طبیعت میں اعتدال ہو۔ اگر انسان کے دل کی قوت حد اعتدال سے بڑھ جائے تو پھر یہ خواہ مخواہ کا تہور [لاپرواہی] بن جاتا ہے اور اگر دل کی قوت کم ہو جائے تو یہی بزدلی کہلاتی ہے۔ تہور [یعنی بے پرواہی] اور بزدلی دونوں ناپسندیدہ چیزیں ہیں اور ان دونوں کے درمیانی درجے کو شجاعت کہتے ہیں اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ انسان کا دل ہمیشہ اعتدال پر رہے اور کسی طرح کی افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہو۔ جہاں تک بزدلی کا تعلق ہے تو اس کا علاج کرنا چاہئے [کیونکہ وہ ایک گندی بیماری ہے] اور اس کا علاج اسی وقت ممکن ہے جب ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے جن کی وجہ سے انسانی طبیعت میں اعتدال نہیں رہتا اور انسان بزدلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

[ذیل میں ان بعض اسباب کو ان کے علاج سمیت ذکر کیا جاتا ہے جن سے بزدلی پیدا ہوتی ہے]۔

بزدلی کی وجہ یا تو جہالت اور ناواقفیت ہوتی ہے چنانچہ مسلسل تجربے اور علم کی وجہ سے ایسی بزدلی ختم ہو جاتی ہے یا پھر کمزوری اور خوف کی وجہ سے انسان بزدل ہو جاتا ہے ایسی بزدلی کا علاج یہ ہے کہ وہ کام جس سے انسان کو خوف آتا ہو بار بار کرے اس طرح سے اس کی بزدلی دور ہو جائے گی یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ابتداء میں امامت، خطابت اور حکام کے سامنے بات کرنے سے خوف آتا ہے اور زبان لڑکھڑاتی ہے لیکن اگر بار بار یہ کام کئے جائیں تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور اس کی بجائے انسان اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک انسانی اخلاق اور طبیعتیں اس قابل ہیں کہ انہیں بدلا جاسکتا ہے آپ نے جوگیوں کے بچوں کو دیکھا ہو گا کہ وہ خوفناک سے خوفناک سانپ کو آسانی سے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعت کو اس کا عادی بنا دیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک زبردست بہادر آدمی جس کا سانپ سے واسطہ نہ پڑا ہو اس سانپ کو ہاتھ لگانے کی بھی ہمت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑی سی تربیت کے بعد وحشی جانور اور درندے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ ان کی ابتدائی فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے اسی طرح بعض اکٹھے رہنے والے جانوروں کو جب تربیت دے دی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں اور اپنے ہم نسل بھائیوں کو پھاڑ دیتے ہیں۔ آپ نے مرغوں، دنبوں اور دوسرے جانوروں کی لڑائیاں دیکھی ہوں گی حالانکہ عام فطرت وعادت کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں لڑتے اسی طرح تربیت کے ذریعے دو دشمنوں کو دوست بنا دیا جاتا ہے جیسا کہ مداریوں کے ہاں آپ نے بلی پر چوہے کو سوار دیکھا ہو گا اور کتے اور بلی کو بھی باہم شیر وشکر دیکھا ہو گا حالانکہ آپ ان کی باہمی دشمنی کو خوب جانتے ہیں تو جب جانوروں کا مزاج، طبیعت اور عادتیں اس طرح سے بدلی جاسکتی ہیں تو انسان تو زیادہ آسانی سے شر اور خیر کو قبول کر لیتا ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کا مادہ اس میں رکھا گیا ہے اور اس کی طبیعت جانوروں کی بنسبت زیادہ آسانی سے کسی چیز کو قبول کر لیتی ہے۔

ایک اہم نکتہ: فتح اور کامیابی کا یقین انسان میں قوت اور بہادری پیدا کرتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے بہادروں کو کس طرح سے پچھاڑتے ہیں ارشاد فرمایا میں جب کسی سے لڑتا ہوں تو پہلے سے اندازہ لگا لیتا ہوں کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔

بعض مجاہدین کا قول ہے کہ جنگ کے دوران اپنے دل میں جرأت بھر لو کیونکہ یہی کامیابی کا سبب ہے۔

قدماء کا قول ہے کہ جس نے دشمن کو مرعوب کر دیا اس نے اپنے لئے لشکر تیار کر لیا۔ اگر ہم تجربے کی آنکھ سے دیکھیں تو ہمیں پسپائی اختیار کرنے کی وجہ سے مارے جانے والے زیادہ نظر آئیں گے ان کی بنسبت جو آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

اپنے دل سے وہم اور وسوسوں کو نکال دینے سے ہی انسان اپنی منزل کو پا سکتا ہے۔

جبکہ پسپائی اختیار کرنا موت کا دستر خوان ہے اور اسی سے دشمنوں کی ہمت بڑھتی ہے اور ہر وہ

چیز جس کا رعب انسان کے دل پر چھا چکا ہو اسے صرف شجاعت کے ذریعے سے دل سے نکالا جا سکتا ہے مثلاً اگر آپ کا دل چاہے کہ کسی انسان کو اپنا مال دے دیں تو ایک دم طبیعت پریشان ہو جائے گی اور دل پر کمزوری چھا جائے گی اور نفس کہے گا کہ کل تمہیں خود اس مال کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور شیطان فقر و فاقے سے ڈرائے گا لیکن اگر آپ نے اپنے عزم کو پختہ کر لیا اور دل کو مضبوط کر لیا تو دل سے وسوسے ڈھل جائیں گے اور کمزوری اور بے بسی کی بجائے دل میں طاقت محسوس ہونے لگے گی اسی طرح حدیث شریف میں اس شخص کو مخلوق کا طاقتور ترین اور سب سے سخت قرار دیا گیا ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہل رہی تھی اور جھک رہی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تو وہ رک گئی فرشتے پہاڑوں کی طاقت دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے پوچھا اے ہمارے رب کیا آپ نے پہاڑوں سے بھی طاقتور کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا [پہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہے] فرشتوں نے عرض کیا کیا لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز آپ نے پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں آگ۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا آگ سے طاقت ور بھی کوئی چیز پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا پانی۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا پانی سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا ہوا۔ فرشتوں نے عرض کیا ہوا سے طاقت ور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص صدقہ مخفی رکھنے پر قادر ہو گیا وہ مخلوق میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور اس طاقت سے مراد جسمانی طاقت نہیں بلکہ اس کے دل کی مضبوطی ہے کہ اس نے جس چیز کا عزم کیا اسے کر دکھایا بس اسی دل کی مضبوطی کو شجاعت اور بہادری کہتے ہیں۔

امام ابو بکر طرطوشی فرماتے ہیں

(۱) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اللہ کے احکام کو پورا کر سکتا ہے اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں سے بچ سکتا ہے۔

(۲) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! ہر طرح کے فضائل کو حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! نفس کی غلامی اور گندگیوں میں لتھڑنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

(۴) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی ایذاء کو اور اپنے دوست کی بے وفائی کو برداشت کر سکتا ہے۔

(۵) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! راز کو چھپا سکتا ہے اور ذلت سے بچ سکتا ہے۔

(۶) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! مشکل کاموں میں کود سکتا ہے۔

(۷) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! بڑے بڑے ناپسندیدہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔

(۸) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! لوگوں کی عادتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔

(۹) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اپنی سوچ اور عقل کے ہر ارادے اور عزم کو پورا کر سکتا ہے۔ [صرف خیالی پلاؤ نہیں پکاتا رہتا]

(۱۰) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! دل میں نفرت اور غصہ رکھ کر اوپر سے مسکرا سکتا ہے۔

جیسا کہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم کچھ لوگوں کے سامنے مسکراتے ہیں جبکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم بعض ایسے ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں جنہیں ہم کاٹ دینا چاہتے ہیں۔[جائز حالات کے تحت ایسا کرنا بے شک بہادروں کا کام ہے۔ جبکہ بزدل آدمی اپنے اندر کا سب کچھ اگل کر دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور کمزور ہو جاتا ہے]

خوب جان لیجئے کہ جنگ کے دوران بہادری تین طرح کی ہے

(۱) جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں اور دشمنوں کے ساتھ آنکھیں چار ہو جائیں تو مجاہد کو چاہئے کہ دونوں لشکروں کے درمیان نکل کر اعلان کرے کہ "ھل من مبارز" ہے کوئی جو میرے مقابلے کی ہمت کر سکے"۔

(۲) جب جنگ شروع ہو جائے اور صفیں بکھر جائیں اور کسی کو علم نہ ہو کہ کدھر سے موت آئے گی اس وقت اپنے حواس پر قابو رکھے دل کو مضبوط اور عقل کو حاضر رکھے اور بدحواسی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۳) اگر مجاہدین پسپا ہونے لگیں تو ان کے پیچھے جا کر انہیں واپس آنے کی ترغیب دے اور ان کے دلوں کو مضبوط کرے اور ایمان افروز اور جذبات افزا باتیں کر کے ان کے حوصلے بڑھائے اور اپنے ساتھیوں کو سہارا دے کر پھر لڑائی پر آمادہ کرے۔ ایسے حالات میں بہادری بہت پسندیدہ عمل ہے اسلاف کا قول ہے کہ بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا غافلین کے پیچھے استغفار کرنے والوں کی طرح ہے۔

خوب اچھی طرح سے جان لیجئے کہ سب سے بڑا بہادر وہ ہے جو اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی نفس پر قابو پالے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔

(بیہقی باسناد ضعیف)

پس جس نے اپنے نفس کو شریعت کے تابع بنا دیا کہ جہاں شریعت کچھ کرنے کا حکم دے وہ کر گزرے اور جہاں روک دے وہاں رک جائے جہاں آگے بڑھائے آگے بڑھ جائے اور جہاں پیچھے ہٹائے پیچھے ہٹ جائے تو ایسا شخص سب سے بڑا بہادر ہے لیکن وہ شخص جو ہر حال میں کچھ کرنا ہی چاہتا ہو خواہ وہ کام کرنا جائز ہو یا نہ ہو تو ایسا آدمی بہادر نہیں ہے بلکہ وہ بھیڑیئے گدھے اور خنزیر کی طرح محض ضدی اور نفس پرست ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا طاقتور وہ نہیں ہے جو مد مقابل کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ سکے۔(بخاری۔ مسلم)

ابن حبان کی روایت میں الفاظ یہ ہیں۔ طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں پر غالب آجائے بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

بزدلی انسان کے لئے ہلاکت ہے اور بہادری اس کی ڈھال ہے اسی لئے حدیث شریف میں بزدلی کو ایک مرد کے لئے بدترین بیماری قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی میں سب سے بری چیز سخت کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔(ابوداؤد)

بزدلی درحقیقت تقدیر کے بارے میں شک اور اللہ تعالی سے بدگمانی کا نتیجہ ہے کیونکہ جس انسان کو یقین ہو کہ موت کا وقت مقرر ہے اور وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں سچ فرمایا ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا وقت طے ہے۔ تو ایسا شخص کبھی بزدلی اور فرار کو اختیار نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اسے تقدیر کے بارے میں شک ہو اور اللہ تعالی کے کلام کو بھی سچا نہ جانتا ہو تو وہ بزدلی اختیار کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید گھر بیٹھنے سے میری موت ٹل جائے گی یا میری زندگی لمبی ہو جائے گی حالانکہ موت ایسی چیز ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی ڈھال نہیں ہے سوائے اس کے کہ تقدیر بدل جائے۔ اور تقدیر اٹل ہے وہ نہیں بدلتی۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے لڑکے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔ اللہ تمہیں یاد رکھے گا اور تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے جب تمہیں مانگنا ہو تو صرف اللہ سے مانگو۔ جب تمہیں مدد چاہئے ہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو خوب اچھی طرح جان لو کہ اگر تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو ہر گز نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھالیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں [یعنی تقدیر لکھی جا چکی ہے] (ترمذی)

بیہقی کی روایت میں ہے:

خوب اچھی طرح جان لو جو [نفع یا نقصان] تمہیں پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو [نفع یا نقصان] تمہیں نہیں پہنچنا وہ نہیں پہنچ سکے گا خوب جان لو کہ فتح صبر کے ساتھ اور کشادگی مصیبت کے ساتھ ہے اور ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (بیہقی)

فصل

سیّد الکونین والثقلین ﷺ کی شجاعت و بہادری

سب سے بہادر اور سب سے مضبوط دل والے انسان ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں آپ نے بہت مشکل مقامات پر اس وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا جب بڑے بڑے بہادر میدان چھوڑ جاتے تھے مگر آپ ان خوفناک اور خون آشام مقامات پر ڈٹے رہے، آگے بڑھتے رہے اور آپ کے عزم اور آپ کی یلغار میں ذرہ برابر کمی نہ آئی دنیا کا ہر بہادر کہیں نہ کہیں فرار یا کمزوری کا شکار ہوا مگر آقائے دوجہاں ﷺ نے اس کا تصور تک نہیں فرمایا۔ بے شک سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم۔۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں میں

سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے ایک رات اہل مدینہ نے کوئی خوفناک آواز سنی لوگ اس آواز کی طرف دوڑے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو وہاں سے واپس آتے ہوئے پایا کیونکہ آپ ﷺ ان سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے [واپسی پر دیکھا گیا کہ] آپ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی ہے اور آپ فرما رہے ہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ شجاع، زیادہ دلیر، زیادہ سخی اور زیادہ راضی ہونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (نسائی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی اور میدان کارزار گرم ہو جاتا تھا تو ہم حضور اکرم ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی آپ کی بنسبت دشمن کے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا بدر کے دن ہم حضور اکرم ﷺ کی آڑ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور آپ نے اس دن سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ اور کہا جاتا تھا کہ بہادر وہی ہے جو جنگ میں حضور اکرم ﷺ کے قریب ہو کیونکہ آپ دشمن کے قریب ترین ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا تھا حضور اکرم ﷺ [اپنے لشکر میں سے] سب سے پہلے جنگ شروع فرماتے تھے۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قیس قبیلے کے ایک شخص نے کہا کیا آپ لوگ حنین کے دن حضور اکرم ﷺ کو [میدان جنگ میں] چھوڑ کر بھاگ گئے تھے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے فرار اختیار نہیں فرمایا۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ اس دن تیر برسا رہے تھے ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہم لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو انہوں نے ہمیں تیروں پر لے لیا میں نے حضور

اکرم ﷺ کو [تیروں کی اس بوچھاڑ میں] اپنے سفید خچر پر دیکھا اور ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

(بخاری۔ مسلم)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم جب سخت لڑائی ہوتی تھی تو ہم حضور اکرم ﷺ کی پناہ میں آجاتے تھے اور ہم میں زیادہ بہادر وہی ہوتا تھا جو آپ ﷺ کے قریب رہ کر لڑتا تھا۔ اور جب ابی بن خلف [مشرک] نے احد کے دن آپ کو دیکھا تو کہنے لگا اگر یہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا اور وہ [پہلے] حضور اکرم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق مکئی کھلاتا ہوں میں اسی پر بیٹھ کر آپ کو قتل کروں گا حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا غزوہ احد کے دن ابی بن خلف نے اپنے اسی گھوڑے پر بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ پر حملہ کیا کچھ مسلمان اسے روکنے کے لئے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو اور راستہ چھوڑ دو۔ آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ سے برچھی لے لی اور اسے تول کر ابی بن خلف کو گردن میں دے ماری جس کے بعد وہ کئی بار اپنے گھوڑے سے گرا۔۔۔۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ برچھی اس کی پسلی پر لگی تھی جب وہ زخمی ہو کر واپس لوٹا تو کہنے لگا۔ مجھے محمد [ﷺ] نے قتل کر دیا۔ مشرکین نے کہا کہ تمہیں زیادہ زخم نہیں آیا۔ کہنے لگا اگر میرا یہ زخم سب لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو سب مارے جائیں گے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ محمد نے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔

یہ ملعون مکہ واپس جاتے ہوئے مقام سرف پر مر گیا۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے رکانہ پہلوان سے کشتی فرمائی اور اسے پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

☆ حافظ مزی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رکانہ کو دو یا تین بار پچھاڑ دیا اور ایک روایت کے مطابق یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ (تہذیب الکمال للمزی)

☆ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ رکانہ جنہیں حضور اکرم ﷺ نے پچھاڑا تھا لوگوں میں سب سے طاقتور آدمی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی شجاعت کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں اس کا مختصر تذکرہ کر دیا ہے۔ جو مزید تفصیلات دیکھنا چاہتا ہے وہ سیرت اور مغازی کی کتب کا مطالعہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ کی شجاعت اور دل کی مضبوطی سمجھنے کے لئے تھوڑا سا معراج کے واقعے پر غور کیجئے آپ کو خود آپ ﷺ کے مضبوط دل اور ناقابل شکست حواس کا اندازہ ہو جائے گا خصوصاً آپ ﷺ کا اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہونا اور نور ربانی کو برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد ہم آپ کی امت میں سے کچھ بہادروں کا تذکرہ کرتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد بے شمار ہے لیکن ہم حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام سمیت کچھ حضرات کا تذکرہ کریں گے۔

خلیفہ رسول، یار غار رسول، افضل الخلائق بعد رسول اللہ ﷺ

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

☆ محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے آپ نے پوچھا لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے حاضرین مجلس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ سب سے بہادر ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے جسے بھی مقابلے کی دعوت دی اس کا پورا حساب چکا دیا لیکن لوگوں میں سب سے بہادر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جب غزوہ بدر کا

دن تھا تو ہم نے حضور اکرم ﷺ کے لئے ایک عریش [چبوترہ] بنادیا تھا اور ہم نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کون رہے گا جو مشرکوں کو آپ تک نہ پہنچنے دے۔ اللہ کی قسم اس دن یہ سعادت صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی حاصل کی اور وہ اپنی کھلی تلوار لے کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑے رہے۔

مکہ میں ایک بار مشرک حضور اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے ان میں سے کوئی آپ کو گھسیٹ رہا تھا کوئی دھکے دے رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کیا تم ہی سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی دعوت دیتے ہو۔ اللہ کی قسم! اس دن ہم میں سے صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے وہ کسی مشرک کو مار کر ہٹاتے تھے کسی کو گھسیٹتے تھے اور کسی کو دھکے دیکر حضور اکرم ﷺ سے دور کرتے تھے اور کہتے تھے اے مشرکو! ہلاک ہو جاؤ کیا تم انہیں اس لئے مارتے ہو کہ یہ کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرکاء مجلس سے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا آل فرعون میں سے [خفیہ] ایمان لانے والا افضل ہے یا حضرت ابو بکرؓ؟ شرکاء مجلس خاموش رہے حضرت علیؓ نے فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون میں سے ایمان والے شخص کے زمین بھر اعمال سے افضل ہے وہ مومن تو اپنا ایمان چھپاتا تھا جبکہ ابو بکرؓ نے اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ (مجمع الزوائد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہادر تھے آپ کے دل کی مضبوطی، عزم کی پختگی اور حواس کی قوت کا اندازہ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ [ہجرت کا پورا واقعہ بھی حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بہادری شجاعت اور قوت قلبی کا بھرپور ثبوت ہے۔]

اور آپ نے سب سے زیادہ قوت کا مظاہرہ اس وقت کیا جب حضور اکرم

ﷺ اس دنیا سے وصال فرما گئے اس زلزلہ خیز موقع پر جبکہ اکثر صحابہ کرامؓ اپنے حواس کھو بیٹھے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کو سنبھالا۔ بے شک اگر اس دن آپ مثالی ہمت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو نہ معلوم امت کا کیا حال ہوتا۔

اسی طرح اپنے دور خلافت میں آپ نے مرتدین، مدعیان نبوت کے علاوہ مانعین زکوٰۃ سے بھی جہاد کا جو فیصلہ فرمایا وہ آپ کی قوت قلبی اور فراست ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے یہ ان کی شجاعت ہی تو تھی کہ اسلام کی عمارت جس جگہ حضور اکرم ﷺ چھوڑ کر گئے تھے صدیق اکبر نے اسے وہاں سے ذرہ برابر نہیں ہلانے دیا اور دین میں ایک شوشہ برابر کی برداشت نہیں فرمائی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

عزت اسلام امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور ایمانی قوت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ کو لوہے کا پہاڑ قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ان سے یہ فرمانا [بھی ان کی فضیلت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے] کہ اے ابن خطاب اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان جس گلی میں آپ کو دیکھتا ہے اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے (بخاری۔ مسلم)

☆ اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا یہ دعاء فرمانا کہ اے میرے پروردگار عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخشئے۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت سے ہم عزت مند [اور قوت والے] چلے آتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو

انہوں نے قریش کے ساتھ لڑائی کر کے کعبہ میں نماز اداء فرمائی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز اداء کی۔(سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔

(الریاض النضرہ لمحب الدین طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت اعلیٰ درجے کے شجاع تھے۔ اسلام کی عظمت کی خاطر آپ کے بہادرانہ کارنامے بے شمار ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جن کے ساتھ کشتی کی اور اسے تین بار پچھاڑ دیا۔(الریاض النضرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ شیطان اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ وہ حضرت عمر کو کسی برائی کی ترغیب دے سکے۔(الریاض النضرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان عمرؓ کے قدموں کی آہٹ سن کر بھاگ جاتا ہے۔

امام قرطبی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے تھے اور بغیر کسی چیز کو پکڑے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھتے تھے۔

[مثال حیاء، ذوالنورین، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں اپنے مالدار گھرانے کی سختیاں جھیلنا، حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کرنا غزوہ حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا سفیر بن کر جانا یہ سارے واقعات آپ کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہیں ہم نے پیچھے حدیث شریف کے

حوالے سے پڑھ لیا کہ جو شخص خفیہ صدقہ دینے پر قادر ہو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مضبوط اور طاقتور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تو کوئی صبح اور کوئی شام خفیہ اور علانیہ صدقات سے خالی نہیں تھی۔ اسلام کی خاطر ان کا بے دریغ مال لٹا دینا ان کی قوت قلبی اور مضبوط ایمان کا ثبوت ہے اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ نے شجاعت کی جو مثال قائم کی وہ بلاشبہ بے مثال کارنامہ ہے۔ آپ نے ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کی وصیت اور حکم پر عمل کرتے ہوئے قمیص خلافت کو نہیں اتارا اور دوسری طرف باوجود قوت اور طاقت کے اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑایا۔[بلکہ آدھی دنیا سے زائد کا یہ عظیم حکمران نہایت مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔]

اسد اللہ الغالب امیر شجاعت امیر المؤمنین
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں آپ کی بہادری کی ایک امتیازی شان تھی غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے آپ کو لشکر اسلام کا جھنڈا دیا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔

ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر لڑائی میں شریک رہے سوائے غزوہ تبوک کے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے خود آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور ارشاد فرمایا اے علی آپ میرے لئے اسی طرح ہیں جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

☆ غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شخص میدان سے بھاگنے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر [اس قلعہ کو] فتح فرمائے گا۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی

تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطاء فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرما دی۔

(بخاری۔ مسلم وجملہ اصحاب الصحاح والسنن)

مصعب بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت مہارت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور اپنے مدمقابل کو سخت غلطی میں ڈالتے تھے جب آپ حملہ کرتے تھے تو ہر طرف سے زیادہ چوکنا رہتے تھے اس لئے کوئی آپ پر قابو نہیں پاسکتا تھا آپ کی زرہ صرف آپ کے سینے کو ڈھانپتی تھی پیٹھ کو نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپکو پشت کی طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہوتا؟ فرمانے لگے اگر دشمن میری پیٹھ پر وار کرنے کی جگہ پالے پھر بھی اگر علی بچ جائے تو اللہ دشمن کو باقی رکھے۔(ابن عساکر)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ گئے جب قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے کے یہودیوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑتے رہے اس لڑائی میں آپ کی ڈھال آپ کے ہاتھ سے گرگئی تو آپ نے ایک دروازہ بطور ڈھال کے ہاتھ میں لے لیا اور قلعہ فتح ہونے تک آپ اسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے۔ فتح کے بعد آپ نے اسے پھینک دیا۔اس کے بعد ہم سات آدمیوں نے زور لگا کر اس دروازے کو الٹنا چاہا تو نہ الٹ سکے۔(سیرۃ ابن ہشام)

مبشر بالجنۃ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بھی غزوہ احد کا تذکرہ فرماتے تھے تو کہتے تھے وہ دن تو سارا کا سارا طلحہ کے نام رہا۔ میں جب سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹا تو میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کو لڑتے دیکھا

میں نے کہا یہ طلحہ ہی ہوں گے جو اس شرف کو حاصل کر گئے جسے میں حاصل نہ کر سکا اور فرمایا کہ اس دن طلحہ رضی اللہ عنہ کو ستر سے اوپر تیر، تلوار اور نیزوں کے زخم لگے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن مسلمان [اچانک حملے سے بوکھلا کر] پیچھے ہٹ گئے۔ صرف ابو طلحہؓ آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور وہ اپنی ڈھال کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ابو طلحہ بہت زبردست تیر انداز تھے انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں اور جو مسلمان بھی اپنے ترکش میں تیر لے کر گزرتا تھا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ یہ تیر ابو طلحہ کو دے دو۔ آپ ﷺ مشرکوں کو دیکھنے کے لئے سر مبارک اوپر اٹھاتے تھے تو حضرت طلحہ عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی آپ کو دشمنوں کا تیر نہ لگ جائے میری گردن آپ کی گردن کے لئے بطور ڈھال حاضر ہے۔ اس دن [اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت آنے والی] اونگھ کی وجہ سے حضرت طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار چھوٹ کر گر گئی۔

قیس بن حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسی ہاتھ پر [تیر سہ کر] حضور اکرم ﷺ کا بچاؤ کیا تھا۔ غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اسی جانثاری کے اعتراف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرنے پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے انہیں جنت اور حوروں کی دعائیں دیں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی خود حضور اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت طلحہ کی شان میں اشعار کہے اور انہیں اسلام کی چکی کا محافظ اور حضور اکرم ﷺ کے بعد لوگوں کا امام قرار دیا۔

مبشر بالجنۃ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

اسلام کے لئے سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی شجاعت اور دلیری سے عبارت ہے مکہ مکرمہ میں ایک بار جب شیطان نے افواہ اڑادی کہ حضور اکرم ﷺ کو پکڑ لیا گیا ہے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اس واقعے پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر سے پوچھا کہ اگر واقعی مجھے پکڑ لیا گیا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ حضرت زبیر جن کی عمر اس وقت بارہ سال تھی کہنے لگے اگر ایسا ہو جاتا تو میں اہل مکہ کو اتنا قتل کرتا کہ ان کے خون کی نہر چلا دیتا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا یہ سن کر حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور آپ نے اپنی چادر حضرت زبیر کو پہنادی۔ اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا سلام زبیر کو پہنچا دیجئے اور انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ آپ کی بعثت سے قیامت قائم ہونے تک جتنے لوگ بھی اللہ کے راستے میں تلوار اٹھائیں ان سب کا ثواب اللہ تعالیٰ حضرت زبیر کو عطاء فرمائیں گے اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی کیونکہ زبیر نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تلوار اٹھائی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید سے ہوا جو لوہے میں غرق تھا اور اس کی آنکھوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا میں نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور سیدھا اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا وہ مردار ہو کر گر گیا میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کافی زور لگایا اور اپنا نیزہ اس کے جسم سے نکال لیا مگر وہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پورے جسم پر زخموں کے نشان تھے اور یہ سارے زخم انہیں جہاد کرتے ہوئے لگے تھے۔ ان کے بیٹے عروہ کہتے ہیں کہ بچپن میں میں ان کے

بعض زخموں میں ہاتھ ڈال کر کھیلتا رہتا تھا یعنی وہ زخم بہت گہرے تھے۔ (الریاض النضرۃ)

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے جب وہ گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر لگتے تھے اور وہ بڑے بالوں والے تھے۔ بچپن میں بعض دفعہ میں ان کے بال پکڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ (الریاض النضرۃ)

جنگ جمل میں جب ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس تلوار نے کتنے طویل عرصے تک حضور اکرم ﷺ کے غموں کو دور کیا۔ (الریاض النضرۃ)

مبشر بالجنۃ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعاء دی تھی کہ اے میرے پروردگار ان کے نشانے کو درست کردے اور ان کی دعائیں قبول کرلے [یعنی انہیں درست نشانے والا تیرانداز اور مستجاب الدعوات بنادے] (مجمع الزوائد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا ہو سوائے حضرت سعد کے۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ انہیں فرمارہے تھے اے سعد تیر مارو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(الریاض النضرۃ)

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ قریش کے ان مشہور اور بہادر شہسواروں میں سے تھے جو جنگ کے دوران حضور اکرم ﷺ کے محافظ ہوتے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی کوفہ آباد کیا اور کافروں کو مار بھگایا اور اہل فارس کے ساتھ جنگیں کیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل فارس کے ساتھ جنگ میں امیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے فارس کے اکثر شہروں کی فتح ان کے ہاتھ پر فرمائی۔ (الاستیعاب)

☆ حضرت سعید بن مسیب کی روایت ہے کہ غزوہ احد کے دن حضرت سعد نے سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سعد بن ابی وقاص ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر ہیں۔ (الریاض النضرۃ)

زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے ایک پرانا اونی جبہ منگوایا اور فرمایا مجھے اسی میں کفن دینا کیونکہ غزوہ بدر کے دن میں نے یہی پہن کر مشرکین کا مقابلہ کیا تھا اور یہ میں نے آج کے دن کے لئے چھپا رکھا تھا۔ (صفوۃ الصفوۃ)

امین الامہ حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ جراح رضی اللہ عنہ

زبیر بن بکارؒ لکھتے تھے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بدر سمیت تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ احد کے دن خود [جنگی ٹوپی] کی دو کڑیاں حضور اکرم ﷺ کے چہرے میں گھس گئی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے کھینچ کر وہ کڑیاں نکالیں تو ان کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور اس سے ان کے چہرے کا حسن بڑھ گیا بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ ابو عبیدہ جیسا خوبصورت منہ کسی کا نہیں ہے اور لوگ کہتے تھے کہ قریش کے دو زیرک مرد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا والی بنایا اور انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے یرموک اور جابیہ کی فتوحات عطاء فرمائیں۔

ابن اثیر کی روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مشرک والد آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے حضرت ابو عبیدہ ان سے بچتے پھر رہے تھے لیکن جب ان کے والد ان کے پیچھے پڑے رہے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے [اللہ کی

رضا کے لئے] انہیں قتل کر دیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلہ۔۲۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اپنے گھرانے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پکا کر دیا ہے اور ان کی اپنے غیبی فیض سے مدد فرمائی ہے اور ان کو وہ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یہ لوگ اللہ کا لشکر ہیں (یعنی اللہ کی جماعت اور اس کا گروہ ہیں) اور اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اکتیس مشرک قتل فرمائے پھر آپ پیٹھ کے بل گر پڑے اور زرہ آپ کے پیٹ سے ہٹ گئی تو اس پر ایک مشرک نے برچھی ماردی پھر ہندہ نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور جگر کو نکال کر چبالیا مگر نگل نہ سکی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر حمزہ کا جگر اس کے پیٹ میں چلا جاتا تو دوزخ کی آگ اسے نہ چھوتی۔ شہادت کے بعد جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کو شدید

صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا کہ میں بھی ان مشرکوں میں سے ستر کو مار کر ان کا اسی طرح سے حلیہ بگاڑوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ. (النحل۔۱۲۶)

اور اگر تم ان کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیہ بن خلف نے ان سے پوچھا کہ [غزوہ بدر کے دن] تم میں سے وہ کون شخص تھا جس کے سینے پر شتر مرغ کے پر تھے۔ میں نے کہا وہ حمزہؓ تھے امیہ نے کہا انہوں نے ہمارا بہت برا حشر کیا۔ غزوہ بدر کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے آگے لڑ رہے تھے۔

(بحوالہ ابن اسحاق)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا تو آپ رو پڑے اور جب آپ نے ان کے ناک کان کٹے دیکھے تو آپ ﷺ سسکیاں لینے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر صفیہؓ برا نہ مناتیں تو میں حمزہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا تاکہ قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے ہوتا۔ صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی بہن ہیں۔

ذوالجناحین حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے غزوہ موتہ کے دن آپ شہید ہوئے آپ نے جب جھنڈا تھاما تو آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا آپ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا جب وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ آپ آگے بڑھتے

ہوئے شہید ہو گئے اور آپ کے جسم پر نوے سے زائد زخم تھے۔

بطل اسلام حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ حضرت انسؓ کے بھائی تھے اور شہسواری اور بہادری میں آپ کا نام بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ تستر کی لڑائی میں آپ نے ایک سو کافروں کو مقابلے کی دعوت دے کر قتل کیا جبکہ عمومی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہونے والے ان کے علاوہ ہیں۔ (اسد الغابہ)

ایک لڑائی میں آپ اپنی ڈھال پر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم اپنے نیزوں کے ذریعے اس ڈھال کو اٹھا کر مجھے دیوار کے اس طرف کافروں میں پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کے ساتھی ان تک پہنچے تو اس وقت تک حضرت براء دس کافروں کو قتل کر چکے تھے اور ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ تک ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئے۔

بطل اسلام حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کے ابو جہل پر حملہ کرنے اور اپنے لٹکے ہوئے بازو کو توڑ کر پھینک دینے اور اس حالت میں بھی لڑائی میں جمے رہنے کا قصہ پیچھے گزر چکا ہے۔

بطل اسلام حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

یہ وہ سعادت مند بہادر مجاہد ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ نے غزوہ احد کے دن اپنی تلوار مبارک عطاء فرمائی۔ اس دن حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا ایک شخص کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں تلوار نہیں دی بالآخر حضرت ابو دجانہ

رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے کافروں کو اتنا مارا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابودجانہؓ نے فرمایا میں اس کا حق اداء کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطاء فرمادی وہ ایک مرد بہادر تھے اور جنگ کے وقت دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے میرے مانگنے پر مجھے تلوار عطاء نہیں فرمائی اور ابودجانہ کو عطاء فرمادی۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ ابودجانہ کیا کرتے ہیں چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ انہوں نے ایک سرخ رنگ کی پٹی نکالی اور اسے اپنے سر پر باندھ لیا۔ انصاری صحابہ کہنے لگے ابودجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔[مفہوم]

میں وہی ہوں جس سے میرے محبوب دوست نے عہد لیا ہے
اس حال میں جب ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہ ہوں گا
اور اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے اللہ کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے ہر سامنے آنے والے مشرک کو قتل کرتے چلے گئے۔ آپ جنگ یمامہ میں پاؤں ٹوٹنے کے باوجود لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

بطل اسلام حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی زید بن سہل رضی اللہ عنہ ہے غزوہ احد کے دن آپ حضور اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے ترکش کو پھیلا لیا اور کہنے لگے میرا چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال اور میری جان آپ کی جان کے لئے قربان ہے۔ حنین کے دن

آپ نے بیس مشرک قتل فرمائے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سیف اللہ المسلول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ بہادروں کے سردار اور جنگوں کے امام ہیں جب سے آپ اسلام لائے حضور اکرم ﷺ نے آپ کو گھوڑے کی لگام تھما کر جہاد میں نکالا اور آپ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے رہے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مرتدین کے ساتھ جہاد کی کمان سونپی جس کا آپ نے حق اداء کر دیا۔ آپ نے روم و فارس کے ایوانوں کو اپنی قوت ایمانی، شجاعت اور مردانگی سے ہلا کر رکھ دیا ان جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت عجیب اور حیرت انگیز ہیں۔ آپ ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آپ کے جسم پر کوئی ایک بالشت برابر جگہ ایسی نہیں تھی جس پر شہداء کی مہر یعنی اللہ کے راستے کا زخم نہ ہو۔

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زہر ہے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے پی لیا اور آپ کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ آپ احتیاط کیجئے کہیں کافر آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ کی شجاعت کے واقعات اور آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔

بطل اسلام حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

آپ کی شجاعت اور دلیری اور جانبازی کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں کہ آپ نے کس طرح سے اکیلے ایک پورے لشکر کو شکست فاش دی آپ نے ایک سریئے میں سات مشرک قتل فرمائے۔

بطل اسلام حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ

آپ کی مکہ سے روانگی، شہادت کی تمنا اور میدان جنگ میں شجاعت وایثار کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کے لئے خراج تحسین بھی بیان ہو چکا ہے۔

بطل اسلام حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

آپ کی بہادری مشہور و معروف ہے ابن اسحاق نے آپ کے واقعات میں لکھا ہے کہ غابہ کی لڑائی میں انہوں نے ایک مشرک اوبار اور اس کے بیٹے عمر بن اوبار کو ایک ہی اونٹ پر دیکھا تو ان دونوں کو اکٹھا اپنے نیزے میں پرو کر قتل کر دیا اور کچھ اونٹنیوں کو چھڑا لیا۔

بطل اسلام حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ

ان کی بہادری کے بھی عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں واقدیؒ کی روایت ہے کہ حضرت خوات فرماتے ہیں کہ تین کام میں نے ایسے کئے جو کسی نے نہیں کئے ہوں گے میں ایسی جگہ ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنسا، میں نے ایسی جگہ بخل کیا، جہاں کوئی بھی بخل نہیں کرتا اور میں ایسی جگہ سویا جہاں کوئی بھی نہیں سو سکتا، غزوہ احد میں میرے بھائی شہید ہو گئے میں کسی طرح ان تک پہنچ گیا دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا ہے اور ان کی آنتیں باہر نکلی پڑی

ہیں میں نے ایک اور مسلمان سے مدد چاہی اور بھائی کی آنتیں پیٹ میں ڈال کر اسے اپنے عمامے سے باندھ دیا اور ہم دونوں مشرکین کے درمیان سے انہیں اٹھا کر لا رہے تھے اچانک شہید کے پیٹ سے ان کی آنتوں کی آواز آئی تو میرا ساتھی ڈر گیا اور اس نے شہید کو چھوڑ دیا اس بات پر مجھے ہنسی آگئی پھر ہم چل پڑے ایک جگہ پہنچ کر میں نے اپنی کمان کی ایک طرف سے زمین کھودنا شروع کی چونکہ کمان پر تانت تھی اور میں نے اس بات سے بخل کیا کہ وہ ٹوٹ جائے۔ زمین کھود کر میں نے بھائی کو دفن کر دیا اور میدان کی طرف آیا تو ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو اپنا نیزہ میری طرف سیدھا کر چکا تھا اور مجھے قتل کرنا چاہتا تھا اس وقت مجھے نیند آگئی جب میں بیدار ہوا تو وہ گھڑ سوار وہاں نہیں تھا۔

بطل اسلام حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ

آپ مضبوط، طاقتور، تنومند گھڑ سوار تھے آپ کی آواز میں بلا کی کڑک تھی۔ جب آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی آپ کی بہادری کے واقعات بے حد مشہور ہیں۔

علامہ طرطوسیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کے دن اہل فارس کے سردار رستم پر حملہ کیا رستم ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ہاتھی کی کونچیں پکڑ کر کھینچیں تو رستم نیچے گر گیا اور اس کے اوپر ہاتھی آگرا۔ اس دن رستم کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں چالیس ہزار دینار تھے۔ رستم کے قتل ہونے کے بعد اہل فارس کو سخت ہزیمت ہوئی۔

بطل اسلام حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

آپ زمانہ جاہلیت میں جانبازوں کے سردار تھے پھر جب اسلام لائے تو آپ بہت

اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور آپ نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے یرموک کے دن سخت جنگ کے بعد شہید ہوگئے اس دن آپ کے جسم پر ستر سے زائد زخم آئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ یرموک کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ہر میدان میں حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں جنگ لڑی اور آج میں تم سے بھاگ رہا ہوں پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو آج موت پر بیعت کرے یہ سن کر حضرت حارث بن ہشام، حضرت ضرار بن ازورؓ نے چار سو مسلمان گھڑسواروں سمیت بیعت کی اور یہ سب حضرات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ سارے زخمی ہو کر گر پڑے بعض ان میں سے بعد میں شفایاب ہوگئے۔ جبکہ باقی وہیں شہید ہوگئے۔ (ابن عساکر)

زہری کی روایت میں ہے کہ اس لڑائی میں حضرت عکرمہ آگے بڑھ بڑھ کر نیزوں میں کود رہے تھے اور ان کا سینہ اور چہرہ زخمی ہو چکا تھا کسی نے انہیں کہا اللہ سے ڈریئے اور اپنے ساتھ کچھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فرمانے لگے کل تک میں لات اور عزی بتوں کے لئے خود کو مشقت میں ڈالتا تھا اب تو میں اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑ رہا ہوں۔ نہیں اللہ کی قسم نہیں۔ اب میں اپنی جان لگا کر ہی چھوڑوں گا چنانچہ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوگئے۔

بطل اسلام حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ

آپ مرد شجاع اور عظیم جانباز تھے قادسیہ کی لڑائی میں آپ نے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور نہاوند کی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت طلیحہ اپنی بہادری اور قوت کی وجہ سے ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر شمار کئے جاتے تھے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں آپ کی طرف دو ہزار آدمیوں کی مدد بھیج رہا ہوں یہ ہیں عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ اور طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ [یعنی یہ دونوں دو ہزار کے برابر ہیں] آپ ان دونوں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کریں البتہ انہیں امیر نہ بنائیں۔ (مجمع الزوائد)

امیر بنانے سے غالباً اس لئے منع فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بہت زیادہ بہادر تھے اور لشکر کو زیادہ آگے لے جا کر لڑاتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ کے دنوں میں رستم کے لشکر میں گھس گئے اور رات کو ان کی نگرانی کرتے رہے۔ رات کے آخری حصے میں آپ نے اس لشکر میں بندھے ہوئے سب سے قیمتی گھوڑے کی رسی کاٹی اور اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اپنے گھوڑے کو دوڑایا اس گھوڑے کے مالک اور دوسرے اہل لشکر کو جب علم ہوا تو وہ گھوڑوں پر آپ کے پیچھے نکلے اور ایک گھڑسوار آپ تک پہنچ گیا۔ حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نیزے کے ذریعے اس گھڑسوار کی کمر توڑ دی اور اس کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ لے لیا اس کے بعد ایک اور گھڑسوار آپ تک پہنچا تو حضرت طلیحہ نے اسے بھی قتل کر دیا پھر جب تیسرا گھڑسوار آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اسے گھیر کر خود سپردگی کی دعوت دی وہ گھڑسوار ڈر گیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت طلیحہؓ نے اسے گرفتار کر لیا مال غنیمت کے گھوڑے اور اس قیدی کو لیکر حضرت طلیحہؓ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہاں اس قیدی سے گفتگو کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا میں نے بہت جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے بہادر دیکھے ہیں اور ان سے پنجہ آزمایا ہے لیکن میں نے ان [یعنی حضرت طلیحہ] جیسا بہادر نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے انہوں نے دو لشکر عبور کیے اور ایک ایسے لشکر میں رات گزاری جس میں ستر ہزار مسلح [ان کے] دشمن موجود تھے۔ پھر وہاں سے خالی ہاتھ آنا گوارہ نہیں کیا بلکہ لشکر کے بہترین شہسوار کا گھوڑا بھی چھین لیا پھر ہم نے ان کا پیچھا کیا اور ہم میں سے وہ شہسوار ان تک پہنچا جو ہمارے درمیان ہزار گھڑسواروں

کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر پہلے بہادر جیسا ایک اور شہسوار ان تک پہنچا مگر وہ بھی مارا گیا پھر میں ان تک پہنچا اور میرے خیال میں ہمارے لشکر میں مجھ جیسا کوئی نہیں ہے لیکن جب میں نے موت کو دیکھا تو گرفتاری دینے پر راضی ہو گیا پھر یہ قیدی مسلمان ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کے لئے اہم کارنامے سرانجام دیئے۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

آپ خود بھی بے مثال بہادر تھے اور بے مثال بہادر باپ کے صاحبزادے تھے آپ جانبازوں کے بھی سردار تھے اور عابدوں کے بھی۔ آپ اس بات کو عیب سمجھتے تھے کہ تلوار کا وار خطا ہو یا ٹیڑھا پڑے۔ آپ نے افریقہ کی لڑائی میں کافروں کے سردار جرجیر کو قتل فرمایا۔

عثمان ابن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (۱) شجاعت میں (۲) عبادت میں (۳) بلاغت میں۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور منجنیق کے پتھر آپ کے کپڑوں کے کناروں پر لگ رہے ہوتے تھے مگر آپ کی توجہ نماز ہی میں رہتی تھی۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

یہ اس نام کے ایک دوسرے جانباز اور شجاع صحابی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جو حنین کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ ابوالحویرث فرماتے ہیں کہ اجنادین کے دن کافروں میں سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن

زبیر نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اسے مار گرایا پھر ایک اور کافر نکلا اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن زبیر نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اسے بھی مار گرایا پھر ایک اور کافر نکلا اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن زبیر مقابلے کے لئے نکلے دونوں نے نیزوں سے مقابلہ کیا پھر تلواریں لے لیں، حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس کے کاندھے پر وار کیا اور فرمایا لو میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں آپ کی تلوار اس کی زرہ کو کاٹتی ہوئی اس کے کندھے کو لگی اور وہ زخمی ہو کر واپس دوڑا حضرت عمرو بن عاص نے حضرت ابن زبیر کو قسم دی کہ اب وہ مقابلے کے لئے نہ نکلیں تو انہوں نے کہا کہ میں رک نہیں سکتا جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابن زبیر کے گرد دس رومی پڑے تھے جن سب کو آپ نے قتل کیا تھا۔ اور آپ اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ان کے درمیان شہید پڑے تھے، آپ کو تیس زخم لگے تھے اور اس وقت آپ کی عمر بھی تیس سال تھی۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ کے صاحبزادے تھے اور مسلمانوں میں اپنی شجاعت اور عبادت سے پہچانے جاتے تھے آپ نے یزید کے حالات سے ناخوش ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر سے موت پر بیعت کر لی تھی اور حرہ کی لڑائی میں آپ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت شہید ہوئے۔ علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا آپ تو شہید ہو گئے تھے فرمانے لگے ہاں میں اپنے رب کے پاس ہوں اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا ہے میں جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں اور میرے ساتھی بھی میرے جھنڈے کے گرد میرے ساتھ ہیں۔ (اسد الغابہ)

بطل اسلام حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف عامری رضی اللہ عنہ

ابن اثیر کی روایت ہے کہ حضرت ضحاک اپنی تلوار سونت کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑے رہتے تھے اور آپ بہادری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور آپ کا شمار سو گھڑ سواروں کے برابر کیا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت ضحاک کو بنو سلیم کا امیر بنایا ان کی تعداد نو سو تھی آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا شخص نہ دوں جو ایک سو کے برابر ہے تاکہ تم ایک ہزار ہو جاؤ پھر آپ نے حضرت ضحاک کو ان پر مقرر فرمادیا۔

بطل اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

آپ مشہور و معروف شہسوار اور ممتاز جانباز تھے یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف آپ نے عجیب جانبازی کا مظاہرہ کیا اور پاؤں زخمی ہونے کے بعد گھٹنوں کے بل لڑتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جنگ یرموک میں بھی شریک تھے اور آپ دمشق کی فتح میں بھی پیش پیش تھے۔ فتوح الشام میں علامہ واقدی نے ان کی بہادری کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز حالات لکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بطل اسلام حضرت ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ قریش کے شہسواروں اور مشہور جانبازوں میں سے تھے تاریخ دمشق میں مذکور ہے کہ آپ اس لڑائی میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ کے ساتھ تھے۔

ابن اثیر کی روایت یہ ہے کہ ایک بار انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے

کہا ہم قریشی لوگ تم میں اچھے رہے ہم تمہیں جنت میں پہنچاتے رہے اور تم لوگ ان کو دوزخ میں ڈالتے رہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ہم نے جاہلیت میں مسلمانوں کو قتل کیا وہ جنت میں چلے گئے جبکہ آپ لوگوں نے مشرکوں کو قتل کیا۔ ایک بار آپ نے قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگوں کو فرمایا غزوہ احد کے دن میں نے تمہارے گیارہ آدمیوں کی حور عین سے شادی کرائی تھی۔ (اسد الغابہ)

بطل اسلام حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ

آپ صحابہ کرامؓ کے جانبازوں میں سے تھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک جہاد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی آپ نے اپنے صحابہ کرام سے پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو [یعنی کسی کو شہید پاتے ہو] انہوں نے عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں اور فلاں کو۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں فلاں کو۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں جلیبیب کو نہیں پارہا۔ انہیں تلاش کرو۔ جب انہیں مقتولین میں تلاش کیا گیا تو آپ ان سات کافروں کے پہلو میں پڑے تھے جنہیں آپ نے قتل فرمایا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان پر کھڑے ہوئے اور فرمایا جلیبیب نے سات کافر مارے۔ پھر کافروں نے انہیں شہید کردیا یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پھر آپ نے انہیں اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور زمین کھود کر ان کے لئے قبر بنائی اور خود انہیں قبر میں رکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

بطل اسلام حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

آپ بہادر، سرفروش، جانباز اور بہت عقلمند تھے آپ نے مغرب کی طرف کئی

حملے فرمائے آپ نے افریقہ پر بھی حملہ کیا اور اس لڑائی میں اہل افریقہ کا سردار جرجیر مارا گیا۔ آپ نے ذات الصوری میں ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل رومی بیڑے کو بری طرح سے تہ تیغ کر ڈالا آپ فاتح افریقہ تھے آپ کی دعاء تھی کہ آپ کا آخری عمل نماز ہو۔ چنانچہ آخری دن آپ نے فجر کی نماز پڑھی دائیں طرف سلام پھیر لیا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے انتقال فرماگئے آپ کا انتقال رملہ میں ہوا۔

بطل اسلام حضرت قعقاع بن عمرو تیمی رضی اللہ عنہ

قادسیہ اور دوسری لڑائیوں میں آپ نے اہل فارس کے خلاف بے مثال کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں ایک ہزار آدمیوں سے بہتر ہے قادسیہ کی لڑائی میں اغواث کے دن آپ نے تیس حملے فرمائے اور ہر حملے میں ایک کافر کو قتل کیا۔

بطل اسلام حکیم بن جبلہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی بہت بہادر صحابی ہیں اور آپ کی بہادری اور دینداری صحابہ کرامؓ میں معروف تھی جنگ جمل کے دن شہید ہوئے اور اس دن بھی نہایت بہادری سے لڑے۔

بطل اسلام حضرت سوید بن غفلہ الجعفیؒ

آپ عام الفیل [ہاتھیوں کے حملے والے سال] میں پیدا ہوئے۔ مگر آپ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ قادسیہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے۔ اسی لڑائی میں لوگوں نے ایک بار پکارا کہ شیر آگیا۔ شیر آگیا۔ حضرت سوید بن غفلہ اس شیر کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر ایسی تلوار ماری جو اس کی ریڑھ کی ہڈی سے گزرتی ہوئی دم کے پاس جا

کر نکلی آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی آپ نے ایک سو اٹھائیس سال یا ایک سو ستائیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

بطل اسلام حضرت ابو محمد بطالؒ

ان کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطل اسلام حضرت ابو فادیہؒ

آپ بہترین تیر انداز تھے ان کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار بحری لڑائی میں رومیوں نے مسلمانوں پر آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر دشمن ایسا کرے تو تم بھی یہی کچھ کر سکتے ہو۔ ایک رومی نے اپنی کشتی پر سے پیتل کی ہانڈی میں آتشگیر مادہ بھر کر اسے حضرت ابو الفادیہ کی کشتی پر پھینکنے کی تیاری کی تو حضرت ابو الفادیہ نے اسے تیر مار کر قتل کر دیا اور وہ ہانڈی اسی کشتی میں گر گئی اور پوری کشتی اور اس کے تین سو سوار جل مرے چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ ابو فادیہ کے ایک تیر نے تین سو کافر مار دیئے۔

بطل اسلام حضرت ابن جزری

ہارون الرشیدؒ ایک بار رومیوں کے مقابلے کے لئے نکلے اور آپ نے ایک قلعے کا محاصرہ کر لیا مگر طویل محاصرے کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا ایک دن سخت لڑائی کے بعد امیر المؤمنین ہارون الرشید دوپہر کو قیلولے کے لئے لیٹ گئے۔ اسی وقت رومیوں کے قلعے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک طاقتور شہسوار مکمل اسلحہ پہن کر اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور اس نے نہایت فصاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ اے اہل عرب میرے

مقابلے کے لئے بیس شہسواروں کو نکالو۔ چونکہ ہارون الرشیدؒ سو رہے تھے اس لئے کوئی
مسلمان اس کے مقابلے کیلئے نہ نکلا۔ وہ رومی فخر کے ساتھ اکڑتا پھر رہا تھا اور مسلمان سخت غم
اور پریشانی کے عالم میں تھے کیونکہ بغیر امیر کی اجازت کے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔
تھوڑی دیر تک چیلنج کرنے کے بعد وہ رومی ہنستا ہوا واپس چلا گیا اور اس کے ساتھی بھی قہقہے
لگانے لگے۔ جس سے مسلمانوں کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ جب ہارون الرشید بیدار ہوئے اور
انہیں یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بھی بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے تم لوگوں نے مجھے بیدار
کیوں نہیں کیا اور تم میں سے کوئی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلا؟ حاضرین مجلس میں
سے بعض نے کہا کہ اس شخص کا غرور اسے ضرور دوبارہ لائے گا مگر ہارون الرشید پوری رات
نہ سو سکے صبح کے وقت وہ رومی پھر نکلا اور اس نے اپنے گذشتہ چیلنج کو دھرایا ہارون الرشیدؒ نے
حکم دیا کہ اس کے مقابلے کے لئے بیس شہسوار نکل پڑیں۔ یہ سن کر ابن خلد نے فرمایا امیر
المؤمنین ایسا نہ کیجئے بلکہ ہم میں سے بھی صرف ایک آدمی کو نکلنا چاہئے اگر وہ کامیاب ہو گیا تو
الحمدللہ اور اگر مارا گیا تو شہید ہو گا لیکن رومی یہ تو نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے ایک آدمی
کے مقابلے میں بیس مسلمان نکلے تھے۔ ہارونؒ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ مسلمانوں
کے لشکر میں ابن جزری نام کے مشہور و معروف بہادر شخص موجود تھے انہوں نے کہا امیر
المؤمنین میں اس کے مقابلے مین جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے مقابلے کی مدد مانگتا
ہوں۔ ہارون الرشید نے انہیں اچھا گھوڑا اور اسلحہ دینے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا مجھے کچھ
نہیں چاہئے۔ ہارون الرشیدؒ نے دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا اور ان کو آگے تک
چھوڑنے کے لئے بیس گھڑ سوار ساتھ بھیجے۔ جب یہ لوگ میدان مقابلہ تک پہنچے تو رومی نے
کہا مسلمانو تم نے دھوکہ دیا ہے میں نے بیس آدمی کہے تھے جبکہ تم اکیس ہو۔ مسلمانوں نے کہا
ہم میں سے صرف ایک ہی تمہارا مقابلہ کرے گا ہم تو اس ایک کو رخصت کرنے آئے ہیں۔
رومی نے ابن جزری سے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم ابن جزری ہو۔

انہوں نے کہا ہاں۔ رومی نے کہا پھر تو تم برابر کے معزز آدمی ہو پس مسلمان لوٹ آئے اور
رومی اور ابن جزری کا مقابلہ سخت سے سخت تر ہوتا گیا دونوں لشکر اپنے اپنے جانباز کو دیکھ
رہے تھے اچانک ابن جزری پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے یہ دیکھ کر رومیوں نے خوشی سے شور مچا دیا
اور مسلمان سخت غمزدہ ہو گئے۔ ابن جزری پیچھے ہٹ رہے تھے اور رومی ان کا پیچھا کر رہا تھا
اچانک ابن جزری رومی کی طرف مڑے اور اسے اس کی زین سے اچک کر اٹھا لیا اور اس کا سر
کاٹ کر اس کے دھڑ کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر مسلمانوں نے تکبیر کا ایسا نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونج
اٹھے اس کے بعد مسلمانوں نے قلعے پر زوردار حملہ کیا اور پورا قلعہ فتح کیا اور رومیوں کو خوب
قتل اور قید کیا۔

بطل اسلام حضرت موسیٰ بن نصیرؒ

آپ لنگڑے تھے مگر بہت رعب والے، صاحب الرائے جانباز بہادر تھے ایک بار
سلیمان بن عبدالملک نے ان سے پوچھا کہ لڑائی کے وقت آپ کس چیز کی پناہ لیتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا دعاء اور صبر کی۔ پھر پوچھا کہ کونسا گھوڑا آپ نے ڈٹ کر لڑنے والا پایا۔
انہوں نے کہا اشقر [یعنی بھورے رنگ والا گھوڑا] پھر پوچھا کہ آپ نے کس قوم کو زیادہ سخت
لڑنے والا دیکھا انہوں نے کہا ہر قوم کا اپنا انداز ہے، میں کس کس کا تذکرہ کروں۔ سلیمانؒ نے
کہا مجھے رومیوں کے بارے میں بتاؤ، فرمایا وہ اپنے قلعوں میں شیر ہوتے ہیں اور اپنے گھوڑوں
پر عقاب ہوتے ہیں اور اپنی کشتیوں میں عورتیں بن جاتے ہیں۔ جب بھی موقع پاتے ہیں اس
کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب مدمقابل کو غالب ہوتا دیکھتے ہیں تو پہاڑوں میں جا چھپتے ہیں اور
پسپائی کو عار نہیں سمجھتے۔ پوچھا بربر کیسے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا وہ لڑنے میں، بہادری میں،
ثابت قدمی اور گھڑ سواری میں عربوں کے مشابہ ہیں لیکن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ
دھوکے باز [یعنی عہد توڑنے والے] ہیں۔ سلیمانؒ نے پوچھا اندلس والے کیسے ہیں؟

انہوں نے فرمایاوہ ناز و نعمت میں پلے ہوئے شہزادے اور بزدلی نہ کرنے والے شہسوار ہیں۔ سلیمانؒ نے پوچھا فرنگی کیسے ہیں فرمایاان کے پاس تعداد، بہادری، سختی اور جنگ سب کچھ ہے۔ سلیمانؒ نے پوچھاکہ آپ کی جنگ کیسی رہی؟ فرمایااللہ کی قسم میں نے کبھی اپنا جھنڈا پیچھے ہٹتے نہیں دیکھا۔ میں چالیس سال کی عمر میں جنگوں میں کودا تھااب اسی سال کا ہو گیا ہوں مگر میں نے کبھی مسلمانوں کو شکست کھاتے نہیں دیکھا پھر موسیٰ بن نصیرؒ نے فرمایااے امیر المؤمنین میں نے وہ دن دیکھے ہیں جب [مال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے] ایک ہزار بکریاں ایک سو درہم کی اور ایک اونٹنی دس درہم کی بکی تھی اور لوگ گائے کے پاس سے گزر جاتے تھے اور اسے دیکھتے تک نہ تھے اور میں نے شاطر انگریز کو اس کی بیوی بچوں سمیت پچاس درہم میں فروخت ہوتے دیکھا ہے۔

بطل اسلام حضرت مہلب بن ابی صفرہؒ

ان کی بہادری کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں ان کے بعض واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطل اسلام حضرت ابن فتحونؒ

آپ کی بہادری اور شجاعت کا اعتراف دشمن تک کرتے تھے یہاں تک مشہور ہے کہ اگر کوئی رومی سپاہی اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا اور گھوڑا پانی نہ پیتا تو وہ کہتا تھا کیا تو نے ابن فتحون کو پانی میں دیکھ لیا ہے؟ خلیفہ مستعین باللہ نے ان کی بہادری کے اعتراف میں ان کے لئے بہت بڑا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور اپنے ہاں بلند مقام دے رکھا تھا مگر حاسدوں نے ابن فتحون کو کسی طرح خلیفہ کی نظروں سے گرا دیا ایک بار خلیفہ مستعین باللہ رومیوں سے جہاد کے لئے نکلا تو لڑائی سے پہلے ایک رومی میدان میں آیا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی

دعوت دی ایک مسلمان آگے بڑھا تو رومی نے اسے شہید کر ڈالا یہ دیکھ کر رومی خوشی سے چیخنے چلانے لگے جبکہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ پھر اس رومی نے مقابلے کی دعوت دی ایک اور مسلمان نکلا مگر وہ بھی شہید ہو گیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے تین مسلمان شہید ہو گئے اب وہ رومی میدان میں اکڑتا پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا میرے مقابلے میں ایک، دو، تین تک مسلمان آسکتے ہیں مگر اسلامی لشکر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور مسلمان سخت پریشانی میں مبتلا تھے خلیفہ سے کہا گیا کہ سوائے ابن فتحون کے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ابن فتحون کو بلایا گیا۔ خلیفہ نے کہا تم نے نہیں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ابن فتحون نے کہا یہ سب میری آنکھوں کے سامنے ہے خلیفہ نے کہا اب اس کا علاج کیا ہے؟ ابن فتحون نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں خلیفہ نے کہا اس شخص کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت چاہتا ہوں۔ ابن فتحون نے کہا انشاء اللہ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے اون کا ایک کھلی آستینوں والا کرتہ پہنا اور بغیر اسلحہ لئے صرف ایک لمبی رسی والا کوڑا لیکر میدان میں نکلے اور کوڑے کی رسی کو گول حلقے کی شکل میں گرہ دیکر ایک پھندا سا بنا لیا رومی آپ کو بغیر اسلحے کے دیکھ کر حیران رہ گیا جب دونوں کا مقابلہ ہوا اور رومی نے اپنا نیزہ ابن فتحون کو مارا تو وہ اچھل کر اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹک کر اتر گئے۔ اور رومی کا نیزہ ان کی خالی زین پر لگا پھر ابن فتحون نے سنبھل کر اپنا کوڑا رومی کی گردن پر مار کر اس کی گردن کو پھندے میں لے لیا اور اسے اس کی زین سے اچک کر اٹھا لیا اور خلیفہ مستعین کے قدموں میں لا کر ڈال دیا تب مستعین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے ابن فتحون کے لئے اس کا مقام اور انعام بحال کر دیا۔

بطل اسلام معتصم باللہؒ

خلیفہ معتصم بہت طاقتور اور بہادر جوان تھا وہ اپنے پاؤں کے ساتھ ایک ہزار رطل

پیتل باندھ کر چل لیتا تھا وہ درہم اور دینار کو اپنی انگلیوں کے درمیان لیکر دباتا تھا تو ان کے اوپر کندی ہوتی تحریر مٹ جاتی تھی۔ [اس کا جسم اتنا سخت تھا کہ کوئی دانتوں سے اسے نہیں کاٹ سکتا تھا] وہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا اور اچھی طرح لکھ بھی نہیں سکتا تھا ایک بار رومیوں کے حکمران نے اسے ایک سخت خط لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ میں ایسی فوج تمہارے خلاف لاؤں گا جس کا اگلا حصہ تمہارے پاس اور پچھلا حصہ قسطنطنیہ میں ہوگا۔ معتصم نے حکم دیا کہ اسے جواب لکھو، کئی لوگوں نے جواب لکھے مگر کوئی جواب بھی معتصم کو پسند نہ آیا اس نے کہا خلیفہ بھی ان پڑھ ہے اور اس کے کاتب بھی ان پڑھ ہیں۔ رومی کو لکھ دو کہ تم اپنے خط کا جواب پڑھو گے نہیں اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور کافر جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے پھر اس نے لشکروں کو کوچ کا حکم دیا اور شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

بطل اسلام امیر المؤمنین ہادیؒ

آپ بہت بہادر خلیفہ تھے ایک بار بغیر اسلحہ کے باغ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکلے تو پہرے داروں نے بتایا کہ فلاں خارجی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ہادیؒ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اسے دو مسلح پہرے دار لیکر آئے جب وہ ہادی کے قریب پہنچا تو اس نے حملہ کر کے ایک پہرے دار کی تلوار چھین کر دوسرے کو قتل کر دیا اور ہادی کی طرف بڑھا یہ دیکھ کر اس کے دوست بھاگ گئے اور ہادی کے پاس نہ تو بھاگنے کے لئے گھوڑا تھا نہ لڑنے کے لئے اسلحہ اور نہ چھپنے کی جگہ۔ جب خارجی بالکل اس کے پاس پہنچ کر وار کرنے لگا تو ہادیؒ نے کہا اس کی گردن اڑا دو۔ خارجی نے سمجھا کہ پیچھے کوئی ہے چنانچہ وہ جلدی سے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا تو ہادیؒ نے چھلانگ لگا کر اسے دبا لیا اور اس کی تلوار چھین کر اسے قتل کر دیا۔ اس دن کے بعد اس نے کبھی بیت الخلاء میں بھی اسلحہ اپنے جسم سے نہیں ہٹایا۔

بطل اسلام خلیفہ امین الرشید

ایک بار وہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شیر زنجیر توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ امین کے پاس اسلحہ نہیں تھا جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنا تکیہ شیر کے منہ پر رکھ دیا اور گھوم کر اس کی دم پکڑ کر کھینچی اور شیر کی کمر توڑ دی اس لڑائی میں امین کی انگلیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں جو طبیبوں نے ٹھیک کر دیں۔

بطل اسلام احمد بن اسحاق بخاری السرماریؒ

آپ مشہور عابد، مشہور زاہد، مشہور مُحدِّث اور بے مثال بہادر تھے آپ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم نے ان جیسا نہ جاہلیت میں کوئی دیکھا ہے اور نہ اسلام میں۔

ایک بار آپ جیغویہ کے ہاں ثمرقند میں مہمان تھے کہ وہاں ایک شخص آیا جس کا جیغویہ نے بہت اکرام کیا امام سرماریؒ نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ بہادر شہسوار ہے جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ امام سرماریؒ نے فرمایا میں اس کا مقابلہ کروں گا جب جیغویہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا شاید یہ آدمی نشے میں ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے کل دیکھیں گے! اگلے دن اس شخص کا اور امام سرماریؒ کا مقابلہ ہوا آپ نے اپنے ہاتھ میں خیمے کی چوب لے رکھی تھی اور آپ اکثر اسی سے لڑتے تھے مقابلہ شروع ہوتے ہی امام سرماری نے پسپا ہونا شروع کر دیا وہ بہادر آپ کا پیچھا کرتا رہا جب آپ لشکر سے دور ہو گئے تو آپ نے اسے خیمے کی چوب سے ہلاک کر دیا اور خود مسلمانوں کے علاقے کی طرف فرار ہو گئے جیغویہ نے آپ کو پکڑنے کے لئے پچاس شہسوار بھیج دیئے۔ جب یہ شہسوار امام سرماریؒ کے قریب پہنچے تو وہ ایک ٹیلے کے نیچے چھپ گئے جب یہ پچاس گھڑسوار

آگے نکل گئے تو آپ نے ان کے پیچھے سے حملہ کر دیا اور خیمے کی چوب سے ایک ایک کو گراتے گئے اور ان میں سے جو سب سے آگے تھے اسے احساس تک نہ ہوا جب آپ نے انچاس کو قتل کر دیا تو اس ایک کو پکڑ کر اس کے ناک کان کاٹ کر اسے جیغویہ کے پاس واپس بھیج دیا تاکہ وہ اسے اپنے بہادر شہسواروں کا حال سنا سکے۔ (تہذیب التہذیب)

عبید اللہ بن واصل کہتے ہیں کہ ایک بار امام سرماریؒ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اس سے اب تک ایک ہزار کافروں کو قتل کر چکا ہوں اگر میں زندہ رہا تو ایک ہزار اور بھی قتل کروں گا اور اگر مجھے بدعت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس تلوار کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔

محمد مطوعی کہتے ہیں کہ سرماریؒ کی چوب ہم میں سے اٹھارہ آدمی کے برابر تھی جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وہ بارہ آدمیوں کے برابر تھے اور وہ چوب سے لڑا کرتے تھے۔

محمود بن سہلؒ کہتے ہیں کہ ایک لڑائی کے دوران امام سرماریؒ نے دیکھا کہ دشمنوں کا سردار ایک چبوترے پر بیٹھا ہے تو انہوں نے اسے ایک تیر مارا سردار نے ہاتھ سے تیر نکالنے کا اشارہ کیا تو انہوں نے دوسرا تیر اس کے ہاتھ میں مارا اس کافر نے ہاتھ کا تیر نکالنے کی کوشش کی تو آپ نے اس کی گردن میں تیر مار کر اسے ہلاک کر دیا اور پورا لشکر اس کی موت کے بعد بھاگ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۲۴۱ھ میں سرماری نامی بستی میں آپ نے انتقال فرمایا۔۔۔۔۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس باب کو سات بہادروں کے ایک عجیب و غریب واقعے پر ختم کرتے ہیں۔

سات خوش قسمت ترین بہادر مسلمانوں کا واقعہ جو پہلے ڈاکو تھے

حسن بصری کے زمانے میں اہل بغداد سات چوروں کی وجہ سے سخت تکلیف میں

تھے خلیفہ وقت نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ان پر قابو نہ پا سکا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حسن بصریؒ اندھیرے میں مسجد تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے سات آدمیوں کو دیکھا ان میں سے چھ نے تو تلواریں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں اور وہ دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔ جبکہ ساتواں آدمی راستے کے درمیان میں اپنے پاؤں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا تم لوگ اسلحہ لے کر کہاں جا رہے ہو زمین پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا اے ابو سعید میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ خلیفہ وقت اور بصرہ کے لوگوں کو ہمیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آج پورے دس سال ہو چکے ہیں مگر وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔ ہم ایک دکان پر نقب زنی کے لئے نکلے تھے جب ہم یہاں پہنچے تو میرا پاؤں ایک جلتے ہوئے انگارے پر آ گیا جس سے میرا پاؤں جل گیا لیکن میں نے اپنے پاؤں سے زیادہ اپنے دل میں جلن محسوس کی اور میں نے سوچا کہ میں یہاں دنیا کی حقیر سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا تو میں آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا۔ اے ابو سعید میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آج سے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور میں آئندہ وہ کام نہیں کروں گا جو میں اب تک کر رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تھوڑی دیر پہلے تک چوری چکاری کی برائی میں تمہارے ساتھ شریک تھا مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں۔ تمہاری مرضی جہاں چاہو چلے جاؤ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ تو اب تک اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں ہمارا سردار تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے معاملے میں بھی تو ہمارا سردار بن جا۔ ہم بھی سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آئندہ ان برائیوں میں نہیں پڑیں گے جن میں اب تک مبتلا تھے۔ ان کے سردار نے کہا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو پھر مجھے بصرہ کی جامع مسجد لے چلو تاکہ ہم امیر بصرہ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کریں۔ نماز کے بعد میں کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے امیر شہر! میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں آپ لوگ دس سال سے ہماری تلاش میں تھے مگر

آپ کو کامیابی نہیں ملی اب ہم نے توبہ کرلی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے برائیوں کو چھوڑ دیا ہے اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں آپ کی مرضی ہمارے ہاتھ کاٹیں، ہمیں کوڑے لگائیں، سولی چڑھائیں، قید رکھیں یا اللہ کے لئے معاف کردیں۔ اس کے ساتھی یہ سن کر راضی ہوگئے اور سارے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز کے بعد ان کے سردار نے کھڑے ہوکر وہی اعلان کیا جس کا اس نے اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کیا تھا امیر شہر یہ اعلان سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو اللہ کے لئے معاف کردیا سردار نے یہ سن کر کہا کہ اے امیر شہر ہماری کچھ مدد کیجئے تاکہ ہم طرسوس پہنچ کر جہاد کرسکیں۔ امیر شہر نے ان میں سے ہر ایک کو گھوڑا، مکمل اسلحہ اور پچاس پچاس دینار دیئے اور انہیں رخصت کردیا یہ ساتوں طرسوس پہنچ کر دو مہینے تک وہاں رہے اس دوران خبر آگئی کہ روم کے عیسائیوں نے مملکت اسلامیہ پر حملے کے لئے لشکر بھیج دیا ہے اس لشکر میں دو بڑی صلیبیں ہیں اور ہر صلیب کے ساتھ دس ہزار جنگجو ہیں۔ اور یہ لشکر طرسوس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر بھی دفاع کے لئے اپنے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور یہ سارے حضرات بھی لڑائی کے لئے نکل کھڑے ہوئے جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہوگئے تو یہ ساتوں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور چوری کرتے تھے اس وقت ہم کسی کی مدد کے محتاج نہیں ہوئے تو کیا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والے عمل جہاد میں ہم لوگوں کے سہارے لڑیں گے؟ حالانکہ ہمارے نیچے بہترین گھوڑے ہیں ہمارے پاس خطرناک اسلحہ ہے اور ہماری نیتیں بھی خالص اللہ کے لئے ہیں چلو ہم لشکر سے الگ ہوجاتے ہیں جب دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہوجائے گی تو ہم ساتوں مشرکین پر یکبارگی حملہ کردیں گے فتح یا شہادت میں سے ایک تو ہمارا مقدر ضرور بنے گی یہ طے کرتے وہ لشکر سے الگ ہوگئے جب لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے اچانک پیچھے سے مشرکین [عیسائیوں] پر حملہ کردیا اور ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس بادشاہ روم کے سامنے پہنچا تو اس نے کارگزاری سن کر پوچھا کہ پیچھے سے کس نے تم پر حملہ کیا تھا۔ لشکر والوں نے کہا وہ سات آدمی تھے جنہوں نے ہمارے لشکر کی صفوں کو توڑ دیا جس سے ہمیں شکست ہوئی۔ رومی بادشاہ نے ایک اور صلیب نکالی اور اپنے ایک جرنیل کو دے کر کہنے لگا کہ یہ تیرے پاس تین صلیبیں ہیں اور تیس ہزار کا پیادہ اور گھڑسوار لشکر۔ جاؤ اور طرسوس پر لشکر کشی کرو جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کی اطلاع طرسوس میں پہنچ گئی۔ مسلمانوں کا لشکر بھی مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا یہ ساتوں جانباز بھی نکلے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے پہلے جیسی حکمت عملی طے کی۔ چنانچہ جب دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے پیچھے سے حملہ کر کے عیساؤں کے لشکر کو تتر بتر کردیا عیسائیوں کا لشکر شکست کھا گیا اور اس کے بچے کھچے سپاہی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ روم نے جب ان سے کارگزاری سنی تو وہ گالیاں بکنے لگا اور کہنے لگا تیس ہزار کا مسلح لشکر جسے ہم نے اپنے ملکوں کا سرمایہ کھلا کر پالا اور ہر طرح کی سہولتیں انہیں دیں سات آدمیوں نے اس لشکر کو کاٹ ڈالا؟ بادشاہ نے اس جرنیل کو معزول کر کے ایک اور جرنیل کو بلوایا اور اسے چار صلیبیں اور چالیس ہزار کا لشکر جرار دیا اور اسے کہا کہ جاؤ طرسوس پر چڑھائی کرو اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو شہر میں داخل ہو کر تمام مردوں کو قتل کردینا اور وہاں کی عورتوں کو اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آنا۔ اگر شہر فتح نہ کر سکو تو کوشش کرنا کہ ان سات آدمیوں کے سر کاٹ کر لے آنا جنہوں نے میرے دو لشکروں کو شکست دی ہے۔ اور اگر تم نے انہیں قیدی بنا لیا تو پھر انہیں لے کر میرے پاس آجانا یہ جرنیل جب طرسوس کے قریب پہنچا تو اس نے ایک صلیب کے ساتھ دس ہزار آدمی پہاڑوں میں چھپا دیئے اور خود وہاں سے کچھ آگے جا کر رک گیا۔ مسلمان حسب سابق مقابلے کے لئے نکلے وہ سات جانباز اپنی سابقہ حکمت عملی کے ساتھ میدان سے ہٹ کر پیچھے پہنچ گئے جب لڑائی شروع ہوئی انہوں نے پیچھے سے حملہ کردیا اور دشمن کو کافی نقصان پہنچایا مگر اچانک ان سات کے پیچھے

سے دس ہزار کا چھپا ہوا لشکر نکل آیا۔ اس طرح سے یہ ساتوں جانباز گھیرے میں آگئے اور بالآخر قید کر لئے گئے۔ رومی لشکر واپس پہنچا۔ جرنیل نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ کیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ان ساتوں کو پکڑ کر لے آیا ہوں۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ میں ان ساتوں کو کس طرح سے قتل کروں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ انہیں درمیان سے کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیجئے۔ ایک نے کہا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیجئے۔ مگر بعض عقلمند جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ انہیں مال و دولت دے کر اپنا ہم مذہب بنایا جائے تاکہ جس طرح انہوں نے اپنی بہادری سے ہمیں ذلیل کیا اسی طرح عیسائی ہو کر یہ اپنی بہادری سے ہمیں عزت بخشیں۔ بادشاہ نے اسی مشورے کو نہایت پسندیدگی سے منظور کر لیا۔ اور اس نے ان ساتوں کے امیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا یہ چھ آدمی تیرے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! بادشاہ نے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں اگر تو ہمارا دین اختیار کر لے تو میں اپنی ایک بیٹی سے تیری شادی کروں گا اور تجھے مال و دولت کے بھرے ہوئے سو اونٹ اور سو باغات دوں گا۔ یہ سن کر وہ امیر رونے لگا اور کہنے لگا مجھے نہ تیری بیٹی کی ضرورت ہے اور نہ مال کی میں ان چیزوں کی وجہ سے ہرگز اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بادشاہ نے اسے الگ ایک کونے میں بٹھا کر باقی چھ کو ایک ایک کر کے بلایا اور ہر کسی کے سامنے اپنی پیشکش دہرائی مگر ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسلام کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے اپنے جرنیلوں کو بتایا کہ ہماری تدبیر ناکام ہو چکی ہے۔ اب انہیں گمراہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ ایک جرنیل نے کہا آپ ایک دیگ میں تیل ڈال کر اس کے نیچے آگ جلا دیجئے جب تیل کھولے تو ان میں سے ایک کو اس میں اوندھے منہ کمر تک ڈال دیجئے ممکن ہے ایک دو کے مرنے کے بعد باقی کے دلوں پر اس دہشت ناک طریقے سے آنے والی موت کا خوف سوار ہو جائے اور وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ دیگ میں تیل بھر کر نیچے آگ جلا دی گئی بادشاہ نے ان ساتوں کو بلا کر ایک صف میں بٹھا دیا ان کے امیر نے

جب نظر اٹھائی تو اسے اوپر چھت پر سات حسین لڑکیاں نظر آئیں۔ جنہوں نے زرد رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سبز رومال تھا۔ امیر نے دل میں سوچا کہ اس ملعون بادشاہ نے ہمیں بددین کرنے کیلئے انتظام کیا ہے اوپر اپنی بیٹیاں بٹھا دی ہیں اور نیچے یہ عذاب جلا دیا ہے تاکہ ہم اس کھولتی دیگ سے ڈر کر اور لڑکیوں کے حسن سے مرعوب ہو کر دیگ میں مرنے کی بجائے لڑکیوں کو پانا پسند کریں اور اپنا دین چھوڑ دیں۔ امیر نے دل ہی دل میں دعاء کی کہ کاش میرے ساتھیوں کی نظر ان لڑکیوں پر نہ پڑے تاکہ وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ دیگ میں تیل جوش کھانے لگا بادشاہ کے حکم سے دو جرنیل کود کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان ساتوں میں سے ایک کو اٹھا کر دیگ میں الٹا دیا۔ وہ شخص آخری وقت میں پکار کر کہنے لگا میرے دوستو! تم پر سلامتی ہو تم گھبرانا نہیں یہ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے جبکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جرنیلوں نے اسے کمر تک تیل میں ڈال دیا اس کا یہ آدھا حصہ جل گیا اوپر بیٹھی ہوئی ساتوں لڑکیوں میں سے ایک اڑتی ہوئی آئی اور دیگ میں داخل ہو گئی اس نے سبز رومال میں کچھ ڈالا اور آسمان کی طرف اڑ گئی امیر نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکیاں تو حور عین ہیں بادشاہ کی بیٹیاں نہیں۔ عیسائیوں نے اس جلتے ہوئے شخص کو دیگ سے نکال کر ان باقی چھ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا اگر تم نے اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول نہ کی تو تم سب کو بھی اسی طرح قتل کر دوں گا اور اگر تم نے میری بات مان لی تو پھر تمہارے لئے ہر طرح کا اعزاز و اکرام ہو گا۔ وہ کہنے لگے تو ہمیں جلا کر مار یا تلواروں سے کاٹ ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔

بادشاہ نے ایک ایک کر کے باقی چھ میں سے پانچ کو اسی دیگ میں جلا کر شہید کیا اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی دیگ میں داخل ہو کر سبز رومال میں کچھ ڈال کر آسمان پر

جاتی رہی۔ اب صرف ایک لڑکی باقی تھی۔ اچانک وزیر اعظم آگے بڑھا اور وہ بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہ شخص مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ وزیر نے کہا میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اپنی اس لڑکی کو اس کی خادمہ بنادوں گا جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر میں نے آپ کی زیادہ بیویوں کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ ممکن ہے وہ اس کے دل کو موہ لے اور یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے تب میں اپنی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا اور اپنے مال میں اسے حصے دار بنادوں گا بادشاہ نے کہا لے جاؤ میں نے یہ شخص تمہیں دے دیا جب یہ واقعہ ہوا تو چھت پر بیٹھی ہوئی حور اٹھ کھڑی ہوئی اور خالی ہاتھ آسمان کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر امیر کہنے لگا یہ میری بدقسمتی کی وجہ سے ہوا۔

بادشاہ نے اسے کہا تم میرے اس وزیر کے ساتھ چلے جاؤ۔ امیر نے کہا میں صرف اس شرط پر اس کے ساتھ جاؤں گا کہ میں اس کے گھر میں مسجد بناؤں گا جہاں بلند آواز سے پانچ وقت اذان دوں گا۔ شراب نہیں پیؤں گا اور خنزیر نہیں کھاؤں گا بادشاہ نے وزیر اعظم سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ وزیر نے کہا اس کی ساری شرطیں منظور ہیں۔

اب وہ مسلمان قیدی وزیر کے گھر آگیا اور داخل ہوتے ہی مسجد بنانے میں لگ گیا۔ وزیر نے اپنی بیٹی سے کہا میں نے عربوں میں اس سے زیادہ بہادر اور خوبصورت کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ میں اسے بادشاہ کی سزائے موت سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ عیسائی ہو جائے تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کردوں اور اسے اپنا آدھا مال دے دوں۔ اب یہ ہمارے گھر میں رہے گا اور رات دن اس کا تمہارے علاوہ کوئی خادم نہیں ہو گا۔ لڑکی نے یہ ذمہ داری قبول کی اور وہ ہر دن زرق برق لباس اور طرح طرح کے زیور پہن کر آتی اور اس شخص کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی مگر اس بندہ خدا نے کوئی توجہ نہ کی اور نہ کبھی اس لڑکی کو کوئی کام بتایا۔ وہ جو کچھ لے آتی وہ لے لیتا تھا۔ ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی اسے کہنے لگی۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تم میں مردانگی نہیں ہے؟

تم اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤ میرا باپ ہم دونوں کی شادی کردے گا اور تجھے مالا مال کر دے گا۔ امیر نے کہا ہلاک ہو جا تو نے تو میری نماز خراب کر دی۔ مجھے نہ تو تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے مال کی۔ وزیر نے تو لڑکی کو اس مرد مؤمن کے پیچھے اس لئے لگایا تھا تاکہ وہ اس کے دل کو موہ لے اور اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے۔ لڑکی تو یہ نہ کر سکی البتہ اس مرد مومن کی شان بے نیازی نے لڑکی کے دل کو موہ لیا اور وہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور کہنے لگی کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے؟ امیر نے کہا نہیں۔ لڑکی نے کہا کیوں؟ تم ناپاک کافرہ ہو امیر نے برجستہ جواب دیا۔ لڑکی کہنے لگی اگر آپ اپنا دین نہیں چھوڑتے تو پھر میں اپنا دین چھوڑ دیتی ہوں آپ مجھے مسلمان کیجئے تاکہ میں آپ سے شادی کر سکوں۔ امیر نے کہا اے لڑکی یہ کافروں کا ملک ہے یہاں میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ہم یہاں سے بھاگ کر مسلمانوں کے ملک پہنچ گئے تو میں ضرور تجھ سے شادی کرلوں گا اور تیرے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کروں گا۔ اور نہ باندی رکھوں گا لڑکی نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر دس دن بعد عیسائیوں کا تہوار ہے۔ اس میں بادشاہ سمیت سب لوگ باہر نکلتے ہیں البتہ بیمار لوگ گھروں میں رہ جاتے ہیں جب تہوار میں دو دن رہ جائیں گے تو میں بیمار بن جاؤں گی چنانچہ میرا باپ مجھے تیرے پاس چھوڑ جائے گا تب ہم دونوں بھاگ نکلیں گے۔ تہوار سے دو دن پہلے وہ لڑکی بیمار بن گئی تہوار کے دن وزیر نے پوچھا کہ بیٹی تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ اس نے کہا نہیں میں بیمار ہوں۔ وزیر نے کہا کوئی بات نہیں اب تم دونوں اس گھر میں بالکل تنہا رہ جاؤ گے اگر یہ تمہارے ساتھ حرام فعل کرنا چاہے تو تم مت روکنا ممکن ہے اس طرح سے یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے تب تم دونوں کی شادی کردی جائے گی۔ لڑکی نے کہا ابا حضور میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ البتہ آپ دو گھوڑے چھوڑ جائیں۔ ممکن ہے کہ اگر میں اسے بدلنے میں کامیاب ہو گئی تو میں اسے لے کر آپ کے پاس تہوار کے سات دنوں میں کسی نہ کسی دن پہنچ جاؤں گی۔ تہوار کے دن دوپہر کے وقت

لڑکی نے کہا وہ لوگ تہوار کی جگہ پہنچ چکے ہوں گے اب شہر میں کوئی نہیں ہوگا کیا تم مسلمانوں کے ملک کا راستہ جانتے ہو؟ امیر نے کہا ہاں مجھے راستہ معلوم ہے۔ لڑکی نے اسلحہ نکالا اور کافی سارے ہیرے جواہرات بھی لے لئے اور خود مردوں کا لباس اور اسلحہ پہن لیا۔ امیر نے بھی اسلحہ زیب تن کیا اور وہ دونوں طرسوس کی طرف بڑھے یہاں سے طرسوس کا فاصلہ تیس منزل کا تھا۔

سفر میں انہیں دوسرا دن تھا اور انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں۔ تو انہوں نے دور سے غبار اٹھتا ہوا دیکھا امیر نے لڑکی سے کہا تمہاری نظر زیادہ تیز ہے دیکھو یہ غبار کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی مجھے چھ گھڑ سوار نظر آرہے ہیں ان کے نیچے اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ چھ گھڑ سوار ان دونوں کے پاس پہنچ گئے۔ جب امیر نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ اس کے وہ چھ شہید ساتھی تھے جنہیں بادشاہ نے جلا کر شہید کیا تھا۔ اس نے انہیں اور انہوں نے اسے پہچانا امیر نے انہیں کہا تمہیں تو بادشاہ روم نے شہید کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہر شہید زندہ ہوتا ہے اور صبح شام اللہ کی دی ہوئی روزی سے کھاتا پیتا ہے۔ امیر نے کہا آپ لوگ کہاں جارہے ہیں کیا اپنے گھروں کی طرف؟ وہ کہنے لگے ہمیں گھروں سے کیا؟ یہاں ان پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی انتقال فرما گیا ہے اور یہاں کوئی ایسا آدمی قریب میں نہیں جو اس کا کفن دفن کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے دفن کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ہم اپنے ساتھ کفن اور جنت کی خوشبو لائے ہیں۔ اب ہم جا کر اسے غسل دیں گے پھر کفنا کر قبر میں دفن کر کے واپس چلے جائیں گے۔ امیر نے انہیں کہا تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرما دی جبکہ میں محروم رہا۔ حالانکہ میں تمہارا امیر تھا۔ یہ میرے ساتھ وزیر کی بیٹی ہے اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا ہے یہ بھی میرے ساتھ بھاگ آئی ہے تم لوگ دعاؤں کے ذریعے میری مدد کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے طرسوس پہنچا دے۔

انہوں نے امیر کو یہ دعاء کہلوائی اور غائب ہو گئے۔

یا صمداً لایظلم، یا قیوما لا ینام، یا ملکا لا یرام، یا عزیزًا لایضام، یا جبارًا لا یظلم، یا محتجبا لایری، یا سمیعا لایشك، یا عادلاً لایجور، یا دائما لا یزول، یا حلیماً لا یلهو، یا قیوماً لا یفتر، یاغنیاً لا یفتقر، یا منیعاً لا یغلب، یا شدیدًا لایضعف، یاصادقالا یخلف، یا باسط الیدین بالجود یامن هو فی ملکه محمود یا علی المکان یا رفیع الشان یا لا اله الا انت، یا لا اله الا انت.

اے وہ بے نیاز جو ظلم نہیں کرتا، اے وہ قیوم جو نہیں سوتا۔ اے وہ بادشاہ جس کی بادشاہت دائمی ہے۔ اے وہ غالب جو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اے وہ بگڑی بنانے والے جو ظلم نہیں کرتا۔ اے وہ پوشیدہ جسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اے خوب سننے والے جو شک میں نہیں پڑتا۔ اے انصاف کرنے والے جو زیادتی نہیں کرتا۔ اے وہ دائم جس کے لئے فنا نہیں۔ اے وہ بردبار جو لہو نہیں فرماتا۔ اے تھامنے والے جو نہیں تھکتا۔ اے وہ غنی جو کبھی محتاج نہیں ہوتا۔ اے وہ غالب جس پر کوئی غالب نہیں ہوتا۔ اے وہ طاقت والے جو کمزور نہیں ہوتا۔ اے وہ سچے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے سخاوت کے ہاتھ [ہر کسی پر] پھیلانے والے اے وہ ذات جو اپنی سلطنت میں محمود ہے۔ اے اونچے مکان والے۔ اے بلند شان والے۔ اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امیر نے ابھی یہ دعاء پڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو چشمے سے پانی پی کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ امیر نے اسے کہا اے چرواہے یہ کافروں کا ملک ہے کیا تو ان

کے درمیان کھلم کھلا نماز پڑھنے سے نہیں ڈرتا۔ چرواہے نے کہا کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟ اس علاقے میں کافروں کا کیا کام؟

امیر نے کہا کیا تو ملک روم میں نہیں ہے؟ چرواہے نے کہا سامنے دیکھو کیا تمہیں طرسوس کی دیوار نظر نہیں آرہی۔ امیر نے دیکھا تو واقعی اس نے خود کو طرسوس کے قریب پایا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے لڑکی کو اسلام کی تلقین کی۔ لڑکی نے اسی چشمے پر غسل کیا اور وہ دونوں شہر میں داخل ہو گئے جہاں مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا وہاں ان دونوں کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹے عطاء فرمائے۔ (جامع الفنون)

[بزدلی اور کمزور دلی بے شک ایک عیب ہے، ایک بیماری ہے اور ایک مصیبت ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ اس قدر تاکید کے ساتھ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور صحابہ کرام کا بھی معمول تھا کہ وہ اس مرض سے پناہ مانگتے تھے اور بعض صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے تو باقاعدہ حضور اکرم ﷺ سے دعاء کی درخواست کی کہ یارسول اللہ میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بزدلی اور زیادہ سونے کے مرض کو دور کر دے۔

رات دن بزدلی کے شر سے اللہ کی پناہ پکڑنے اور اس مرض سے بچنے کے لئے مسلسل دعائیں کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں سے اس بیماری کو نکال دیا چنانچہ وہ روم سے ڈرے نہ فارس سے۔ انہیں نہ منافق دبا سکے نہ کافر وہ اکیلے تھے نہتے تھے مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور اس سے ایک شوشہ برابر دستبردار نہ ہوئے بڑی بڑی مسلح فوجوں نے انہیں گھیرا مگر وہ گھبرانے اور ڈرنے کی بجائے شیروں کی طرح للکارتے ہوئے اپنی ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر میدانوں میں نکلے اور انہوں نے ان لشکروں اور فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جنگل کے درندے اگر ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے انہیں بھی للکارا اور بالآخر اپنا حکم ماننے پر مجبور کر دیا خوفناک گہرائی والے سمندر اور دریا ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے بلاخطر اپنے گھوڑے ان میں ڈال دیئے۔ یہ ان کی شجاعت اور

دلیری ہی تھی کہ انہوں نے میدان جنگ میں ہاتھی دیکھے تو زندگی میں پہلی بار دیکھے جانے والے اس ٹینک نما جانور سے ڈرنے کی بجائے وہ اس سے بھی نبرد آزما ہو گئے۔ انہوں نے سروں پر عمامے اور جسم پر پیوند لگی لنگیاں باندھ رکھی تھیں مگر پھر بھی انہوں نے روم وفارس کے شاہانہ عسکری جاہ وجمال کو روند کر رکھ دیا۔ مگر آج بزدلی کا مرض مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیل چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اب اسے مرض نہیں نزاکت طبع سمجھا جاتا ہے آج بزدلی کو عیب نہیں بلکہ عقلمندی شمار کیا جاتا ہے چنانچہ بظاہر عقلمند اور حقیقت میں بزدلی کے گندے مرض میں مبتلا لوگ رات دن مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتے رہتے ہیں اور انہیں کافروں کی طاقت سے مرعوب کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اپنی لچھے دار باتوں اور چرب زبانی کے ذریعے جہاد کو فساد اور مجاہدین کو فسادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بزدلی کے مرض پر پردہ ڈالنے کے لئے مجاہدین کی برائیاں بیان کرتے ہیں یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کے دل میں کبھی جہاد کا خیال ہی نہیں آیا۔ اور نہ انہوں نے خود یا اپنی اولاد کو جہاد میں بھیجنے کی کبھی نیت کی ہے لیکن وہ اپنے اس روحانی روگ کو چھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل کہیں بھی شرعی جہاد ہی نہیں ہو رہا یا آج کل مخلص مجاہدین موجود نہیں ہیں یا اب فلاں عمل جہاد کا قائم مقام بن چکا ہے چنانچہ ہم فلاں فلاں دینی کام کر کے مجاہدین سے بھی افضل ہیں ان لوگوں کے دل اسلام کی عظمت کے احساس سے خالی اور دنیا سے کفر کو مٹانے کے جذبے سے محروم ہیں۔ یہ لوگ اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں اور وہ مجاہدین کی حمایت بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کہیں انہیں وقت سے پہلے موت نہ آجائے ان لوگوں کی زبانیں بہت چلتی ہیں مگر ان کے دلوں سے بزدلی کی بدبو آتی ہے یہ بزدل لوگ اسلام کے لئے کچھ قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ مساجد کے تحفظ کے لئے کچھ نہیں کرتے وہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کی نیت تک نہیں کرتے، اور قرآن مجید کی اس پکار پر لبیک نہیں کہتے جو اس نے مظلوموں کی

مدد کے لئے بلند کی ہے۔ یہ لوگ نا قابل اعتبار ہوتے ہیں کیونکہ وہ جان کے خوف سے کبھی بھی گمراہی کے گڑھے میں گر سکتے ہیں یا دنیاوی لالچ میں پڑ کر دین کو بدلنے کی ناجائز کوشش کر سکتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی محبت کے لئے اسی لئے منتخب فرمایا کہ وہ جان دینے والے تھے اور حق کی خاطر لڑنے والے تھے۔ ورنہ کوئی بزدل شخص جو بزدلی کو مرض بھی نہ سمجھتا ہو اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی نبی کی صحبت میں رہ سکے۔ کیونکہ اس طرح کا ڈرپوک شخص تو ہر مشکل وقت میں صرف جان ہی بچائے گا جبکہ نبی اور ان کے رفقاء جان دے کر ایمان بچاتے ہیں اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اے مسلمانو! آج کے ماحول نے کم و بیش ہم سب میں اس بزدلی کے مرض کو عام کر دیا ہے اور ہم اللہ کے شیروں کی اولاد ہو کر بزدل گیدڑ جیسی زندگی گزار رہے ہیں اور دنیاوی اشیاء کے غلام بنتے جا رہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ معمول بنانا چاہئے کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز کے بعد بزدلی اور کم ہمتی کے مرض سے پناہ مانگا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان امراض کے ازالے کی دعاء کیا کریں۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اسلاف خصوصاً حضرات صحابہ کرام اور امت کے مجاہدین کے واقعات بکثرت پڑھا کریں اور انہیں بیان کیا کریں۔ بے شک ان حضرات کا تذکرہ ہی دلوں سے بزدلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔

اسی طرح ہمیں اپنے اوپر جبر کر کے خود کو گھمسان کی لڑائیوں میں لے جانا چاہئے یہ وہ عمل ہے جو بہت جلد بزدلی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

یاد رکھئے بزدلی ایک شرم ناک مرض ہے جو انسان کے لئے دنیا آخرت میں شرمندگی کا باعث ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات سے شرم کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہوں کہ ہمارے اندر اللہ کے لئے جان دینے کا جذبہ نہ ہو۔ بلکہ ہم بزدلی میں مبتلا رہے ہوں۔

یا اللہ ہمیں قیامت کے دن کی شرمندگی سے بچا اور ہمیں بزدلی کے مرض سے نجات عطاء فرما اور ہمیں شجاعت، دلیری، جانبازی اور سرفروشی کی نعمت عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

خاتمہ الکتاب

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فرائض کے بارے میں بنیادی شرعی احکام کا علم حاصل کرے اور ہر مسئلے کے بنیادی اصولوں کو یاد رکھے جبکہ تفصیلات کے لئے اسے چاہئے کہ ائمہ کرام اور علماء کرام کی تقلید اور پیروی کرے۔

☆حدیث شریف میں آیا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرات محققین کے نزدیک اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہر عمل کے بارے میں مسلمان کے پاس اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جس کے ذریعے سے وہ اس عمل کو شریعت کے مطابق درست اداء کر سکے۔ چنانچہ ہر مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے جن پر جہاد کا درست ہونا موقوف ہے تاکہ اس کا جہاد شریعت کے مطابق رہے۔ ہم خاتمے کے پہلے حصے میں بعض ایسے ہی مسائل کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اس خاتمے کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلے حصے میں جہاد کے بعض شرعی احکام اور آداب کا ذکر ہے جبکہ دوسرے حصے میں بعض جنگی چالوں اور عسکری تدبیروں کو بیان کیا گیا ہے۔

واللہ المستعان و کفی۔

[جہاد کے مسائل کے بارے میں اردو قارئین اور موجودہ عسکری تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے بعض دیگر کتابوں سے بھی مدد لی ہے اور ۳۵ مسائل کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو مصنف شہیدؒ کی بیان کردہ ترتیب سے قدرے مختلف ہے]

خاتمۃ الکتاب

پہلا حصہ

مسئلہ نمبر ۱

شرعی امیر کی اجازت کے بغیر جہاد مکروہ ہے حرام نہیں البتہ بعض صورتوں میں امیر کی اجازت ضروری نہیں رہتی وہ صورتیں یہ ہیں۔

(۱) جو شخص کسی اکیلے کافر یا کسی مخصوص جماعت کے خلاف لڑنا چاہتا ہے اور یہ لڑنا شرعاً جائز بھی ہے ایسی حالت میں اگر وہ اجازت لینے جائے گا تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

(۲) اگر مسلمانوں کے امیر یا حاکم نے جہاد چھوڑ رکھا ہو اور وہ اور اس کی فوجیں دنیاداری میں مشغول ہو چکی ہوں جیسا کہ آج کل ہمارے ملکوں میں ہو رہا ہے تو ان حالات میں امیر یا حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے۔

(۳) اگر مجاہد کے لئے امیر یا حاکم سے اجازت لینا ممکن نہ ہو یا اسے غالب گمان ہو کہ اسے اجازت نہیں ملے گی تو ایسے وقت میں اس کے لئے بغیر اجازت کے نکل جانا مکروہ نہیں ہو گا۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا کوئی امیر یا حاکم نہ ہو تو اس کے نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا کیونکہ جہاد کو مؤخر کرنا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ (المغنی)

خلاصہ یہ ہے کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا واجب ہے اگر امیر موجود نہ ہو تو امیر کو تلاش کرنا چاہئے اور مجاہدین کو مل کر کسی ایسے شخص کو امیر بنا لینا چاہئے جس میں امارت کی شرعی شرائط موجود ہوں۔ یہ شرائط فقہ کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ بہر حال اگر

امیر موجود نہ ہو تو جہاد کو معطل نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ فوراً کسی کو امیر بنا کر اس عمل کو زندہ رکھنا چاہیے اور سخت مجبوری کے عالم میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنا چاہیے۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ اعلاء السنن ص ۲ ج ۱۲۔

مسئلہ نمبر ۲

امیر جہاد یا امیر المؤمنین کے لئے مندرجہ ذیل کام مسنون ہیں۔

(۱) اپنے لشکر سے اسکی بیعت لیناکہ وہ میدان سے نہیں بھاگیں گے جیساکہ حضور اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر فرمایا۔

(۲) دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے نگران دستے اور جاسوس بھجوانا اور دشمن کی مکمل خبر رکھنا۔

(۳) جمعرات کے دن علی الصبح لشکر لے کر نکلنا یا روانہ کرنا۔

(۴) علامتی جھنڈے یا کوئی اور علامتی چیز بنانا اور اپنے لشکر کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ہر جماعت کو الگ علامتی جھنڈا یا کوئی اور نشان دینا۔

(۵) ہر گروپ کے لئے ایسے مخصوص تعارفی کلمات مقرر کرنا جن کے ذریعے ہر گروپ دوسرے گروپ کو پہچان سکے اور کوئی کسی کو غلط فہمی میں نقصان نہ پہنچا سکے۔

(۶) دار الحرب میں پوری جنگی تیاری کے ساتھ داخل ہونا تاکہ اپنا بچاؤ رہے اور دشمن پر رعب پڑے۔

(۷) اپنے ضعیف اور کمزور لوگوں کے واسطے سے دعاء کرنا یا ان سے فتح کی دعاء کروانا۔

(۸) جب صفیں آمنے سامنے آجائیں تو اس وقت دعاء کرنا۔

(۹) مسلمانوں کو ڈٹ کر بہادری سے لڑنے پر ابھارتے رہنا۔

(۱۰) جنگ کو مؤخر کرنا یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں اور نصرت اتر آئے یہ تب ہے جب علی الصبح لڑائی نہ کر سکا ہو۔

(۱۱) لڑائی کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا مگر آواز کو بہت زیادہ بلند نہ کرنا۔

یہ وہ سنتیں ہیں جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے جہاد کے وقت قرآن مجید میں ذکر کرنے کا جو حکم ہے اس کے بارے میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آہستہ ذکر ہے۔ ہاں اگر مجاہدین اکٹھے حملہ کرتے وقت بلند آواز سے نعرہ لگائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے دشمن حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ ویسے احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ جنگ میں آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (ابوداؤد۔ المستدرک)

مسئلہ نمبر ۳

اقدامی جہاد کی صورت میں اگر دشمنوں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو پہلے دعوت دینا واجب ہے لیکن اگر ان تک دعوت پہنچ چکی ہو تو لڑائی سے پہلے انہیں دعوت دینا مستحب ہے اور بغیر دعوت دیئے قتال شروع کر دینا بھی جائز ہے لیکن اگر کافر حملہ کر دیں تو اس صورت میں تو دعوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تو ان سے اپنا اور اپنے علاقے کا دفاع کرنا فرض عین ہو جاتا ہے اسی طرح کافروں کے اسلام دشمن سرداروں کو قتل کرنے کے لئے جو جماعت جائے گی اس کے لئے بھی دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام دشمنی وہی کرتا ہے جس تک اسلام کی بات پہنچ چکی ہوتی ہے جیساکہ کعب بن اشرف اور ابو رافع یہودی کو قتل سے پہلے خصوصی طور پر دعوت نہیں دی گئی۔

مسئلہ نمبر ۴

مشرکین عرب کے علاوہ باقی تمام کافر اگر جزیہ دینے پر تیار ہوں تو ان کو ان کے

دین پر رہنے دیا جائے گا۔ امام احمد اور امام مالکؒ کے نزدیک مشرکوں کے لئے جزیہ نہیں ہے بلکہ ان کے لئے قتل یا اسلام ہے۔ پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵

دشمنوں پر شب خون مارنا جائز ہے اگرچہ ان میں عورتیں، بچے اور مسلمان بھی ہوں۔

مسئلہ نمبر ۶

اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو امام کے حکم دینے کے بعد وہ فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ اگر شرعی امیر کسی شخص کو نکلنے کا حکم دے دے تو اس شخص کے لئے نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷

اگر مسلمانوں کا امیر فاسق فاجر شخص ہو تو اس کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا جائز نہیں ہوگا بلکہ اس امیر کی قیادت میں جہاد کرنا مسلمانوں پر لازم ہوگا۔ لیکن مسلمان اگر ایسے امیر کو معزول کر دیں تو یہ اچھی بات ہے۔

مسئلہ نمبر ۸

جنگ میں عورت اور بچے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ لڑائی میں شریک ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے اسی طرح بہت بوڑھے اور معذور شخص کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ لڑائی میں کسی بھی طرح شریک ہوں حتیٰ کہ مشورہ یا مال دیتے ہوں تو انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تارک الدنیا درویشوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئے جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں ان کا قتل جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹

دشمن پر منجنیق نصب کرنا، ان پر آگ پھینکنا اور پانی چھوڑ دینا جائز ہے۔ اگرچہ ان میں ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں لیکن اگر ان میں کوئی مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہوں تو پھر بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

دشمن کے علاقے کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے اگر اس کا مقصد انہیں نقصان پہنچانا یا مجاہدین کے لئے راستہ صاف کرنا یا اپنے لئے مورچہ بنانا یا کافروں کو تنبیہ کرنا ہو۔ لیکن اگر درخت کاٹنے میں مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۱

وہ حکمران جو مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتا رہتا ہو اور ان کا حوصلہ پست کرتا رہتا ہو اس کو اسلامی لشکر میں نکلنے سے روک دیا جائے گا تاکہ وہ مسلمانوں کو خوف زدہ اور پست ہمت نہ کر دے۔

مسئلہ نمبر ۱۲

جہاد میں جعل یا اجرت اور وظیفے کا مسئلہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳

مجاہد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر اسے ضرورت ہو۔ اسے اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جو

اس کے جہاد میں خرچے، کپڑے، آنے جانے اور رہنے کے مصارف کے لئے کافی ہو اور اس کے گھوڑے اور اسلحے کے لئے بھی اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ اس مسئلے میں مجاہد سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد میں نکلا ہوا ہو۔ چونکہ ہمارے عرف میں آج کل اس کو بھی مجاہد کہتے ہیں جو جہاد کر کے واپس گھر آچکا ہو۔ یاد رکھئے! اس طرح کے مسائل کا تعلق صرف اس شخص سے ہے جو جہاد میں نکلا ہوا ہو۔ جہاد سے واپس آکر اپنے گھر رہنے والا ان مسائل کا مصداق نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وفی سبیل اللہ" سے مجاہد اور مرابط مراد لئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت مند مجاہد کو دوران جہاد تمام ذاتی اور جنگی ضروریات کے لئے زکوۃ دینا جائز ہے۔ اور مجاہد کے لئے لینا جائز ہے اسی طرح اگر اس کے اہل وعیال فقراء ہوں اور ان کی کفالت کا کوئی بندوبست نہ ہو تو ان کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اہل کتاب کفار یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ام خلاد رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیونکہ اسے اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔ (ابوداؤد باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم)

مسئلہ نمبر ۱۵

اگر کافر کچھ مسلمانوں کو بطور ڈھال کے استعمال کریں یعنی انہیں اپنے آگے آگے رکھیں تو مسلمانوں کے لئے ان پر تیر اندازی کرنا یا گولے پھینکنا جائز ہوگا مگر اس میں دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کو شہید کرنے کی نیت ہرگز نہ ہو۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں

کو بچانے کی حتی الوسع کوشش بھی کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۶

اگر کافروں کے کسی گولے یا آتشی مادے سے مسلمانوں کی کشتی یا جہاز میں آگ لگ گئی ہو تو ان کے لئے سمندر میں کودنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس حالت میں سلامتی کا زیادہ امکان ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۷

جنگ میں مشرکین سے استعانت [یعنی مدد لینا] جائز ہے۔ بشرطیکہ قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور جن سے مدد لی جارہی ہو ان پر سخت نگرانی ہو تاکہ وہ نقصان نہ پہنچا سکیں اور خیانت نہ کرسکیں۔

مسئلہ نمبر ۱۸

مقتولین کے سامان کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر اعلان کردے کہ ہر کافر کا سامان اس کے قتل کرنے والے کو ملے گا تب تو اس پر عمل ہوگا اور جو مجاہد جس کافر کو قتل کرے گا اس کا اسلحہ اور سامان اسی مجاہد کو ملے گا۔ لیکن اگر امیر نے ایسا کوئی اعلان نہ کیا ہو تو پھر ہر کافر کا اسلحہ اور سامان مال غنیمت میں جمع کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۹

امیر یا حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ اعلان کردے کہ جس کے ہاتھ جو سامان لگے گا

وہ اسی کا ہو گا امیر کے اس اعلان کے بعد جس مجاہد کے ہاتھ جو کچھ لگے گا وہ اسی کی ملکیت ہو گا لیکن فقہاء کرام نے اس طرح کے اعلانات کو پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ البتہ مسئلہ نمبر ۱۸ میں جس اعلان کا تذکرہ ہے وہ تو مسنون ہے۔ بہر حال اس طرح کا کوئی اعلان کرنے سے پہلے اس کے انجام اور مجاہدین پر پڑنے والے اس کے اخلاقی اثرات کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء کرام نے اس مسئلے کی مکمل تفصیلات کو بیان فرمایا ہے۔ فلیراجع۔

مسئلہ نمبر ۲۰

مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ جو خمس کہلاتا ہے وہ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے مصالح کے لئے خرچ کیا جائے گا باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۱

مال غنیمت کے مستحق صرف وہی مجاہدین ہوتے ہیں جو جنگ کے اخیر تک اور مال غنیمت کے جمع ہونے تک زندہ رہیں یا مال غنیمت جمع ہونے سے پہلے مجاہدین سے بطور کمک آملے ہوں۔ چنانچہ جو مجاہد اس سے پہلے انتقال کر گیا یا مال غنیمت جمع ہونے کے بعد آیا تو وہ مال غنیمت کا مستحق نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۲۲

دشمن کے جو افراد مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوں مسلمانوں کا امیر ان کے بارے میں ہر وہ فیصلہ کر سکتا ہے جو مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہو۔ ان فیصلوں میں انہیں قتل کرنا، چھوڑ دینا، فدیہ لینا اور غلام بنانا سبھی کچھ آجاتا ہے البتہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اس

زمانے کے حالات اور مسلمانوں کے مجموعی مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۳

کافروں کے گرفتار ہونے والے بچے اور عورتیں مال غنیمت کے حکم میں آجاتے ہیں مگر اس میں بھی مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کا خیال رکھنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۴

مال غنیمت کی اشیاء مثلاً اسلحہ، سامان، مویشی وغیرہ اگر دوبارہ دشمن کے ہاتھ لگنے کا خطرہ ہو تو مویشیوں کو ذبح کر کے اور باقی سامان کو جلا کر یا دفن کر کے کافروں سے محفوظ کر لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۵

اگر چھوٹا بچہ بھی جنگ میں شریک ہو جائے یا عورت بھی جنگ میں زخموں کی مرہم پٹی کرنے یا پانی پلانے کے لئے آجائے یا غلام بھی جنگ میں شریک ہو جائے تو انہیں مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ تو نہیں دیا جائے گا البتہ انہیں رضخ دیا جائے گا یعنی مسلمانوں کا امیر اپنی مرضی سے انہیں مال غنیمت سے کچھ عطاء کر دے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۶

نَفَل اس انعام کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کا امیر مال غنیمت کے علاوہ کسی مجاہد یا کسی گروپ کو ان کے کسی کارنامے پر عطاء کرتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر نفل کا اعلان پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور بغیر اعلان کے امیر اپنی مرضی سے بھی دے سکتا ہے۔ مال غنیمت جمع ہونے

کے بعد امیر کو اسکے پانچویں حصے یعنی خمس میں سے نفل دینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷

وہ مال جو دشمنوں سے بغیر جنگ اور لڑائی کے ہاتھ آیا ہو وہ مال فئے کہلاتا ہے اگر مسلمانوں کا لشکر اس علاقے میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس علاقے کے لوگ خود ہی مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس مال کا مصرف جزیہ والا ہو گا۔ لیکن اگر مسلمانوں کے لشکر نے انہیں گھیر لیا اور پھر مال حاصل کیا تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۸

وہ مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو جائے اسے اگر فرار کا موقع مل جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا اس پر واجب ہے۔ اور اگر کافر اسے کسی شرط پر رہا کریں تو اس میں کافی ساری تفصیلات ہیں۔ بعض شرطوں کو پورا کرنا لازم ہے اور بعض کو پورا نہ کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آجائے تو وہ علماء کرام سے رجوع کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۹

کافر اگر مسلمانوں سے جنگ کے دوران کچھ مال و اسباب چھین کر دار الحرب میں لے جائیں تو وہ اس مال کے مالک بن جاتے ہیں اور شریعت ان کی ملک کو تسلیم کرتی ہے چنانچہ اگر پھر جنگ ہو اور مسلمان اس مال کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں تو اب یہ مال غنیمت ہو گا۔ لیکن کافروں کے مالک ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسے جمع کر کے دار الحرب لے گئے ہوں اگر دار الحرب لے جانے سے پہلے یہ مال ان سے چھین لیا گیا تو وہ اس کے اصل مالک کو لوٹایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳۰

دار الحرب کے کافروں سے ہدیہ لینا جائز ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ (۱) ہدیہ لینے میں کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو (۲) مسلمانوں کے لئے ذلت اور عار کی بات نہ ہو۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو ہدیہ قبول کرنا درست نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۳۱

مسلمانوں کے لشکر میں سے اگر کوئی بھی کسی کافر کو امان دے دے تو تمام اہل لشکر پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی ایک مسلمان کافروں کے کسی خاندان یا گروپ کو کہہ دے کہ میں نے تمہیں امان دے دیا ہے اور تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہو گا۔ اور مسلمانوں کے ہر بالغ مرد اور ہر عورت کے امان کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن بچے کے امان کا اعتبار نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۳۲

اگر مسلمانوں نے کسی کافر کو امان دے دیا اور وہ مسلمانوں میں آنے جانے لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جاسوس یا مخبر ہے تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان کے ملک میں کافر تجارت کے لئے آسکتے ہیں مگر پھر تاجروں کے روپ میں جاسوس آگیا تو اسے قتل کرنا جائز ہے کیونکہ امان تاجروں کے لئے تھا۔ جاسوسوں کے لئے نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۳

بغیر سخت ضرورت کے مسلمانوں کا مشرکوں اور کافروں کے زیر تسلط علاقوں میں رہنا سخت مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۴

حربی کافروں کو اسلحہ اور اسی طرح کی ایسی دوسری اشیاء جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں بیچنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵

مجاہدین کے چھوٹے گروپ جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے جائیں۔ البتہ اگر بہت بڑا محفوظ لشکر ہو تو اس میں قرآن مجید لے جانے کی اجازت ہے۔ یہی حکم مسلمان عورتوں کو جہاد میں اپنے ساتھ لے جانے کا ہے۔ البتہ ان کے لئے محفوظ اور بڑے لشکر کے ساتھ ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

خاتمۃ الکتاب

دوسرا حصہ

جہادی آداب، عسکری تدابیر اور جنگی چالوں کے بیان میں

اس موضوع پر بعض حضرات نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں چونکہ اس کتاب میں تفصیل کا موقع نہیں ہے اس لئے ہم صرف اس موضوع کی بعض ان اہم اور اصولی باتوں کو ذکر کریں گے جن کا جاننا مجاہدین کے لئے ضروری ہے۔

[۱] بعض حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمام آداب جہاد کو ان دو آیتوں میں بیان فرمادیا ہے۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(الانفال۔۴۵۔۴۶)

اے ایمان والو! جب (جہاد میں) تمہارا کسی لشکر سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حکماء کا یہ قول درست ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور یہ باتیں جس جماعت میں بھی پائی جاتی ہیں وہ فتح یاب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کی تعداد کم ہو وہ پانچ باتیں یہ ہیں۔

(۱) ثابت قدمی۔

(۲) کثرت ذکر اللہ۔

(۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔

(۴) ایسے نزاع سے بچنا جو بزدلی اور کمزوری پیدا کرے کیونکہ متحد مسلمانوں کی مثال تیروں کی گٹھی جیسی ہے جسے توڑا نہیں جاسکتا لیکن اگر یہ گٹھی کھول دی جائے تو ایک ایک کر کے تمام تیروں کو توڑا جاسکتا ہے۔

(۵) صبر، جو نصرت اور فتح کا خلاصہ اور اصل سبب ہے۔ پس ان پانچ چیزوں میں سے جس قدر چیزیں کم ہوں گی اسی قدر جنگ میں کامیابی کے امکانات کم ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

[۲] حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الحَرْبُ خدعَةٌ لڑائی ایک چال ہے۔

[یہ لفظ خُدْعہ اور خَدْعہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے] (بخاری۔ مسلم)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرو بن عبدود [مشرک] اور حضرت علیؓ مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا میں دو آدمیوں کے مقابلے کے لئے تو نہیں نکلا یہ سن کر عمرو بن عبدود دائیں بائیں دیکھنے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسپر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔

خلیفہ ہادی کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے خالی ہاتھ ایک مسلح خارجی کو صرف جنگی چال کے ذریعے قتل کیا اور اپنی جان بچائی۔

[سوانح قاسمی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ شاملی کی لڑائی میں انگریز فوج کا ایک سکھ فوجی جو حضرت سے چار گنا زیادہ ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ حضرت کو شہید کرنے کے لئے آپ کے سر پر پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ مولوی قاسم تم نے بہت گڑبڑ پھیلائی ہے اب تمہارا وقت آگیا ہے۔ حضرت

بڑے اطمینان سے کھڑے رہے اور اسے فرمایا باتیں کیا بناتا ہے اپنے پیچھے کی تو خبر لے وہ فوجی پیچھے مڑا تو حضرت کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا]

اس طرح کی چالوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے۔

رب حیلۃٍ انفع من قبیلۃٍ.

ترجمہ: بعض چالیں پورے قبیلے سے زیادہ طاقتور اور مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

بعض عقل مندوں کا قول ہے کہ جب تم دشمن کا مقابلہ قوت اور طاقت سے کرو گے تو پھر جب تک اسے اپنے سے کمزور نہ دیکھ لو اس وقت تک آگے نہ بڑھ سکو گے لیکن اگر تم نے کسی چال یا تدبیر کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا تو دشمن جس قدر طاقتور کیوں نہ ہو اسے زیر کرنا کچھ مشکل نہیں ہو گا۔

[۳] سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی جنگ یا کارروائی سے پہلے اسے خفیہ رکھنا چاہئے اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے کوئی بھی آپ کے اصلی ہدف کو نہ سمجھ سکے یہ اخفاء قریبی اور دور، عام اور خاص ہر کسی سے رکھنا چاہئے لیکن اگر اس جنگ یا کارروائی کو ظاہر کرنا کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری ہو تو پھر اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک کا کھلم کھلا اعلان فرمایا تاکہ صحابہ کرامؓ اچھی طرح تیاری کر سکیں جبکہ آپ کا عمومی معمول یہ تھا کہ آپ اپنی جنگ اور کارروائی کو مکمل ہونے سے پہلے چھپاتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

[۴] اگر کسی ضرورت کے تحت یا بات چیت کے لئے دشمنوں کے پاس قاصد بھیجنا پڑے تو قاصد کے انتخاب میں خاص احتیاط اور اہتمام سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ قاصد وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے بھیجنے والوں کا عکس دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض قاصد اپنی قوت قلبی اور بے پناہ فصاحت اور قوت استدلال اور جرأت وہمت کے ذریعے سے دشمنوں کے عزائم کو ہلا دینے اور انہیں جھکنے پر مجبور کرنے کا سبب بن جاتے ہیں جبکہ بعض قاصد اپنی

بزدلی، کم ہمتی اور رعب سے محرومی کی وجہ سے اپنے بھیجنے والوں کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بن جاتے ہیں اور دشمنوں کے دلوں سے رہا سہا رعب بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایسا قاصد بھیجنا چاہئے جس کا دل مضبوط، عقیدہ پختہ، ذہن حاضر، عقل مکمل، زبان فصیح، اور لہجہ موثر ہو۔ اسی طرح ایک ہی قاصد کو بار بار دشمن کی طرف نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ بار بار آنے جانے کی وجہ سے اس قاصد کی ان کافروں سے کچھ دوستی یا ہمدردی ہو جائے۔ یا وہ اسے تحفہ یا ہدیہ دے کر رام کرلیں۔ یا کسی اور لالچ میں مبتلا کردیں۔

ماضی میں بھی قاصدوں کی غداری کی وجہ سے بہت سارے نقصانات پہنچ چکے ہیں اس لئے قاصد بدل بدل کر بھیجنے چاہئیں۔ ہاں اگر کوئی قاصد ایسا ہو جو ہر طرح کے شک سے بالاتر اور بہت مضبوط ہو تو ایسے قاصد کو بعض اوقات دوبارہ بھیجنا مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے سابقہ مجلسوں کی وجہ سے دشمنوں کے ساتھ نمٹنے کا سلیقہ بھی آجاتا ہے اور اس کے لئے بات کو پایہ تکمیل تک پہنچانا بھی آسان ہوتا ہے۔

[۵] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سریہ چار سو کا ہے، بہترین جیش چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔

(ابوداؤد)

[۶] لشکر سے آگے جانے والے دستے کا امیر لازماً ایسا شخص ہونا چاہئے جسے جنگ اور اس کی تمام تدابیر کا علم ہو کیونکہ اگلے دستے کی شکست لشکر کے لئے کم ہمتی کا سبب اور ایک بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ امیر کو چاہئے کہ دشمن کے سامنے گھوڑے سے زیادہ سننے والا، عقاب سے زیادہ دیکھنے والا، کوے سے زیادہ محتاط، چیتے سے زیادہ جھپٹنے والا اور شیر سے سخت حملہ کرنے والا بن کر لڑے اور اپنے پورے دستے کو ایک جسم کی طرح چلائے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اتارے، صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جب کسی منزل پر

اترتے تھے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تھے یہاں تک کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلایا جاتا تو سب اس کے نیچے آجاتے۔

[۷] امیر لشکر کو چاہئے کہ وہ مجاہدین کے درمیان جہاد کے فضائل کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت پڑھا کرے اور غزوات وجہاد کی کتابیں، عرب کی جنگوں، مسلمانوں کی فتوحات، مجاہدین کی جنگی تدابیر، گھڑ سواروں کی ترتیب، بہادروں کے مقامات، ان کے معرکے اور ان کی میدان جنگ میں مضبوطی، ثابت قدمی اور دشمنوں کے اندر گھس کر لڑنے کے واقعات پر مشتمل کتابیں پڑھا کریں، کیونکہ اس سے ایمان والوں کے دل مضبوط ہوں گے اور بزدلوں کے دلوں سے کمزوری دور ہوگی اور آگے بڑھ کر جانبازی کرنے والوں کی جرأت میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح اسے چاہئے کہ جہاد کے فضائل، جہاد کے دلائل اور جہاد چھوڑنے کی وعیدیں بھی بیان کرے اور ان میں سے اچھے اعمال والے مخلص مجاہدین سے محبت کا اظہار کرے اور انہیں اپنا قرب عطاء کرے اس طرح سے جہاد اور دیگر نیک اعمال اکثر مجاہدین کے نزدیک مرغوب بن جائیں گے۔

[۸] جنگی تدبیروں میں سب سے اہم چیز امیر لشکر اور کمانڈروں اور علم برداروں کا انتخاب ہے کیونکہ یہ بات ضروری ہے کہ تمام عسکری امراء اور کمانڈر ایسے افراد ہوں جن کا ایمان مضبوط، دل طاقت ور، مزاج جنگی اور حواس پختہ ہوں۔ اور انہیں جنگوں کا اور آگے بڑھ کر لڑنے کا تجربہ ہو اور وہ ماضی میں بھی شجاعت اور جانبازی دکھا چکے ہوں۔ کیونکہ امیر یا کمانڈر کا اثر پورے لشکر پر پڑتا ہے اگر امیر اور کمانڈر مضبوط ہوگا تو پورے لشکر میں جانبازی، سر فروشی، ایمانداری اور عزم کی بجلی دوڑ جائے گی کیونکہ امیر یا کمانڈر کی لشکر میں حیثیت وہی ہوتی ہے جو جسم میں دل کی۔ اگر دل اچھا ہو تو پورا جسم اچھا رہتا ہے اور اگر دل میں فساد ہو تو پورے جسم میں فساد آجاتا ہے۔

بعض تجربہ کار حضرات کا فرمان ہے کہ ایک شیر جو ہزار لومڑیوں کی قیادت کر

رہا ہو اس لومڑی سے بہتر ہے۔ جو ہزار شیروں کی قیادت کر رہی ہو۔

امام سرماریؒ فرماتے ہیں کہ امیر لشکر یا کمانڈر میں دس خصلتیں ہونی چاہئیں۔

(۱) دل کی مضبوطی میں شیر جیسا ہو	کہ شیر بزدلی نہیں دکھاتا۔
(۲) دشمن کے سامنے تکبر میں چیتے جیسا ہو	کہ وہ پستی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔
(۳) بہادری میں ریچھ جیسا ہو	کہ وہ اپنے تمام اعضاء سے لڑتا ہے۔
(۴) حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو	کہ وہ پیٹھ نہیں پھیرتا۔
(۵) آگے بڑھنے میں بھیڑیئے جیسا ہو	کہ جب وہ ایک طرف سے مایوس ہوتا ہے تو دوسری طرف سے حملہ کردیتا ہے۔
(۶) اسلحہ اٹھانے میں چیونٹی جیسا ہو	کہ وہ اپنے وزن سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہے۔
(۷) ثابت قدمی میں چٹان کی طرح ہو	------------------
(۸) استقامت میں گدھے جیسا ہو	------------------
(۹) جرأت میں کتے جیسا ہو	کہ اگر اس کا شکار آگ میں چلا جائے تو کتا بھی آگ میں گھس جاتا ہے۔
(۱۰) موقع تاڑنے میں مرغے جیسا ہو۔	------------------

[۹] امیر لشکر یا کمانڈر کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ جنگ سے پہلے دشمنوں میں اپنے معتمد جاسوس پھیلادے اور ان کی ہر گھڑی کی خبر اپنے پاس رکھے۔ نیز ان کی تعداد، ان کے اسلحے، ان کی جنگی تدبیروں کی بھی خبر لگائے۔ اور دشمنوں کے اہم سرداروں اور بہادروں کے نام، ان کی حیثیت اور ان کے آپس میں تعلقات کی نوعیت کا پتا لگائے اور پھر ان میں سے بعض کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی پیش کش کر کے بغاوت پر آمادہ کرے اسی طرح اپنے لشکر میں ایسے خطوط پھیلادے جو دشمن کے بہادروں اور سرداروں کی طرف منسوب ہوں اور ان میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ وفاداری کا

اظہار ہو یہ خطوط اور پیغامات اپنے لشکر میں اس قدر پھیلادے کہ ان کی خبر دشمنوں تک بھی پہنچ جائے اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہو جائیں مگر یہ سب کچھ مضبوط بنیادوں پر ہونا چاہئے۔

علامہ جوزیؒ نے کتاب الاذکیاء میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مہلبؒ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص ابزی نامی ہے وہ زہریلے تیر بنانے کا ماہر ہے اور اب ہم ان تیروں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو چکے ہیں۔ مہلب نے کہا بس اتنی سی بات ہے آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی اس کا علاج کرتا ہوں۔ اس کے بعد مہلب نے ایک خط لکھا جس میں ابزی کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کا تحفہ مجھے مل گیا ہے۔ میں اس خط کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی بھجوا رہا ہوں آپ کا میرے ساتھ تعلق برقرار رہا تو میں آپ کا انعام اور بھی بڑھادوں گا۔ اور آپ کو جب ضرورت پڑے میں حاضر ہوں۔ یہ خط اور ایک ہزار روپے ایک قاصد کو دے کر کہا کہ تم جان بوجھ کر خوارج کے ہاتھ گرفتاری کی کوشش کرنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا اور خارجیوں نے وہ خط اپنے سردار قطری کو پہنچایا تو قطری نے فوراً ابزی کو قتل کروادیا اور کہا کہ جو شخص مہلب کو تحفے بھیجتا ہے اور اس سے تحفے لیتا ہے اس کے لئے یہی سزا ہے۔ بس اسی بات پر خوارج میں پھوٹ پڑگئی اور وہ سب الگ الگ ہوگئے ۔ ادھر مہلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب انہیں جنگ میں مصروف کر کے متحد ہونے کا موقع نہ دو کیونکہ اب یہ کبھی اکٹھے نہیں ہوسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

[۱۰] امیر لشکر یا کمانڈر کو چاہئے کہ وہ دشمنوں میں جھوٹی خبریں افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلانے پر خاص توجہ دے اور اس کے لئے ان کے اپنے محکمے ڈاک وغیرہ کا استعمال کرے اور اس بارے میں اموال خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے۔ کیونکہ دشمنوں کے خلاف تدابیر پر رقم خرچ کرنا میدان جنگ میں جانیں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ مفید ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسی تدبیریں سمجھادے جو ان پر

عمل کر سکتے ہوں اور ایسے لوگوں کے دل میں تدبیروں کا آنا جو انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکتے ہوں حسرت کا سبب ہے۔

جنگی تدابیر کے سلسلے میں علامہ ابن جوزیؒ نے یہ عجیب و غریب واقعہ نقل فرمایا ہے۔

عجیب واقعہ

مسلمانوں میں سے ایک بادشاہ نے ثمر قند پر حملہ کیا اور اسے محاصرے میں لے لیا مگر اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی بالآخر اس نے اپنے محافظوں سمیت شہر کے گرد چکر لگایا تو ایک آدمی کو پکڑ لیا اور اسکو لالچ وغیرہ دے کر اپنا بنا لیا اور شہر کے بارے میں اس سے پوچھا اس آدمی نے کہا اس شہر کا حاکم تو ایک احمق آدمی ہے جسے کھانے پینے اور عورتوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہے لیکن اس کی ایک بیٹی ہے جو شہر کا نظام چلا رہی ہے اگر یہ لڑکی نہ ہوتی تو شہر تباہ ہو گیا ہوتا۔ مسلمان حاکم نے اس آدمی کو کچھ تحفے تحائف دے کر اس لڑکی کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم میری طرف سے اس لڑکی سے کہہ دینا کہ میں ملک عرب سے تمہاری عقل مندی کے چرچے سن کر آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے نکاح کروں اور تم سے میرا بیٹا ہو جو عرب و عجم کا حکمران بنے۔ میں یہاں مال کے لالچ میں نہیں آیا۔ بلکہ میرے پاس تو سونے چاندی کے بھرے ہوئے چار ہزار تابوت ہیں۔ میں چاہتا ہوں یہ تابوت تمہارے حوالے کر دوں اور خود چین کی طرف روانہ ہو جاؤں اگر واپس آ گیا تو شادی ہو جائے گی ورنہ یہ مال تمہارا ہو جائے گا۔ جب یہ پیغام اس لڑکی کو پہنچا تو اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے یہ منظور ہے۔ تم مال کے تابوت بھجوا دو۔ مسلمان حاکم نے اس کی طرف چار ہزار تابوت بھجوا دیئے اور ہر تابوت میں دو آدمی بٹھا دیئے اور ایک مخصوص گھنٹی اپنے ساتھ رکھی کہ جب یہ بجائی جائے تو تابوتوں میں بند مجاہدین باہر نکل آئیں۔ جب تابوت شہر میں داخل ہو گئے تو اس نے گھنٹی بجائی اور مجاہدین نے باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور پھر پورا لشکر شہر میں

فاتحانہ طور پر داخل ہو گیا۔ (کتاب الاذکیاء)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اسکندر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار اسکندر اپنے لشکر سمیت اہل فارس کے مقابلے میں نکلا جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تو اسکندر نے اعلان کروا دیا کہ اے فارس والو! ہم نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب تم میں سے جو اس وعدے کو پورا کرنا چاہتا ہے کر لے یہ اعلان سنتے ہی اہل فارس کا پورا لشکر ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی جو ان کی شکست کا باعث بنی۔ (کتاب الاذکیاء)

[۱۱] امیر لشکر کو مجاہدین کی میدان جنگ میں خود ترتیب بنانی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی قوت بہادری اور صلاحیت کے مطابق جگہ پر رکھنا چاہئے اور پورے لشکر کے باہمی ربط کا انتظام بہت مضبوط رکھنا چاہئے اور اسے اپنی جگہ مخفی رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اپنے مخصوص ساتھیوں کی جگہ بدلتا رہے اور خود کو دشمنوں سے خفیہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔

[۱۲] جب بھی کسی شہر پر قبضہ کرنا ہو تو پہلے اس شہر کے آس پاس کی بستیوں، مضافاتی علاقوں اور باغات پر قبضہ کرنا چاہئے اس طرح سے اس شہر کا دفاع کمزور ہو جائے گا اور اس پر قبضہ آسان اور مستحکم ہو جائے گا۔

[۱۳] ام الذیال عبسیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اس کا بیٹا عرب کا مشہور بہادر تھا۔ اے میرے بیٹے! اگرچہ تمہیں اپنی قوت اور طاقت کا یقین ہی کیوں نہ ہو مگر پھر بھی تم اس وقت تک جنگ میں نہ کودو جب تک اس سے بھاگنے کا راستہ معلوم نہ کر لو کیونکہ انسان کے نفس کے پاس اگر اپنے بچاؤ کا حیلہ ہو تو یہ بہت طاقت کے ساتھ لڑتا ہے لیکن اگر نفس اپنے بچاؤ سے مایوس ہو چکا ہو تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور بہترین طاقت وہ ہے جس کے پیچھے تدبیر ہو۔ تم اپنے دشمن کے سامنے بھیڑیئے کی طرح بیٹھو اور کوے کی طرح اس سے اڑ جایا کرو کیونکہ بچاؤ اور احتیاط شجاعت کی لگام ہے اور لاپرواہی بہادری کی دشمن ہے۔

ابوالسرایا جیسے عاقل آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا۔

اے میرے بیٹے! تم اپنی تدبیر پر اپنی قوت سے زیادہ اعتماد کرو اور اپنی احتیاط پر اپنی بہادری سے زیادہ بھروسہ کرو کیونکہ جنگ بے پروا کے لئے لڑائی ہے اور محتاط کے لئے غنیمت ہے اچھی طرح جان لو کہ جب شہروں پر زوال آتا ہے تو ان کی تدبیریں ان کے لئے وبال بن جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو اترنے کی اجازت دیتا ہے تو آفت تدبیر میں ہوتی ہے۔

بعض عقلمندوں کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے دشمن کو کمزور سمجھا وہ دھوکے میں پڑ گیا اور جو دھوکے میں پڑ گیا اس کا دشمن اس پر فتح یاب ہو جائے گا جنگ میں اپنے دل میں جرأت پیدا کرو کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اور کافروں کے ساتھ اپنے بغض اور دشمنی کو یاد کرو کیونکہ یہ انسان کو کھڑا کرنے والی چیز ہے اور فرمانبرداری کو لازم پکڑو کیونکہ یہ جنگجو کا قلعہ ہے بعض جنگی چالیں بہادری سے زیادہ کام کر جاتی ہیں اور بعض دفعہ ایک بات یا جملہ لشکر کی شکست کا سبب بن جاتا ہے۔ صبر فتح کا راستہ ہے۔ دشمن سے لڑنے کو اپنی آخری تدبیر بناؤ [یعنی جب سارے حیلے اور تدبیریں ناکام ہو جائیں تب لڑائی شروع کرو] فتح تدبیر میں ہے ظلم کے ساتھ کامیابی نہیں مل سکتی لڑائی کے وقت بزدلی نہ دکھاؤ اور قدرت پانے کے بعد نرمی نہ کرو۔ اور غالب ہونے کے بعد زیادتی نہ کرو۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور اپنے جہاد کو حقیر دنیا کی لالچ سے پاک رکھو۔

[۱۴] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو پھر ڈٹ کر لڑو۔ (بخاری)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید تم اس کے ذریعے سے آزمائش میں ڈال دیئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو پھر اگر دشمن تلواریں لہراتے، چیختے چلاتے آجائیں تو تم زمین پر نہ بیٹھ رہو بلکہ

کہو اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے اور ان کے رب! ہماری اور ان کی پیشانی کا مالک تو ہے۔ تو ہی انہیں قتل فرمائے گا پھر جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو ان کی طرف یلغار کرو اور جان لو جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑو اور اللہ کا ذکر کرو اور اگر وہ شور شرابا کریں اور چیخیں چلائیں تو تم خاموش رہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب دشمن تمہارے قریب آجائیں تو ان پر تیر برساؤ اور اس وقت تک تلواریں نہ نکالو جب تک وہ تمہیں ڈھانپ نہ لیں [یعنی بالکل قریب نہ آجائیں]۔ (ابوداؤد)

[۱۵] حضور اکرم ﷺ نے لاشوں کو بگاڑنے، دشمنوں کو آگ سے جلانے، عہد توڑنے اور معاہدہ کر کے دھوکہ دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں منافق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) معاہدہ کرے تو دھوکہ دے (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن تین آدمیوں سے میں جھگڑا کروں گا۔ (۱) وہ شخص جس نے میرے نام کا عہد کیا پھر اس نے دھوکہ دیا (۲) وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی (۳) وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا پھر اس سے پورا کام لیا مگر اسے پوری اجرت نہ دی۔ (بخاری)

[قیامت کے دن جس شخص سے اللہ تعالیٰ جھگڑے گا اس کی ناکامی کے بارے میں کیا شک کیا جاسکتا ہے]۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو جمع فرمادے گا تو ہر دھوکہ دینے [اور عہد توڑنے] والے پر ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے۔ (مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے [یعنی کوئی بھی مسلمان کسی کافر کو ذمہ دے دے یا امان دے دے تو یہ سب کی طرف سے ہوگا] اور ان میں سے ہر ایک اس کی کوشش کرے گا جس نے مسلمان کا ذمہ توڑا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی کوئی جانی ومالی عبادت قبول نہیں کرے گا۔ (مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد نہیں اس کا ایمان نہیں یعنی جو عہد پورا نہیں کرتا وہ ایمان والا نہیں ہے۔ (مسند احمد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو قوم بھی عہد توڑتی ہے ان میں باہمی قتل وغارت عام ہو جاتا ہے (مستدرک صحیح علیٰ شرط مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالا یا اس کی خوشی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا [وکیل] ہوں گا۔ (ابوداؤد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو جان کا امان دیا اور پھر اسے قتل کردیا تو میں اس قاتل سے بری ہوں۔ اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

(ابن ماجہ۔ ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو [یا جس کے ساتھ بھی جان بخشی کا معاہدہ ہو] ناحق قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اور جنت کی خوشبو سو سال

کی مسافت سے آئے گی۔ (موارد الظمآن)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو معاہدے کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے اور دشمنوں کے ساتھ کئے ہوئے ہر معاہدے کو پورا کرنا چاہئے اور اگر غلط معاہدہ ہو گیا ہو تو جب تک اس معاہدے کے توڑنے کا اعلان نہ کردے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی اسی نہج پر تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اپنے قول وقرار اور معاہدوں کی پابندی کریں۔ اور ان میں سے جو بھی کسی کو امان دے دے باقی سب کو اس کے امان کا احترام کرنا چاہئے۔

آخری فصل

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے تم اسے بدلہ دو اگر بدلہ نہ پاؤ تو اس کے لئے دعاء کرو یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے تم اسے بدلہ دو اگر تم بدلہ دینے سے عاجز ہو تو اسے دعاء دو یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا شکریہ اداء کردیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے اور وہ قدردانوں کو پسند کرتا ہے۔ (طبرانی)

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں پر غور کرے جن سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور پھر ان لوگوں کے لئے دعاء کرے جو اپنی جانیں اللہ کے راستے میں قربان کر کے ان نعمتوں کو اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنے ہیں کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اگر حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے ساتھ شریک مجاہدین اور ان کے بعد جہاد کرنے والے حضرات کی ان تھک کوششیں اور محنتیں نہ ہوتیں تو آج نہ تو ہمیں اسلام کی نعمت نصیب

ہوتی اور نہ ہم انسان کہلائے جانے کے قابل ہوتے ان حضرات نے اپنی جانوں کو قربان کیا اپنے اموال بے دریغ اللہ کے راستے میں لٹا دیئے اور اپنی زندگیاں جہاد میں کھپادیں اور انہوں نے مشرق اور مغرب کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور اپنے پاک قدموں اور چمکتی تلواروں اور کوندتے نیزوں کے ذریعے زمین کی ظلمت کو مٹا دیا اور روم و فارس کے بادشاہوں کو ان کے اونچے تختوں سے نیچے اتار پھینکا اور ان کی کھوپڑیوں سے تاج اور غرور کو چھین لیا۔ چنانچہ دنیا ان کے قدموں کے نیچے زیر ہو گئی اور انہوں نے ہر طرف اسلام اور امن کی شمعیں روشن کردیں۔ اور آج تک ہم ان کی ان قربانیوں اور محنتوں کا صلہ کھا رہے ہیں۔ لیکن خود ہم نے جب سے ان کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور تلوار اور نیزوں کے ذریعے عزت و عظمت حاصل کرنے کی بجائے ہم عیاشیوں اور عیش پرستیوں میں پڑ گئے ہیں تو وہ موت جو کل تک ہمارے دشمنوں کو ڈراتی تھی ہمیں خوف زدہ کر رہی ہے اور وہ ذلت جسے ہمارے دشمن پینے پر مجبور تھے ہماری خوراک بنا دی گئی ہے آج ہم خشکی اور تری میں دشمنوں کے ہاتھوں اچک لئے جاتے ہیں اور ہمارے دشمن ہمارا چھپ کر اور کھلم کھلا اس طرح سے شکار کرتے ہیں جس طرح پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

آج ہم جہاد کو بھول چکے ہیں اور کافروں کے طور طریقوں کو اپنا کر تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں ہم نے عزت و عظمت کے روحانی میناروں کو بھلا دیا ہے اور ہم اپنے شاہانہ مکانات بنانے میں مصروف ہو چکے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے دروازے پر اپنی ذلت اور انکساری، کمزوری اور محتاجی کا رونا روتے ہیں اور تیرے حضور اپنے محتاج اور مجبور ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں اور ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے اے میرے پروردگار! میری اس تصنیف کو نامنظور فرما کر میری طرف نہ پھینک دینا اور نہ میری انگلیوں سے لکھی تحریر کو میرے خلاف قیامت کے دن گواہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں شہادت عطاء فرما تا کہ

ہم تیرے قرب کے اعلیٰ مقام کو پا سکیں اور جس دن تو چہروں کو روشن اور سیاہ کرے گا اس دن ہمارے چہرے کو روشن فرمانا۔ آپ بہت احسان فرمانے والے اور عام فضل فرمانے والے ہیں۔ اور آپ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت دے سکتا ہے نہ گناہ سے بچنے کی قوت۔ اے ہمارے پروردگار! سب سے اعلیٰ سب سے اکمل اور سب سے بلند رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے اپنی محنت سے شرک کے اندھیروں کو دور بھگا دیا اور جنہوں نے کفریہ طاقتوں کو اپنے جہاد اور بہادری سے مرعوب فرما دیا اور رحمتیں نازل فرما آپ کی معزز اور بزرگ آل پر اور آپ کے جانباز اور بہادر صحابہ پر جب تک میدانوں میں اسلحہ چمکتا رہے اور جب تک گھوڑے دوڑتے رہیں۔

وسلم تسلیما کثیرا دائماً ابدا.

[اسی دعاء پر حضرت مصنف شہیدؒ نے اپنی اس مبارک کتاب کو ختم فرمایا ہے اور اس دعاء میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت بھی مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرما دی۔ اللہ تعالیٰ اس دعاء کو ہم سب کے حق میں بھی قبول فرمائے اور ہمیں اس پوری کتاب پر عمل کرنے اور ہمارے ذریعے سے اس دور میں جہاد کی شمع کو روشن فرما کر کفر کے اندھیروں کا خاتمہ فرمائے اور دنیا میں جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے ہر جگہ مجاہدین کو کامیابی عطاء فرمائے اور مجاہدین کی صفوں میں اتحاد اور ان کے دلوں میں تقویٰ نصیب فرمائے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرمائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہر مجاہد کو سچا اور مخلص مجاہد بنا دے اور ہر گھر بیٹھنے والے مسلمان کو مجاہد بنا دے اور ہر مسلمان کو جہاد اور مجاہدین کا حامی بنا دے۔ اے اللہ! بہت سارے مسلمان جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کے جرم میں مبتلا ہیں۔ یا اللہ انہیں اس جرم سے توبہ کرنے اور اس جرم عظیم سے بچنے کی توفیق عطاء فرما دے۔

یا اللہ! بہت سارے لوگ مجاہدین کے روپ میں جہاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں یا اللہ ان لوگوں کو ہدایت عطاء فرما دے اور ہر مجاہد کے جہاد کو اور ہر جہاد میں خرچ کرنے والے

کے خرچ کو قبول فرمالے۔

یا اللہ شہداء کی شہادت کو قبول فرمالے۔ اور جہاد میں زخمی ہونے والوں کو شفاء عطاء فرمادے اور جہاد میں معذور ہونے والوں کو صبر، استغنا، اعلیٰ شان اور آخرت کا اجر عطاء فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں جس جگہ بھی مسلمان مغلوب و مظلوم ہیں یا اللہ! ان کی مدد فرمادے اور انہیں غلبہ عطاء فرمادے اور ان پر ظلم کرنے والوں کو تباہ و برباد فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب فرمادے۔ اور ہر جگہ اسلام کو نافذ فرمادے۔ یا اللہ! مجاہدین کی، ان کے قائدین کی اور ان کے خدمتگاروں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے راستے میں نکلے ہوئے ہیں۔ ان کے اہل و عیال اور گھر والوں کی حفاظت فرما۔ اور اپنی رحمت سے ان کی باعزت کفالت کا بندوبست فرمادے۔ یا اللہ شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی کفالت کا باعزت انتظام فرمادے۔ یا اللہ جو مجاہدین تیرے راستے میں نکل کر دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں ان کے ایمان کی حفاظت فرما۔ اور انہیں باعزت اور باعافیت رہائی عطاء فرماکر میدانوں میں لڑنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

یا اللہ! اس کتاب کے اردو ترجمے اور تلخیص کو اپنے دربار میں قبول فرمالے اور اسے میری بخشش کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! اس کتاب کو امت مسلمہ کی بیداری اور ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے شوق کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! امت کے اکابرین و مشائخ کے درجات بلند فرما اور ان کے فیوض کو ہر طرف عام فرمادے۔ یا اللہ! امارت اسلامیہ افغانستان کی خصوصی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین۔

وصل اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی اله واصحابه اجمعین

١٦/ جمادی الآخرہ ١٤١٩ھ بروز جمرات

بمطابق ٨/ اکتوبر ١٩٩٨ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ

"اللہ تعالیٰ تو اُن لوگوں کو محبوب بنا لیتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔"

فضائلِ جہاد مختصر

اسلام کے اہم فریضے
جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر صحیح بخاری کی چالیس احادیث اور ان کی تشریح
آسان اور علمی انداز میں مسئلہ جہاد کی وضاحت
تشریح میں سینکڑوں احادیث کا مجموعہ
اپنے موضوع پر ایک منفرد تحریر

تالیف

مولانا محمد مسعود اظہر صاحب

ناشر

ادارۃ الخیر (رجسٹرڈ)

(وقف)

فضائلِ جہاد مختصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل جہاد

مقدمہ

جہاد کے لغوی معنی

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے جس کا معنی خوب محنت اور مشقت کے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں جہاد کے لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

بذل اقصی ما یستطیعه الانسان من طاقته لنیل محبوب او لدفع مکروه

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں اس کی مکمل وضاحت کے لئے مذاہب اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں۔

(۱) الجهاد بذل الوسع والطاقة بالقتال فی سبیل الله عزوجل بالنفس والمال واللسان وغیر ذالك

اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور

دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔(البدائع والصنائع)

(۲) الجهاد دعوة الکفار الی الدین الحق وقتالهم ان لم یقبلوا.

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔(فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قتال المسلم کافراً ذی عهد لا علاء کلمة الله

جہاد کے معنی مسلمانوں کا ذی عہد کافروں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔(حاشیہ العدوی۔الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وشرعا بذل الجهد فی قتال الکفّار

اور جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔(فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الجهاد قتال الکفار

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔(مطالب اولی النہی)

یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف اب آئیے جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں

"جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا"۔ (فتح القدیر ص۱۹۱ج۵)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں

"جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے"۔ (فتح القدیر ص۱۹۱،ج۵)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: (۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد: یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدام جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اقدامی جہاد کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دشمن خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے اس لئے کافروں کو مرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوت اسلام کو دنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے رہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہے مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارالحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ شامی)

نبی اقدس ﷺ کے زمانے کا اکثر جہاد اقدامی تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اقدامی جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدامی جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن جب مسلمان اقدامی جہاد کے فریضے سے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہورہا ہے۔

دفاعی جہاد: یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

(۱) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

(۲) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

(۳) ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔

(۴) جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

(۵) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ: فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو

لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر۔ اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے لڑنا یہ اجماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا اور کوئی فریضہ نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔"

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا جس وقت کافر حملہ کر دیں بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافت سفر" کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

(نہایۃ المحتاج ص ۵۸، ج ۸)

قرآن مجید اور جہاد

قرآن مجید میں جہاد کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اور تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ اعمال میں سے جس قدر تفصیل قرآن مجید نے جہاد کی بیان کی ہے اور کسی عمل کی اس قدر تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ رب العزت نے اس عمل پر اہل ایمان کو کھڑا کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورتوں کی سورتیں نازل فرمائیں۔ سینکڑوں آیات میں مختلف انداز اور پیرائوں میں مسائل جہاد کو سمجھایا جہاد کے منافع اور مقاصد کا تفصیل سے بیان ہوا۔ مجاہد کے مقام کو مکمل وضاحت سے کھول کھول کر بیان کیا۔ جہاد نہ کرنے کے نقصانات اور

وعیدوں کو پوری طرح تفصیل سے بیان کیا گیا۔ قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور سمجھنے والے بعض بڑے مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہی جہاد ہے۔

قرآن مجید نے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح کو جا بجا استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنی قتال فی سبیل اللہ کے آتے ہیں اور خود قتال کا صیغہ بھی بار بار استعمال ہوا۔ کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے ۲۶ صیغے ہیں اور قتال کے ۷۹ صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی بعض پوری کی پوری سورتیں جہاد کے احکام و فضائل اور جہاد ترک کرنے والوں پر وعیدوں کے متعلق نازل ہوئیں جیسے دس رکوع پر مشتمل سورۃ انفال جس کا دوسرا نام سورۃ بدر ہے اور سولہ رکوع پر مشتمل سورۃ براۃ جس کے اور بھی کئی نام ہیں۔

قرآن مجید کی سورۃ حدید میں آلات جہاد کی طرف اشارہ ہے، سورۃ بقرہ، سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ میں بھی تفصیل سے جہاد کا بیان ہے۔ سورۃ احزاب، سورۃ محمد (قتال)، سورہ الفتح، سورۃ الصف کے جنگی ناموں ہی سے ان سورتوں کے جہادی مضامین کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سورۃ عادیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور سورۃ نصر میں جہاد کے ذریعے دین کے عالمگیر انقلاب اور مقبولیت کا بیان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ قرآن مجید کا صحیح طور پر مطالعہ کرے تو اس کی روح میدان جہاد میں جانے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے اور اسے جہاد کی حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس لئے دشمنان جہاد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھیں کیونکہ قرآن مجید کے سمجھنے والے کسی بھی مسلمان کو جہاد سے دور کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

حدیث شریف اور جہاد

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو قتال کرنے اور قتال پر ابھارنے کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں احکام پر کماحقہ عمل فرمایا۔ چنانچہ

ترغیب جہاد کے سلسلے میں آپ ﷺ کے ہزاروں فرامین کتب حدیث میں موجود ہیں۔

حضرات محدثین کرام نے آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق اقوال وافعال کو جمع فرمایا ہے۔ان اقوال وافعال کی کثرت کا اندازہ تو ان کتب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے جو کہ جہاد کی اہمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ ذیل میں ہم کتب حدیث میں کتاب الجہاد کے مقامات لکھ رہے ہیں تا کہ ذوق تحقیق رکھنے والے قارئین سہولت کے ساتھ احادیث جہاد تلاش کر سکیں۔

۱۔ صحیح بخاری شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۲۴۱ ابواب ہیں۔(صفحہ ۳۹۰ تا ۴۵۲ جلد اول)

۲۔ صحیح مسلم شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۰۰ ابواب ہیں(صفحہ ۸۱ تا ۱۴۴ جلد دوم)

۳۔ ترمذی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۵۵ ابواب ہیں۔(صفحہ ۲۸۲ تا ۳۰۲ جلد اول)

۴۔ ابوداؤد شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۷۶ ابواب ہیں۔(صفحہ ۳۴۲ تا ۳۶۲ جلد اول / ۲ تا ۹ جلد دوم)

۵۔ نسائی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۴۸ ابواب ہیں۔(صفحہ ۵۳ تا ۶۶ جلد دوم)

۶۔ ابن ماجہ شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۴۶ ابواب ہیں۔(صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۷)

۷۔ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجہاد جلد اول صفحہ ۳۲۹ تا ۳۵۵ (کل صفحات ۲۶)

۸۔ الترغیب والترہیب میں کتاب الجہاد صفحہ ۳۶۵ تا ۴۵۵ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں کتاب الجہاد صفحہ ۲۱۲ تا ۵۴۶ (کل صفحات ۳۳۴)

۱۰۔ سنن کبریٰ بیہقی میں کتاب الجہاد جلد ۹ صفحہ ۱ تا ۱۸۳ (کل صفحات ۱۸۳)

۱۱۔ کنزالعمال میں کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۲۷۸ تا ۶۳۷ (کل صفحات ۳۵۹)

۱۲۔ اعلاء السنن میں کتاب الجہاد جلد ۱۲ صفحہ ۱ تا ۶۷۴ (کل صفحات ۶۷۴)

کتب فقہ میں کتاب الجہاد کے مراجع

۱۔ فتح القدیر میں کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ تا ۳۳۳ (کل صفحات ۱۴۶)

۲۔ البحر الرائق میں کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۷۰ تا ۱۴۲ (کل صفحات ۷۲)

۳۔ فتاویٰ شامی میں کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ تا ۲۶۸ (کل صفحات ۱۴۹)

جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف

ویسے تو جہاد کی ضرورت اور اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل اور اعلیٰ مقام کے پیش نظر حدیث وفقہ کی ہر کتاب میں جہاد پر طویل ابواب باندھے گئے ہیں اور سینکڑوں صفحات پر جہاد کے فضائل واحکام کو لکھا گیا ہے مگر امت میں سے بعض اکابر نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائیں، ان اسلاف میں سے چند کے اسماء گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) ابو سلیمان داؤد بن علی داؤد الاصفہانی الظاہری المتوفی ۲۷۰ھ (کتاب الجہاد)

(۲) احمد بن عمرو بن الضحاک الشیبانی، ابو بکر، المعروف بابن ابی عاصم المتوفی ۲۸۷ھ (الجہاد)

(۳) ثابت بن نذیر القرطبی المالکی المتوفی ۳۱۸ھ (الجہاد)

(۴) ابراہیم بن حماد بن اسحاق الازدی المالکی المتوفی ۳۲۳ھ (کتاب الجہاد)

(۵) ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ (الجہاد)

(۶) ابو بکر محمد بن الطیب الباقلانی المتوفی ۴۰۳ھ (فضل الجہاد)

(۷) تقی الدین عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی الجماعیلی المقدسی المتوفی ۶۰۰ھ ان کی کتاب کانام "تحفۃ الطالبین فی الجہاد والمجاہدین" ہے۔

(۸) ابو محمد قاسم بن علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر ۶۰۰ھ (الجہاد)۔

(۹) عزالدین علی بن محمد الجزری المعروف بابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ (الجہاد)

(۱۰) بہاء الدین ابو المحاسن یوسف بن رافع المعروف بابن شداد الموصلی الحلبی المتوفی ۶۳۲ھ (احکام الجہاد)

(۱۱) ابو محمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی المتوفی ۶۶۰ھ۔ ان کی کتاب کانام "احکام الجہاد وفضائلہ" ہے۔

(۱۲) عمادالدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر الحافظ الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ۔ ان کی کتاب کانام "الاجتہاد فی طلب الجہاد" ہے۔

(۱۳) علی بن مصطفیٰ علاء الدین البوسنوی الرومی الحنفی الشہیر علی دده المتوفی ۱۰۰۷ھ (الجہاد وفضائلہ)

(۱۴) حسام الدین خلیل البرسوی الرومی المتوفی ۱۰۴۲ھ (فضائل جہاد)

(ماخوذ از مقدمہ کتاب الجہاد لابن المبارک از۔ ڈاکٹر نزیہ حماد)

جہاد کے موضوع پر اہم ترین تصنیف حضرت امام ابو عبدالرحمان عبداللہ بن المبارک المروزی الحنظلی کی "کتاب الجہاد" ہے۔ عظیم مجاہد اور بلند پایہ امام وفقیہ کے قلم سے نکلنے والی یہ تصنیف اپنے موضوع پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے یہ جواہر پارے بار بار چھپ چکے ہیں اور عوام وخواص میں مقبول ہیں۔

زمانہ قریب میں جن مصنفین حضرات نے جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر کامل سلامہ الدقس کی کتاب (آیات الجہاد فی القرآن الکریم) اور ڈاکٹر زحیلی کی کتاب آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی کا ایک خاص مقام ہے۔

راقم الحروف کو اول الذکر کتاب کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

جہاد کے موضوع پر جو کام کرنے کی سعادت ماضی قریب کے نامور عالم، عظیم مجاہد، "شہید عبداللہ عزام" کو حاصل ہوئی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ جہاد کے مٹے ہوئے فریضے کو زندہ کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اس رجل رشید کا انتخاب فرمایا۔ شہید عبداللہ عزام کی بیسیوں تصانیف اور سینکڑوں خطبات نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حضرت ڈاکٹر عبداللہ عزام نے خدمت جہاد پر جو تجدیدی کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ انکے چند مضامین کے علاوہ جو انہوں نے پاکستان کے سیاستدانوں اور افغان مجاہدین کے بعض ذرائع کے حوالے سے شخصیات اور جماعتوں کے عنوان سے لکھے ہیں، باقی تمام مقالات اور مضامین علم ویقین کی روشنی سے معمور اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو بیدار کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عصر حاضر کے عظیم محقق اور مایہ ناز مصنف شہید عبداللہ عزام کی کتابوں اور آپ کے خطبات سے استفادہ کریں۔

جہاد کے موضوع پر بہت سارے حضرات نے مختصر رسالے اور کتابچے "چہل حدیث" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری اور مولانا عبدالصمد سیال اور بہت سے دیگر حضرات شامل ہیں۔

ابھی حال ہی میں دار الکتب العربیہ پشاور نے علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب "اربعون حدیثا فی فضل الجہاد" شیخ مرزوق علی ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وخاتم النبیین، سیدنا محمد وعلی آله وأصحابه وأتباعه أجمعين.

حدیث (۱)

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جہاد کے برابر ہو، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو) پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کردو اور اس میں تمہیں سستی اور کاہلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو، اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی استطاعت کسے ہو سکتی ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری ص۔۳۹۱،ج۔۱ باب فضل الجہاد والسیر)

تشریح حدیث:

کسی بھی عمل کی فضیلت کا دارومدار اس عمل کے مقصود کی بلندی اور ضرورت پر ہوتا ہے چونکہ جہاد کا مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور یہ عظیم مقصد بغیر جہاد کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے جہاد کو دیگر اعمال سے زیادہ فضیلت والا بتایا گیا ہے۔ ویسے تو کسی عمل کا دوسرے کسی عمل سے افضل ہونا اور اس کی افضلیت کی وجوہات کو معلوم کرنا قیاس اور عقل کا کام نہیں۔ یہ تو محض اللہ رب العزت کے احسان اور فضل سے ہوتا ہے مگر بعض دینی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے افضلیت کی وجوہات تلاش کی جاتی ہیں تو جہاد کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جہاد دیگر اعمال کا محافظ ہے۔ جہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے بے خوف ہو کر تمام اعمال کی بھرپور ادائیگی کا موقع ملتا ہے اور اگر جہاد کے چھوڑ دینے کی وجہ سے کفار کا غلبہ ہو جائے تو تمام دینی اعمال اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ جہاد میں انسان اپنی دونوں محبوب چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے یعنی جان اور مال کی جبکہ دیگر اعمال میں قربانی کی یہ شان نہیں پائی جاتی اس لئے کسی عمل کو جہاد کے برابر قرار نہیں دیا گیا۔ باقی وہ احادیث وروایات جن میں جہاد پر دوسرے اعمال کی افضلیت کا ذکر ہے تو وہ جزوی فضائل ہیں اور اپنے اپنے مقام پر مسلم ہیں ورنہ اس حدیث سے حضرات محدثین کرام نے مطلق طور پر جہاد کے دیگر اعمال سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے جہاد کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اعمال جہاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (فتح الباری ص۔۵،ج۔۶)

حدیث (۲)

مجاہد سب سے افضل

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا

گیا کہ لوگوں میں کون سب سے افضل ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ (افضل ہے) ارشاد فرمایا وہ مؤمن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اور اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کے شر سے محفوظ ہو۔ (لوگوں سے الگ تھلگ قطع تعلق کرکے ان کے شرور سے محفوظ ہو)

(صحیح البخاری ص۔۳۹۱،ج۔۱ باب افضل الناس مومن مجاہد)

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مؤمن دیگر مسلمانوں سے افضل ہے۔ اسی چیز کا اعلان واضح طور پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. (سورۃ النساء آیت ۹۵)

ترجمہ: اللہ پاک نے اپنی جان اور مال کے ساتھ لڑنے والوں کا درجہ بڑھادیا ہے بیٹھ جانے والوں پر اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زیادہ کیا اجر عظیم لڑنے والوں کا بیٹھ جانے والوں سے۔

جہاد کی اسی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور ﷺ نے جہاد میں بنفس نفیس شرکت کی اور اپنے جانثار صحابہ کرام کو بھی اس عمل پر ابھارا جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے نزدیک جہاد سے مرغوب وافضل عمل کوئی اور نہ تھا۔ اس کی چند مختصر مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ حج کیا کرو۔ یہ بہت اچھا عمل ہے۔ اللہ پاک نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔

(کذا فی الکنز ص۔۳۵۸،ج۔۲)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے (جہاد) کی ایک رات کی چوکیداری مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلۃ القدر کی رات حجر اسود کے سامنے کھڑا عبادت کرتا رہوں۔

☆ حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ میں شہادت کے ہر یقینی مقام تک پہنچا لیکن میرا مقدر یہی تھا کہ میری موت بستر پر آئے۔ میرے نزدیک ایمان کے بعد اس سے افضل کوئی عمل نہیں کہ میں اندھیری رات میں اپنے گھوڑے اور ڈھال کے ساتھ جب آسمان (بارش کی وجہ سے) چمک رہا ہو صبح کا منتظر ہوں کہ صبح ہو تو دشمن پر حملہ کردوں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک ص۔۸۸)

☆ ارطاۃ بن منذر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے کس آدمی کا اجر وثواب زیادہ ہے۔ لوگوں نے آپ سے نماز و روزہ کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے اجر وثواب میں سب سے زیادہ امیر المومنین ہیں ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ ان لوگوں سے جن کا تم نے ذکر کیا ہے کون شخص اجر وثواب میں سب سے بڑا ہے اور امیر المومنین سے بھی بڑا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ ضرور فرمائیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ ایک چھوٹا سا آدمی جو ملک شام میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت کر رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں آیا کوئی درندہ اسے پھاڑ ڈالے گا یا کوئی کیڑا مکوڑہ اسے ڈس لے گا یا دشمن اس پر چھاپہ مار دے گا۔ یہ شخص اجر وثواب میں ان لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا بڑھا ہوا ہے

اور امیر المومنین سے بھی اجر وثواب میں زیادہ ہے۔ (کنزالعمال ص۔۲۸۹،ج۔۲)

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور انہیں باہر تک رخصت فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ بیہقی۔ص۔۱۷۳،ج۔۹)

کنزالعمال کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور اس نے جہاد کے لئے سواری مانگی۔ حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا کجاوہ کسا جب وہ آدمی سوار ہو گیا۔ تو حضرت عمرؓ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور تمنا کر رہے تھے کہ یہ آدمی ان کو دعا دے جب آپ اسے پہنچا کر واپس ہوئے تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ عمر کو جزائے خیر دے۔ (مختصر از کنزالعمال۔ص۔۲۸۸،ج۔۲)

اللہ پاک ہمیں بھی صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کے ساتھ ان جیسا تعلق رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۳)

مجاہد کے درجات

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں۔ ان کے دو درجوں کا فاصلہ آسمان اور زمین کے آپس کے فاصلے کے برابر ہے۔ پس جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو۔ وہ جنت کا سب سے افضل درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اعلیٰ الجنۃ) کی بجائے (فوقہ فرمایا)

(صحیح البخاری ص ۳۹۱،ج۔۱ باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ)

تشریح حدیث:

چونکہ مجاہد دین کے غلبے اور عظمت کے لئے جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے اس لئے اللہ پاک اس کے اس عمل کے بدلے قیامت کے دن اس کو بلند درجات عطاء فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں دو درجوں کے درمیان کے فاصلے کو زمین و آسمان کے باہمی فاصلے کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد اس فاصلے کی زیادتی بیان کرنا ہے جبکہ ترمذی کی روایت میں دو درجوں کے درمیان سو سال کے فاصلے کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔ ان درجات کی وسعت کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا کہ اگر تمام جہانوں کو اس کے ایک درجے میں رکھا جائے تو سب اس میں آسانی سے سما جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قربانی اور ان کے عمل کے اعزاز میں ان کے لئے یہ سو درجات تیار فرمائے ہیں۔ درجات کے تیار فرمانے کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کی گئی جس کی چاشنی اور لذت ہر مجاہد اس حدیث کو پڑھ کر محسوس کرتا ہے۔ واقعی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے اللہ نے جنت کو خود سجایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاد کو عمل میں لانے سے دین کو رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزا بھی عمل کے مثل ہو گی۔

(حجۃ اللہ البالغہ۔ص۔۵۴۸)

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ دنیا اور آخرت میں بلند درجات اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کیلئے جہاد کے فریضے کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں تاکہ ان فضائل کے مستحق بن سکیں۔

حدیث (۴)

شہید کا محل

ترجمہ: حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اس رات کو (معراج کی رات) دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے، پھر مجھے لے کر درخت پر چڑھے، پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا۔ اس جیسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ مکان شہیدوں کا گھر ہے۔

(صحیح البخاری۔ ص۔ ۱۸۵، ج۔ ۱ وص ۳۹۱، ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

اس مبارک حدیث میں اللہ رب العزت کے ہاں شہداء کے اکرام واعزاز کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ نے شہداء کا جنت میں خوبصورت اور حسین محل معراج کی رات دیکھا جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ چونکہ شہید اللہ کے راستے میں لڑتے لڑتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور فی سبیل اللہ اپنی سب سے قیمتی متاع کو قربان کرتا ہے اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اسے بلند مقامات اور اعلیٰ درجات سے نوازا جاتا ہے اور اللہ رب العزت کی مغفرت اور رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ. (آل عمران۔ آیت ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو اللہ کی بخشش اور مہربانی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اسی اکرام واعزاز کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک شہید کے اعمال کو ضائع نہیں فرماتے بلکہ یہ اعمال جاری رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ. (سورۃ قتال (محمد)۔ آیت ۴)

ترجمہ: اور جو لوگ قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں تو اللہ پاک ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔

شہید کے اعزاز واکرام کا اس حد تک خیال رکھا گیا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ شہید کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

شہید کو صرف مردہ کہنے سے ہی منع نہیں کیا گیا بلکہ مردہ گمان کرنے تک سے منع کر دیا گیا ہے چونکہ شہید ایک عالی مقصد کے لئے اور دین کی سربلندی کے لئے جان لٹاتا ہے اس لئے وہ اس قدر اعزاز سے نوازا جا رہا ہے۔

دیکھئے ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ.

(آل عمران۔ آیت ۱۶۹)

ترجمہ: ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے آپ مردہ نہ سمجھئے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوش ہوتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء فرمایا۔

شہید کو یہ سب مقامات اور درجات اس لئے بھی ملتے ہیں کہ اس نے افضل ترین جہاد کیا۔ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ اس کی تفصیل اس حدیث شریف میں ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (افضل جہاد یہ ہے کہ) تیرے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہ جائے۔ (یعنی تو شہید ہو جائے) (ابن حبان، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۴۳۸، ج۔ ۲)

تو جہاد خود افضل ترین عمل ہے پھر جہاد کا افضل ترین درجہ شہادت ہے جو شہید نے پالیا ہے۔ شہید کے فضائل حدیث شریف کی کتابوں میں بہت کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ اس سلسلے کی چند احادیث و روایات کو یہاں ذکر کیا جارہا ہے اللہ پاک تمام مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ احد کے دن شہید ہوگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ پاک نے تیرے والد (شہید) سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے کہا ضرور بتلائیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک کسی سے بات نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے لیکن تیرے والد سے اللہ پاک نے آمنے سامنے (بغیر حجاب کے) گفتگو کی۔ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۴۳۷، ج۔ ۲)

☆ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سات انعامات ہیں (۱) اس کا خون گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے (۲) وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے (۳) اسے ایمان کا حلہ پہنایا جاتا ہے (۴) اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے (۵) وہ قیامت کے عظیم خوف سے محفوظ رہتا ہے (۶) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے (۷) اور وہ اپنے عزیز و اقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (احمد، طبرانی، الترغیب والترہیب ص۔ ۴۴۳، ج۔ ۲)

☆ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہداء تین (قسم کے) ہیں۔

پہلا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلا۔ اس کا ارادہ لڑنے اور شہید ہونے کا نہیں۔ وہ صرف مسلمانوں کی جماعت کو بڑھانے کے لئے آیا ہے۔ اگر یہ آدمی (اللہ کی راہ میں) مر گیا یا قتل ہو گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور عذاب قبر سے اسے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن کے خوف سے مامون ہو گا اور حور عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اسکے سر پر وقار اور جنت میں ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا۔

دوسرا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا ثواب کی نیت کر کے۔ اس کی نیت ہے کہ وہ کافروں کو قتل کرے گا اور خود قتل نہیں کیا جائے گا۔ پس اگر یہ مر گیا یا قتل ہو گیا تو اس کا گھٹنا حضرت ابراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام کے ساتھ ہو گا اللہ رب العزت کے سامنے سچی بیٹھک میں اس بادشاہ (اللہ) کے نزدیک جس کا سب پر قبضہ ہے۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلا اجر کی نیت کے ساتھ اور وہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے پس اگر یہ مر گیا یا قتل کیا گیا تو آئے گا قیامت کے دن اپنی تلوار کو کندھے پر رکھ کر ظاہر کرتا ہوا اور لوگ گرے پڑے ہوں گے گھٹنوں کے بل، وہ کہے گا کیا تم ہمارے لئے راستہ کشادہ نہیں کرتے۔ بے شک ہم نے لٹایا ہے اپنا خون اور اپنا مال اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یا انبیاء میں سے کسی نبی سے بھی کہے تو وہ اس کے لئے راستہ چھوڑ دیں بوجہ ان کے حق واجب کے دیکھنے کے۔ یہاں تک کہ وہ آئیں گے نور کے منبروں پر عرش کے نیچے اور اس پر بیٹھیں گے اور وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے فیصلے کس طرح کئے جاتے ہیں۔ انہیں نہ موت کا غم پہنچے گا نہ ہی قبر کی تکلیف اور نہ ہی حشر کا

نفخہ انہیں خوفزدہ کرے گا۔ نہ انہیں حساب کی فکر ہوگی اور نہ ہی میزان اور پل صراط کی۔ وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وہ جو مانگیں گے انہیں دیا جائے گا جس کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ جنت میں سے جوان کو محبوب ہوگا دیا جائے گا اور جنت کی جس جگہ وہ چاہیں گے ان کا ٹھکانہ بنایا جائے گا۔ (بزار، بیہقی)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شہید اپنے اہل خانہ میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔

(ابوداؤد۔ الترغیب والترہیب، ص۔۳۳۹، ج۔۲)

☆ مجاہد فرماتے ہیں کہ یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان اور جنت و دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوتی ہیں تو آسمان کے دروازے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی گوری گوری حوریں زیب وزینت کرکے آسمان سے جھانکتی ہیں۔ جب آدمی (مسلمان) آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں یا اللہ اس کو ثابت قدمی عطاء فرما۔ یا اللہ اس کی مدد واعانت فرما، اور جب وہ پیٹھ پھیرتا ہے تو حوریں اس سے پردہ کرلیتی ہیں اور کہتی ہیں یا اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے لوگو اس کے لئے خوب محنت کرو۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ تم حور عین کو رسوامت کرو۔ جب آدمی شہید ہوتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کی ٹہنی سے پتے جھڑتے ہیں اور دو حوریں اس کی طرف اترتی ہیں اور اس سے مٹی کو صاف کرتی ہیں۔ پھر اسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جو انسان کے بنے ہوئے نہیں ہوں گے بلکہ جنت کی پیداوار ہوں گے۔۔۔۔۔۔

اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، صفحہ نمبر۔ ۷۲، الترغیب والترہیب، ص۔ ۴۴۴، ج۔۲)

☆ حیان بن ابی جبلہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی شہید ہوجاتا ہے تو اللہ پاک اس کے لئے بہت ہی حسین جسم بناتے ہیں۔ پھر اس کی روح کو حکم دیتے ہیں۔ پس وہ اس جسم میں داخل ہوجاتی ہے۔ پھر وہ اپنے سابقہ جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اردگرد غمگین ہوتے ہیں۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ لوگ اسے سن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں پھر وہ اپنی بیویوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، ص۔۹۲)

☆ نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ شہداء میں کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو صف میں ہوتے ہیں اور اپنا چہرہ نہیں پھیرتے یہاں تک کہ قتل کردیئے جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے اونچے کمروں میں پھریں گے اور ان کا رب ان پر ہنسے گا اور جب تیرا رب دنیا میں کسی بندے پر (خوش ہوکر) ہنسے تو اس کا حساب نہیں ہوتا۔

(مسند احمد، الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۴۴۲، ج۔۲)

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں شہید کی وجہ تسمیہ کی تحقیق فرماتے ہوئے سات اقوال نقل فرمائے ہیں کہ اللہ کے راستے میں قتل کئے جانے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں۔

(۱) کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی ارواح دارالسلام میں شاہد (حاضر) ہیں اور ان کی ارواح قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی اس لئے انہیں شہید کہتے ہیں۔ (بمعنی حاضر)

(۲) اللہ اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں۔ اسی شہادت یعنی گواہی کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۳) وہ اپنی روح کے نکلتے وقت ان انعامات اور درجات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرمائے ہیں۔ تو اس مشاہدے کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۴) اس کی روح کو اس کے مقام تک پہنچانے کے لئے ملائکۃ الرحمۃ یعنی رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی اس حاضری کی بدولت اسے شہید کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔

(۵) اس کے ظاہر حال نے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دے دی ہے۔ اس گواہی (شہادت) کی بدولت اسے شہید پکارا جاتا ہے۔

(۶) اس کی شہادت کا شاہد خون موجود ہوتا ہے، اس لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۷) یہ سابقہ امتوں پر گواہ (شاہد) بنایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ ان انبیاء نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

شہادت کے انہیں بے بہا فضائل کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ کے راستے کی موت کو مرغوب و محبوب رکھتے تھے اس لئے موت ان سے ڈرتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔

اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۵)

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری ص۔۳۹۲ ج۔۱، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ)

تشریح حدیث:

علامہ ابن دقیق العیدؒ اس حدیث شریف کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد کی صبح شام کے دنیا و مافیہا سے بہتر ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو پوری دنیا دے دی جائے یعنی دنیا کے تمام اموال و اسباب کا اسے مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ تمام اموال و اسباب اللہ کی طاعت میں خرچ کرے تب بھی اس کا ثواب کسی مجاہد کے میدان جہاد میں گزری ہوئی ایک صبح یا ایک شام کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ میدان جہاد میں ایک صبح یا ایک شام کا لگا دینا پوری دنیا کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی یہ تشریح زیادہ درست ہے کیونکہ اس کی تائید اس مرسل روایت سے ہوتی ہے جسے عبداللہ بن مبارک نے کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ لشکر روانہ ہو گیا مگر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اس لئے پیچھے رہ گئے تاکہ حضور ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کر سکیں اور پھر لشکر سے جا ملیں تو حضور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آپ جو کچھ زمین پر ہے وہ سب خرچ کر دیں تب بھی ان کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔

(فتح الباری۔ ص۔۹۱، ج۔۶)

یعنی اگر آپ کو پوری دنیا دے دی جائے اور آپ اس کو خرچ کر کے جہاد میں پہلے روانہ ہونے والے ساتھیوں کی ایک صبح کا اجر حاصل کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے حالانکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صرف اس لئے رکے تھے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کے بعض الفاظ سے اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا۔ اب ان کی تمنا تھی کہ وہ جمعہ کی نماز حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کریں اور آپ کا ایمان افروز خطبہ سنیں اور کیمیا اثر صحبت کے چند لمحات حاصل کریں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے رفقاء سے جا ملیں مگر آنحضرت ﷺ نے اس عمل کو

پسند نہیں فرمایا اور اس پر تنبیہہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر پوری دنیا کے اموال خرچ کر ڈالو، تب بھی اس ایک صبح کا اجر نہیں پا سکتے جو تم سے سفر جہاد میں تاخیر کی بنا پر رہ گئی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جتنا عرصہ سفر میں گزرے گا وہ سب عظیم الشان اجر کا موجب ہوگا بلکہ جہاد سے واپسی کے سفر کی بھی یہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قفلة کغزوة. جہاد سے لوٹ کر آنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

جہاد میں لگائے گئے اوقات کی اس قدر عظیم فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے جان اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اور خرید و فروخت کا یہ عجیب و غریب معاملہ میدان جہاد ہی میں ہوتا ہے۔ گویا کہ مؤمن اللہ رب العزت کی اس خرید و فروخت پر اس قدر خوش اور راضی ہوتا ہے کہ فوراً اپنی جان کو لے کر اللہ کے حضور پیش کرنے اور جنت کا خریدار بننے کے لئے میدان جہاد میں حاضر ہو جاتا ہے۔ جہاں ہر لمحے وہ موت کے بالکل سامنے ہوتا ہے چونکہ وہ اپنی جان لے کر اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر میدان جہاد میں نکل پڑتا ہے تو وہ اللہ کا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے اختیار میں تو اتنا ہے کہ وہ اس میدان میں پہنچ جائے جہاں ہر وقت جان کی قبولیت کے مواقع میسر ہیں تو گویا کہ اس نے جان دے دی اور وہ اللہ کا ہو گیا۔ اسی لئے اس کے اوقات کو اس قدر قیمتی قرار دیا گیا ہے۔

اس میں ایک نکتہ جو بعض محدثین کرامؒ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے درجات میں بلندی کا معیار اللہ رب العزت سے محبت اور اخلاص ہے اور اجر و ثواب میں کمی کا مدار دنیا سے تعلق اور محبت اور دنیا میں غرق ہو جانے پر ہے۔

کیونکہ یہودیوں نے اپنی زبان سے اللہ رب العزت سے محبت کا دعویٰ تو کیا مگر دنیا کی خاطر اپنے ایمان تک کو بیچنے سے دریغ نہ کیا اور موت سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے حالانکہ

اگر انہیں اللہ سے محبت اور تعلق ہوتا تو وہ موت کو مرغوب جانتے کیونکہ موت ہی کے ذریعے سے انہیں اپنے محبوب سے وصال نصیب ہوگا اور وہ اسکے خصوصی مہمان بنیں گے مگر یہودی تو موت کے نام سے بھی ڈرتا ہے اور دنیا میں زندہ رہنے کا انتہائی حریص ہوتا ہے۔

یہودیوں کے دوغلے پن اور قول و فعل کے تضاد کی مذمت قرآن مجید میں صاف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے جبکہ مجاہد اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ دنیا کی تمام آسائشوں کو چھوڑ کر اور اللہ سے غافل کرنے والی تمام اشیاء سے منہ موڑ کر خالص اللہ کی محبت میں اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اس کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اور اس کے دوستوں کا تحفظ کرنے کے لئے میدان میں نکلتا ہے اور موت کو مرغوب جانتا ہے اور شہادت کا طلبگار ہوتا ہے بلکہ اپنے محبوب کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کے اوقات کو اس قدر فضیلت دی گئی ہے اور اس کی دعاؤں کو حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دعاؤں کی طرح سنا جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ جہاد کے اوقات کی قدر و قیمت کو جانتے تھے اس لئے اپنی تمام مرغوب چیزوں کو جہاد کی خاطر چھوڑ دینا آسان سمجھتے تھے یہاں تک کہ جس ذات ﷺ کے ساتھ ان کا قلبی لگاؤ اور محبت اپنی جان سے زیادہ تھی، جن کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی ہزاروں جانیں نچھاور کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ جن کی ایک نظر کے صدقے وہ دنیا بھر کی متاع قربان کرنا اپنی خوش قسمتی گردانتے تھے۔ جہاد کی خاطر انہوں نے اس ذات کی جدائی کو بھی گوارا کر لیا مگر جہاد کے فریضے میں کسی قسم کی سستی یا کمی نہیں آنے دی۔

حدیث (۶)

سرور دو عالم ﷺ کی تمنائے شہادت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

فرمارہے تھے۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے نہ ہوتے جن کا دل (جہاد میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو گوارانہ کرتا اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ انہیں سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا۔ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے جارہا ہو۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں نبی رحمت ﷺ نے اپنے مبارک الفاظ کے ذریعے سے پہلے ان لوگوں کو تسلی دی جو جہاد کے شوق میں تڑپتے ہیں مگر اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں مگر ان کی حالت یہ ہوتی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے۔

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ.

(توبہ۔ آیت ۹۲)

ترجمہ: وہ واپس لوٹے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اس غم میں کہ وہ (جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے۔

تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کو اس طرح سے تسلی دی کہ "میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں ہر جماعت کے ساتھ خود نکلوں اور جہاد کروں مگر ان غریب عاشقین جہاد کا دل رکھنے کے لئے کبھی میں سریہ بھیج دیتا ہوں اور خود نہیں نکلتا"۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ ۲۷/ مرتبہ خود جہاد میں تشریف لے گئے اور پچاس سے زائد مرتبہ صحابہ کرام کو روانہ فرمایا اور خود تشریف نہ لے گئے۔

یہ تو تسلی تھی ان لوگوں کو جو جہاد کے شوق میں تڑپتے تھے اور نہ جانے پر روتے تھے اور غمزدہ ہوتے تھے۔ اور حدیث کے آخر میں ان لوگوں کو تسلی ہے جو میدان جہاد میں نکلتے تھے اور انہیں اس کا دکھ ہوتا کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ نہیں ہیں اور ہم حضور ﷺ کی صحبت سے محروم رہ گئے تو حضور ﷺ نے انہیں یوں اطمینان دلایا کہ "وہ چیز جس کی میں خود تمنا کر رہا ہوں (یعنی شہادت) اور شہادت کے بعد زندگی کی تمنا اس لئے کر رہا ہوں تاکہ پھر جہاد کر سکوں اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ ہو کر پھر جہاد کر سکوں۔ تو جس چیز کی میں اس قدر تمنا کر رہا ہوں وہ تمہیں میسر آرہی ہے۔ یعنی "جہاد" تو تمہیں میری صحبت سے دور رہنے کا غم نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تم جہاد جیسے عمل کا اجر پا رہے ہو۔ جس عمل کی خاطر میں بار بار شہادت کے بعد زندگی کی تمنا کر رہا ہوں"۔

دوسرا اہم نکتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں بار بار شہید ہونے اور پھر زندہ ہو کر شہادت پانے کی تمنا فرمائی ہے جبکہ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "جنت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر کوئی بھی دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرے گا سوائے شہید کے وہ چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہوا دسیوں بار شہید ہو، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے تو دنیا میں اس کی تمنا ظاہر فرمادی جبکہ دوسرے شھداء جنت میں پہنچ کر یہ تمنا کریں گے حضرات علماء کرام نے اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور ﷺ کو تو دنیا ہی میں اس بات کا علم بذریعہ وحی ہو چکا تھا اور آپ کو اس پر یقین تھا کہ اسلام کی عظمت کا واحد راستہ جہاد ہے اور حضور ﷺ کی تو بعثت ہی اس لئے ہوئی کہ لیظهره علی الدین کلہ تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے اور اسلام کے غلبے کا واحد راستہ جہاد ہے تو حضور ﷺ نے

اس کی بار بار تمنا فرمائی جبکہ دیگر شہداء کو اس کا حقیقی اور یقینی ادراک آخرت میں ہوگا تو وہاں وہ یہ تمنا کریں گے کہ دنیا میں دوبارہ آکر اس عظیم عمل کو کر سکیں۔ پھر اللہ رب العزت نے شہادت میں جو لذت اور کیفیت رکھی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہ عجیب و غریب لذت بار بار حاصل ہو اور بار بار اپنے مالک حقیقی اور محبوب حقیقی کے دربار میں سر کٹوانے کا موقع ملے کیونکہ عبدیت کا یہ اعلیٰ مقام صرف سچے عاشقوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ وگرنہ ہر کسی کو اپنے در پر قربانی کے لئے قبول نہیں کیا جاتا۔

علامہ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو تو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ **واللہ یعصمك من الناس** کہ اللہ پاک لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے گا یعنی کوئی آپ ﷺ کو قتل نہیں کر سکے گا مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا شہادت کیلئے بار بار تمنا کرنا جہاد کی عظمت اور فضیلت کے اقرار کے لئے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھا۔

علامہ ابن حجرؒ بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ آرزو جہاد کی عظمت کو بیان کرنے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھی۔

(فتح الباری ص۔١، ج۔٦)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شہادت طلب کرنا بھی مستحب ہے یعنی شہادت کا طلب کرنا اور اسکے لئے دعاء کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب عمل ہے۔

☆ حضرت سہلؓ بن حنیف کی مرفوع روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے صدق دل کے ساتھ شہادت کی تمنا کی اللہ پاک اسے شہداء کے مقامات تک پہنچائے گا اگرچہ اس کی موت بستر پر آئے۔" (فتح الباری ص۔١٦، ج۔٦)

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ صدق دل سے شہادت کی تمنا کرتے تھے اور بستر کی موت کو عیب سمجھتے تھے۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو شہادت کا

عظیم درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث (٧)

زیادہ اجر والا تھوڑا سا عمل

ترجمہ: حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، پہلے اسلام لاؤ۔ پھر قتال میں شریک ہونا۔" چنانچہ وہ اسلام لائے (وہ پہلے مسلمان نہیں تھے) پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔ (صحیح بخاری ص۔ ٣٩٤، ج۔١، باب عمل صالح قبل القتال)

تشریح حدیث:

ابن اسحاق نے مغازی میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے۔

"مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں داخل ہوا" پھر خود ہی فرمایا کہ "وہ خوش قسمت شخص حضرت عمروؓ بن ثابت ہیں۔"

(فتح الباری ص۔١٠٥، ج۔٦)

اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے محدثین کرام نے بخاری شریف کی اس روایت میں جس آدمی کا تذکرہ ہے اس کا نام عمرو بن ثابت بتایا ہے۔

حسین بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے کہا کہ "اس آدمی کا قصہ کیا

ہے؟" تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اسلام کا انکار کرتا تھا لیکن احد کے دن اس کو اسلام سمجھ میں آگیا۔ اس نے تلوار تھامی اور صحابہؓ کے ساتھ مل کر گھمسان کی جنگ لڑی یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے اسے میدان جنگ میں زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ "کون سی چیز تجھے جہاد میں لائی؟ اپنی قوم سے محبت یا اسلام کی رغبت" تو اس نے کہا کہ "اسلام کی رغبت۔" میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ مجھے یہ زخم پہنچے۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یقیناً یہ آدمی جنتی ہے"۔

بخاری شریف کی روایت اور اس روایت کو اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ یہ شخص پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جہاد میں شریک ہوا مگر صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ حضور ﷺ سے ملاقات کر چکا ہے اس لئے انہوں نے اس کی سابقہ حالت یعنی حالت کفر کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا کہ "تمہیں کون سی چیز میدان جہاد میں لائی؟" تو اس نے بتایا کہ میں اسلام کی خاطر میدان جہاد میں اترا ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے ایمان لانا ضروری ہے اور بس، اگر ایک آدمی ایمان لانے کے فوراً بعد میدان جہاد میں نکل کر شہید ہو جائے تو وہ جنتی ہے اگرچہ اس نے کوئی دوسرا عمل نہ کیا ہو۔

حدیث (۸)

فردوس اعلیٰ میں

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک نے بیان فرمایا کہ ام الربیع بنت براءؓ رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ مجھے حارثہؓ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔ (کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا) حارثہؓ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نا معلوم سمت

سے ایک تیر لگا تھا) اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں اور اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کے لئے خوب روؤں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، "ارے حارثہؓ کی ماں جنت میں تو بہت درجے ہیں اور تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔"

(صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۴ ج۔ ا، باب من اتاہ سہم غرب فقتلہ)

تشریح حدیث:

اس حدیث میں (سہم غرب) کے الفاظ ہیں جس کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی وہ ہیں جو ترجمے میں لئے گئے ہیں یعنی وہ تیر جو نا معلوم سمت سے آئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ مارنے والے کی نیت نہ ہو بغیر اس کے قصد وارادے کے آ لگے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ اس کے مارنے والے کا پتہ نہ ہو۔ اس قصے میں یہ معنی مراد ہیں کہ مارنے والے نے کسی اور کو مارا تھا مگر ان کے آ لگا۔ یہ تمام معانی علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

یہ جہاد کی خصوصیت ہے کہ اس میں نکلنے والے کو جس طرح بھی موت آ جائے وہ جنت کے اعلیٰ مقامات پاتا ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک صحابیؓ خود اپنی تلوار لگنے سے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اس پر کچھ چہ میگوئیاں کیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ان کو عام شہید سے دوہرا اجر ملے گا۔" ایک اجر تو شہادت کا دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جہاد میں نکلے پھر وہ سواری سے گر کر مر جائے یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے یا کسی طرح سے بھی مرے تو وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث (۹)

جہاد کا مبارک غبار

ترجمہ: ابو عبس عبد الرحمٰنؓ ابن جبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے انہے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(صحیح البخاری، ص۔۳۹۵، ج۔۱)

تشریح حدیث:

اس حدیث مبارک میں جہاد کے راستے کے غبار کی فضیلت کا بیان ہے چونکہ جہاد کے مبارک عمل سے دنیا میں حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل سرنگوں ہوتا ہے اس لئے اس راستے کی ایک ایک چیز اور مجاہد کی ایک ایک ادا اللہ رب العزت کے نزدیک بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔

چونکہ مجاہد کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، حملہ کرنا، گھوڑا باندھنا یہ سب اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اس لئے اللہ پاک مجاہد کو اس کے ہر عمل کے بدلے بے شمار عظیم الشان نعمتوں سے نوازتے ہیں جیسا کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جہاد کے راستے میں چلنے والے مجاہد کے پاؤں کا غبار اسے جہنم کی دردناک آگ سے بچانے کا باعث بن جائے گا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور اکابرین امت اس غبار کے حصول کے لئے انتھک محنتیں کیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فیض الباری ج۔۲ ص۔۴۲۵ پر نقل فرمایا کہ سلطان بایزید خان یلدرمؒ نے بہتر ۷۲ جنگوں میں حصہ لیا اور یہ سارے معرکے کفار

یورپ کے خلاف تھے سلطان کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قبا پہنے رکھتے تھے اور اسے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرما لیا کرتے تھے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں اسی غبار کی قبر میں دفن کیا جائے۔

اللہ اکبر یہ ہے رسول اقدس ﷺ کے مبارک فرمان پر عملی یقین کہ اس قدر غبار جمع کیا کہ اسے اپنی نجات کا ذریعہ بنالیا۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی قبر کی مٹی اس کے جہاد کی گواہی دے گی۔ کاش ہمیں بھی یہ شوق اور ولولہ نصیب ہو جائے۔ (آمین)

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے والہانہ عمل کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگائیے۔

ابو المصبح مقرائیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمین روم میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ جس کے امیر مالک بن عبد اللہ خثعمی تھے مالک بن عبد اللہ کا گذر حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے پاس سے ہوا جو اپنے خچر کو پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ ان سے حضرت مالک نے فرمایا اے ابو عبد اللہ سوار ہو جاؤ تمہیں اللہ نے سواری دی ہے۔ حضرت جابرؓ سمجھ گئے کہ مالکؒ کا کیا مقصد ہے جواب میں فرمانے لگے میں اپنے جانور کو آرام دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں (مستغنی ہوں) اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود ہو جائیں اس کو اللہ پاک آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں پر سے نیچے کود پڑے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے آج کے دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب جہاد کے راستے میں صرف گرد و غبار لگ جانے کی یہ فضیلت ہے تو پھر اس راستے میں اپنی پوری ہمت اور کوشش کو صرف کرنے کا کیا مقام ہوگا۔ یقیناً اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

☆ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جس کے پاؤں اللہ کے راستے (جہاد) میں غبار آلود ہوئے اللہ اس سے جہنم کو ایک ہزار سال دور فرمادیتے ہیں۔ یعنی اتنی مسافت جہنم اس سے دور ہو جاتی ہے جتنی مسافت ایک تیز رفتار گھڑ سوار ایک ہزار سال میں طے کرتا ہے۔ یہ روایت طبرانی نے اوسط میں نقل فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج۔۶ ص۔۱۱۱)

حدیث (۱۰)

دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں جانے کے بعد دنیا میں لوٹ آنا پسند کرے۔ اگرچہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے کہ اس کی تمنا ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جا کر دسیوں مرتبہ دوبارہ قتل ہو بوجہ اس عمل کی کرامت کے جو وہ دیکھ چکا ہوگا۔

(صحیح بخاری، ص۔۳۹۵ ج۔۱، باب تمنی المجاہد ان یرجع الی الدنیا)

(شہید کو جہاد اور شہادت کی حقیقی فضیلت اور کرامت کا پتہ جنت میں چلے گا تو وہ بار بار شہید ہونے کی تمنا کرے گا جبکہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی دنیا میں اس کا علم ہو گیا اس لئے آپ نے دنیا ہی میں بار بار شہید ہونے کی تمنا ظاہر فرمادی (مرتب)

تشریح حدیث:

علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ شہادت کے فضائل میں جتنی احادیث وارد ہوئی

ہیں یہ حدیث ان سب سے اعلیٰ ہے وہ فرماتے ہیں نیک اعمال میں سے کوئی بھی ایسا عمل نہیں جس میں جان قربان ہوتی ہو سوائے جہاد کے۔ اس لئے اس کے اجر کو بھی بڑھادیا گیا ہے۔

(فتح الباری، ص۔۱۱۵ ج۔۶)

☆ نسائی شریف کی روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ رب العزت اس سے فرمائے گا۔ اے ابن آدم! تو نے جنت میں کیسا مقام پایا؟ وہ کہے گا اے پروردگار! میں نے بہت ہی اچھی جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم مانگو اور کچھ تمنا کرو۔ وہ کہے گا یا اللہ! میں کیا مانگوں اور کیا تمنا کروں؟ (مجھے سب کچھ مل چکا ہے) ہاں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ میں تیرے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں (وہ یہ سوال کرے گا) کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھ چکا ہوگا۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا اے میرے بندے! مجھ سے کچھ تمنا کر میں تجھے عطاء کروں گا۔ تو انہوں نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے زندہ فرمادیجئے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ (شہداء) دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے اس لئے صرف مجاہد ہی یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور جہاد کر کے شہید ہو اور کوئی یہ تمنا نہیں کرے گا۔ حالانکہ شہید کو جنت میں بھی بہت اعلیٰ وارفع مقام ملا ہوا ہوگا۔ مگر جہاد اور شہادت جیسے مزے دار اعمال کے لئے وہ جنت کی نعمتیں چھوڑ کر دنیا میں آنے کی درخواست کرے گا۔

آج ہم مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی نعمتیں قربان کر کے جہاد

کاراستہ اور شہادت کی موت پالیں یا کم از کم شہادت کے راستے کو اختیار کر کے اس کی پکی نیت تو کر لیں اور اللہ رب العزت سے صدق دل سے شہادت کا سوال کر لیں تاکہ محبوبیت کا یہ مقام ہمیں نصیب ہو اور ہم اس کا اظہار جنت میں اللہ کے سامنے یوں کر سکیں کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس لوٹا تاکہ تیری راہ میں دوبارہ سہ بارہ شہید ہوں۔

اور پھر اس درخواست کی بدولت جنت میں اور درجات مل رہے ہوں اور اللہ پاک کا دیدار نصیب ہو رہا ہو۔ ایک حدیث شریف سے شہداء کے لئے قیامت سے پہلے اللہ کا دیدار ثابت ہوتا ہے۔

☆ حضرت جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے (شہید) والد سے کیا معاملہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی بات نہیں کی مگر پردے کے پیچھے سے مگر تیرے والد سے آمنے سامنے بغیر حجاب کے گفتگو فرمائی۔ (الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۳۳۶ ج۔ ۲)

حدیث (۱۱)

جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "یقین جانو جنت تلواروں کے سائے میں ہے"۔ (صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۵ ج۔ ۱، باب الجنۃ تحت بارقۃ السیوف)

(چمکتی اور کوندتی تلواروں کا ترجمہ امام بخاری کے باب سے لیا گیا ہے۔ (مرتب)

تشریح حدیث:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کس قدر مختصر جامع

الفاظ میں جہاد کا شوق دلایا ہے الفاظ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر عمدہ ہیں کہ ان میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔ اس حدیث شریف میں جہاد پر ابھارا بھی گیا ہے اور جہاد کے اجر و ثواب کا بھی بیان ہے اور دشمن کے بالکل سامنے جاکر تلوار استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور اس طرح سے گھمسان کی جنگ کرنے کا حکم ہے کہ تلواریں لڑنے والوں پر سایہ فگن ہو جائیں۔ بس اسی سائے کے نیچے جنت ہے۔ (فتح الباری ص۔ ۱۱۰ ج۔ ۶)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کی مراد یہ ہے کہ جنت جہاد سے ملتی ہے۔

☆ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ مسلمان فتنۂ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں سوائے شہید کے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سر پر تلواروں کی چمک فتنے کے طور پر بہت ہو چکی ہے (یعنی اب اسے کسی اور فتنے اور عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا)۔ (کنز العمال۔ ص۔ ۵۹۶ ج۔ ۴)

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ جس نے اللہ کے راستے میں تلوار کھینچی اس نے اللہ سے بیعت کر لی۔ (کنز العمال، ص۔ ۳۳۸ ج۔ ۴)

☆ خطیب نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز بغیر تلوار باندھے نماز پڑھنے والے سے ستر گنا افضل ہے۔

(کنز العمال، ص۔ ۳۳۸ ج۔ ۴۔ سند صحیح)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ (شمائل ترمذی، ص۔ ۷)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار ذوالفقار کا ذکر ہے جو فتح مکہ میں حضور ﷺ کے پاس تھی۔ (خصائل نبوی، ص۔ ۱۰۱)

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں ان کے خاص خاص نام تھے۔ سب

سے پہلی تلوار ماثور تھی جو آپ ﷺ نے والد سے وراثت میں پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب، ایک کا نام قلعی، ایک کا نام بتار، ایک کا نام ذوالفقار تھا وغیرہ وغیرہ۔ (خصائل نبوی، ص۔۱۰۱)

ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرہؓ کی تلوار کے موافق بنوائی وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔ (شمائل ترمذی، ص۔۷)

بنو حنیفہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور تھا۔ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس ﷺ کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔ (خصائل نبوی ﷺ ص۔۱۰۳)

ان چند روایات سے تلوار کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور تلوار کی یہ اہمیت اس لئے ہے کہ تلوار جہاد کا آلہ ہے۔

اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو اسلحہ کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور دین کے دفاع کے لئے اسلحہ سے محبت نصیب فرمائے۔

حدیث (۱۲)

جہاد کے لئے اولاد کی تمنا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج میں اپنی سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا (عدد میں راوی کو شک ہے) ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ (حضرت سلیمان

نے دل میں اللہ کی یاد اور اس کی رضا کی نیت کو کافی سمجھا) پس سوائے ایک بیوی کے اور کوئی حاملہ نہیں ہوئی اور ان ایک اہلیہ کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ (حضور علیہ السلام نے فرمایا) قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت انشاء اللہ کہہ لیتے تو ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو سارے کے سارے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

(صحیح البخاری، ص۔۳۹۵ ج۔۱، باب من طلب الولد للجہاد)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو یہ نیت رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ کے دین کا سپاہی بنائے گا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے نیت فرمائی۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا دیا تو وہ اسے اللہ کے راستے کا مجاہد بنائے گا تو اسے اس نیت کا اجر ملے گا۔ اگرچہ ایسا نہ ہو یعنی بیٹا ہی نہ ہو یا بیٹا ہو مگر وہ مجاہد نہ بن سکے۔

(فتح الباری، ص۔۷۱ ج۔۶)

اس روایت سے ان مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل دنیا کا غلام بنانے کی نیت کر لیتے ہیں اور پھر بزدلی اور عیش پرستی میں ان کی تربیت کرتے ہیں اور جہاد کے تو قریب بھی نہیں جانے دیتے۔

جہاد کا نام سن کر والدین تھر تھر کانپنے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان کے بیٹے جہاد میں نہ نکل جائیں اور اگر اللہ رب العزت کا کرم ان کی اولاد پر ہو جاتا ہے اور وہ جہاد پر نکل کھڑے

ہوتے ہیں تو ان والدین پر قیامت آجاتی ہے اور وہ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے اپنے مسلمان نوجوان بیٹوں کو جنت کے میدان سے گھسیٹ لاتے ہیں اور انہیں دنیا میں پھنسا دیتے ہیں۔ آج کل تو یہ بھی ہو رہا ہے کہ والدین علماء کے پاس فتویٰ لینے چلے جاتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہماری اجازت کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہیں کیا ان کا یہ عمل درست ہے علماء کرام تو شرعی اصولوں کو مدنظر رکھ کر فتویٰ دے دیتے ہیں مگر یہ لوگ ان فتاویٰ کو جہاد کے خلاف استعمال کرتے پھرتے ہیں حالانکہ اگر حضرات علماء کرام کے سامنے پوری کیفیت رکھی جائے اور ان والدین کی نیت اور کیفیت سے بھی انہیں آگاہ کیا جائے تو وہ یقیناً یہی فرمائیں گے کہ اللہ کی اطاعت ضروری ہے اگرچہ مخلوق ناراض ہو جائے اور مخلوق کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ آج ہمارے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے احکام پر غور کر کے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالت کو سامنے رکھ کر جہاد کے متعلق اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اپنی اولاد کو خود جہاد کی ترغیب دے کر اس مبارک عمل میں نکالنا چاہئے اور اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے موت نہیں آسکتی اور اللہ کی نافرمانی والی زندگی سے اللہ کی اطاعت والی موت افضل ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ ہمارا اصل ٹھکانہ آخرت ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی عورتیں اپنے بچوں اور خاوندوں کو تیار کر کے جہاد میں بھیجتی تھیں۔

حضرت خنساءؓ کے کئی بیٹے میدان جہاد میں شہید ہو گئے اور کئی قریبی رشتے دار شہادت کا جام پی گئے مگر یہ باہمت مسلمان بی بی یہی پوچھتی رہی کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟

حضرت صفیہؓ نے اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کے جسم کے ٹکڑے دیکھ لئے مگر اپنے بیٹے زبیرؓ کو جہاد سے نہیں روکا بلکہ اور زیادہ ان کو شوق دلاتی رہیں۔

مگر آج کے مسلمان اپنے بچوں کو اس طرح پالتے ہیں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پال کر بڑا کرتی ہے اور لوگ ان کے کباب بنا کر کھا جاتے ہیں۔ آج ہمارے مسلمان اپنے

بچوں کو کافروں کے مقابلے میں اس طرح سے بے کس اور بے بس بنا رہے ہیں کہ ان میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت تک نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کافروں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے۔ وہ جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور مسلمان ماؤں بہنوں کی عصمت کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ مسجدوں اور مدرسوں کو ویران کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس دردناک ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کریں، بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے نیت کریں کہ انہیں انشاء اللہ مجاہد بنائیں گے اور پھر خالص اسلامی اور جہادی طرز پر ان کی تربیت کریں، ان کے دلوں میں بچپن ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور کفر سے نفرت بھر دیں۔ انہیں تیراکی سکھائیں اور دوسری ورزشیں کرائیں۔ انہیں اپنے اسلاف کی شجاعت و بہادری کی داستانیں سنائیں۔ ان ننھے منے دلوں میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا سوز بھر دیں۔ اگر آپ نے بچوں کی ان خطوط پر تربیت کی تو یہ کل انشاء اللہ اسلام کے غازی بنیں گے ماؤں بہنوں کے اور اسلامی شعائر کے محافظ بنیں گے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرناک دشمن ان کی طرف میلی نگاہ بھی نہ ڈال سکے گا۔ (انشاء اللہ)

حدیث (۱۳)

بزدلی سے اللہ کی پناہ

ترجمہ: عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ رب العزت کی پناہ مانگتے تھے۔ (ان کلمات کا ترجمہ یہ ہے)

اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے بدترین حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں

دنیا کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

(صحیح البخاری، ص۔۳۹۶ ج۔ا، باب ما یتعوذ من الجبن)

تشریح حدیث:

حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرض الوفاۃ میں ایک دن مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعاء کرالے، روایت میں ہے کہ ایک صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بزدل ہوں اور زیادہ سونے کا مریض ہوں حضور اقدس ﷺ نے ان کے لئے بھی دعاء فرمائی، حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا۔ (خصائل نبوی، ص۔۱۳۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ بزدلی سے انتہائی نفرت فرماتے تھے اور اس سے اسی طرح پناہ مانگتے تھے جس طرح کفر، شرک، نفاق اور حب دنیا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا سے کفر و شرک مٹانے کے لئے بھیجا اس لئے آپ ﷺ کو بہادری اور شجاعت کی صفت سے نوازا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ **وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر۔**

(شمائل ترمذی ص۔۲۵)

ترجمہ: اور میرا نام ماحی (مٹانے والا ہے) اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جب لڑائی زوروں پر ہوتی تھی اور میدان جنگ گرم ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے اور آپ سے زیادہ دشمن کے اور کوئی قریب نہ ہوتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کو بدر کے دن دیکھا جب ہم آپ کے پیچھے پناہ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب میں دشمن کے زیادہ قریب تھے اس دن آپ نے سب سے زیادہ

گھمسان کی جنگ لڑی۔ (نور الیقین ص۔۲۷۷)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازبؓ سے سنا کہ ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ اے ابو عمارہ کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری۔

(صحیح البخاری، ص۔۴۱۰ ج۔ا)

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ (تیروں کی بوچھاڑ) میں بھی یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ثابت قدم کھڑے تھے۔

"انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب"

ترجمہ: "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں۔" (صحیح البخاری ص۔۴۱۰ ج۔ا)

ان احادیث سے بزدلی کی مذمت اور بہادری اور شجاعت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ بزدلی کی یہ مذمت اس وقت ہے جب کوئی آدمی اپنی بزدلی کی وجہ سے جہاد سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس مبارک عمل سے دور رکھے اور ہمیشہ لوگوں سے ڈرتا رہے لیکن اگر کوئی آدمی طبعی اور فطری طور پر بزدل ہو مگر اپنی اس بزدلی کے باوجود دل پر جبر کر کے میدان جہاد میں نکلتا ہے تو اس کو بہادر مجاہد سے بھی زیادہ اجر ملے گا کیونکہ اس کا نفس اس عمل پر آمادہ نہیں تھا اب اس نے مشقت برداشت کر کے اپنے آپ کو آمادہ کیا اور ایسی جگہ جا پہنچا جہاں اوپر نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف موت ہی موت ہے تو اسے یقیناً اپنی طبعی بزدلی کی وجہ سے شدید خوف محسوس ہوگا اور سخت تکلیف پہنچے گی مگر وہ اللہ پاک کی رضا کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے اور میدان جہاد میں ڈٹا رہتا ہے تو یقیناً اسے اس بہادر مجاہد سے زیادہ اجر ملے گا جسے ان میدانوں میں کوئی خوف محسوس ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "بہادر بھی جہاد کرتا ہے اور بزدل بھی مگر بزدل کو بہادر سے دوگنا اجر ملتا ہے۔"

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بہادری پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی میدان جہاد میں نکلے، اس لئے کہ جس ماحول میں ہم رہتے ہیں یہ ماحول تو شیروں کو بھی گیدڑ بنادیتا ہے۔ اس وجہ سے بزدلی کا مرض اتنا عام ہو چکا ہے کہ اب تو اسے عیب بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے بھی ایک اچھی صفت سمجھ لیا گیا ہے۔ تھوڑی سی تیز آواز سن کر اگر دل دھڑکنے لگ جائے تو اسے اپنی نزاکت طبع پر محمول کر کے داد وصول کی جاتی ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ایک زمانہ تھا جب پوری دنیا پر تمہاری دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور تم شہادت کی موت کو اس سے زیادہ مرغوب رکھتے تھے جتنا ایک کافر شراب کو مرغوب رکھتا ہے۔ اس لئے مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی جان و مال اور تہذیب محفوظ تھی۔ آج بزدلی کی وجہ سے نہ ہمیں سکون کی زندگی میسر ہے نہ موت۔ ہر طرف سے ذلت اور غلامی کے تاریک سائے ہم پر چھا چکے ہیں اور ہماری جان و مال، آبرو اور تہذیب سب کا آئے دن جنازہ نکالا جا رہا ہے۔ اب بھی موقع ہے کہ جہاد کے راستے کو اختیار کر کے کفار کی غلامی کا طوق گلے سے نکال پھینکو اور عزت کی زندگی اور شہادت کی موت کے حقدار بن جاؤ۔

حدیث (۱۴)

جہاد کی برکت سے دونوں جنت میں

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالی ان دو آدمیوں پر مسکراتے ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا پھر دونوں جنت میں داخل ہوئے (یعنی قاتل اور مقتول) پہلا تو اس لئے (جنت میں داخل ہوتا ہے) کہ وہ اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالی قاتل کی

توبہ قبول کر لیتے ہیں اور وہ بھی (قتال کرتے ہوئے) شہید ہو جاتا ہے۔" (صحیح البخاری ص۔۳۹۶ ج۔۱)

تشریح حدیث:

اسی قسم کا ایک واقعہ (جمع الفوائد، ص۶ ج ۳) پر مذکور ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوے میں تھے کافروں میں سے ایک شخص کا مسلمانوں کے ایک شخص سے ابتدائی مقابلہ ہوا۔ اس مشرک نے مسلمان کو قتل کر دیا پھر مسلمانوں میں سے ایک اور شخص مقابلے کے لئے نکلا۔ مشرک نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ مشرک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ "آپ کس چیز پر قتال کرتے ہیں؟" (یعنی کس مقصد کے لئے لڑتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم لوگوں سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ پاک کے حقوق کو ادا کریں۔" اس مشرک نے کہا کہ "یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں" پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکین پر حملہ کر دیا اور وہ قتال کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر ان دونوں مسلمانوں کے ساتھ رکھ دیا گیا جن کو اس نے قتل کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "یہ اہل جنت میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہوں گے۔"

(بزار، جمع الفوائد، ص۔۶ ج۔۳)

فائدہ: حدیث شریف میں ہے کہ اللہ رب العزت کے ہنسنے سے مراد اللہ رب العزت کی رضا اور رحمت ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ہنسنے سے مراد اجر عطاء کرنا ہے یعنی اللہ رب العزت اجر عطاء فرماتا ہے۔

اس حدیث شریف سے بھی جہاد کی عظمت اور شہادت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے صرف مومن ہونا کافی ہے۔اس کے لئے کوئی خاص اعمال یا ایمان کے کسی خاص درجے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص ابھی ابھی مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے اور پھر فوراً مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو رہا ہے اور بارگاہ نبوت ﷺ سے بشارت پا رہا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مرتبہ ہمت کر کے اس مبارک عمل کے لئے تیار ہو جائے تو پھر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دریا کے دریا اس پر بہا دیے جاتے ہیں لیکن انسان کا خطرناک دشمن ''نفس'' انسان کو جہاد پر آمادہ نہیں ہونے دیتا اور طرح طرح کے بہانے سمجھاتا ہے کیونکہ جہاد میں تو نفس کی موت ہے اور شیطان کے لئے ذلت اور رسوائی۔اس لئے نفس و شیطان کی کوشش ہے کہ مسلمان جہاد سے دور رہیں لیکن جو خوش قسمت انسان ہمت کر کے اس عمل کو اختیار کر لے تو پھر وہ رحمت خداوندی کے سمندروں کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو البتہ اس کی نیت اللہ رب العزت کی رضا کے لئے جہاد کرنے کی ہو۔اس کے سوا اور کسی چیز کو مقصود نہ بنائے۔

حدیث (۱۵)

مجاہد کا روزہ

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک روزہ بھی رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر سال جہنم سے دور کردے گا۔ (صحیح البخاری، ص۔۳۹۸ ج۔۱، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ جب فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے) کا لفظ مطلق

بولا جائے تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے۔(حاشیہ صحیح البخاری)

امام بخاریؒ کے نزدیک قرآن و حدیث میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے)

(تفہیم البخاری ص۔۸۰ ج۔۲)

تشریح حدیث:

مجاہد کے اکرام و اعزاز کے لئے اس کے تمام اعمال کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ویسے مجاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاد کے دوران روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے بلکہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جہاد کے سفر میں کچھ لوگوں نے روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے روزہ نہ رکھا۔ منزل پر پہنچ کر روزے دار تو لیٹ گئے جبکہ غیر روزے داروں نے خوب کام کیا۔

☆ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ذھب المفطرون الیوم بالاجر۔ (صحیح البخاری ص۔۴۴۰ ج۔۱)

ترجمہ: آج روزہ چھوڑنے والے اجر میں سبقت لے گئے۔''

مجاہد کے روزے کی طرح اس کی تلاوت، اس کے ذکر، اس کی نماز اور اس کے خرچ کا بھی اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن معاذ الجہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک ہزار آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ لیتے ہیں۔''

(سنن کبریٰ بیہقی، ص۔۱۷۲ ج۔۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''نماز، روزہ اور ذکر کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔''

(سنن کبریٰ بیہقی، ص۔۱۷۲ ج۔۹)

حدیث (۱۶)

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک جوڑا (کسی بھی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے اور جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (کہے گا) اے فلاں اس دروازے سے داخل ہو جائیے۔" (اس پر) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "اے اللہ کے رسولؐ پھر تو اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا" تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔"

(صحیح البخاری، ص۔۳۹۸ ج۔۱، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ)

حدیث (۱۷)

مجاہد کو سامان دینے اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کا اجر

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے سازوسامان مہیا کیا، اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے خیر خواہی کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے گھر کی دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (صحیح البخاری، ص۔۳۹۹ ج۔۱ باب فضل من جھز غازیا او خلفہ بخیر)

تشریح حدیث (۱۶، ۱۷):

قرآن وسنت میں جگہ جگہ جہاد کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب مختلف طریقوں سے دی گئی ہے اور خرچ نہ کرنے پر وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک آیت کریمہ مع مختصر تشریح کے ذکر کی جاتی ہے۔ اس کے بعد چند احادیث کریمہ ذکر کی جائیں گی۔

قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. (سورہ بقرہ، آیت۔۱۹۵)

ترجمہ: "اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔"

اس آیت کریمہ کے خلاصہ تفسیر میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں "اور تم لوگ جان کے ساتھ مال بھی خرچ کیا کرو، اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو کہ ایسے مواقع میں جان ومال خرچ کرنے سے جبن یا بخل کرنے لگو۔ جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے۔" (معارف القرآن، ص۔۴۷۲ ج۔۱)

تفسیر مظہری کے مصنف جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کریمہ کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ) سے مراد جہاد ہے۔

(تفسیر مظہری، ص۔۳۶۷ ج۔۱)

آگے اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں "معنی" آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم جہاد چھوڑ بیٹھے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آجائے گا۔ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو کر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے نیچے مدفون ہوئے۔

☆ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے جی میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک شاخ لے کر مرا۔ (تفسیر مظہری، ص۔۳۴۸ ج۔۱)

امام بخاری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نزلت فی النفقة کی یہ آیت جہاد میں خرچ کرنے سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۶۴۸ ج۔۱)

امام بخاری کے اس قول کی تشریح محشیؒ یوں فرماتے ہیں کہ **الظاهر ان مراده النفقة فی الجهاد فانه لو لم ینفق فیه غلب علیهم الکفار واهلکوهم.**

(حاشیہ بخاری، ص۔۶۴۸ ج۔۱)

ترجمہ: اور نفقہ سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے کیونکہ اگر جہاد میں مال خرچ نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

☆ اسلم ابی عمران فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف نکلے، اس وقت ہمارے امیر عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ تھے، رومیوں کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر مقابلے کے لئے نکلا، ہم بھی ان کے مقابلے میں بہت بڑی تعداد میں صف آراء ہوئے۔ اچانک مسلمانوں میں سے ایک شخص نے تنہا رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا۔ لوگ چیخ پڑے کہ اس نے خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈال دیا تو حضرت ابوایوب

انصاریؓ نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! تم اس آیت کی غلط تاویل کر رہے ہو، یہ آیت تو ہم انصاریوں کے متعلق نازل ہوئی، اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب حق تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا اور اسلام کے حامی بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے سرگوشی کی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے۔ (یعنی جہاد کی ضرورت نہیں) اور اس زمانہ قتال میں ہمارے بہت سے مال برباد اور تباہ ہو گئے آؤ ان کا کچھ تدارک کریں اور ان کی دیکھ بھال کریں، اس کے رد فرمانے کے لئے حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔"

(تفسیر ابن کثیر ص۔۲۷۲ ج۔۱/ کشاف، ص۔۲۳۷ ج۔۱/ مظہری، ص۔۳۶۸ ج۔۱)

آیت شریفہ میں تھلکہ یعنی ہلاکت سے مراد، مال کی اصلاح، تدارکِ نقصان اور جہاد چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (مظہری، ص۔۳۶۸ ج۔۱)

حضرت اقدس مفتی محمد شفیعؒ صاحب رقم طراز ہیں کہ

"اس سے ثابت ہوا کہ ترک جہاد مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔"

(معارف القرآن، ص۔۴۷۷ ج۔۱)

جہاد میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے

کیونکہ جب اہل مال اپنے اموال کو مجاہدین پر خرچ کر کے انہیں مضبوط نہیں کریں گے اور اپنے اموال کے ذریعے سے مجاہدین کے لئے آلات حرب نہیں خریدیں گے تو مجاہدین کمزور ہو جائیں گے اور ان کا دشمن مضبوط ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ دشمن غالب آجائے۔ اس وقت وہ مسلمانوں کی تمام املاک اور اموال کو بھی چھین لیں گے اور مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنائیں گے اور ان پر کافرانہ قوانین کو مسلط کریں گے، تو اس وقت مجاہدین سے مال روک کر رکھنے والوں کو سوائے ندامت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جہاد بالمال کی ضرورت

بعض اوقات مال کی ضرورت میدان جہاد میں افراد سے بھی بڑھ کر پیش آتی ہے کیونکہ بغیر جنگی سامان کے جہاد نہیں ہو سکتا اسی لئے شریعت محمدیہ میں جہاد پر خرچ کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں کیونکہ مال جہاد میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کی دعوت جہاد پر فقراء بھی جہاد کے لئے حاضر خدمت ہوتے مگر مال کی کمی کی وجہ سے بعض مرتبہ ان کی سواری وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکتا تو وہ روتے ہوئے لوٹتے۔ اس غم پر جو انہیں جہاد سے محرومی کی وجہ سے پہنچتا تھا اسی حالت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلاَ عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلاَّ يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ. (سورۃ التوبہ۔ ۹۲)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی گناہ ان لوگوں پر کہ جب وہ آئیں آپ کے پاس تاکہ آپ ان کو سواری دیں۔ تو آپ کہیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کردوں تو وہ واپس لوٹتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس غم میں کہ وہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں۔

اسی لئے ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ اگر اللہ پاک نے اسے مالی وسعت سے نوازا ہے تو اس مال کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور ایمان واسلام کی حفاظت کے لئے جہاد میں خرچ کرے اور اس سلسلے میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ روکے کیونکہ یہ اجتماعی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابو سعود فرماتے ہیں مال کو روکنا اور اس سے محبت رکھنا یہ ہمیشہ کی ہلاکت کا باعث ہے اسی وجہ سے بخل کو ہلاکت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(تفسیر ابی السعود ص۔ ۱۵۷ ج۔ ۱)

اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

☆ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں جان ومال کے ساتھ جہاد کرتا ہو۔

(بخاری)

اسی افضلیت کا اعلان قرآن مجید نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اللہ کی راہ میں جان اور مال کی قربانی دینے والوں کے مقابلے میں وہ لوگ کہاں ہو سکتے ہیں جو یہ قربانی پیش نہیں کر سکتے۔ اللہ رب العزت کی حقیقی محبت اور رحمت بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے ساتھ جان ومال کا کیا ہوا عہد سچا کر دکھاتے ہیں اور کسی بھی آنے والی تکلیف کی پروا کئے بغیر اسلام کے غلبے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگا دیتے ہیں۔

عظیم الشان اجر

☆ حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیسے بھیجے اور خود گھر پر رہا اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جنگ کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مال خرچ کیا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

واللہ یضاعف لمن یشآء.

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں ثواب کو بڑھا دیتے ہیں۔

(ابن ماجہ: ص۔ ۱۹۸)

ایک اہم نکتہ: علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اجر کا اس قدر بڑھنا صرف

جہاد کے ساتھ خاص ہے یعنی جہاد میں خرچ کرنے پر اللہ رب العزت اس قدر اجر بڑھاتے ہیں جبکہ جہاد کے سوا دیگر کسی بھی راستے میں خرچ کرنے سے اجر اس قدر نہیں بڑھتا بلکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔(روح المعانی ص۔۷۸)

☆ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بہترین دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے جہاد میں اپنے گھوڑے پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔

(ابن ماجہ ص۔۱۹۸)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مجاہد کے ساز وسامان کا انتظام کرے اس کو اس غازی جیسا ہی اجر ملے گا اور غازی کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(ابن ماجہ ص۔۱۹۸)

☆ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اسے سات سو گنا اجر وثواب ملتا ہے۔(ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غازی کو جہاد کا ثواب ملتا ہے اور غازی کو اجرت اور معاوضہ دینے والے کو اجرت دینے کا بھی ثواب ملتا ہے اور غازی کا بھی ثواب ملتا ہے۔(ابوداؤد)

فائدہ: یہ تمام فضائل ان حالات میں ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو اور مسلمانوں کی طرف سے ایک جماعت یہ فریضہ اداء کر رہی ہو اور دوسرے لوگ ان کی مالی معاونت اور ان کے گھروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوں مگر جب کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کردیں یا کسی اور صورت سے جہاد فرض عین ہوجائے تو پھر ہر مسلمان پر جان اور مال دونوں کی قربانی ضروری ہوجاتی ہے۔

☆ حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جن مسلمانوں کے تین نابالغ بچوں کا انتقال ہوجائے اللہ پاک انہیں اپنے فضل ورحمت سے جنت میں داخل فرماتے ہیں اور جو آدمی اللہ کی راہ میں اپنے مال سے دو جوڑے خرچ کرے تو جنت کے دربان (فرشتے) ان کی طرف دوڑتے ہیں یعنی اس کا استقبال کرتے ہیں اور اسے بلاتے ہیں۔(سنن کبری بیہقی ص۔۱۷۱ ج۔۹)

فائدہ: اس روایت میں جوڑے سے مراد دو غلام یا دو اونٹ یا دو بکریاں ہیں یا اس طرح کی کوئی اور چیزیں۔ یہ اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور خرچ کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ ترین صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیمہ کا سایہ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خادم کا دینا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں نوجوان اونٹنی کا دینا ہے۔(ترمذی/کنز العمال ص۔۲۸۳۔ج۔۴)

چونکہ یہ تینوں چیزیں مجاہدین کے لئے سخت ضرورت کی ہیں اس لئے اسے اعلیٰ ترین صدقہ فرمایا گیا۔ مجاہدین کو رہنے کے لئے خیمے اور خدمت کے لئے افراد اور پیش قدمی کے لئے سواری کی سخت ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ یہ تینوں چیزیں قیمتی اور محبوب بھی ہیں اس لئے ان کے خرچ سے یہ عظیم ثواب ملتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو سایہ دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے۔(سنن کبری بیہقی ص۔۱۷۲ ج۔۹)

چونکہ مجاہد اللہ پاک کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر نکلتا ہے اس لئے جو کوئی بھی اس پر احسان کرتا ہے اللہ پاک اس احسان کا بدلہ خود اداء فرماتے ہیں۔

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے

جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے اور وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے، اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔ (ابوداؤد / کنز العمال ص۔۲۸۷)

اس حدیث شریف میں جان کے ساتھ مال خرچ کرنے کی بھی فضیلت مذکور ہے اور اس کو کمال ایمان کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جان اور مال کے ساتھ محبت کا عنصر وافر مقدار میں موجود ہے اور جب یہ اپنی دونوں محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو اسے ایمان کی حلاوت اور ایمان کا کمال درجہ عطاء کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں حضور ﷺ کا گزر حضرت جبرئیل کے ساتھ ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک دن میں کھیتی بوتے اور ایک دن میں کاٹتے جب وہ کاٹ لیتے تو کھیتی دوبارہ پیدا ہو جاتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یہ مجاہدین ہیں ان کی نیکی کا اجر سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے یہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ص۔۳۷۶)

چونکہ جہاد کے ذریعے سے اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے، باطل مٹتا ہے اور حق غالب آتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی زندہ ہوتا ہے۔ دین اسلام اور قرآن کا نظام عملی طور پر نافذ ہوتا ہے اسلام کی عظمت کو دیکھ کر لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کا اجر اس قدر بڑھا دیا جاتا ہے اور چونکہ جہاد کے ذریعے سے خیر کے کاموں کو ترقی ملتی ہے اور نیکی کی ترویج اور اشاعت ہوتی ہے اس لئے جہاد کرنے والوں اور جہاد میں خرچ کرنے والوں کو ان سب نیکیوں کا اجر بھی ملتا ہے۔ اور اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس کا بدلہ بھی عطاء فرماتے ہیں۔

حدیث (۱۸)

جہاد میں جاسوسی کی فضیلت

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "میں" حضور ﷺ نے پھر پوچھا کہ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "میں" تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ بن العوام ہیں۔

(صحیح البخاری ص۔۳۹۹ ج۔۱)

حواری کے معنی خصوصی معاون و مددگار کے ہیں۔

[امام بخاریؒ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ ہے باب فضل الطلیعہ، ہم نے عنوان میں اسی کا ترجمہ لکھا ہے کہ جہاد میں جاسوسی کی فضیلت] (مرتب)

تشریح حدیث:

حضور اکرم ﷺ ایک کامیاب ترین کمانڈر بھی تھے۔ آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام نبی الملاحم بھی ہے جس کا معنی ہے جنگوں والے نبی۔

☆ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ ونبی التوبۃ وانا المقفی وانا الحاشر ونبی الملاحم۔ (شمائل ترمذی ص۔۲۵)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی (آخری نبی) ہوں اور حاشر

ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ملاحم ملحمہ کی جمع ہے۔ ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل وقتال ہو۔ حضور ﷺ کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور حضور ﷺ کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا۔ نیز اس امت میں جہاد ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک رہے گا حتی کہ اخیر حصہ امت دجال سے قتال کرے گا۔ (خصائل نبوی ص۔ ۲۷۷)

آنحضرت ﷺ تمام جنگی امور وفنون کی مہارت رکھتے تھے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور ﷺ کی جنگی تدابیر اور حکمتوں کو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔

خود آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام کو یہ اصول بیان فرمایا کرتے تھے کہ۔

"الحرب خدعة" کہ جنگ تو تدبیر وحیلے کا نام ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ جنگی امور میں **توریہ** فرمایا کرتے تھے یعنی صراحت سے بیان کرنے کی بجائے ذومعانی لفظ استعمال فرماتے تھے تاکہ جنگ کا معاملہ خفیہ رہے۔ خصوصاً فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنی جنگی تیاری اور ارادے کو انتہائی مخفی رکھا اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھی۔ جب ایک صحابی کی طرف سے تھوڑی سی چوک ہوئی اور انہوں نے مشرکین مکہ کو اس کی خبر کرنے کی کوشش کی تو حضور ﷺ نے اس کوشش کو ناکام فرمادیا اور اتنی بڑی تیاری کو اتنا مخفی رکھا کہ مشرکین کو اس وقت خبر ہوئی جب آپ کا لشکر جرار ان کے سروں پر پہنچ گیا اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ بغیر خونریزی کے فتح ہوا۔ سوائے ایک آدھ مقام کے کہیں بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ ایک بہت بڑی جنگی حکمت عملی تھی۔

آنحضرت ﷺ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ کے دشمنوں سے برسرپیکار رہتے

تھے اس لئے آپ ﷺ دشمن کی ایک ایک چال پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ دشمن ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے مگر آنحضرت ﷺ کی جنگی تدابیر کی بدولت اور اپنے دشمن پر کڑی نظر رکھنے کی بدولت اسلام کے خلاف ہونے والی کئی بڑی سازشوں کو پنپنے سے قبل ختم کر دیا گیا۔ ان سازشوں میں خالد بن سفیان حذلی۔ کعب بن اشرف اور مسجد ضرار کی سازشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خالد بن سفیان حذلی حضور ﷺ کے خلاف لشکر تیار کر رہا تھا آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرا دیا۔

کعب بن اشرف یہودی مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن وار کی تدبیر بنا رہا تھا کہ حضور ﷺ نے محمدؓ بن مسلم کو مامور فرمایا جنہوں نے اسے ختم کر دیا۔

مسجد ضرار یہودیوں اور منافقوں کی ایک منظم سازش تھی جس کو کامیابی سے پہلے پہلے ختم کر دیا گیا۔

انہی جنگی چالوں میں سے ایک اہم چال دشمن کے لشکر کی خبر گیری ہے جس کے لئے حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تو حضرت زبیرؓ تیار ہو گئے جس پر انہیں بارگاہ نبوت سے حواری کا عظیم لقب ملا۔

حضور ﷺ کا جنگی امور میں اس قدر دلچسپی لینا اور اس قدر توجہ فرمانا اللہ رب العزت کے احکام کی بدولت تھا۔

آج بھی مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے ان احکام اور حضور ﷺ کے طریقوں کو زندہ کر کے اپنے دشمن کو زیر کر سکتے ہیں اور اسلامی عظمت کا دور واپس لوٹ سکتا ہے۔

حدیث (۱۹)

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص ۳۹۹ ج۔ ا باب الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ)

فائدہ: دوسری روایت میں خیر و برکت کی تشریح اجر اور غنیمت سے کی گئی ہے۔

(صحیح البخاری ص۔ ۴۰۰۔ ج۔ ا)

فائدہ: یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن سے قیامت تک جہاد کے جاری رہنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ (مرتب)

حدیث (۲۰)

جہاد کے لئے گھوڑا پالنے کا اجر

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کی لید اور پیشاب سب قیامت کے دن اس کے میزان (حسنات) میں ہوگا۔ (یعنی ان سب چیزوں پر اجر ملے گا)

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۰، ج۔ ا، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ)

حدیث (۲۱)

حضور ﷺ گھوڑے کی ننگی پشت پر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والوں پر (ایک آواز سن کر) کوئی خوف طاری ہوگیا سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے۔ نبی کریم ﷺ ان سب سے پہلے نکل چکے تھے اور آپ ہی نے اس واقعہ کی تحقیق کی۔ آپ ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے مت ڈرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے گھوڑے کو سمندر پایا (یعنی ابو طلحہ کے گھوڑے کی تعریف فرمائی کہ یہ تو سمندر کی طرح ہے)

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۷ ج۔ ا، باب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق)

تشریح حدیث ۱۹، ۲۰، ۲۱:

چونکہ جہاد میں دین اسلام کی عظمت اور بقاء ہے اس لئے مسلمانوں کو وہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا حکم دیا گیا جو چیزیں جہاد میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور ان چیزوں کے مہیا کرنے پر بھی اجر و ثواب کے وعدے کئے گئے، کیونکہ اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ضروری ہے اور جہاد کے لئے اسباب جہاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاد کی نسبت سے ان اسباب جہاد میں بھی بے بہا اجر و ثواب کے خزانے رکھے گئے ہیں۔

آلات جہاد میں گھوڑے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

مجید میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ. (الانفال۔۶۰)

ترجمہ: اور تیار کرو ان (کفار) سے لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔

☆ مسلم شریف میں حضرت جریرؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلیاں پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے۔

☆ نسائی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک گھوڑوں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

(فتح الباری۔ ص۶۶ ج ۷)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں یہ بشارت ہے کہ اسلام اور مسلمان قیامت تک رہیں گے اس لئے قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر کا ہونا یہ اس بات کی علامت ہے کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور جب جہاد ہو گا تو مجاہدین بھی ہوں گے اور یہ مجاہدین مسلمان ہوں گے تو معلوم ہوا کہ دین اسلام اور اس کے ماننے والے قیامت تک رہیں گے۔ (فتح الباری۔ ص۶۷، ج۶)

ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس کی حدیث سے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ "شیطان گھوڑے کی پیشانی پر نہیں آسکتا۔"

☆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں گھوڑا باندھا پھر اپنے ہاتھ سے اس کا چارہ بنایا تو اسے ہر

دانے کے بدلے نیکی عطاء کی جائے گی۔ (رواہ ابن ماجہ، فتح الباری۔ ص۔۶۷، ج۔۶)

☆ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے لوگوں کی ملکیت ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے وہ باعث اجر ہیں اور بعض لوگوں کے لئے پردہ اور بعض کے لئے وبال جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) اسے پالتا ہے پھر کسی شاداب جگہ (جہاں چارہ زیادہ ہو) اس کی رسی کو لمبا کر کے باندھتا ہے تو گھوڑا اس چرنے کی شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو شوط بھاگ جائے تو اس کے قدم کے آثار میں بھی مالک کے لئے حسنات ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گزرے اور اس سے پانی پی لے اگرچہ مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر بھی مالک کو اس سے حسنات ملتی ہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑا فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال جان ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص ۴۰۰، ج۔۱)

حضور اکرم ﷺ خود بھی گھڑ سواری فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے اسی طرح ہمارے اسلاف گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

☆ امام بخاریؒ نے صفحہ نمبر ۴۰۱ پر باب باندھا ہے۔ (سرکش جانور اور گھوڑے کی سواری کا بیان) پھر راشد بن سعد کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہمارے اسلاف (نر) گھوڑے کی سواری پسند کرتے تھے کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور جری بھی بہت ہوتا ہے۔ خود حضور ﷺ نے ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری فرمائی اور پھر اس گھوڑے کی تیزی کی تعریف فرمائی۔

بہر حال یہ ایک طویل موضوع ہے۔ جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے کے اس قدر فضائل اور گھوڑا باندھنے اور اس پر سواری کرنے کی اس قدر ترغیب

کی وجہ صرف یہی ہے کہ گھوڑا اس دور میں جہاد کا سب سے بہترین ذریعہ اور آلہ تھا۔

تو جو چیز بھی جہاد کے لئے بطور آلے اور ذریعے کے ہوگی اس کو رکھنے میں اور سیکھنے میں اجر ہوگا۔

اس لئے مسلمانوں کو ان شرعی احکام کی پیروی کرتے ہوئے جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہئے اور اسباب حرب اور آلات جنگ کو اپنے پاس ہمیشہ تیار رکھنا چاہئے تاکہ اجر وثواب بھی ملتا رہے اور ضرورت پڑنے پر پریشانی اور محرومی بھی نہ ہو۔

حدیث (۲۲)

اللہ رب العزت کی طرف سے اجر، غنیمت اور جنت کی ضمانت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ضمانت لی ہے اس شخص کی جو نکلے اس کے راستے (جہاد میں) اسے جہاد میں نہ نکالا ہو مگر مجھ پر ایمان لانے نے اور میرے انبیاء کو سچا ماننے نے کہ میں اسے لوٹاؤں گا اجر اور غنیمت کے ساتھ یا اسے جنت میں داخل کروں گا (حضور ﷺ نے فرمایا) اگر مجھے امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دستے سے بھی پیچھے نہ رہتا۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری۔ ص۔۱۰ج۔۱، باب الجہاد من الایمان)

تشریح حدیث:

یعنی یا تو اسے غازی بنا کر اجر وثواب کے ساتھ لوٹایا جائے گا یا شہادت کے مقام پر

فائز کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مجاہد کے لئے ہر حال میں رحمت ہی رحمت اور کامیابی ہی کامیابی ہے۔ زندہ رہے گا تو غازی، مارا جائے گا تو شہید۔ اسے فتح ہو یا شکست، وہ اپنے دشمن پر غالب رہے یا دشمن اس پر غالب آجائے، وہ دشمن کے مقابلے میں سامنے جاکر لڑے یا پیچھے مجاہدین کی خدمت میں لگا رہے، دشمن کے گولے سے شہید ہو یا اپنوں میں سے کسی کی گولی غلطی سے آلگے یا کسی جانور کے ڈس لینے سے مارا جائے ہر حال میں کامیاب ہے۔

مجاہد کے لئے ناکامی کی صرف ایک صورت ہے کہ اس کی نیت (خدانخواستہ) درست نہ ہو اور وہ شہرت اور نام ونمود کی خاطر لڑ رہا ہو اس صورت میں تو ناکامی ہے مگر جب اس کی نیت خالص اللہ کی رضا ہے اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلا ہے تو پھر کسی بھی صورت میں وہ ناکام نہیں بلکہ اللہ پاک نے اس کی کامیابی کی ضمانت لے لی ہے اب اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کی کامیابی کا ضامن خود مالک مطلق ہو۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کے لئے یہ عنوان منتخب فرمایا ہے۔

باب الجهاد من الايمان

کہ جہاد ایمان کا جزء ہے۔ اس سے بھی جہاد کی قدر ومنزلت کی طرف ایک خاص طریقے سے اشارہ ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو ایمان کے اس حصے کی تکمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔

حدیث (۲۳)

حضور ﷺ کا ورثہ

ترجمہ: حضرت عمروؓ بن حارث سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ورثے میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے، جو

صدقہ کردی تھی، اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری۔ ص ۴۰۳، ج۔۱)

(یہ سفید خچر آنحضرت ﷺ کے جہاد میں کام آتا تھا)(مرتب)

(کمافی حدیث رواہ براء بن عازبؓ)

تشریح حدیث :

حضور اقدس ﷺ نے دنیا جمع نہیں فرمائی اور نہ ہی ترکہ میں کچھ چھوڑا، سوائے آلات جہاد کے اور اس خچر کے جو جہاد میں کام آتا تھا، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ جہاد ایک عبادت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اسلام کو عظمت ملتی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ آلات جہاد سے محبت فرماتے تھے اور انہیں اہتمام سے خریدتے تھے۔ چنانچہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کے ورثے میں یہی آلات جہاد ہی تھے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو حضور ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

حدیث (۲۴)

قائد جہاد کی پہرے داری

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات بیداری میں گزاری، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا کاش میرے صحابہ میں کوئی صالح شخص ایسا آتا جو رات کو ہمارا پہرہ دیتا، اسی دوران ہم نے اسلحہ کی جھنکار سنی، حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں آنے والے نے کہا میں سعدؓ بن ابی وقاص ہوں، میں حاضر ہوا

ہوں تاکہ آپ کا پہرہ دوں۔ پھر نبی کریم ﷺ سو گئے۔

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۴، ج۔۱)

☆ ترمذی شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے گھر پر پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت واللہ یعصمك من الناس نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے پہرہ اٹھادیا۔

امام بخاریؒ نے اسکا باب باندھا ہے۔ "باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ" یعنی اللہ کے راستے کے غزوہ میں پہرہ دینا۔ (مرتب)

تشریح حدیث

دشمنوں سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ توکل دل میں ہوتا ہے اور یہ اسباب ظاہری طور پر اختیار کیے جاتے ہیں۔ خود حضور ﷺ جنگ میں دشمن کے بالکل قریب رہتے تھے مگر ایک موقع پر آپ نے دو زرہیں زیب تن فرمائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کفار و اشرار کی طرف سے جان کا خوف ہو وہ اپنے لئے حفاظتی تدابیر کرسکتے ہیں بلکہ انہیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں تاکہ دشمن انہیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ نہ کرجائے اور اگر ایسا ہوا تو اس میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے گی اور کافروں کا رعب چھا جائے گا اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی جانیں بھی غیر محفوظ ہو جائیں گی۔

جب آنحضرت ﷺ قرآنی حکم سے قبل اپنے گھر پر اسلحہ کے ساتھ پہرہ دلوا رہے ہیں تو پھر آج مسلمانوں کے علماء، صلحاء، اتقیاء کا اسلحہ سے اس قدر متنفر ہونا عجیب تر ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور نکتہ جو حدیث شریف کے الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ

ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے تمنا فرمائی کہ کاش میرا کوئی نیک صالح صحابی آکر پہرہ
دے تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل دین کو اپنی پہرے داری کے لئے نیک اور صالح با اعتماد افراد
کو متعین کرنا چاہئے۔

اللہ کے نافرمان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کسی وقت وہ بدل جائے اور خود نقصان
پہنچانے پر تل جائے جو لوگ اللہ کی نافرمانی سے نہیں گھبراتے وہ اپنی دنیاوی وفاداریوں کا بھی
اکثر وبیشتر پاس نہیں رکھتے۔ اس لئے پہرے داری کے لئے ایسے صالح، نیک اور با اعتماد افراد
کو متعین کیا جائے جو اس عمل کو پیشہ سمجھ کر نہیں بلکہ نیکی اور عبادت سمجھ کر اداء کریں اور وہ
اس قابل ہوں کہ دشمن سے دفاع بھی کر سکیں۔

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو افراد اس کے اہل ہوں وہ خود اپنی
خدمات پیش کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور خدمت لینے والے کو اس سے زیادہ مسرت اور خوشی
ہوگی۔

حدیث (۲۵)

مجاہد کے لئے بشارت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
ہلاک ہو دینار کا غلام اور درہم کا غلام اور رنگین چادر کا غلام، اگر اسے
کچھ دیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا
ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہوا۔ اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی
کوئی نکالنے والا نہ ہو) اور خوشخبری (بشارت) ہو اس بندے کے لئے
جو اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے
ہوئے ہے اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود ہیں اگر وہ پہرے پر

ہو (یعنی اسے دشمن کے سامنے متعین کیا گیا ہو) تو اس کا حق اداء
کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اسے لشکر کے پچھلے حصے پر دیکھ بھال کے
لئے مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق اداء کرے (حالانکہ اس کی دنیاوی
حالت یہ ہے کہ) اگر وہ کسی سے (ملاقات وغیرہ کی) اجازت چاہے تو
نہ ملے اور اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (صحیح البخاری ص
۴۰۳ ج ۱)

تشریح حدیث :

یہ حقیقت ہے کہ عام طور پر مجاہد کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اہل دنیا
کے ہاں اس کا کوئی مقام ہوتا ہے۔ مال اور حسن کی پجاری دنیا میں اس غریب پراگندہ حال مجاہد
کو کون پوچھتا ہے مگر اللہ رب العزت کے ہاں اس کا جو مقام ہے وہاں تک بڑے بڑے لوگ
نہیں پہنچ سکتے بلکہ اس مقام کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض روایات میں مجاہدین اور غیر
مجاہدین کے اعمال کا موازنہ کیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے اعمال کی قدر
وقیمت اللہ رب العزت کے ہاں بہت ہی زیادہ ہے۔

حدیث شریف میں مجاہدین کی اصلاح کے لئے بھی کافی سامان موجود ہے۔ ہر مجاہد
کی قلبی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرے اور اسے دشمن
کے مورچوں پر حملہ کرنے اور دو بدو لڑنے کا موقع ملے مگر انتظامی معاملات کی درستگی اور
جہاد کو مربوط بنانے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ مجاہدین اپنے آپ کو اپنے امیر کے
سپرد کر دیں اور امیر جس جگہ اس کا تعین کر دے وہاں خوش دلی اور دلجمعی کے ساتھ اپنا فرض
منصبی اداء کرے۔ اجر تو اپنی نیت اور اطاعت کی بقدر ملے گا کیونکہ اجر کا دارومدار میدان جنگ
کے کسی خاص حصے یا جہاد کے کسی خاص شعبے پر نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی امیر کی اطاعت سے

مجاہدین کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے یا ان کے لئے کھانا پکا رہا ہے تو اس آدمی کا اجر ہر گز اس آدمی سے کم نہیں جو دشمن کے مورچے میں گھس کر کافروں کو ذبح کر رہا ہے، لیکن اگر دشمن کے مورچے پر چڑھائی کرنے والا مجاہد امیر کی نافرمانی کر کے اور اس کا دل دکھا کر آیا ہے تو اس کے لئے کوئی اجر نہیں بلکہ الٹا وبال ہے۔

اس لئے مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور محض اپنی قلبی خواہشات اور جذبات کی تکمیل میں امیر کی نافرمانی کا گناہ نہ اٹھائیں۔

حدیث (۲۶)

جہاد میں پہرے داری کی فضیلت

ترجمہ: حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستے میں (دشمن کے مقابلے میں) ایک دن کا پہرہ، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بڑھ کر ہے۔ جنت میں تمہارے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ وہ شام جو بندہ اللہ کے راستے (جہاد) میں گزارے، وہ دن جو اللہ کے راستے میں ہو دنیا وما فیھا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص: ۴۰۴، ج۔۱)

تشریح حدیث:

اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور اسلامی لشکر کے تحفظ کے لئے پہرے داری کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب ترین عبادت ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ. (سورہ آل عمران۔ آیت ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(رابطو) یعنی جس طرف سے بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو اس طرف سے آہنی دیوار کی طرح ان کے راستے کی رکاوٹ بن جاؤ۔

☆ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک دن اور رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے۔ اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو اس کا وہ عمل جاری کر دیا جائے گا جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا (یعنی منکر نکیر کے سوال سے) (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر مرنے والے کا عمل اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا ہے سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل دوبارہ زندہ کئے جانے تک (یعنی قیامت تک) جاری رہتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے۔ (حاکم وابن مردویہ / مختصر ابن کثیر۔ ص۔ ۳۵۱ ج۔۱)

☆ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس کا انتقال اللہ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے ہوا تو اس کا وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ پاک قیامت کے دن اسے بڑے خوف سے محفوظ و مامون کر کے اٹھائے گا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے

خوف سے روئی ہو اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں پہرے داری میں جاگی ہو۔ (ترمذی)

☆ غزوہ حنین کے موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات کون ہماری پہرے داری کرے گا (یعنی لشکر اسلام کی) حضرت انس ابن ابی مرثدؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں پہرے داری کروں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ اور اپنی طرف سے رات کے وقت حملہ مت کرنا۔ جب صبح ہوئی حضور ﷺ نماز کی جگہ تشریف لائے اور آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنے پہرے دار کو دیکھا۔ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ نماز کا اعلان ہوا، حضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی کچھ توجہ گھاٹی کی طرف تھی، یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ نے فرمایا خوشخبری ہو تمہارا شہسوار آگیا، ہم یہ سن کر گھاٹی کی طرف درختوں کے درمیان سے دیکھنے لگے کہ اچانک وہ تشریف لے آئے اور حضور ﷺ کے پاس آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے میں چلا یہاں تک کہ اس گھاٹی کے اوپر جا پہنچا۔ جیسا کہ آپ نے حکم دیا تھا، جب صبح ہوئی اور دونوں گھاٹیوں پر سورج نکل آیا تو میں نے دیکھا مگر کسی کو نہ پایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم رات کو نیچے اترے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں سوائے نماز اور قضاء حاجت کے نیچے نہیں اترا، اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تو نے جنت کو واجب کر لیا، اگرچہ تو اس کے بعد کوئی عمل نہ کرے (یعنی جنت تیرے لئے واجب ہو گئی) (ابوداؤد، نسائی)

☆ حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت اخلاص کے ساتھ ایک دن رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں کرنے کا ثواب سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے اور رمضان میں ایک دن کا رباط ایک ہزار سال کے صیام و قیام سے افضل واعلیٰ ہے (صیام وقیام

کے لفظ میں راوی کو کچھ تردد ہے) پھر فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح سالم اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا دیا تو ایک ہزار سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور اس کے عمل رباط کا اجر قیامت تک جاری رہے گا۔ (قرطبی و معارف القرآن)

☆ ابوداؤد نے بروایت حضرت فضالہؓ بن عبید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بجز مرابط کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر میں حساب کتاب لینے والوں سے وہ محفوظ وما مون رہتا ہے۔

اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ عمل رباط (جہاد میں پہرے داری کا عمل) صدقہ جاریہ سے بھی افضل ہے کیونکہ صدقہ جاریہ کا ثواب تو اسی وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اس کے صدقہ کئے ہوئے مکان، زمین، تصانیف یا وقف کی ہوئی کتابوں وغیرہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ جب یہ فائدہ منقطع ہو جائے تو ثواب بھی بند ہو جاتا ہے مگر مرابط فی سبیل اللہ کا ثواب قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اعمال صالحہ پر قائم رہنا، جب ہی ممکن ہے جبکہ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہوں تو ایک مرابط کا عمل تمام مسلمانوں کے اعمال صالحہ کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے قیامت تک اس کے عمل رباط کا ثواب بھی جاری رہے گا اور اس کے علاوہ وہ جتنے نیک کام دنیا میں کیا کرتا تھا ان کا ثواب بھی بغیر عمل کئے جاری رہے گا۔ جیسا کہ کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن۔ ص۔ ۴۷۵ ج۔ ۲)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مہینے کی پہرے داری پوری زندگی کے روزے رکھنے سے افضل ہے اور جس کا انتقال اللہ کے راستے میں رباط (پہرے داری) کرتے ہوئے ہوا وہ قیامت کے بڑے خوف اور شدت سے محفوظ رہے گا۔ اس کے رزق کو جنت میں وسیع کر دیا جائے گا اور اسے

رباط کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (الترغیب والترہیب ص۔ ۲۶۶ ج۔ ۲)

☆ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر مرابط کا انتقال حالت رباط (پہرے داری) میں ہو جائے تو اس کے عمل کا اجر قیامت تک کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو صبح وشام جنت میں رزق دیا جائے گا اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو، یہاں تک کہ حساب ختم ہو جائے۔ (اس کی سند متقارب ہے)

(الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۳۶۸ ج۔ ۲)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے رباط کا اجر پوچھا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اسے اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے کا اجر ملے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید / الترغیب والترہیب ص۔ ۳۶۸ ج۔ ۲)

یعنی جن لوگوں نے اطمینان کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے ان کے اجر میں یہ مرابط بھی شریک ہے کیونکہ اس کی بدولت ان کو اطمینان کے ساتھ یہ اعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد اور مرابط کا اجر ان علمی خدمات میں بھی ہوگا جنہیں علماء کرام اطمینان کے ساتھ اداء کر رہے ہیں اس لئے کہ اگر کافر کسی ملک پر قبضہ کرلیں تو تمام دینی، علمی، اصلاحی کاموں پر قدغن لگادی جاتی ہے جیسا کہ ماوراء النہر کی اسلامی ریاستوں میں ہوا۔ مگر مجاہد کی قربانی کی بدولت اور دشمن کو روکنے کی بدولت یہ خدمات جاری رہتی ہیں،ا۔ مجاہد کو ان خدمات میں بھی پورا پورا حصہ ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

نے فرمایا۔ جس نے ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتے ہیں اور ہر خندق سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ لاباس بہ ان شاء اللہ / الترغیب والترہیب ص۔ ۳۶۸ ج۔ ۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرابط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے (اجر میں) اور اس کا ایک دینار اور درہم خرچ کرنا ان سات سو دیناروں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ میں خرچ کیے جائیں۔

(رواہ البیہقی الترغیب والترہیب ص۔ ۳۶۹ ج۔ ۲)

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ رباط میں تھے تو لوگ ساحل کی طرف دوڑے پھر کہا گیا کچھ نہیں ہے (یعنی کوئی خوف کی بات نہیں ہے) تو لوگ لوٹ آئے مگر ابوہریرہؓ وہاں ٹھہر گئے۔ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا اس نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو یہاں روکا ہوا ہے اے ابوہریرہ تو انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک ساعت کھڑے رہنا لیلۃ القدر میں حجر اسود کے سامنے قیام سے افضل ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی۔ الترغیب والترہیب ص۔ ۳۶۹ ج۔ ۲)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی رات نہ بتاؤں جو لیلۃ القدر سے افضل ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا) ایک پہرے دار جو پہرہ دے رہا ہے ایسی خوف کی جگہ کہ شاید وہ گھر نہ لوٹ سکے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔ ۱۴۹ ج۔ ۹)

یعنی وہ دشمن کے مقابل پہرہ دے رہا ہے اور دشمن کے سامنے پہرہ دینے میں تو یہ اندیشہ ہوتا ہی ہے کہ دشمن کی طرف سے کوئی تیر گولی وغیرہ لگے یا دشمن رات کو شب خون مارے جیسا کہ دور حاضر میں افغانستان میں مجاہدین کو رات کے وقت پہرہ دیتے ہوئے یہ تمام حالات پیش آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ عظیم فضائل حاصل کر لئے۔

☆ حضرت ابوریحانہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک

غزوے میں نکلے۔ آنحضرت ﷺ (رات کے وقت) ہمیں ایک اونچی جگہ لے گئے جہاں ہمیں سخت سردی لگی یہاں تک کہ ہم زمین میں گڑھے کھود کران میں گھس گئے اور اپنی ڈھالیں اپنے اوپر ڈال لیں۔ جب حضور ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ کون ہے جو آج رات پہرے داری کرے؟ میں اس کو ایسی دعاء دوں گا جس سے وہ اپنا مقام پائے گا۔ انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ میں پہرے داری کروں گا اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے ان کو دعاء دی۔ حضرت ابوریحانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی کہا کہ میں پہرے داری کروں گا تو حضور ﷺ نے مجھے دعاء دی لیکن پہلی دعاء کی نسبت کم۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جہنم کی آگ کو اس آنکھ پر حرام کردیا گیا ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور اس آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے جو اللہ کے راستے (جہاد) میں جاگے۔

(سنن کبری بیہقی ص۔۱۴۹ ج۔۹)

حدیث کی کتابوں میں ان کے علاوہ رباط کے بے شمار فضائل ہیں۔ آخر میں رباط کی فضیلت پر ایک ایمان افروز قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن عساکر نے عبداللہ بن مبارک کے حالات میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک نے مجھے یہ اشعار لکھوائے جبکہ وہ طرسوس میں تھے (حضرت عبداللہ بن مبارک طرسوس پہنچ کر اسلامی سرحدوں پر رباط یعنی پہرے داری فرمارہے تھے انہوں نے یہ اشعار ۱۷۷ھ میں فضیل بن عیاض جو عابد الحرمین کے لقب سے مشہور تھے کے نام لکھے)۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ۔۔۔ لعلمت انک فی العبادة تلعب

من کان یخضب خده بدموعه ۔۔۔ فنحورنا بدمائنا تتخضب

او کان یتعب خیله فی باطل ۔۔۔ فخیولنا یومَ الکریهة تتعب

ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ۔۔۔ رهج السنابك والغبار الاطیب

ولقد اتانا من مقال نبینا ۔۔۔ قول صحیح صادق لا یکذب

لا یستوی غبار خیل الله فی ۔۔۔ انف ودخان نار تلهب

هذا کتاب الله ینطق بیننا ۔۔۔ لیس الشهید بمیت لا یکذب

ترجمہ:.........

(۱)..... اے حرمین کے عابد اگر آپ ہمیں (مجاہدین کو) دیکھ لیں تو آپ جان لیں گے کہ آپ عبادت میں کھیل رہے ہیں۔

(۲)..... آپ لوگ تو اپنے رخسار اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جبکہ ہماری گردنیں ہمارے لہو سے رنگین ہوتی ہیں۔

(۳)..... اور لوگ تو اپنے گھوڑے فضول چیزوں میں تھکاتے ہیں جبکہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ میں تھکتے ہیں۔

(۴)..... عنبر کی خوشبو آپ کو مبارک۔ ہماری خوشبو تو کوڑوں کی چمک اور (جہاد کا) پاکیزہ غبار ہے۔

(۵)..... ہم حضور ﷺ کا ایک سچا ناقابل تردید قول پیش کرتے ہیں۔ (وہ قول یہ ہے)

(۶)..... کہ کسی آدمی کے ناک میں اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا۔

(۷)..... اور یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان سچا فیصلہ کرتی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔ (یعنی انجام کار کے اعتبار سے ہم شہید ہوں گے تو مردہ نہیں کہا جائے گا۔ غسل وکفن کی حاجت نہیں ہوگی قبر میں بھی سوال وجواب نہیں ہوگا اور حشر میں بھی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا)

راوی فرماتے ہیں کہ میں فضیل بن عیاض سے مسجد حرام میں ملا اور ان کو یہ خط دیا۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ابو عبدالرحمن

(عبداللہ بن مبارک) نے سچ کہا اور مجھے خوب نصیحت فرمائی۔

پھر مجھے فرمایا کہ کیا تم حدیث شریف لکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو فرمایا کہ میں تمہیں عبداللہ بن مبارک کے خط پہنچانے کے کرائے کے طور پر یہ حدیث لکھواتا ہوں پھر حضرت فضیل بن عیاض نے اپنی سند کی ساتھ یہ حدیث لکھوائی۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے سے میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب پالوں تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ تو مستقل نماز پڑھے اور نہ تھکے (یعنی کبھی بھی تھک کر نماز نہ چھوڑے) اور روزے رکھے اور افطار نہ کرے (یعنی کسی دن بھی افطار نہ کرے) تو اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں تو کمزور ہوں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھے اتنی طاقت مل بھی جائے (کہ مستقل روزہ نماز میں لگا رہے) تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جب مجاہد کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا چرنے کے لئے لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی اس (مجاہد) کے لئے اجر لکھا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر سورۃ کہف)

اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کی عظمت اور تحفظ کے لئے رباط فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے اور امت میں خلافت کے قیام کے لئے اس طریقے کو بھی زندہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حدیث (۲۷)

اے بنی اسماعیل تیر پھینکو

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کا گزر قبیلہ بنی اسلم کے بعض افراد پر ہوا جو تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا اے اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو۔ تمہارے والد (اسماعیل علیہ السلام) بھی تیر انداز تھے تم مشق کرو اور میں بنی فلاں کی طرف سے ہوں (جب آنحضرت ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے) تو دوسرے فریق نے تیر اندازی کی مشق روک لی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تیر اندازی نہیں کرتے تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے تیر اندازی کریں جبکہ آپ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۶ ج۔۱)

حدیث (۲۸)

تیر برساؤ اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے سوا میں نے کسی کے متعلق نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے اس پر فدا ہونے کو کہا ہو۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرما رہے تھے تیر برساؤ اے سعد تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۷ ج۔۱)

تشریح حدیث ۲۷، ۲۸:

اس مبارک حدیث سے حضور ﷺ کی تیر اندازی میں دلچسپی اور تیر اندازی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

تیر اندازی وہ جنگی مہارت ہے جسے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید میں اللہ رب

العزت نے دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ. (سورۃ انفال، آیت۔۶۰)

ترجمہ: اور تیار کرو (کفار سے لڑائی کے لئے) جو کچھ جمع کر سکو قوت سے۔

قوت کی تفسیر خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

☆ حضرت قتادہؓ کی روایت ہے انہوں نے حضور ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

خبردار قوت تیر اندازی میں ہے۔ خبردار قوت تیر اندازی میں ہے خبردار قوت رمی میں ہے۔ (صحیح مسلم۔ ص۔ ۱۴۳، ج۔ ۲)

یعنی میدان جہاد کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے اور دور حاضر کی جنگوں پر بھی آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک فرمان حرف بحرف صادق آتا ہے کہ فوجوں کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے جس کا میزائل جتنا دور مار اور خطرناک ہوگا وہ اتنا ہی طاقتور تصور کیا جائے گا بلکہ اب تو دست بدست جنگ کا رواج ہی نہیں رہا کہیں خال خال اس کا موقع پیش آتا ہے۔ اصل جنگ تو اس دور میں پھینکنے کی جنگ ہے۔

اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید نے مسلمانوں کو چودہ سو سال پہلے ہی یہ حکم دے دیا کہ جس قدر تم سے ہو سکے جنگی قوت مہیا کرو تاکہ تمہارا دشمن تم سے مرعوب رہے اور تمہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔ حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔

☆ حمزہ بن اسید سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر جب ہم قریش کے مقابلہ کے لئے صف بستہ کھڑے تھے اور وہ بھی ہمارے مقابلے کے لئے صف باندھ چکے تھے فرمایا کہ اگر قریش تمہارے قریب آجائیں تو تم لوگ تیر

اندازی شروع کر دینا (تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں) (صحیح البخاری ص۔۴۰۶، ج۔۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ (غزوہ بدر کے دن) ایک ڈھال سے کام لیتے تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے۔ جب آپ تیر مارتے تو حضور اکرم ﷺ سر مبارک اوپر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا لگا ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص۔۴۰۶، ج۔۱)

☆ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک اس کے بنانے والے کو جو خیر کے ثواب کی امید رکھے اور اس کے پھینکنے والے کو اور اس کے دینے والے کو، تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جس نے تیر اندازی کو سیکھ کر اسے ناپسند کرتے ہوئے بھلا دیا تو یقیناً اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا ایک نعمت کی ناشکری کی۔

(الترغیب والترہیب ص۔۱۰۰، ج ۲ / ابوداؤد ص۔۳۴۷، ج۔۱)

☆ فقیم اللخمی نے حضرت عقبہ بن عامر سے کہا کہ آپ ان دو ہدفوں کے درمیان آجا رہے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور یہ کام آپ کے لئے باعث مشقت ہے۔ (یعنی اس عمر میں آپ کو تیر اندازی کی مشق اور نشانہ بازی کی کیا ضرورت ہے) اس پر حضرت عقبہؓ بن عامر نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں اس قدر مشقت نہ اٹھاتا۔ حارث کہتے ہیں کہ میں نے ابن شماسہ سے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا یہ فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم ص۔۱۴۳، ج۔۲)

☆ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے لئے زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ پاک کی مدد تمہیں کافی ہوگی تو ایسے

وقت میں تم میں سے کوئی اپنے تیروں کی مشق کو نہ چھوڑ بیٹھے۔ (صحیح مسلم ص۔۱۴۳ ج۔۲)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "کہ تم تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ یا فرمایا کہ تمہارے کھیلوں میں یہ سب سے بہتر ہے۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط و قال فانہ من خیر لعبکم واسنادھما جید قوی الترغیب والترہیب ص۔۴۰۱ ج۔۲)

☆ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور جابر بن عمر الانصاریؓ کو دیکھا کہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے تو دوسرے (صحابی) نے ان سے فرمایا کیا آپ سست ہو گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اللہ رب العزت کے ذکر سے خالی ہو وہ لھو ہے یا بھول، سوائے چار چیزوں کے، آدمی کا تیروں کے ہدف کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کی مشق کرنا) آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اپنی گھروالی سے کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید، الترغیب والترہیب ص ۴۰۲ ج۔۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک تیر اچھی طرح مارا (دشمن تک پہنچایا) تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا، تو میں نے اس دن سولہ تیر اچھی طرح پھینکے (دشمن تک پہنچائے) (نسائی ص۔۵۸ ج۔۲، الترغیب والترہیب ص۔۴۰۲ ج۔۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (نسائی ص۔۵۸ ج۔۲، الترغیب والترہیب ص۔۴۰۲ ج۔۲)

☆ شرجیل بن السمط نے کعب بن مرۃؓ سے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ

کی کوئی حدیث احتیاط کے ساتھ بیان فرمایئے (یعنی حدیث میں کوئی کمی زیادتی بھول چوک نہ ہو) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔ ابن نحام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ درجہ کتنا ہوگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ (جنت کے درجوں کی مسافت) تمہارے گھر کے درجوں جیسی نہیں بلکہ دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ (نسائی ص۔۵۸ ج۔۲، الترغیب والترہیب ص۔۴۰۳ ج۔۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جس نے ایک مسلمان غلام آزاد کیا وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی شریف ص۔۵۸ ج۔۲)

☆ حضرت عقبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور دشمن سے قتال کرو، فرماتے ہیں کہ اس پر ایک شخص نے دشمن کی طرف تیر مارا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کر لیا (یعنی جنت اس کے لئے واجب ہو گئی)

(رواہ احمد باسناد حسن / الترغیب والترہیب ص۔۴۰۴ ج۔۲)

☆ محمد بن حنفیہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابو عمرو انصاری کو دیکھا۔ ابو عمرو انصاری وہ صحابی ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ بدر، احد میں شریک تھے اور انہوں نے عقبہ میں حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ (میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا) کہ وہ روزے کی حالت میں ہیں اور پیاس کی وجہ سے ان کا برا حال ہے اس حالت میں وہ اپنے غلام سے فرماتے ہیں مجھے ڈھال دو غلام نے انہیں ڈھال دی تو انہوں نے بڑی کمزوری کے ساتھ دشمن پر تین تیر برسائے پھر فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ

آپ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔ حضرت ابو عمرو انصاریؓ مغرب سے قبل ہی شہید ہوگئے۔

(رواہ الطبرانی / الترغیب والترہیب ص۔۴۰۵ ج۔۲)

سبحان اللہ، اس کمزوری اور بڑھاپے کے عالم میں روزے کے ساتھ سخت پیاس کی حالت میں میدان جنگ میں موجود ہیں اور دشمن پر تیر برسا رہے ہیں اور پھر افطار سے قبل ہی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے مبارک اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال میں شریک ہوتے تھے اور زبان نبوت سے بے شمار فضائل کی خوشخبریاں سنتے تھے۔

آج مسلمانوں کے لئے میدان جہاد میں نکل کر دشمن اسلام پر بندوق، توپ اور لانچر کے ذریعے سے آگ اور بارود برسا کر یہ سارا اجر وثواب حاصل کرنے کا سنہری موقع موجود ہے۔ مسلمان نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اسلحہ چلانا سیکھیں تاکہ دشمنان اسلام پر تاک تاک کر گولیاں برسائیں اور ان تمام فضائل کے مستحق بنیں جو حضور ﷺ نے دشمن پر تیر برسانے کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

حدیث (۲۹)

مسجد میں نیزہ بازی کی مشق

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے سامنے چھوٹے نیزے کے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے (دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ ہے کہ مسجد میں یہ مشق ہو رہی تھی) کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر انہیں چھوڑ دو یعنی انہیں یہ کھیل دکھانے دو۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۶ ج۔۱)

(امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے جہاد کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہے چونکہ نیزہ بازی جہاد میں کام آتی ہے اور جہاد ایک عبادت ہے اس لئے مسجد میں اس کی اجازت دی گئی۔ (مرتب)

تشریح حدیث:

ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہی نہ ہو اس لئے نیزوں کی مشق کرنے والوں کو روکا یا حضور ﷺ کو دیکھ لیا ہو مگر یہ سوچا ہو آنحضرت ﷺ ان کو روکنے سے حیا فرما رہے ہیں۔ اس لئے خود ان کو روکا مگر حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیا اور نیزہ بازی کی مشق کو جاری رہنے دیا۔

کاش! رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی نیزہ بازی کی مجلسیں سجا کریں اور مسلمان مل جل کر حربی امور کی ٹریننگ کیا کریں۔ تاکہ مسلمانوں کا ہر فرد مجاہد بنے اور دشمن سے اپنا اور اپنے دین کا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا دفاع کر سکے۔

حدیث (۳۰)

جہاد کے لئے اسلحہ کی خریداری

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بطور مال فئے کے عطاء فرمائے کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کی طرف سے حملہ اور جنگ کے بغیر ملے تھے۔ تو یہ اموال خاص طور پر جناب نبی کریم ﷺ کی تحویل میں تھے۔ ان

اموال سے آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دیتے تھے اور باقی مال ہتھیار اور گھوڑوں پر لگاتے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے۔ (صحیح البخاری۔ ص۔۴۰۷،ج۔۱، باب المجن)

حدیث (۳۱)

جہاد میں جنگی ٹوپی کا استعمال

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے احد کی لڑائی میں حضور نبی کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا تھا اور آپ ﷺ کے آگے کے دانت شہید ہوگئے تھے اور جنگی ٹوپی سر مبارک پر ٹوٹ گئی، حضرت فاطمہ خون دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جارہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی لی اور اسے جلایا، یہاں تک کہ وہ راکھ ہوگئی پھر اس راکھ کو زخموں پر ڈالا تو خون رک گیا۔

(صحیح البخاری ص۔۴۰۸،ج۔۱، باب لبس البیضۃ)

حدیث (۳۲)

جہاد میں زرہ کا استعمال

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بدر کے دن ایک قبے میں تشریف فرما تھے اور دعاء فرمارہے تھے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے

(یعنی مسلمان ختم ہوجائیں، کفار کے ہاتھوں شکست کھاجائیں) اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بس کیجئے اے اللہ کے رسول آپ نے اپنے رب کے سامنے خوب گریہ زاری کرلی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ یہ آیات پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ. (صحیح بخاری۔ ص۔۴۰۸،ج۔۱، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ)

تشریح حدیث ۳۰، ۳۱، ۳۲ :

ان مبارک احادیث سے حضور ﷺ کا جہاد کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کو اس سلسلے میں دو چیزوں کا حکم فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (سورہ نساء آیت:۸۴)

ترجمہ: سو آپ قتال کیجئے اللہ کی راہ میں، آپ ذمے دار نہیں مگر اپنی جان کے اور مسلمانوں کو قتال پر ابھاریئے۔

حضور ﷺ کو خود قتال کرنے، اور صحابہ کرام کو اس عمل پر ابھارنے کے، دو حکم دیئے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں احکام کی اس طرح پیروی فرمائی ہے جو صرف آپ ہی کی شان ہے۔ آپ ﷺ خود ستائیں مرتبہ میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے شدید زخم بھی کھائے۔ بعض میدانوں میں جب افراتفری ہوگئی اور ظاہری طور پر آپ

ﷺ کے ساتھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے تب بھی آپ ﷺ میدان میں ڈٹے رہے۔ آپ ﷺ نے باسٹھ سال کی عمر میں تبوک کا سخت مشقت والا سفر فرمایا۔ غزوہ خندق میں مشرکین کے طویل محاصرے کے دوران آپ ﷺ اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ کر ڈٹے رہے اور خود اپنے دست مبارک سے خندق کھودتے رہے۔ اس صبر آزما اور مشکل غزوے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ یہودیوں سے قتال کا حکم ملا تو آپ ﷺ فوراً بنی قریظہ تشریف لے گئے اور پندرہ دن تک دشمن کو محاصرے میں رکھا۔ آپ ﷺ نے خیبر کی طویل لڑائی اور طائف کے مشکل محاذ پر خود ہی کمان فرمائی اور ہوازن اور بنی ثقیف کی فتح بھی آپ ﷺ کی قیادت میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے غنائم تقسیم فرمائے۔ بالآخر آپ ﷺ کی دیرینہ قلبی خواہش پوری ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی قیادت میں مکہ مکرمہ کو فتح فرمالیا۔

ان تمام جنگوں میں آپ ﷺ لڑائی کے دوران دشمن کے سامنے ڈٹے رہے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے، انہیں جنت کا راستہ دکھاتے رہے۔ آپ ﷺ نے جہاد میں اپنے چچا کے ٹکڑے بھی دیکھے، محبوب صحابہ کرامؓ کی ستر ستر لاشیں بھی دیکھیں، اپنے منہ بولے بیٹے اور چچازاد بھائی کی شہادت کی خبر بھی خود صحابہ کرام کو روتے ہوئے سنائی مگر جہاد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ مدینہ منورہ کی زندگی میں کوئی دو ماہ ایسے نہیں گزرے جن میں حضور ﷺ خود جہاد میں تشریف نہ لے گئے ہوں یا آپ نے صحابہ کرامؓ کا کوئی دستہ نہ بھیجا ہو۔

آپ خود تشریف لے جاتے تو قتال سے لے کر خدمت تک کے امور میں بنفس نفیس شریک رہتے اور اگر صحابہ کرامؓ کے دستے بھیجتے تو انہیں رخصت فرماتے اور جب تک وہ دستے واپس نہ لوٹ آتے آپ کی توجہ ادھر رہتی۔ آپ جنگی امور میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ بڑے سے بڑے دشمن کی تدبیریں آپ کے سامنے ہیچ ہوجاتی تھیں۔ آپ جہاد ہی سے نہیں بلکہ شہادت سے بھی اس قدر محبت فرماتے کہ بار بار اس کی تمنا فرماتے تھے۔ آپ اپنے گھر والوں کو معمولی سا نفقہ دیکر باقی اموال سے جہاد کے لئے اسلحہ اور گھوڑے خریدتے

تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کی جنگی قوت جو ابتداء میں کچھ نہ تھی عروج تک پہنچ گئی اور عرب و عجم پر اسلامی جھنڈے لہرانے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو آئندہ کے بڑے دشمنوں (قیصر و کسریٰ) سے لڑنے کے لئے اپنی حیات مبارکہ ہی میں ذہنی طور پر تیار فرمادیا اور ان تمام علاقوں کے فتح ہونے کی خوشخبری بھی پیشین گوئی کے طور پر سنا دی، آپ ﷺ نے اپنے بعض مبارک فرمودات کے ذریعے سے اسلامی بحری بیڑے کی بنیاد رکھ دی جو آگے چل کر اسلام کی ایک بہت بڑی قوت ثابت ہوا۔ آپ ﷺ نے اس بحری بیڑے کے پہلے دستے کے لئے جنت کی بشارت سنائی۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو جنگی امور میں مہارت کے لئے غیروں کے پاس بھی بھیجا، چنانچہ دو صحابہ کرام کو منجنیق سیکھنے کے لئے بعض غیر مسلموں کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک فرمودات کے ذریعے سے اپنے ہر صحابی میں جہاد کی ایسی روح پھونک دی جو انہیں گھروں میں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کے نزدیک جہاد سب سے محبوب عمل بن چکا تھا اور وہ شہادت کی موت کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ بستر کی موت سے انہیں عار اور نفرت محسوس ہوتی تھی۔ وہ اپنے قائد کے فرمودات کو سینوں میں محفوظ کر کے شام، فلسطین، قیصر و کسریٰ کے فاتح بنے، دنیا کی سپر طاقتیں ان کی یلغار کے سامنے بے بس ہوگئیں اور لشکر محمدی کے یہ جانباز اس وقت تک لڑتے رہے جب تک روح نے ان کے جسموں کا ساتھ دیا اور خون ان کی رگوں میں دوڑتا رہا بلکہ بعض جاں نثاروں نے تو یہ بھی وصیت کی کہ ان کے جنازے بھی جہاد کے ساتھ ساتھ چلیں اور آخری منزل پر ان کو دفن کیا جائے۔

حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے اور آپ کی یہ شجاعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں مکمل طور پر سرایت کر چکی تھی۔

اب حضور ﷺ کی ختم نبوت کی برکت سے حضور ﷺ کے ورثاء (علماء) اور

آپ کی امت کو یہ دو کام ملے ہیں۔ ایک خود قتال کرنا اور دوسرا مسلمانوں کو اس مبارک عمل کے لئے ابھارنا اور تیار کرنا۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جو ان دونوں احکام کو زندہ کر کے دین و دنیا کی سرفرازی حاصل کرے۔

حدیث (۳۳)

روزی نیزے کے سائے کے نیچے

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے اس کے لئے ذلت اور پستی کو مقدر کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۸ باب ما قیل فی الرماح)

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں نیزے کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا ذریعہ معاش اللہ پاک نے نیزے یعنی جہاد کو بنایا ہے اسی لئے بعض محدثین علماء فرماتے ہیں کہ تمام کمائیوں میں سب سے افضل کمائی مال غنیمت کا مال ہے اور حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں کفار کے لئے ذلت و رسوائی سے مراد جزیہ ہے۔

(فتح الباری ص۔۱۱۶ ج۔۲)

آلات جہاد میں سے یہاں صرف نیزے کا ذکر ہے کہ روزی نیزے کے سائے میں رکھ دی گئی ہے جبکہ باقی آلات کا ذکر نہیں ہے کیونکہ عام طور پر جہاد میں جھنڈا نیزے پر

لہرایا جاتا تھا اس لئے نیزے کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ مراد اس سے اموال غنیمت ہیں، قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال غنیمت کو مال طیب یعنی پاکیزہ مال قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (سورہ انفال۔ آیت:۲۶)

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مغلوب پڑے ہوئے تھے، ڈرتے تھے کہ تم کو لوگ (مشرکین مکہ) اچک لیں پھر اس (اللہ) نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور پاکیزہ ستھری چیزیں تمہیں بطور روزی کے دیں تاکہ تم شکر کرو۔

فائدہ: تفسیر جلالین میں طیبات کی تفسیر مال غنیمت سے کی گئی ہے۔

(تفسیر جلالین ص۔۱۸۹ طبع بیروت)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی اپنی قلت وضعف کا خیال کر کے خدا کے حکم (جہاد) ماننے میں سستی مت دکھلاؤ، دیکھو ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا، تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں، تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام کہیں نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں، مگر خدا نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ انصار و مہاجرینؓ میں عدیم النظیر رشتہ مواخات قائم کر دیا، پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی، کفار کی جڑ کاٹ دی۔ تم کو فتح الگ دی، مال غنیمت اور فدیہ اساری (جنگی قیدیوں کا فدیہ) الگ دیا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع واقسام کی نعمتیں

عطاء فرمائیں تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔ (تفسیر عثمانی ص۔ ۳۱۲)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب دیکر میری نصرت کی گئی، اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ تھا، اور میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے میری امت کا کوئی فرد جہاں بھی نماز کا وقت اس پر داخل ہو وہ ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے، اور مجھے شفاعت کا حق دیا گیا، اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

(رواہ مسلم و بخاری / سنن کبریٰ بیہقی ص۔ ۴ ج۔ ۹)

چونکہ اللہ رب العزت نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور قیامت تک تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس لئے دین اسلام میں ان دشمنوں کے لئے جو دین کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں ایسی تدابیر نازل کی گئیں جن سے ان کی کمر ٹوٹ جائے۔ انہیں تدابیر میں سے ایک تدبیر بہر حال غنیمت کا حلال ہونا ہے کہ اس کے ذریعے سے کفار کی اقتصادی حالت کمزور ہو جائے گی اور وہ اپنے اموال کے ذریعے سے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکیں گے اور دنیوی عیش و آرام کے جھانسے میں پھنسا کر انسانیت کو اسلام سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔ انسان کے فطری و طبعی مزاج کی وجہ سے قوموں کی گمراہی کا ایک بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے جس کی ظاہری چمک دمک میں پھنس کر کروڑوں اربوں انسان گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی بلکہ اللہ کے مقرب بندوں کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کیا۔ انہی مال والے کافروں نے لوگوں کو اپنے مال کے پھندے میں پھنسا کر انبیاء علیہم السلام کا دشمن بنا دیا، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہم السلام نے فرعونیوں کے اموال کی تباہی کی دعاء فرمائی جو قرآن مجید کے ان الفاظ میں

ہے۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔

(سورہ یونس آیت۔ ۸۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان فرعونیوں کے اموال کو مٹادے اور ان کے دل کو سخت کردے۔

یعنی فرعون اور اس کے کارندے اپنے دنیوی اموال اور عیش و عشرت کے جھانسے میں پھنسا کر لوگوں کو اللہ کے راستے سے دور کر رہے ہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت سے دعاء کی کہ یا اللہ! ان کے اموال کو ختم فرمادے۔ مال کی اس خاصیت اور کافروں کی اس خصلت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے ابتداء ہی سے اس کا علاج فرمادیا اور مال غنیمت کو حلال کر کے اور اسے مال طیب قرار دے کر کفار کے لئے مسلمانوں پر اقتصادی غلبہ اور مال و دولت کے ذریعے سے انسانیت کی گمراہی کا راستہ بند فرمادیا۔

حضور ﷺ نے خود اپنا پہلا غزوہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے ارادے سے فرمایا چنانچہ حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں ہے کہ حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان ایک بڑے تجارتی قافلے کے ساتھ جارہا ہے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے تیاری کے لئے فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ شاید اللہ پاک اس قافلے کو تمہارے لئے غنیمت بنادے مگر ابوسفیان کا قافلہ مشیت الٰہی سے مسلمانوں سے بچ کر نکل گیا جبکہ مسلمانوں کا مقابلہ اس قافلے کے دفاع کے لئے آنے والے مشرکین مکہ کے لشکر جرار سے ہوا اور اللہ پاک نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطاء فرمائی اور مشرکین مکہ کو عبرتناک شکست ہوئی، بہر حال حضور ﷺ مدینہ منورہ سے ابوسفیان کے قافلے کے لئے نکلے تھے مگر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ حق کا بول بالا ہو اور کفر ذلیل و رسوا ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کو مال غنیمت بھی ملا اور ستر قیدی بھی ہاتھ آئے جن کا فدیہ مسلمانوں کو ملا۔ اس کے بعد پھر اللہ رب العزت نے

مسلمانوں پر اس مبارک مال کے دروازے کھول دیئے اور حضور ﷺ کی زندگی میں بڑی بڑی غنیمتیں آئیں اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد تو مسجد نبوی میں روم وفارس کے خزانوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے جو مسلمانوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

ان غنائم کی بدولت اور اسلامی معاشی نظام کی بدولت مسلمانوں پر وہ دور آگیا کہ زکوۃ دینے والے گلی کوچوں میں زکوۃ لینے والے کو تلاش کرتے پھرتے تھے مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

مال غنیمت کے متعلق چند احادیث وروایات

☆ بخاری اور مسلم کی روایت میں حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ ہم غزوۂ حنین کے سال حضور ﷺ کے ہم رکاب ہو کر جہاد کے لئے مدینہ سے چلے، دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء) مسلمانوں کو شکست ہوئی میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اوپر سوار ہے۔ میں نے اس کے پیچھے سے گردن اور کاندھے کے جوڑ پر تلوار ماری جس سے اسکی زرہ کٹ گئی، مشرک اس مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے چمٹ گیا اور ایسا دبایا کہ مجھے موت کا مزہ آگیا لیکن وہ فوراً مر گیا (زخم کی تکلیف سے) اور میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے مل کر کہا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا پھر مسلمان لوٹ آئے (اور دوبارہ منظم ہو گئے) اور رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر فرمایا جس نے کسی (مشرک) کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہوں تو مقتول سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کا ہے۔ میں نے یہ فرمان سن کر کہا کوئی میرے لئے شہادت دینے والا ہے یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی الفاظ فرمائے اور میں نے بھی وہی الفاظ کہے کہ کوئی شہادت دینے والا ہے یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار بھی پہلے کی طرح فرمایا اور میں بھی (شہادت طلب کرنے کے لئے) کھڑا ہو گیا (مگر کسی نے شہادت نہ دی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو قتادہؓ کیا بات ہے میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کر دیا یہ سن کر ایک شخص بولا ابو قتادہؓ نے سچ کہا اس کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے، میری طرف سے آپ ان کو راضی کر دیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا نہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا ایک شیر، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور مقتول کا سامان تجھے دے دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو بکرؓ نے سچ کہا۔ ابو قتادہؓ کو سامان دے دو۔ (چنانچہ اس شخص نے مجھے وہ سامان دیدیا، میں نے اس سے بنی سلمہ کی آبادی میں کھجوروں کا ایک باغیچہ خریدا، یہ پہلا مال تھا جو حالت اسلام میں میں نے حاصل کیا)

(تفسیر مظہری ص۔ ۱۱۴ ج۔ ۵ / طحاوی ص۔ ۱۴۶ ج۔ ۲)

☆ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جس نے کسی (مشرک) کو مار ڈالا تو مقتول سے چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس روز بیس مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان لے لیا۔

(طحاوی ص۔ ۱۴۷ ج۔ ۲ / رواہ الدارمی والطحاوی وابوداؤد / مظہری ص۔ ۱۱۵ ج۔ ۵)

☆ حضرت سلمہؓ بن اکوع کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب ہو کر بنی ہوازن سے جہاد کیا، میں نے ایک شخص کو مار ڈالا اور اس کا اونٹ مہار سے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آیا، اونٹ پر مقتول کا سب سامان اور اسلحہ لدا ہوا تھا۔ سامنے سے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لئے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا فلاں شخص کو کس نے قتل کیا ہے، لوگوں نے جواب دیا ابن اکوع نے۔ فرمایا مقتول کا سب سامان ابن اکوع کا ہے۔

(مظہری / شرح معانی الآثار للطحاوی ص۔ ۱۴۷ ج۔ ۲)

☆ حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک جاسوس رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا پھر چپکے سے سرک گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو تلاش کر کے قتل کر دو میں نے سب سے پہلے اس کو تلاش

کر کے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا، حضور ﷺ نے وہ سامان مجھے ہی عنایت فرما دیا۔ (طحاوی ص۔ ۱۴۷ ج۔ ۲)

☆ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک مشرک نے مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کا حکم دیا۔ حضرت زبیرؓ نے صف سے نکل کر اس مشرک کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ (طحاوی ص۔ ۱۴۶ ج۔ ۲)

☆ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ براء بن مالک نے فارس کے ایک مرزبان سے مقابلہ کیا اور برچھا مار کر اس کی کاٹھی کا اگلا حصہ توڑ کر اس کو زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا، پھر اس کے سامان کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو کوئی تیس ہزار کا معلوم ہوا۔ فجر کی نماز جب ہم پڑھ چکے تو حضرت عمرؓ تشریف لائے اور ابو طلحہؓ سے فرمایا پہلے ہم مقتول کے سامان کے پانچ حصے نہیں کرتے تھے لیکن براء نے جو چھینا ہے اس کی قیمت بڑی ہے لہٰذا ہم نے اس کے پانچ حصے کرنے کی تجویز کی ہے۔ چنانچہ تخمینہ سے اس سامان کی قیمت تیس ہزار قرار پائی تو ہم نے پانچواں حصہ یعنی چھ ہزار حضرت عمرؓ کو دے دیا اور چار حصے یعنی چوبیس ہزار کا سامان تو یونہی حضرت براء کا تھا چنانچہ چھ ہزار اداء کرنے کے بعد کل سامان حضرت براء کا ہو گیا۔

(رواہ الطحاوی)

☆ مسلم اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے بیان کیا کہ موتہ کے جہاد پر میں زید بن حارثہؓ کے ساتھ گیا۔ ایک یمنی شخص مددی بھی میرا رفیق سفر تھا۔ رومیوں کی جماعت سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ رومیوں کی جماعت کا ایک شخص سیر نگ گھوڑے پر سوار تھا، اس کی زین بھی سنہری تھی اور ہتھیار بھی سنہرے تھے (یعنی سونے کے سے تھے) وہ مسلمانوں سے لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ مددی اس کے انتظار میں ایک پتھر کی آڑ لے کر بیٹھ گیا۔ جب رومی پتھر کی طرف سے گزرا تو مددی نے حملہ کر دیا اور اس کے

گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں، رومی گر پڑا، مددی اس پر سوار ہو گیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، مسلمانوں کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید (جنرل کمانڈر) نے مددی سے کچھ چھینا ہوا مال (یعنی اس مال کا خمس) لے لیا۔ حضرت عوف کا بیان ہے کہ میں خالدؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا سامان قاتل کا قرار دیا ہے۔ فرمایا بے شک ایسا ہے لیکن میرے خیال میں مقتول کا سامان بہت تھا اس لئے میں نے کچھ حصہ لے لیا۔ میں نے کہا یا تو آپ واپس کر دیں ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ خالدؓ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا (اور اس مال کو اجتماعی اموال میں جمع کر دیا) غرض جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جمع ہوئے تو میں نے مددی کا قصہ اور خالدؓ کے سلوک کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خالد تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے واپس دیدو۔ میں نے یہ حکم سن کر کہا لو خالدؓ میں نے تم سے پوری بات نہیں کہدی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ واقعہ کی تفصیل سن کر حضور ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا خالدؓ (کچھ) واپس نہ کرنا میرے لئے تم میرے مقرر کردہ امیروں کو چھوڑ دو (میں جانوں اور وہ جانیں) انکے حکم کی بھلائی تم کو پہنچے گی اور حکم کی برائی خود ان پر پڑے گی۔ (مظہری ص۔ ۱۸ ج۔ ۵/ طحاوی ص۔ ۱۴۸ ج۔ ۲)

اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو بھی وہ پاکیزہ مال غنیمت عطاء فرمائے جو اس نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے لئے پسند فرمایا اور مسلمانوں کو مال غنیمت میں رغبت عطاء فرمائے آمین۔

لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ اگر جہاد میں مال غنیمت نہ ملے تو جہاد میں فرق آ جاتا ہے یا مجاہد محروم رہ جاتا ہے بلکہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مجاہد کو مال غنیمت نہ ملے تو اسے غنیمت پانے والے مجاہد سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ اس لئے کہ مجاہد کا اصل مقصود تو اللہ پاک کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ مال غنیمت تو اس کا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ تو

اللہ کا فضل ہے جو اسے بطور نقد نعمت کے عطاء کیا جاتا ہے۔ اصل اجر تو اسے آخرت میں ملے گا۔

لیکن اگر مجاہد کو یہ نقد نعمت نہ ملے تو اس کا اجر آخرت میں بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ مؤمن کی وہ دعائیں جو دنیا میں قبول نہیں ہوتیں وہ آخرت کا اُجر بن جاتی ہیں۔ بہر حال دونوں حالتوں میں مجاہد کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اس بحث کے آخر میں صحیح بخاری شریف کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس سے مجاہد کے مال میں برکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چونکہ اللہ کے راستے میں مستقل جہاد کرنے والے کا اکثر مال مال غنیمت ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اس پاکیزہ مال میں خوب برکت ڈالی جاتی ہے جس کی بدولت مجاہد کو استغناء نصیب ہوتا ہے۔

مجاہد کے مال میں برکت کا واقعہ

روایت اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ جب میدان جنگ میں کھڑے ہوئے تھے تو مجھے طلب فرمایا میں آکر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے بیٹے آج یا تو ظالم کو قتل کیا جائے گا یا ایک مظلوم کو تہ تیغ کیا جائے گا اور مجھے نظر آرہا ہے کہ میں ایک مظلوم کی حیثیت سے مارا جاؤں گا، مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی لگی ہوئی ہے کہ آیا میرا قرض اداء کر کے میری دولت بچ سکتی ہے، اے میرے بیٹے تم میرا مال فروخت کر کے میرا قرض اداء کر دینا اور انہوں نے تہائی مال کی میرے لئے وصیت کی اور میری اسی تہائی سے میری اولاد کے لئے وصیت کی۔ انہوں نے کہا کہ اسُ تہائی مال کے تین حصے کر دینا۔ عبداللہؓ نے کہا کہ پھر انہوں نے مجھے اپنے قرض کو جلد اداء کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اگر تم کسی امر میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولا سے امداد حاصل کرنا۔ عبداللہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھا کہ مولا سے ان کی مراد کیا تھی لہذا میں نے

پوچھا کہ ابا جان آپ کا مولا کون ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ۔ عبداللہؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم مجھ پر جب ان کا قرض اداء کرنے میں کوئی مصیبت پڑی تو میں نے کہا کہ اے مولائے زبیر تو ہی ان کا قرض اداء کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے ذمے کا قرضہ اداء کر دیا۔ حضرت زبیر شہادت پاکر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ کوئی درہم البتہ دو زمینیں ورثہ میں چھوڑیں جن میں سے ایک کا نام غابہ تھا، علاوہ ازیں مدینہ منورہ میں گیارہ مکانات جبکہ بصرہ میں دو کوفہ میں اور مصر میں ایک ایک مکان چھوڑا۔

ابن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ان کے ذمے قرض کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص ان کے پاس اپنا مال امانت کے طور پر رکھواتا تھا تو جواب دیتے تھے کہ اس کو بطور امانت نہیں رکھتا البتہ بطور قرض کے لے لیتا ہوں کیونکہ مجھے اس کے گم ہو جانے کا ڈر ہے۔ انہوں نے کبھی حاکم اعلیٰ ہونا، خراج حاصل کرنا، کسی چیز کا قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ ان کا محبوب مشغلہ تھا کہ وہ سرور دو عالم ﷺ، صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ میدان جہاد میں جایا کرتے تھے۔ عبداللہؓ بن زبیر کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کے ذمے قرض کا حساب دیکھا تو وہ دو کروڑ دو لاکھ تھا پھر حکیم بن حزام مجھے ملے انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ میرے بھائی کے ذمے کتنا قرض ہے؟ تو میں نے اصل رقم کو ظاہر نہ کر کے کہا کہ ایک لاکھ جس پر حکیم بن حزام نے کہا کہ اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم میں اس کی ادائیگی کی قدرت نہیں تو میں نے کہا کہ آپ پر اگر میں ظاہر کر دوں کہ ان کے ذمے قرض کی رقم کی مقدار دو کروڑ دو لاکھ ہے تو حکیم بن حزام نے جواب دیا کہ تم میں اس کی ادائیگی کی سکت ہی نہیں۔ اگر تم اس کی ادائیگی میں عاجز آجاؤ تو مجھ سے مدد لینا، حضرت زبیر نے غابہ کی زمین کو ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا جس کو میں نے سولہ لاکھ میں فروخت کر کے لوگوں سے کہا حضرت زبیر کے ذمے جس کسی کا کوئی حق ہو تو وہ ہمارے پاس غابہ میں پہنچے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے آکر کہا کہ زبیر میرے چار لاکھ کے مقروض تھے۔ اگر تم چاہتے ہو میں تمہارے لئے یہ

رقم چھوڑے دیتا ہوں تو میں نے جواب دیا جی نہیں ہم رقم معاف کرانا نہیں چاہتے تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ سب سے آخر میں میرے قرضے کو رکھو جس پر میں نے جواب دیا جی یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ اس زمین کا ایک قطعہ مجھے دے دو تو میں نے کہا یہاں سے وہاں تک دیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ قطعہ زمین انہوں نے ان کے ہاتھوں بیچ دیا اور ان کا قرض اداء کرنے کے بعد بھی اس زمین کے ساڑھے چار حصے باقی رہے اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کی جہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر، ابن زمعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو معاویہؓ نے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی کتنی قیمت لگی ہے تو عبداللہؓ بن زبیر نے کہا کہ ہر حصہ کی قیمت ایک لاکھ تک آئی ہے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ساڑھے چار حصے۔ منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک حصہ تو ایک لاکھ کے بدلے میں خرید لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں لے رہا ہوں۔ ابن زمعہ نے کہا کہ ایک لاکھ کا حصہ میرا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی رہے ہیں میں نے جواب دیا ڈیڑھ حصہ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو ڈیڑھ لاکھ میں میں خرید لیتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر عبداللہ بن جعفر نے اپنا خریدا ہوا حصہ حضرت معاویہؓ کو چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ اس کے بعد ابن زبیرؓ اپنے والد کا قرضہ اداء کرنے سے فارغ ہوئے تو ان کے دوسرے بھائیوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمیں بانٹ دیجئے جس پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ تم کو تمہارا حصہ اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک مسلسل چار سال بزمانہ حج یہ اعلان نہ کرلوں کہ جس کسی کا کوئی قرض زبیرؓ پر ہو وہ ہمارے پاس آئے تاکہ وہ قرض اس کو اداء کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے پھر چار سال تک حج کے زمانہ میں اعلان کیا اور چار سال کے بعد بھائیوں میں ترکہ تقسیم کردیا۔ حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مال کی ایک تہائی اٹھا رکھی تھی چنانچہ ہر بیوی کو دو لاکھ اور دس دس ہزار کی رقم ملی الحاصل

زبیر کا تمام مال پانچ کروڑ اور دو لاکھ ہوا۔

(صحیح البخاری ص۔۴۴۱ ج۔۱)

تنبیہ ...... اس روایت میں ورثے کی تقسیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت میں جو یہ کہا گیا کہ حضرت زبیرؓ کا کل ورثہ پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا۔ یہ تعداد درست نہیں بلکہ ورثے کی اصل مقدار پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ بنتی ہے۔ (مکمل حساب کے لئے ملاحظہ فرمایئے ترکہ منکرات از حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ العالی)

مکمل روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اللہ رب العزت کی طرف سے مجاہد کے ساتھ خصوصی فضل و کرم کے معاملے کا نتیجہ ہے وگرنہ اتنا مال جس سے ایک لاکھ کا قرضہ اداء کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا اس سے بائیس لاکھ درہم کا قرضہ بھی اداء ہو گیا اور چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ لاکھ درہم ورثہ ملا اور مال کی کل مقدار تقریباً چھ کروڑ تک پہنچ گئی۔

حدیث (۳۴)

یہودیوں سے قتال کی بشارت

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم یہودیوں سے قتال کرو گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر بولے گا اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی ہے، اسے قتل کردو۔

(صحیح البخاری۔ ص۔۴۱۰، باب قتال الیہود)

تشریح حدیث:

اللہ رب العزت کے بنائے ہوئے نظام میں ایمان اور کفر اور اہل ایمان اور اہل کفر

کے درمیان عداوت اور دشمنی کا ایک سلسلہ موجود ہے جو روز اول سے ہے۔

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (بقرہ آیت:۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے۔

یعنی بعض کی بعض کے ساتھ دشمنی کا قانون زمین پر اسی وقت سے اترا جس وقت سے یہ انسان زمین پر اتارا گیا ہے۔ جس طرح ظلمت اور نور کا تضاد سفیدی اور سیاہی کا تضاد اور خوشی اور غمی کا تضاد بالکل واضح، بدیہی اور سمجھ میں آنے والا ہے۔ اسی طرح اسلام اور کفر کا تضاد بھی بالکل واضح ہے۔

کافر کی خصلت میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا مادہ وافر مقدار میں موجود رہتا ہے جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ یا ان کو نقصان پہنچانا کافر کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔

اسی لئے کفار ہمیشہ سے اہل حق کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں اور رہیں گے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ (بقرہ۔ آیت:۲۱۷)

ترجمہ: اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ تمہارے دین سے تم کو پھیر دیں۔ اگر اس کی طاقت رکھیں۔

اور مسلمانوں کے خلاف کاروائی میں کافر ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بھرپور معاون اور مددگار ہیں اور وہ آپس کے لاکھوں اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف الکفر ملۃ واحدہ کی سچی تصویر ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کے اس اتحاد کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان

فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (المائدہ: ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہیں میں ہے۔

یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض وعداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔

یہودی یہودی کا نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلے میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۔۲۰۴)

فائدہ: یہاں ولی کا ترجمہ دوست سے کیا گیا ہے لیکن ولی صرف دوست ہی کو نہیں کہتے بلکہ اس کے معنی بہت گہرے تعلق کے آتے ہیں۔ جس میں دوستی، تعاون، حمایت، سب کچھ آجاتا ہے۔ اسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کفار سے ولاءۃ (تعلق) رکھنے سے براءۃ کا اظہار کریں۔

پھر اسلام دشمنی کے اعتبار سے کافروں کے درجات ہیں جس میں بعض کافر دوسرے بعض کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ (مائدہ آیت۔۸۲)

ترجمہ: آپ پائیں گے سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں کو

اور مشرکوں کو۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب (پہلا نمبر یہود کا دوسرا مشرکین کا) اسلام اور مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں۔ مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ملعون یہودیوں نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا نہ رکھی۔ حضور ﷺ کو بے خبری میں شہید کرنا چاہا، کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹوٹکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ (تفسیر عثمانی)

بلکہ روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام کے خلاف سازشیں اور نت نئی شرارتیں مشرکین مکہ کی کھلی دشمنی سے زیادہ خطرناک تھیں۔

انہوں نے اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کیں۔ مسلمانوں کے دو متحد قبیلوں اوس اور خزرج کو دوبارہ لڑانے کی بھرپور کوشش کی۔ ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے بہت سے مسلمان اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ چند یہودیوں نے مجلس میں جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ یہ وہ لڑائی ہے جس میں انصار کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے تھے اور اس لڑائی نے ان کی تمام قوت برباد کر دی تھی۔ اس لڑائی کے تذکرے نے دونوں کو پرانے واقعات یاد دلا دیئے اور دفعتاً عداوت کی دبی آگ بھڑک اٹھی، لعن وطعن سے گزر کر تلواریں کھنچ لی گئیں۔ حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ کو خبر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فوراً موقع پر پہنچ کر وعظ و پند سے دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ ص۔۸۸ ج۔۱/ سیرت النبی ﷺ ص۔۲۳۴ ج۔۱)

یہودیوں کی یہ سازشیں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو گھر سے نکلتے تھے تو یہودیوں کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔

حضرت طلحہ بن براؓ ایک صحابی تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو آنحضرت ﷺ کو خبر نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہود کی طرف سے ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ پر حادثہ گزر جائے۔ (یہ واقعہ ابن حجر نے اصابہ میں ابوداؤد وغیرہ کی سند سے پورا نقل کیا ہے) (سیرت النبی ص۔۲۳۵ ج۔۱)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر ہمارے موجودہ دور تک کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے دور میں یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن رہے ہیں اور انہوں نے اسلام دشمنی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے لیکن مسلمان کبھی کبھار اپنے اس خطرناک دشمن اور اس کی سازشوں سے بے خبر ہو کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ ظالم یہودی مسلمانوں کی نسلوں تک کو مٹانے پر اتر آتے ہیں۔ چنانچہ اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے مبارک زمانے میں یہودیوں کے خلاف قتال فرمایا اور آئندہ کے مسلمانوں کو یہودیوں سے قتال کی فضیلت کی خوش خبری سنائی۔ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت امام مہدی کا نزول ہوگا تو ان کے ساتھ مل کر مسلمان یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے اور اس وقت کوئی پتھر بھی یہودیوں کو پناہ نہیں دے گا۔

قرآن مجید نے بھی یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان پر غلبہ پانے کا ایک ہی ذریعہ بتایا ہے اور وہ ذریعہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ رب العزت کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازشی ٹولہ میدان جہاد میں تمہارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ. (آل عمران آیت۔۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں گے۔ (یعنی پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے) پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

حضرت شیخ الاسلام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ اتنا ہی کرسکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو برا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں۔ باقی تم پر غالب یا مسلط یا کوئی بڑا قوی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلے پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے ان کو مدد نہ پہنچے گی جو ان کی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہ حشر ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر بال بیکا نہ کرسکے، جہاں مقابلہ ہوا حمر مستنفرۃ (گدھوں) کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت وامداد خیر الامم کے شامل حال رہی۔ (تفسیر عثمانی ص۔۱۱۰)

میرے مسلمان بھائیو!

اللہ پاک نے مسلمانوں کے ساتھ نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ یہودی مقابلے میں میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔

تو یہ اس وقت ہوگا جب مسلمان میدان جہاد میں اتریں گے ورنہ سازشوں میں اور زبان کی تیزی میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ میز کی جنگ میں اور سیاست کے میدان میں تو یہودی اپنی سازشوں کے بل بوتے پر مسلمانوں کو نیچا دکھلائیں گے لیکن صرف جہاد کا میدان ہی ایسا میدان ہے جس میں یہودی مسلمانوں سے بارہا مار کھا چکے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے مگر مسلمانوں نے اسی میدان کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔ اگر کوئی تھوڑا بہت لڑ بھی رہا ہے تو جہاد کے لئے نہیں قومیت کے لئے جس کا فائدہ یہودیوں کو ہی پہنچ رہا ہے۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اس کی فکر عطاء فرمائے کہ وہ اپنے اس بدترین

دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں اور غفلت کی چادر اتار کر جہاد والا عزت کا لباس پہن لیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے قتال کا شوق بڑھانے کے لئے مختصر طور پر ان جنگی کاروائیوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کے خلاف لڑی گئیں۔

(۱) **غزوہ بنی قینقاع**...... یہ غزوہ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں پیش آیا۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں سے اعلان جنگ کی جرأت کی۔ اور ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جس نے اس آگ کو اور بھڑکا دیا۔

ایک انصاری مسلمان کی، نقاب پوش بیوی، مدینہ کے بازار میں ایک یہودی کی دکان پر آئیں۔ یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی (ان کی چادر کو ایک کیل میں اٹکا دیا جس سے چادر اتر گئی) ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہوگیا اس نے یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کو شہید کردیا۔ حضور ﷺ نے تنبیہ فرمائی تو اور اکڑنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے لشکر کے ساتھ مل کر ان پر چڑھائی فرمائی۔ وہ قلعہ بند ہوگئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا، بالآخر ان کے حلیف عبداللہ بن ابی کی درخواست پر انہیں جلاوطن کردیا گیا۔ یہ سات سو شخص تھے جن میں سے تیں زرہ پوش تھے۔

(۲) **کعب بن اشرف کا قتل**...... کعب بن اشرف یہودیوں کا مشہور شاعر تھا اور اپنی دولت مندی کے بل بوتے پر عرب کے تمام یہودیوں کا سربراہ تھا۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی، بدر کی لڑائی میں سرداران قریش کے مارے جانے کا اس کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ اس نے چند دردناک مرثیے لکھے، جن میں انتقام کی ترغیب تھی وہ مکہ مکرمہ گیا جہاں لوگوں کو

جمع کر کے یہ مرثیے پڑھتا تھا اور روتا رلاتا تھا اور انتقام پر ابھارتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کی سازش تیار کی اور لوگوں کو اس کام پر متعین بھی کر دیا۔

ربیع الاول ۳ھ میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے فتنے کی اس جڑ کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کاٹ دیا اور اپنے چند رفقاء کو بھی اس سعادت میں اپنے ساتھ شریک رکھا۔

(۳) غزوہ بنی نضیر...... بنو نضیر یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا جو قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ مگر ان کے دل بھی اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے لبریز تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو چھت پر چھپا دیا کہ جب آنحضرت ﷺ نیچے تشریف لائیں تو اوپر سے ایک چٹان نما پتھر آپ ﷺ پر گرا دینا تا کہ آپ شہید ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ قبیلہ بنی نضیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا اور انہیں منافقین نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور کہا تھا کہ قبیلہ بنی قریظہ بھی تمہارا ساتھ دے گا۔ حضور ﷺ نے ان کا بھی پندرہ دن تک محاصرہ رکھا اور ان کے باغات کو کاٹنا شروع کیا۔ انہوں نے التجا کی کہ ہمیں مدینہ منورہ سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اتنا مال جو اونٹوں پر لادا جا سکے لیجانے دے کر جلاوطن کیا جائے۔ حضور ﷺ نے یہ درخواست مان لی۔ جب یہ یہودی اپنے گھروں کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑتے تھے تا کہ مسلمان ان گھروں میں نہ رہ سکیں۔

یہ لوگ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے اور بعض شام کے علاقے اذرعات میں آباد ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔

(۴) غزوہ بنی قریظہ...... صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہود نے آنحضرت ﷺ سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنی قریظہ بھی دوسرے یہودیوں کی طرح شرارتوں میں پہلے سے ہی شریک تھے مگر ان کے ساتھ کچھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا مگر جنگ خندق کے موقع پر انہوں نے کھل کر عہد شکنی کی اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ قلعہ جس میں مسلمان عورتیں تھیں بنو قریظہ کے قریب تھا۔ یہودیوں نے اس قلعہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر حضرت صفیہؓ کی بے مثال بہادری نے یہودیوں کو مرعوب کر دیا اور وہ اس حرکت سے باز رہے۔ آنحضرت ﷺ نے غزوہ احزاب (خندق) سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ صحابہ کرامؓ ابھی ہتھیار نہ کھولیں اور قریظہ کی طرف بڑھیں۔

جب حضرت علیؓ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان یہودیوں نے اعلانیہ حضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ غرض ان کا محاصرہ کیا گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ رہا۔ بالآخر انہوں نے یہ درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ جلیل القدر صحابی مسلمانوں کے مایہ ناز کمانڈر اور انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے اور غزوہ خندق میں زخمی ہو چکے تھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو لایا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے، تمام مال اور اسباب کو غنیمت بنا دیا جائے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کے اپنے اختیار کردہ فیصل کے عادلانہ فیصلے کے مطابق مسلمانوں نے اس دن تقریباً سات سو یہودیوں کو قتل کیا۔ ان میں ایک عورت بھی

تھی، جس نے قلعہ پر سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔

یہ چند اہم کاروائیاں ہیں جو یہودیوں کے خلاف ہوئیں۔ ان کے علاوہ ابو رافع یہودی کا قتل۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ، غزوہ خیبر، عصما یہودیہ کا قتل بھی ان اہم کاروائیوں میں سے ہیں جو یہودیوں کے خلاف دور نبوی ﷺ میں ہوئیں۔

ان تمام کاروائیوں سے یہودیوں کے خلاف جہاد کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ کوئی جذبہ انتقام یا کسی خاص قوم کی دشمنی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ خود یہودیوں کی اسلام دشمنی تھی۔

اللہ پاک مسلمانوں کے دلوں میں کفر کی نفرت بھر دے اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان نصیب فرمادے۔ آمین

جزیرہ عرب سے یہودیوں کے اخراج کے متعلق چند روایات

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے تشریف لائے اور فرمایا یہودیوں کے پاس چلو۔ چنانچہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں پہنچے۔ حضور ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے جماعت یہود! تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تا کہ سلامتی پاؤ، تمہیں جان لینا چاہئے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ (یعنی اس زمین کا خالق و مالک حقیقی اللہ تعالی ہے اور اس کا رسول اس کا نائب و خلیفہ کی حیثیت سے اس زمین پر متصرف و حکمران ہے۔ اگر تم انکار کرتے ہو) تو سن لو میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم کو اس زمین (جزیرۃ العرب) سے نکال دوں گا۔

پس تم میں سے کوئی شخص اپنے مال و اسباب میں کوئی چیز رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے فروخت کر دے۔ (صحیح مسلم ص۔ ۹۴ ج۔ ۲/ صحیح البخاری ص۔ ۴۴۹ ج۔ ۱/ مشکوۃ شریف ص ۳۵۵)

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (انتقال کے وقت) تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دینا۔ قاصدوں اور ایلچیوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو میں کیا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے تیسری بات سے خاموشی اختیار کی یا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیسری بات کو میں بھول گیا۔ (بخاری مسلمؒ / مشکوۃ شریف ص۔ ۳۵۵، صحیح بخاری۔ ص۔ ۴۴۹، ج۔۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا جزیرہ عرب میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ (مسلم شریف ص۔ ۹۴ ج۔ ۲/ مشکوۃ شریف ص۔ ۳۵۵)

☆ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا، اگر میری زندگی رہی تو انشاء اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔

☆ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے جلا وطن فرمایا (اس سے پہلے) جب رسول اللہ ﷺ کو اہل خیبر پر غلبہ ہوا تھا تو آپ ﷺ نے خیبر سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

کیونکہ جس زمین پر (دین حق کو) غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے۔ (کہ وہاں صرف اللہ کا دین غالب اور مسلمانوں کو ہی حق تصرف و حکمرانی حاصل ہوتا ہے) لیکن یہودیوں نے رسول کریم ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کو اس شرط پر رہنے دیں کہ وہ (زمینوں میں) محنت کریں اور پھلوں کا (یعنی پیداوار کا) آدھا حصہ آپ ﷺ کا حق ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں اس شرط پر (خیبر میں) اسی وقت تک رہنے دیں گے جب تک کہ ہم چاہیں گے۔ اس کے بعد ان کو خیبر میں رہنے دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں

ان سب کو مقام تیما اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (بخاریؒ و مسلمؒ / مشکوۃ ص۔ ۳۵۵)

☆ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کر لیا تو (ان یہودیوں کے) قبیلہ بنی ابی الحقیق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ محمد (ﷺ) نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا اور ہمارے اموال کے سلسلے میں ایک معاملہ بھی طے کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی (یہ) بات بھول گیا (جو آپ نے تجھ سے مخاطب ہو کر کہی تھی) کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ کو خیبر سے جلاوطن کیا جائے گا اور اس کے بعد رات میں تیری اونٹنی تیرے پیچھے دوڑ رہی ہوگی تو اس (یہودی) نے جواب دیا کہ یہ بات تو ابوالقاسم (حضرت محمد ﷺ) نے ازراہ مذاق کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن تم جھوٹ بکتے ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پاس رقم، میوہ اور جو کچھ تھا جیسے کھجوریں وغیرہ، تو ان کی قیمت میں ان کو مال، اونٹ اور اسباب جیسے رسیاں اور پالان وغیرہ دے دیئے۔

(بخاریؒ / مشکوۃ ص۔ ۳۵۵)

حدیث (۳۵)

جہاد میں دشمنوں کے لئے بددعاء کرنا

ترجمہ: حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن حضور ﷺ نے (مشرکین کو) یہ بددعاء دی کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ (صحیح البخاری ص۔ ۴۱۰ ج۔ ۱)

"امام بخاریؒ نے اس باب میں کئی روایات ذکر فرمائی ہیں جن میں حضور ﷺ نے

دشمنوں کے نام لے لے کر ان کی ہلاکت اور ہزیمت کے لئے بددعاء فرمائی۔"

(صحیح البخاری۔ ص۔ ۴۱۰ ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے کمزور مسلمانوں کی کافروں کے ہاتھوں نجات اور کفار پر قحط کی دعاء فرمائی۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (فجر کی نماز میں) دعائے قنوت میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

ترجمہ: یا اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات عطاء فرما، اے اللہ ولید بن ولید کو نجات عطاء فرما، اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطاء فرما، ایسے تمام کمزور مسلمانوں کو (جو مکہ میں مشرکین کی سختیاں جھیل رہے ہیں) نجات عطاء فرما۔ اے اللہ قبیلہ مضر پر سخت عذاب نازل فرما، اے اللہ ایسا قحط نازل فرما جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں پڑا تھا۔

(صحیح البخاری ص۔ ۴۱۱ ج۔ ۱)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر حضور ﷺ نے یہ دعاء فرمائی تھی۔

ترجمہ: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بڑی تیزی سے حساب لینے والے، اے اللہ کفار کی جماعتوں کو شکست دیجئے، اے اللہ انہیں شکست دیجئے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیجئے۔ (صحیح البخاری ص۔ ۴۱۱ ج۔ ۱)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز ادا فرما رہے تھے ابو جہل اور قریش کے بعض دوسرے افراد نے کہا کہ (اونٹ کی اوجھڑی لا کر کون حضور اکرم پر ڈالے گا) مکہ کے کنارے ایک اونٹ ذبح ہوا تھا۔

انہوں نے اپنے آدمی بھیجے وہ اس اونٹ کی اوجھڑی اٹھا کر لائے اور اسے نبی کریم ﷺ کے اوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے جسم مبارک سے اس گندگی کو ہٹایا۔ حضور ﷺ نے اس وقت یہ دعاء کی تھی۔

ترجمہ: اے اللہ قریش کو پکڑ، اے اللہ قریش کو پکڑ، اے اللہ قریش کو پکڑ،
اے اللہ ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط سب کو (پکڑ)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں دیکھا سب کو قتل کر کے اس میں ڈالا گیا تھا۔ (صحیح البخاری ص۔۴۱۱ ج۔۱)

ان مبارک احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفار جو مسلمانوں کو ایذاء پہنچائیں اور مسلمانوں سے قتال کریں۔ وہ حد درجہ قابل نفرت ہیں یہاں تک کہ ان کے لئے خود رحمۃ للعالمین نے بددعاء فرمائی۔ بیر معونہ کے موقع پر جب صحابہ کرام میں سے ستر حفاظ اور قراء کو قتل کر دیا گیا تو حضور ﷺ کئی دن تک فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور کفار قاتلین کے لئے بددعاء فرماتے تھے۔

یہ احادیث ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں حضور ﷺ کا مخالفین کے لئے دعائے رحمت کرنا ثابت ہوا ہے۔ اس لئے کہ جب تک ان کی ہدایت کی توقع اور امید ہو تو ان کے لئے ہدایت کی دعاء کی جائے لیکن جب ظلم و تعدی پر اتر آئیں تو پھر ان کے لئے بددعاء کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر پھر بھی ہدایت کی دعاء کی جائے تو درست ہے۔ البتہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلے پر جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوں تو پھر مسلمانوں کے لئے فتح کی دعاء اور کفار کے لئے ہزیمت کی دعاء خود قرآن مجید نے سکھلائی ہے۔

حدیث (۳۶)

قتال کا حکم

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔ سوائے اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا دین اسلام میں اس کی جان یا مال پر آتی ہے تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے) اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۴۱۴، ج۔۱)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ایک حکم ہے اور یہ حکم اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ یعنی یا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی اختیار کرلیں۔ اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی کلمہ والی دعوت کے پیچھے قتال کی قوت ہے یعنی مسلمان جس کو کلمے یعنی ایمان کی دعوت دیں گے تو اس دعوت کے پیچھے قتال کی قوت کو بھی ساتھ رکھیں گے تاکہ اگر کوئی اس دعوت کو ٹھکرا دے اور کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی میں رہنے سے بھی انکار کرے تو قتال کے ذریعے سے اس کا خاتمہ کیا جاسکے۔ اس لئے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسلام قبول کرنے سے بھی انکار کردے اور جزیہ دینے سے بھی منکر ہو اور پھر سکون و اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہے اور لوگوں کو

بھی اسلام سے دور لے جانے کا ذریعہ ہو اس لئے قتال کا حکم اتارا گیا تا کہ ایسے سرکش عناصر کا علاج بھی کیا جا سکے اور اسلامی دعوت بھی بڑھتی ہی چلی جائے اور کہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے جب بھی دنیا کے بادشاہوں کو دعوت دی اور حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلایا تو انہیں صاف اور دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا کہ اللہ پاک نے اپنے آخری نبی کی دعوت کو اتنا کمزور نہیں بنایا کہ تم اگر نہ مانو گے تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے بلکہ اللہ پاک کا یہ عالمگیر نظام دنیا کے کونے کونے تک پھیلنے اور غالب ہونے کے لئے اترا ہے اس لئے جو رکاوٹ اس کے راستے میں آئے گی ہم اس رکاوٹ کو پاش پاش کرتے ہوئے اس دعوت کو لے کر آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ۔

☆ حضرت جبیر بن حیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں (جہاد میں بھیجنے کے لئے) طلب فرمایا اور نعمان بن مقرنؓ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم دشمن کی زمین (نہاوند) کے قریب پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھا، پھر ایک ترجمان نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہم سے گفتگو کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ تم پوچھو جو پوچھنا چاہو۔ اس نے کہا کہ آخر تم لوگ ہو کون؟ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم بہت ہی بدبختی اور سخت مصیبتوں میں مبتلا تھے، بھوک کی شدت سے ہم چمڑے اور گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، اون اور بالوں کا لباس پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے ہم (انہی حالات) میں تھے کہ آسمان اور زمین کے رب نے جس کا ذکر بلند ہے اور جس کی عظمت جلال کے ساتھ سربلند ہے ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا، ہم اس کے ماں باپ (کی اعلیٰ نسبی و شرافت) کو جانتے ہیں، پس ہمارے نبی اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال (جنگ) کریں جب تک تم صرف اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو یا پھر جزیہ دینا نہ قبول کرلو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر لڑتے ہوئے) ہمارا جو فرد بھی

قتل کیا جائے گا وہ جنت کی ان نعمتوں کو پائے گا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھیں اور جو ہم میں سے باقی رہے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بنیں گے (یعنی فتح حاصل کر کے تمہارے حاکم بنیں گے) (صحیح البخاری ص۔ ۴۴۶ ج۔ ۱)

اسلام کی دعوتِ ایمان کے پیچھے قتال کی قوت کا ہونا قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے......

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: تم ہو بہتر سب امتوں سے، جو بھیجی گئی عالم میں، تم حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر امت کے سب سے بڑے مفسر حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ یوں فرماتے ہیں۔

تامرونهم ان يشهدوا ان لا اله الا الله ويقروا بما انزل الله وتقاتلونهم عليه ولا اله الا الله اعظم المعروف والتكذيب هو انكر المنكر.

ترجمہ: تم ان لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو اللہ نے نازل کیا اس کا اقرار کریں اور تم ان سے اس پر قتال کرتے ہو (یعنی جب وہ نہیں مانتے تو تم ان سے قتال کرتے ہو) اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف ہے اور اس کلمے کو جھٹلانا سب سے بڑا منکر ہے۔ (التفسیر الکبیر ص۔ ۱۸۰ ج۔ ۸)

اس آیت کریمہ پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا یہ تو پہلی امتوں میں بھی تھا اور پھر یہی تینوں چیزیں اس آیت کریمہ میں اس امت کے افضل ہونے کی وجوہ کے طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اعتراض کا جواب امام قفالؒ نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

ترجمہ: اس امت کی دیگر امتوں پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑے درجے یعنی قتال کے عمل کو کرنے والی ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے اور کبھی زبان اور ہاتھ سے اور اس کا سب سے مضبوط درجہ قتال ہے۔ اس لئے کہ قتال میں اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈالا جاتا ہے اور سب سے بڑا معروف دین حق اور توحید و رسالت پر ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر اللہ کے دین کا انکار کرنا ہے۔ تو جہاد کے ذریعے سے دین کو، سب سے زیادہ ضرر رساں چیز (کفر) سے بچایا جاتا ہے تاکہ لوگ سب سے بڑی منفعت دین تک پہنچ سکیں تو ضروری ہوا کہ جہاد کا درجہ عبادات میں سب سے عظمت والا ہو تو جب جہاد (جو عبادات میں سب سے افضل و اعظم ہے) ہماری شریعت یعنی شریعت محمدیہ میں دیگر شرائع سے زیادہ اہمیت اور قوت کے ساتھ پایا گیا تو یقیناً یہ دیگر تمام امتوں پر ہماری امت کی افضلیت کا موجب ہے۔

(التفسیر الکبیر ص۔۱۸۰ ج۔۸)

امام قفالؒ کی اس بلیغ علمی اور نکتہ رس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کی افضلیت کا سبب نہیں ہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں پہلی امتوں میں بھی کسی نہ کسی درجے میں موجود تھیں۔ اس لئے اس امت کی دیگر تمام

امتوں پر فضیلت کی وجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلیٰ درجہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ ہے کیونکہ سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے تو سب سے بڑے معروف یعنی ایمان کی دعوت میں جان بھی قتال سے پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑے منکر کفر کی کمر بھی قتال سے ٹوٹتی ہے تو اس امت کی افضلیت کی وجہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ قتال تو پہلی امتوں میں بھی موجود تھا تو اس کا جواب امام قفالؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں یوں دیا کہ قتال کی اتنے زور و شور سے مشروعیت اور اس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی فرضیت اس امت کا خاصہ ہے۔

اگرچہ پہلی امتوں میں بھی جہاد موجود تھا مگر جتنا جہاد اس امت نے اور اس امت کے نبی ﷺ نے کیا اتنا کسی امت میں نہیں ہوا اور اس امت پر جہاد کو جس قدر اہمیت کے ساتھ مشروع کیا گیا اور فرض فرمایا گیا ایسا پہلی امتوں پر نہیں ہوا اور اس امت میں تو قیامت تک جہاد کو جاری رکھا گیا یہاں تک کہ امت کا آخری جہادی دستہ دجال سے برسرپیکار ہو گا۔

اور امام قفالؒ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ جہاد کے ذریعے سے چونکہ سب سے بڑی منفعت یعنی ایمان کا تحفظ ہوتا ہے اور سب سے بڑی مضر چیز یعنی کفر کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس اعتبار سے جہاد دیگر تمام عبادات میں افضل و اعظم ہوا اور یہ افضل و اعظم عمل جس امت میں زیادہ ہو گا وہی امت افضل ہو گی تو چونکہ ہماری امت محمدیہ میں اس کی مشروعیت اور فرضیت دیگر امتوں کے مقابلے میں اہمیت کے ساتھ ہوئی ہے اس لئے یہ امت دیگر تمام امتوں سے افضل ہے۔

حدیث (۳۷)

موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت

ترجمہ: حضرت سلمہؓ بن اکوع فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے موقع پر)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، پھر ایک درخت کے سائے میں آگیا، جب لوگ کم ہوگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن الاکوع کیا تم بیعت نہیں کرتے تو میں نے عرض کیا کہ میں بیعت کر چکا ہوں اے اللہ کے رسول تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر (بیعت کرو) تو میں نے دوبارہ بیعت کرلی۔ یزید بن ابی عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن الاکوع سے پوچھا کہ اے ابو سلمہ اس دن آپ لوگوں نے کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔

(صحیح البخاری ص۔۴۱۵ ج۔۱/باب البیعۃ فی الحرب علی ان لایفروا)

حدیث (۳۸)

بیعت علی الجہاد

ترجمہ: حضرت مجاشع بن مسعود السلمی فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کے ساتھ (یا اپنے بھتیجے کے ساتھ) حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہجرت تو ہجرت کرنے والوں پر ختم ہوگئی تو میں نے عرض کیا کہ پھر آپ ﷺ ہم سے کس چیز پر بیعت لیں گے، ارشاد فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ (صحیح البخاری ص۔۴۱۶ ج۔۱)

تشریح حدیث ۳۷، ۳۸:

پہلی حدیث شریف میں جس بیعت کا تذکرہ ہے یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے ان مبارک الفاظ میں ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا. (الفتح آیت۔۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر اللہ نے معلوم کیا جو ان کے دلوں میں تھا پھر اتارا ان پر اطمینان اور قریبی فتح کا انہیں انعام دیا۔

اسی بیعت کے متعلق دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح آیت۔۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے (حقیقت میں) وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

بیعت رضوان کا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۶ھ میں پیش آیا۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا، آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرامؓ سے بیان فرمایا، گو آپ ﷺ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرامؓ کا خیال اس طرف گیا کہ عمرہ اسی سال میسر ہوگا اور اتفاقاً آنحضرت ﷺ نے بھی عمرے کا ارادہ فرمالیا۔ آپ ﷺ چودہ سو صحابہ کرامؓ کو لیکر عمرے کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے، سوائے تلواروں کے اور کوئی اسلحہ بھی ساتھ نہیں لیا۔ احتیاطاً قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا پہلے بھیج دیا، تاکہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے، جب قافلہ مقام عسفان کے قریب پہنچا تو اس نے آکر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو جمع کر کے یہ عزم کیا ہے کہ محمد (ﷺ) کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بلکہ ان میں بعض مشرکین مقدمۃ الجیش کے طور پر مکہ مکرمہ سے نکل بھی چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچ گئے، حدیبیہ مکہ

مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے جس کی وجہ سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ پڑگیا، آج کل اس جگہ کو شمیسیہ کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، آپ نے وہاں سے پہلے ایک قاصد بھیجا تاکہ اہل مکہ کو بتایا جائے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ مشرکین سے گفتگو کریں اور مکہ میں پھنسے ہوئے بعض مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں کے نام یہ بشارت بھیجی کہ عنقریب مکہ مکرمہ میں اسلام غالب ہوجائے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو قریش نے مکہ مکرمہ میں روک لیا اور ادھر صحابہ کرامؓ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اسی دوران قریش کے ایک دستے نے حملہ بھی کیا جسے مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ آنحضرت ﷺ نے عفو ودرگزر سے کام لے کر ان گرفتار شدہ اسی آدمیوں کو رہا فرمادیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر مشہور ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ فرماکر آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر میدان جنگ میں ڈٹ کر لڑنے اور موت تک مقابلہ کرنے کی بیعت لی، تمام صحابہ کرامؓ نے جن میں عورتیں مرد سب شامل تھے انہوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا۔ قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو واپس بھیج دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ اسی بیعت کا ذکر فرمارہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے دومرتبہ بیعت لی، علامہ ابن حجر اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں چونکہ یہ جنگ کا معاملہ تھا اور حضرت سلمہ بن اکوع جنگ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اس لئے ان سے احتیاطاً دومرتبہ بیعت لی، دوسری وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں پیادہ کا کام بھی کرتے تھے اور گھڑسوار کا بھی (یعنی اپنی تیزرفتاری کے باعث وہ پیدل ہوتے ہوئے بھی گھڑسواروں سے زیادہ تیزی سے قتال فرماسکتے تھے) اس لئے ان

سے دومرتبہ بیعت لی گئی۔ (فتح الباری ص۔۱۳۸ ج۔۶)

اس واقعہ میں مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرت کا سامان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ چکانے کے لئے چودہ سو قیمتی صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لے رہے ہیں اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے باوجود وہاں پر قتال کا ارادہ فرمارہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا خون کتنا قیمتی ہے اور اس خون کے تحفظ کے لئے اگر خون کی ندیاں بہانا پڑیں تو گوارہ کی جاسکتی ہیں مگر کفار کو یہ باور نہیں کرایا جاسکتا کہ وہ کسی مسلمان کو نہتا یا اکیلا سمجھ کر اسے قتل کرڈالیں بلکہ کفار کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اس لئے جسم کے کسی بھی حصے کو چھیڑنا یا ستانا پورے جسم کو مقابلے کے لئے بلانے کا باعث بن جاتا ہے، اسی طرح کسی ایک مسلمان کی جان ومال، آبرو پر ہاتھ ڈالنا پوری امت مسلمہ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کمزور سے کمزور مسلمان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا، اسے معلوم تھا کہ یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے پیچھے پوری امت مسلمہ ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کے اندر یہ اسلامی جذبہ ختم ہوچکا ہے اور بے حسی کا دور دورہ ہے۔ ایک مسلمان تو کیا، مسلمانوں کے پورے کے پورے ملک تباہ کردیئے جاتے ہیں، ہزاروں لاکھوں ماؤں بیٹیوں کی عزتیں خراب کی جاتی ہیں، معصوم بچوں کے خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے مگر دوسرے مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے، کسی مسلمان کا دل دوسرے مسلمان کی تکلیف پر نہیں کڑھتا، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں سب سے سستی چیز مسلمان کا خون اور اس کی عزت ہے، آج کافروں کو مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے فکر تک نہیں ہوتی کہ انہیں کسی جوابی کاروائی کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ انہیں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کسی جانور کے ناجائز قتل پر دنیا کے مختلف جانوروں کے حقوق کے ادارے حرکت میں آسکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خون بہانے پر اور عزتیں لوٹنے پر خود دوسرے

مسلمان بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیں گے، نہ ہی ان سے کوئی گلہ شکوہ کریں گے بلکہ الٹا اپنے ذبح ہونے والے مسلمانوں کو کوسیں گے اور انہیں اپنی زبانوں کے ذریعے سے ایذاء پہنچا کران کے زخموں پر نمک چھڑکیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہمیں حقیقت میں کافروں سے کوئی شکوہ نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو مٹانا تو ان کا مشن اور محبوب ترین مشغلہ ہے وہ تو اسلام کے شیدائیوں کے بہتے خون کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ تو ان کی زندگی کا نصب العین ہے، اصل دکھ تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمان کی نظر میں دوسرے مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی بلکہ کفار کے ہاتھوں پٹتے ہوئے، مار کھاتے ہوئے مسلمانوں کو دوسرے مسلمان حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ تو جب ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی تو یہ خون سستا کیوں نہیں ہوگا؟ یقیناً اس خون کی قیمت پانی سے بھی کم ہو جائے گی۔ ہزاروں مسلمانوں کے قتل پر اتنا بھی رد عمل نہیں ہوگا جتنا کسی چڑیا کو مار دینے پر ہو سکتا ہے۔

چنانچہ چند دن تک کسی علاقہ کے مسلمان کافروں کے ہاتھوں تنہا ظلم اٹھاتے رہتے ہیں، وہ قتل کیے جاتے ہیں، ان کی عزتیں پامال ہوتی رہتی ہیں اور اس دوران دوسرے مسلمان بڑے سکون واطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ذبح ہوتے ہوئے اور ماؤں، بہنوں کو بے حرمت ہوتا دیکھتے رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے ان مسلمانوں کو نفرت کے ساتھ دیکھتے رہتے ہیں اور کافروں کی ناراضگی کے خوف سے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کے لئے کوئی ہمدردی کا کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالتے، وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرنے سے ہمارے آقا ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہمارے کام بند ہو جائیں گے۔

لیکن چند ہی دنوں بعد حالات کی چکی گھومتی ہے اور یہی مسلمان جو کل تک اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کا خون دیکھ رہے ہوتے ہیں، خود کفار کے مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی چیخ و پکار کو سن کر دوسرے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی سیاسی

چکر چل رہا ہے۔ اس طرح سے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگ رہا ہے اور آہستہ آہستہ مسلمان کافروں کا آسان ترین شکار بنتے جا رہے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب تک ہمارے اوپر خود حالات نہ آجائیں ہم اس وقت تک نہیں سنبھلتے۔ ہمیں جہاد کے احکام اور فضائل بھی اس وقت یاد آتے ہیں جب کافر ہم پر حملہ آور ہو کر درندگی کا مظاہرہ شروع کر دیں لیکن جب تک خود ہمارے گھر میں آگ نہ لگے اور ہم محفوظ ہوں تو ہمیں اپنے بالکل قریب کے مسلمانوں کے گھروں میں لگی ہوئی آگ کی تپش تک محسوس نہیں ہوتی اور نہ جہاد کے احکام وفضائل یاد آتے ہیں۔ آج جہاد کو مزے لے لے کر فرض کفایہ کہنے والوں کے گھروں پر (اللہ نہ کرے) اگر وہ حالات آجائیں جو کشمیر کے مسلمانوں پر اس وقت آئے ہوئے ہیں تو یہ کبھی بھی جہاد کو اس حقارت کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ برے حالات آنے سے پہلے سنبھل جائیں اور آگ کو اپنے گھروں تک پہنچنے سے پہلے بجھا دیں اور دوسرے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں اور ان کے درد کو محسوس کرنے کی کوشش کریں، ان کی تکلیفوں کا مذاق نہ اڑائیں بلکہ ان کے شانہ بشانہ کفر کا مقابلہ کریں اور ایک ایک مسلمان کا قصاص کافروں سے لیں۔

اس طرح سے دشمن کو معلوم ہوگا کہ اس قوم میں جان ہے اور یہ دین کی خاطر لڑنا جانتے ہیں اور یہ متحد و متفق ہیں تو دشمن مرعوب ہوگا اور کمزور پڑ جائے گا اور ایک نہتے مسلمان پر بھی ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا، اللہ رب العزت امت مسلمہ کی حالت پر رحم فرمائے اور مسلمانوں کو وہی باہمی تعلق نصیب فرمائے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ آمین ثم آمین۔

جہاد کے لئے بیعت

ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں

جہاد پر بیعت ہوتی تھی جیسا کہ قرآن مجید کی دو آیات کریمہ میں گزر چکا ہے بلکہ قرآن مجید میں مردوں کے لئے جہاں پر بیعت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر جہاد کی بیعت مراد ہے، حضرات صحابہ کرامؓ جناب نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر جہاد کی بیعت فرمایا کرتے تھے، اس سلسلے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دوسرے دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیجئے تو حضور ﷺ نے فرمایا (ہجرت پر نہیں) بلکہ میں تو انہیں جہاد پر بیعت کروں گا، ہجرت تو فتح مکہ کے دن ختم ہو چکی ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۶ ج۔۹)

☆ حضرت بشیر بن معبدؓ (ابن الخصاصیہ) فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے اسلام کی بیعت کروں تو حضور ﷺ نے مجھ پر شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کروں اور زکوٰۃ ادا کروں اور فرض حج ادا کروں اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کروں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان میں سے دو چیزوں کی تو بخدا میں طاقت نہیں رکھتا۔ ایک تو جہاد (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ (مسلمان) بتاتے ہیں کہ جس نے میدان جہاد سے پیٹھ پھیری (یعنی بھاگ کھڑا ہوا) تو اس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدان جہاد میں نکل کر موت سے ڈر جاؤں، میرا نفس گھبرا جائے اور میں بھاگ جاؤں اور دوسرا زکوٰۃ (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ میرے پاس سوائے چند بکریوں کے اور تھوڑے سے مال کے اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھر والوں کا انتظام کرتا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان (حضرت بشیر بن معبد) کا ہاتھ پکڑا پھر ان کے ہاتھ کو ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا۔

نہ جہاد کرو گے نہ صدقہ دو گے تو جنت میں کیسے جاؤ گے (یعنی نہ مال کی قربانی دو

گے نہ جان کی قربانی تو جنت میں کیسے جاؤ گے) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ (شرائط پر راضی ہو کر) میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، پس میں نے آپ ﷺ سے ان تمام چیزوں پر بیعت کی۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر ص۔۹۳ ج۔۲/ سنن کبریٰ بیہقی ص۔۲۰ ج۔۹/ مسند احمد)

فائدہ: اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ مشرکین و کفار سے قطع تعلق پر بھی بیعت لیا کرتے تھے۔

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنا دست مبارک بڑھایئے تا کہ میں آپ سے بیعت کروں اور آپ مجھ پر کچھ شرط لگائیں کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ میں کس شرط پر بیعت ہوں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بیعت کرتا ہوں اس پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اہل ایمان سے خیر خواہی کرو گے اور مشرکین سے جدائی اختیار کرو گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۳ ج۔۹)

اہل ایمان سے خیر خواہی کرنے میں جہاد کا حکم آگیا کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کا تحفظ اور کافروں کے نرغے سے ان کی آزادی یہ بھی ایک بہت بڑی خیر خواہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے مشرکین سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اسلام پر اور امور خیر پر بھی بیعت لیتے تھے ان دونوں میں جہاد بھی شامل ہے کیونکہ اسلام پر بیعت لینے میں اسلام کے جملہ احکام آگئے جن میں جہاد بھی شامل ہے اور امور خیر پر بیعت لینے میں بھی جہاد آگیا کیونکہ جہاد بھی خیر کا ایک بہت بڑا کام ہے۔

بہر حال حضور ﷺ کی کوئی بھی بیعت جو آپ ﷺ نے مردوں سے لی اس میں جہاد پر یا تو صراحتاً بیعت لی گئی یا پھر کسی جامع لفظ کے ذریعے سے۔ اور قرآن مجید میں تو

مردوں کے لئے جس بیعت کا ذکر ہے اور جس بیعت پر اللہ پاک نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بیعت علی الجہاد ہے۔

حضور ﷺ کے بعد ہمارے اسلاف واکابر میں بھی بیعت علی الجہاد کا سلسلہ جاری رہا لیکن بدقسمتی سے آج ہم اس خیر عظیم سے محروم ہیں۔ اللہ رب العزت نے بیعت میں ایک خاص قسم کی تاثیر رکھی ہے۔ اس لئے کسی بھی چیز پر بیعت کرنے کے بعد آدمی اپنے اوپر ایک ذمہ داری محسوس کرتا ہے اور بیعت میں کئے گئے معاہدے کو توڑنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور جہاد کا مسئلہ تو بہت ضروری اور نازک ہے اس پر اس لئے بیعت لیجاتی تھی کہ کسی بھی مشکل موڑ پر انسان کا نفس اسے جہاد سے بھگا کر نہ لے جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عین میدان جہاد سے یہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے اور مسلمانوں کی صف میں افراتفری پھیلے اور کافروں کو اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے کا موقع ملے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بیعت کرنے والا جس کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا ہے اس سے اس کا ایک خاص عقیدت اور محبت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے فرمودات پر عمل کرنے میں خوشی اور سعادت مندی محسوس ہوتی ہے اور اس کی نافرمانی یا حکم عدولی سے ڈرلگتا ہے۔ تو جہاد جیسے اہم عمل میں بیعت کا یہ فائدہ ہے کہ اپنے امیر سے بیعت کرلینے کے بعد ایک عقیدت ومحبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کی بدولت امیر کی اطاعت (جو جہاد کا سب سے اہم جزء ہے) آسان ہو جاتی ہے اور امیر کے ان فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے جو فیصلے نفس کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور جہاد کے جس شعبے یا مقام پر امیر متعین کردے وہاں کام کرنے میں دل لگتا ہے۔ اس طرح جہاد میں ایک نظم وضبط رہتا ہے لیکن اگر امیر سے بیعت کا تعلق نہ ہو تو اس کے ان احکام کو ماننا تو سب کے لئے آسان ہوگا جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں گے لیکن اگر اس کا کوئی فیصلہ نفس کے خلاف یا طبیعت کے خلاف ہوگا تو نحن رجال وھم رجال کا نعرہ بلند کر کے امیر کی مخالفت پر اتر آئیں گے۔

اس طرح جہاد کے مختلف شعبوں میں تقرری کے مسئلہ پر بھی امیر کی اطاعت کا التزام نہ ہوگا بلکہ ہر کوئی اپنے پسند کی جگہ کو اختیار کرے گا جس سے نظام جہاد شدید خلل کا شکار ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوگا کہ امیر کی کوئی قدر ومنزلت دل میں نہیں ہوگی اور اس کے ایک ایک فعل کو عمومی نگاہوں سے پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یقیناً اچھا نہیں نکلے گا لیکن اگر امیر سے جہاد پر بیعت کرلی جائے تو یہ صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔

اللہ پاک مسلمانوں میں بیعت علی الجہاد کے طریقے کو زندہ فرمادے تاکہ مجاہدین اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے مکمل اطمینان اور اتحاد واتفاق کے ساتھ پوری دنیا میں جہاد کے فریضہ کو زندہ کرسکیں۔

حدیث (۳۹)

جہاد میں اطاعت امیر

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، امام (امیر) تو ڈھال کی طرح ہوتا ہے جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے سے (دشمن کے وار سے) بچا جاتا ہے، پس اگر وہ (امیر) اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔

(صحیح البخاری ص۔۴۱۵ ج۔۱/باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ)

تشریح حدیث :

اطاعت امیر کے سلسلے میں حضور ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

☆ یحیٰ بن حصین اپنی دادی سے روایت فرماتے ہیں کہ ان کی دادی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا اگر تم پر کسی غلام کو امیر مقرر کیا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

(صحیح مسلم ص۔۱۲۵ ج۔۲)

بعض روایات میں ہے کہ اگر تم پر نکٹا حبشی غلام متعین کیا جائے اور وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت کرو۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے سمع اور طاعت (عمل کی نیت سے سننا اور اطاعت کرنا) لازم ہے، تنگی میں اور کشادگی میں، چاہنے اور نہ چاہنے میں اور تم پر کسی اور کو ترجیح دیئے جانے میں (یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے، نفس چاہے یا نہ چاہے اور اگرچہ تم پر کسی کو ترجیح دی جارہی ہو) (صحیح مسلم ص۔۱۲۴ ج۔۲)

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی معصیت اور گناہ کے کام کا حکم نہ دے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

انما الطاعة فی المعروف. (صحیح مسلم ص۔۱۲۵ ج۔۲)

کہ امیر کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔

یعنی اگر امیر کسی ایسی چیز کا حکم دے جو واضح طور پر دلائل کی روشنی میں بلا تاویل شریعت کے خلاف ہو تو پھر اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی ورنہ دیگر تمام امور میں امیر کی اطاعت واجب ہے اور اس چیز کا فیصلہ کرنا کہ کون سا کام شریعت کے خلاف ہے

اور کون سا کام شریعت کے مطابق ہے ہر آدمی کا کام نہیں اور نہ ہی ہر آدمی کو اس میں پڑنا چاہئے چونکہ امیر کی نافرمانی پر سخت وعید آئی ہے اور اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے اس لئے کسی مفروضے کو گھڑ کر نافرمانی کا جواز پیدا نہیں کرنا چاہئے ہاں اگر محقق علمائے کرام ادلہ اربعہ کی روشنی میں کسی چیز کے خلاف شریعت ہونے کا فیصلہ فرمادیں اور کوئی ایسی شدید ضرورت بھی موجود نہ ہو جو اس خلاف شریعت کام کو جائز کرنے والی ہو تو پھر بھی ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کام کو نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں حدود سے تجاوز کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اگر امیر کا حکم قطعی طور پر شریعت کے خلاف ہو تو پھر کسی بھی صورت میں اللہ کو ناراض نہ کیا جائے۔

حدیث شریف کی کتابوں میں ایسی کئی روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ ہر حال میں سمع وطاعت پر حضور ﷺ سے بیعت کیا کرتے تھے بہر حال ان تمام احادیث وروایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادات اور اجتماعی امور میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی امیر کی اطاعت میں یہ امور سرانجام دیں اور الگ الگ دھڑوں میں بٹ کر تفرقہ بازی میں نہ پڑیں اور امیر کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ امیر کی نافرمانی کرنے سے اجتماعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی کاموں میں برکت نہیں رہتی۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جس نے جماعت چھوڑی تو اس نے بڑی غلطی کی۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو ایک جان ہو کر اپنے امیر کی اطاعت میں شریعت کے عین مطابق تمام اجتماعی اعمال خصوصاً فریضہ جہاد کو مکمل آداب کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۴۰)

جہاد میں شعر پڑھنا

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ خندق کے موقع پر دیکھا، آپ مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک آپ کے سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ چکے تھے۔ حضور ﷺ گھنے بالوں والے تھے (بعض اعضاء پر آپ کے بال گھنے تھے، سینے پر ایک پتلی سے لکیر تھی) (کمافی شمائل الترمذی)

اس وقت آنحضرت ﷺ عبداللہ بن رواحہ کا یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اللھم لو لا انت ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے — نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینة علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا

ہمارے دلوں پر آپ سکینہ نازل فرمایئے — اور اگر ہم دشمن سے ٹکرائیں تو ثابت قدمی عطاء فرمایئے

ان الاعداء قدبغوا علینا — اذا ارادوا فتنةً ابینا

تحقیق کہ دشمن نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے — وہ ہمیں اگر فتنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ یہ رجز (شعر) بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری ص۔۴۲۵ ج۔۱/ باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت)

تشریح حدیث:

آنحضرت ﷺ عام طور پر شعر گوئی نہیں فرماتے تھے مگر جہاد کے میدان میں آپ پر خاص کیفیت طاری ہوتی تھی جس میں آپ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی

حقیقت ہے کہ صحیح شعر وشاعری سے انسان کے دینی جذبات کو تقویت ملتی ہے جو کہ جہاد میں بہت کام آتی ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب کفار کی طرف سے اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر کے افراد میدان سے پیچھے ہٹ گئے تو اس وقت جناب نبی کریم ﷺ تیروں کی اس بوچھاڑ میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

انا النبی لا کذب — انا ابن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں — اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(صحیح البخاری، ص۔۴۰۳، ج۔۱)

غزوہ خندق کے موقع پر انصاری صحابہ کرامؓ خندق کھودتے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا — علی الجھاد ما یقینا ابدا

ترجمہ: ہم نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے (کہ ہم جہاد کرتے رہیں گے) جب تک ہم زندہ رہے۔

انصار کے اس والہانہ شعر کے جواب میں حضور ﷺ نے بھی یہ شعر پڑھا۔

اللھم لا عیش الا عیش الاخرة — فاکرم الانصار والمھاجرة

ترجمہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اے اللہ انصار و مہاجرین کو عزت واکرام عطاء فرما۔ (صحیح البخاری ص۔۴۱۹ ج۔۱)

ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی انگلی مبارک میں زخم آگیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر شعر پڑھا۔

هل انت الا اصبع دمیت — وفی سبیل الله ما لقیت

ترجمہ: تو ایک انگلی کے سوا کیا ہے جو زخمی ہوگئی اور تجھے جو زخم پہنچا یہ اللہ کی

راہ میں ہے۔ (صحیح البخاری ص۔ ۳۹۳ ج۔۱)

حضور ﷺ نے ۸ھ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت شام میں جہاد کرنے کے لئے بھیجی تھی جس کا مقابلہ دشمنوں سے مقام موتہ میں ہوا۔ یہ جگہ بلقاء سے قریب تھی اس جماعت کا امیر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا اور ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفرؓ بن ابی طالبؓ امیر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور یہ حضرات اسی ترتیب سے جھنڈا لیتے رہے اور تینوں شہید ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا لیا اور اللہ پاک نے فتح عطاء فرمادی۔ ان سے پہلے جب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا تو مذکورہ بالا شعر کے ساتھ مزید دو شعر پڑھے جو درج ذیل ہیں۔

یا نفس ان لا تقتلی تموتی   هذی حیاض الموت قد صلیت

ترجمہ: اے نفس اگر تو مقتول نہ ہوا تو (اپنی موت ضرور) مرے گا یہ موت کے حوض ہیں جن میں تو داخل ہوچکا ہے۔

وما تمنیت فقد لقیت   ان تفعلی فعلهما هدیت

ترجمہ: اور تو نے جو شہادت کی تمنا کی تھی اس (کے موقع کو) پالیا اگر تو ان دونوں (حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ) جیسا کام کرے تو ہدایت پاجائے (یعنی انہی کی طرح شہید ہوجائے)

(فتح الباری باب ما یجوز من الشعر والرجز)

جب آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کی بدعہدیوں اور سازشوں کی وجہ سے ان کا محاصرہ کرلیا تو یہودیوں نے منافقین کی شہ پر باہر آنے سے انکار کردیا اور آنحضرت ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے آپ جو چاہیں کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

(اللہ اکبر حاربت یہود) اللہ سب سے بڑا ہے، یہودی جنگ پر اتر آئے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ محاصرہ کئی دن تک جاری رکھا اور پھر صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ بنی نضیر کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور باغات جلا دیئے جائیں۔ بالآخر بنی نضیر نے جلا وطنی کی درخواست کی جو قبول ہوئی، حضرات صحابہ کرامؓ نے جو بنی نضیر کے درخت جلادیئے تھے ان کا ذکر حضرت حسانؓ نے اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

وهان علی سراة بنی لوی   حریق با البویرة مستطیر

(صحیح بخاری، ص۔ ۳۱۲، ج۔۱)

ترجمہ: اور آسان ہوگیا بنی لوی کے سرداروں (یعنی مہاجرین) پر مقام بویرہ میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے خوب اڑ رہے تھے۔

دیوان حسانؓ میں مندرجہ بالا شعر کے ساتھ تین شعر اور بھی ہیں۔

۱۔ تفاقد معشر نصروا قریشا   ولیس لهم ببلدتهم نصیر

ترجمہ: جن لوگوں نے قریش کی مدد کی ان سب نے ایک دوسرے کو گم کردیا یعنی سب ہلاک و منتشر ہوگئے اور ان کے شہر تک میں ان کا کوئی مددگار نہ رہا۔

۲۔ هم اوتوا الکتاب فضیعوه   فهم عمی من التوراة بور

ترجمہ: ان لوگوں کو کتاب دی گئی پس انہوں نے اس کو ضائع کردیا، پس یہ لوگ تورات کے بارے میں اندھے ہیں اور ہلاک شدہ ہیں۔

۳۔ کفرتم بالقرآن وقد اتیتم   بتصدیق الذی قال النذیر

ترجمہ: تم نے کفر کیا قرآن کے ساتھ حالانکہ تم کو اس چیز کی تصدیق دی جاچکی ہے جو اللہ کے نذیر یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(انعام الباری ص۔ ۱۰)

حضرات صحابہ کرام کفار ومشرکین کے ساتھ جس طرح تلوار اور مال سے جہاد کرتے تھے اسی طرح اپنی زبانوں کے ذریعے سے اشعار پڑھ کر کفار ومشرکین کی ہجو کرتے

تھے اور مسلمانوں کی ہمت کو بڑھاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں شعر کہہ کر ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتے تھے۔

خود حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے بارے میں فرمایا۔

هجاهم حسان فشفى واشتفى. (صحیح مسلم)

ترجمہ: یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے شفا دی اور خود بھی شفایاب ہو گئے۔

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں ہجو کا قصیدہ کہا تھا اس کے جواب میں حضرت حسانؓ نے بطور دفاع یہ قصیدہ کہا تھا۔

فائدہ: (ابوسفیان بن حارث فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے)

حضرت حسانؓ کے اشعار

اب حضرت حسانؓ کے وہ اشعار مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

۱۔ **هجوت محمدا فاجبت عنه   وعندالله فی ذاك الجزاء**

ترجمہ: تو نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں برائی بیان کی، پس میں نے اس کا جواب دیا اور میرے لئے...... اللہ کے نزدیک اس میں بہت بڑی جزاء ہے۔

۲۔ **هجوت محمدا برا تقیا   رسول الله شیمته الوفاء**

ترجمہ: تو نے محمد کی شان اقدس میں نامناسب باتیں کہیں جو حسن سلوک والے ہیں، متقی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ ہیں، ان کی خصوصی

خصلت وفاداری ہے۔

۳۔ **فان ابی و والدتی وعرضی   بعرض محمد منکم وقاء**

ترجمہ: پس تحقیق میرے ماں باپ اور میری آبرو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آبرو کے لئے تم سے آڑ ہے (یعنی آپ ﷺ کی آبرو کی حفاظت کے لئے ہم سب قربان ہیں)

۴۔ **ثکلت بنیتی ان لم تروها   تثیر النقع من کنفی کداء**

ترجمہ: میں اپنی جان گم کروں اگر تم ہمارے گھوڑوں کو اس حال میں نہ دیکھو کہ وہ غبار اڑا رہے ہیں اور ان کے سفر کا منتہا کداء ہے (جو مکہ میں داخل ہوتے وقت ایک گھاٹی پڑتی ہے)

۵۔ **یبارین الاعنة مصعدات   علی اکتا فها الاسل الظمأ**

ترجمہ: یہ گھوڑے جھگڑتے ہیں، اپنی باگوں سے آگے بڑھتے ہوئے (کہ ہم کو آگے بڑھنے دو) ان کے مونڈھے پر نیزے ہیں جو (دشمن کے خون کے) پیاسے ہیں۔

۶۔ **تظل جیادنا متمطرات   تلطمهن بالخمر النساء**

ترجمہ: ہمارے عمدہ گھوڑے تیزی سے آگے بڑھتے ہیں جن کو عورتیں دوپٹوں کے ساتھ تھپیڑے مارتی ہیں (یعنی ان گھوڑوں کی پرورش بڑے ناز کے ساتھ ہوئی ہے کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہرے چھوتی اور صاف کرتی ہیں)

۷۔ **فان اعرضتم عنا اعتمرنا   وکان الفتح وانکشف الغطاء**

ترجمہ: پس (اے مشرکو) اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے اور فتح ضرور حاصل ہوگی اور پردہ ہٹ جائے گا (یعنی اللہ جل شانہ نے

اپنے نبی ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے کہ مکہ فتح ہوگا یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور پیشین گوئی کا نتیجہ سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گا)

۸۔ والا فاصبروا لضراب یوم   یعز الله فیه من یشاء

ترجمہ: اگر تم اعراض نہیں کرتے یعنی عمرہ کے لئے (راستہ نہیں دیتے) تو ایسے دن کی مار دھاڑ کا انتظار کرو جس میں اللہ جس کو چاہے گا عزت دے گا (یعنی اہل اسلام کی اس دن عزت ہوگی)

۹۔ وقال الله قد ارسلت عبدا   یقول الحق لیس به خفاء

ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، میں نے بھیجا ہے ایک بندے کو رسول بنا کر، وہ حق کہتا ہے جس کی بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

۱۰۔ وقال الله قد یسرت جندا   هم الانصار عرضتها اللقاء

ترجمہ: اور اللہ پاک نے فرمایا کہ میں نے آسانی دیدی ہے ایک لشکر کو، یہ حضرات انصار ہیں (جو دشمن سے جنگ کرنا اور فتح پانا جانتے ہیں) اور جو دشمنوں سے مڈبھیڑ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۱۱۔ یلاقی کل یوم من معد   سباب او قتال او هجاء

ترجمہ: روزانہ بنی معد سے دل آزار باتیں کرنا یا ان سے جنگ کرنا یا ان کی ہجو کرنا (ہمارا کام ہے) یہ چیزیں بنی معد سے ملاقات کرتی ہیں (یعنی مکہ معظمہ کے جو مشرکین اسلام کے خلاف ہوگئے ہیں ہم ان کے علاج میں مصروف ہیں اور کسی نہ کسی طرح ان کی کاٹ کرتے رہتے ہیں)۔

۱۲۔ فمن یهجو رسول الله منکم   ویمدحه وینصره سواء

ترجمہ: پس جو شخص تم میں سے رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرے یا تعریف کرے یا مدد کرے یہ سب برابر ہے (کیونکہ تمہاری بدگوئی سے ان کو

کوئی نقصان نہیں اور تمہاری مدح سے ان کو کوئی نفع نہیں)

۱۳۔ وجبریل رسول الله فینا   و روح القدس لیس له کفاء

ترجمہ: اور جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں جو ہمارے اندر موجود ہوتے ہیں اور ان کا لقب روح القدس ہے، ان کی کوئی نظیر نہیں۔

حضرت علیؓ کے جنگی اشعار

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے۔ یہودیوں کا سردار مرحب اکڑتے ہوئے اپنی تلوار کو اوپر نیچے کرتے ہوئے نکلا اور اس نے آمنے سامنے مقابلے کا چیلنج کیا اور یہ رجزیہ کلمات پڑھے۔

قد عملت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلهب

ترجمہ: خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں کے ساتھ مکمل طور پر مضبوط ہوں، آزمایا ہوا پہلوان ہوں، جس وقت کے جنگیں شعلہ زن ہونے لگیں۔

اس کا چیلنج سن کر حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور یہ شعر پڑھا۔

قد علمت خیبر انی عامر   شاکی السلاح بطل مغامر

ترجمہ: خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار لگائے ہوئے، پوری طرح مضبوط ہوں، سختیوں میں گھس جانے والا پہلوان ہوں۔

حضرت عامر کی تلوار مرحب کی ڈھال میں گر گئی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ سے

مرحب کا مقابلہ ہوا۔ مرحب نے پھر وہی اشعار پڑھے۔

حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

انا الذی سمتنی امی حید رہ کلیث غابات کریہ المنظرہ

او فیھم با الصاع کیل السندرہ

ترجمہ: میں وہی ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح ہوں جس کے دیکھنے سے ڈر لگتا ہے، میں دشمنوں کو ان کی خوراک (یعنی قتل) بھرپور پیمانے کے ذریعے پیش کرتا ہوں۔

پھر مقابلہ ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ نے ایک ہی وار میں مرحب کو قتل کر دیا۔

حضرت سلمہؓ بن الاکوع کا شعر

ایک مرتبہ عبدالرحمان فزاری نے جو کافر تھا حضور ﷺ کی دودھ والی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں لوٹ لیں اور جو صحابی اونٹنیاں چراتے تھے انہیں قتل کر دیا۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ صبح کی اذان سے پہلے تیر کمان لئے ہوئے پیدل غابہ کی طرف جا رہے تھے انہیں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے سلع نامی پہاڑ پر چڑھ کر تین بار زور سے پکارا یا صباحا۔

پھر حضرت سلمہؓ تیر کمان لے کر ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ پڑے۔ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے اور سوار تھے مگر حضرت سلمہؓ بن الاکوع ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے ان میں سے کسی کو زخمی کر کے گراتے پھر آگے دوڑ پڑتے۔ آپ نے اکیلے تمام اونٹنیاں آزاد کرا لیں اور کافر اپنا سامان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس دوران حضرت سلمہؓ بن الاکوع اس شعر کے ذریعے سے دشمنوں کو للکارتے تھے۔

انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

ترجمہ: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

(صحیح بخاری ص۔ ۲۲۷ ج۔۲)

شہادت کے وقت حضرت خبیبؓ کے اشعار

حضرت خبیبؓ کو مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا اور مکہ مکرمہ لے آئے۔ کچھ عرصہ تک قید میں رکھنے کے بعد مشرکین مکہ ان کو حرم سے باہر لائے اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش پوچھی؟ انہوں نے فرمایا مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر کی وجہ سے زیادہ دیر کر رہا ہوں تو میں اور لمبی نماز پڑھتا۔

حضرت خبیبؓ نے یہ ایک اچھا طریقہ جاری فرمایا کہ قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ اس کے بعد ہر مسلمان کے لئے یہ طریقہ مسنون ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خبیبؓ نے یہ دعاء کی کہ یا اللہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا اسلام تیرے رسول پاک ﷺ کو پہنچائے لہٰذا آپ سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اسی دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خبیب کا سلام پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام یا خبیب اور آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ خبیبؓ کو قریش نے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد چالیس دن تک سولی پر جسم کو لٹکائے رکھا تو زخم سے خون جاری تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ جب حضرت خبیبؓ کو زندہ سولی پر لٹکایا گیا تو آپ نے کفار کے حق میں یہ بددعاء کی۔

اللھم احصنھم عددًا و اقتلھم بددًا و لا تبق منھم احدا۔

ترجمہ: اے اللہ! ان میں سے ہر ایک کو تو اپنے شمار میں رکھ اور ہر ایک کو الگ الگ قتل فرما اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رکھ۔

جس وقت حضرت خبیبؓ بددعاء کر رہے تھے تو کافر ڈر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کو یہ بددعاء ضرور لگے گی۔ چنانچہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ یہ لوگ سب ختم ہوگئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص بچا جو بددعاء کے وقت زمین سے چپک گیا تھا۔

حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا کر جب نیزے سے ان کا بدن چھلنی کیا گیا تو اس وقت ان سے کافروں نے قسم دیکر پوچھا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوں۔ حضرت خبیبؓ نے جواب دیا کہ واللہ العظیم مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ چھوٹ جاؤں اور اس کے بدلے میں ہمارے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ (فتح الباری)

حضرت خبیبؓ نے سولی پر چڑھتے ہوئے دشمنوں کے حملہ کے وقت یہ اشعار پڑھے۔

لست ابا لی حین اقتل مسلما   علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

ذالک فی ذات الا له وان یشاء   یبارک فی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں اس وقت کچھ پروا نہیں کرتا کہ کسی پہلو پر میرا پچھاڑا جانا ہوا۔ اور یہ (قتل اللہ کی ذات کے لئے اور اس کی رضا کے لئے ہے) اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں حضرت خبیبؓ کے دس اشعار نقل کئے ہیں جو مع ترجمہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا   قبائلهم واستجمعوا کل مجمع

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں میرے ارد گرد جمع ہوگئی ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو جمع کر لیا ہے اور پوری طرح جمع ہوگئے

ہیں۔

وقد قربوا ابناء هم ونساء هم   وقربت من جزع طویل ممنع

ترجمہ: اور تحقیق انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو نزدیک کر لیا ہے اور میں ایک لمبی گھبراہٹ کے قریب کر دیا گیا ہوں جو ختم کی جا رہی ہے۔

وکلهم یبدی العداوة جاهدا   علی لانی فی وثاق بمضیع

ترجمہ: اور ان میں سے ہر ایک خوب کوشش کر کے مجھ پر دشمنی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ میں بیڑیوں میں بندھا ہوا ہوں اور ہلاک ہونے کی جگہ ہوں۔

الی اللہ اشکوا غربتی بعد کربتی   وما جمع الاحزاب لی عند مصرع

ترجمہ: اللہ ہی کے حضور میں اپنی بے بسی اور بے چینی کی اور ان چیزوں کی شکایت کرتا ہوں جو جماعتوں نے میرے لئے پچھاڑنے کے وقت جمع کی ہیں۔

یلذا العرش صبرنی علی ما اصابنی   وقد بضعوا لحمی وقد قل مطمع

ترجمہ: اے عرش والے مجھے صبر دے اس مصیبت پر جو مجھے پہنچی ہے اور حال یہ ہے کہ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور آرزو کی گنجائش بہت کم ہے۔

وذلک فی ذات الا له وان یشأ   یبارک فی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: اور یہ اللہ کی ذات کے بارے میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

وقد عرضوا بالکفر والموت دونه   وقد ذرفت عینای من غیر مدمع

ترجمہ: یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے پیش آئے ہیں حالانکہ موت اس سے ورے ہے (یعنی ان کو اپنی موت کی فکر نہیں ہے جو جلد آجانے والی ہے جس کے بعد کفر کی غیر متناہی سزا ہوگی) اور حال یہ ہے کہ میری آنکھیں رو رہی ہیں مگر آنسو نہیں ہیں۔

وما بی حذارا الموت انی لمیت ولکن حذاری حرنار تلفع

ترجمہ: اور مجھے موت کا ڈر نہیں ہے میں ضرور مرنے والا ہوں لیکن میرا ڈر لپٹ جانے والی (دوزخ) کی آگ سے ہے (اللہ مجھے بچائے)۔

فلست بمبد للعدو تخشعا ولا جزعا انی الی اللہ مرجع

ترجمہ: پس میں دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا نہیں ہوں اور نہ گھبراہٹ ظاہر کرنے والا ہوں، بلاشبہ میں اللہ کی طرف لوٹایا جارہا ہوں۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما علی ای شق کان للہ مضجع

ترجمہ: اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کردیا جاؤں اس وقت کچھ پروا نہیں کرتا کہ کس پہلو میرا پچھاڑا جانا ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آله وأصحابه أجمعین إلی یوم الدین.

............☆☆☆............

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

اَلْجِنُّ تَفْزَعُ یَوْمَ الْحَرْبِ مِنْ فَزَعٍ
اِذَا اَتَیْتُ اِلَی الْهَیْجَا بِلَا جَزَعٍ

"جب میں بلا خوف وخطر جنگ کی طرف بڑھتا ہوں تو جنات بھی گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔"

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

وَسَیْفِی فِی الْوَغٰی اَبَدًا صَقِیْلٌ
طَلِیْقُ الْحَدِّ فِی اَهْلِ الضَّلَالِ

"میری تلوار لڑائی میں ہمیشہ صیقل اور گمراہوں کے لئے برہنہ رہتی ہے۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

اَنَا الْهُمَامُ الْفَارِسُ الْکَرَّارْ
اُفْنِیْ بِسَیْفِیْ عُصْبَةَ الْکُفَّارْ

"میں ہی عالی ہمت، شہسوار، تابڑتوڑ حملہ کرنے والا ہوں اور اپنی تلوار سے کفار کی طاقتور جماعت کو فنا کردینے والا ہوں۔"